جمالِ محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم

کی

جلوہ گاہیں

قلوبِ اولیاء اللہ جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب : جمالِ محمدی ﷺ کی جلوہ گاہیں
مجموعۂ ارشادات : حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ
صفحات : ۵۶۰
سن اشاعت : ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء
ناشر : از ہرا کیڈمی، لندن، برطانیہ

ملنے کے پتے:

ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یوپی۔
جامعہ قاسمیہ دار العلوم زکریا، ٹرانسپورٹ نگر، مراد آباد، یوپی۔
جامعۃ الزہراء، ملا محلّہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔ ۳۹۴ ۱۱۰

برطانیہ:

Azhar Academy Ltd
54-68 Little Ilford Lane, Manor Park,
London E12 5QA | Tel: (+44) 208 911 9797
E: sales@azharacademy.com | W: www.azharacademy.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کی خدمت میں

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عہد نبوت کے ماہ وسال

مصنفہ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ پیش کیا تھا،

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے بڑے اہتمام سے مجلس میں اس کتاب کو سنا تھا۔

اور حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''سنین کی ترتیب سے سیرت پر

کتاب تصنیف ہونی چاہئے۔''

میں نے عرض کیا کہ ''میں واپسی کے بعد ان شاء اللہ کوشش کروں گا۔''

اگلے سفر میں چند ایک ابواب جو میں لکھ سکا تھا، لے کر پہنچا اور تبرکاً حضرت کو اس کا

کچھ حصہ سنایا بھی تھا۔

ان دنوں دائیں ہاتھ میں مجھے تکلیف تھی،

اس لئے میں نے وہ مسودہ مولانا بلال صاحب باوا سے لکھوایا تھا اور

اسی میں سے حضرت کو سنایا تھا۔ اب تک بھی وہ مسودہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے۔

مگر بقول حضرت شہید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کہ 'ناقص کا ہر کام ناقص ہوتا ہے'،

ربع صدی سے زیادہ گذرنے پر بھی اپنی نحوستیں آڑے آتی رہیں

اور اس کتاب کی تکمیل سے محرومی رہی۔

فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

یوسف متالا

''قرآن کے رموز اور اسرار کو تو دیکھو!

وہاں کیا فرمایا، وَ الیّلِ اِذَا یَغْشیٰ وَ النَّھارِ، لیل پہلے، نہار بعد میں۔اور یہاں والضحیٰ میں کیا فرمایا،و الضحیٰ . و الیل. ضحیٰ پہلے اور، دن پہلے اور لیل بعد میں۔اوپر کے بالکل مخالف، دونوں سورتوں میں۔ایسا کیوں؟

ان دونوں سورتوں کے بعد جیسے ہی والضحیٰ کے آخر میں پہنچتے ہیں،

تو آپ نے یہاں تکبیر سنی ہوگی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

جیسا کہ آج ہم مسلمانوں کی عید ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے، مگر وہ کل کائنات کی عید تھی کہ نور محمدی کے ظہور کی والضحیٰ کے ذریعہ خبر دی گئی تھی۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب کہ کفار مشرک نعرہ لگا رہے تھے اعل ھبل، کہ ہمارا ہبل بلند ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعرہ کا جواب نعرہ سے دو۔

کہواللّٰہ اعلیٰ و اجل۔

تو اسی طرح یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ سورۃ تم نے پڑھ لی والضحیٰ پوری کر لی، تو اب کہو اللہ اکبر! آپ نے دیکھا کہ قراء پڑھتے ہیں، کیا پڑھتے ہیں؟ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ جو آج کی تکبیر ہے، اُس سورۃ پر ختم پر پڑھی جاتی ہے اور اس لئے یہاں نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ، سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی۔ہم کیا کہتے ہیں اس سورۃ کو، سورۃ والضحیٰ۔اس کا دوسرا نام ہے، سورۂ محمد، اللہ اکبر! اس سورۃ کا نام ہی ہے سورۃ محمد۔کیوں؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ جو اُس میں والضحیٰ ہے، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دنیا میں نور کی شعاعیں پھیلیں، اس نور کی اِس میں خبر ہے۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَ الضُّحیٰ. وَ الیَّلِ اِذَا سَجی. مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلیٰ.

وَ لَلآ خِرَۃُ خَیرٌلَکَ مِنَ الْاُوُلیٰ.وَ لَسَوُف یُعُطِیُکَ ربُّکَ فَتَرُضیٰ.

اَلَمُ یَجِدُکَ یَتِیُماًفَآوَیٰ. وَ وَجَدَکَ ضَالاًّ فَھَدَیٰ. وَ وَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغُنیٰ.

فَاَمَّا الُیَتِیُمَ فَلَا تقُھَرْ. وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنُھَرْ.وَ اَمَّا بِنَعُمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث.

○

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

○

قال ابو الحسن سمعت عکرمۃ بن سلیمان یقول:

قرأت علی اسماعیل بن قسطنطین،

فلما بلغت والضحیٰ قال کبّر عند خاتمۃ کل سورۃ حتی تختم،

فانی قرأت علی عبد اللّٰہ بن کثیر، فلما بلغت والضحیٰ قال کبّر حتی تختم،

واخبرہ عبد اللّٰہ بن کثیر انہ قرأ علی مجاھد فأمرہ بذلک،

واخبرہ مجاھد ان ابن عباس رضی اللّٰہ عنھماامرہ بذلک،

واخبرہ ابن عباس ان ابی بن کعب امرہ بذلک،

واخبرہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخبرہ بذلک.

اخرجہ الحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیھقی فی شعب الایمان

من طریق ابی الحسن البزی المقری

○

ما عاشقِ ظہورِ جمالِ محمدیم سرمست از شرابِ وصالِ محمدیم
از آفتابِ حشر نداریم غم کہ ما در زیرِ ظلِ مہرِ جلالِ محمدیم
اہلِ سلامتیم ازاں رو ز صدقِ دل در قول و فعل مال بحالِ محمدیم
از بہرِ کارسازی ما ایں قدر بس ست کز صدقِ خاکپائے بلالِ محمدیم
با صد ہزار شوق و طرف تا بروزِ حشر ما بندۂ جمالِ کمالِ محمدیم
صابؔر ز فرق تا بقدم گشتہ ایم گوش
از ذوق در ہوائے مقالِ محمدیم

مخدوم علاءالدین علی احمد صابؔر کلیری المتوفی: ۶۹۰ھ

سید و سرور و وقارِ حرم — عظمتِ کعبہ و دیارِ حرم
حُسنِ تخلیق و باعثِ تخلیق — نازشِ دو جہاں، قرارِ حرم
فقر سرمایہ، بوریہ بستر — بے زر و سیم، تاجدارِ حرم
ضامنِ عصمتِ بنائے خلیل — پاسبان و نگاہ دارِ حرم
مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقّ گفت — خاتمِ انبیاء، نگارِ حرم
فخرِ کونین، فخرِ موجودات — تیرا کوچہ ہے افتخارِ حرم
تیری تکبیر اور تری تہلیل — نغمۂ سازِ آبشارِ حرم
صاحبِ لطف و جود و خُلقِ عظیم — مجھ کو بھی بخش دے جوارِ حرم
دے جگہ اپنے آستاں کے قریب — کر عطا کوئی ریگ زارِ حرم
میں بھی ہوں گلشنِ محبت میں — گل نورستۂ بہارِ حرم
نغمہ خواں، نغمہ ساز، نغمہ سرا — بلبلِ گلشن بہارِ حرم
دست بکشاد و دست گیری کن — طے نہ یوں ہوگی رہگذارِ حرم
پا شکستہ بھی ہوں، ملول بھی ہوں — نظرِ لطف! شہریارِ حرم
المدد المدد شہِ کونین — وقتِ نصرت ہے، غمگسارِ حرم
الغیاث الغیاث میرِ عرب — آج خطرے میں ہے وقارِ حرم
متحد ہیں یہود بہر قتال — منتشر جملہ شہسوارِ حرم
ہیں کلیسا و دیر شیر و شکر — زہر آلود خلفشارِ حرم
اب دلوں میں نہیں وہ جوشِ عمل — ہو گیا سرد شعلہ زارِ حرم
ہائے! انجامِ کار کیا ہوگا — لے نہ ڈوبے یہ انتشارِ حرم
چارہ سازِ شکستگاں! فریاد — دیکھ پامالیٔ بہارِ حرم

حافظ مظہر الدین المتوفی: ۱۹۸۰ء

گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں ابرِ کرم برسے
یہ عالم ہے کہ خارِ طیبہ خوشتر ہیں گلِ تر سے

یہ کس نے سازِ دل پر نغمۂ نعتِ نبی چھیڑا
صدائیں مرحبا کی آرہی ہیں ہفتِ کشور سے

زمین پاک مرقد کی بلندی کوئی کیا جانے
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرشِ بریں تر سے

خوشا صدق وجلال وحکم وتقویٰ شاہِ والا کا
کوئی پوچھے ابو بکر و عمرعثمان و حیدر سے

یہ ناممکن ہے مرجھائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اٹھی اللہ کے گھر سے

ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تابانی
کلس سے کچھ اڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبر سے

غسالہ سیدکونین کا میری نگاہوں میں
ہزاروں درجہ بہتر قطرۂ تسنیم و کوثر سے

یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر
زمیں کیا آسماں تک گونج اٹھا اللہ اکبر سے

وہ کیوں کر قصر جنت کی طرف ہو ملتفت عارفؔ
جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْخِطَابُ الْفَصِيحْ لِلْحَبِيْبِ الْمَلِيحْ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

كَمَا رُوِىَ

” اَنَا اَمْلَحْ وَأَخِىْ يُوْسُفُ أَصْبَحْ“

اما بعد!

ہمیں ہر وقت اللہ کے تقوی کا اور اس بات کا دھیان رہے کہ ہمارے قلوب حق تعالیٰ کے حبیب اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر پور اور مملو ہوں۔ جیسا کہ صحابہ اور تابعین نے ہمیں یہی راستہ دکھایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فراغت کے تین دن بعد ایک اعرابی پہونچا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر اپنے وجود کو اس نے پھینک دیا اور قبر اطہر کی مٹی مبارک اپنے سر پر ڈال کر عرض گذار ہوا:

اے اللہ کے رسول! آپ نے جو ارشادات فرمائے وہ ہم نے سنے، اللہ سے لے کر جو ہمیں آپ نے پہنچایا وہ ہم نے محفوظ کر لیا۔ اور آپ پر نازل ہونے والی آیات میں یہ بھی ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾

''اگر یہ آپ کے امتی اپنے جانوں پر گناہ کر کے ظلم کریں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں، تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے۔''

میں نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا اور مغفرت طلب کرنے کے خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

جب یہاں تک پہنچا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ قبر سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت ہوگئی۔

١ الخطاب الفصيح للنبى المليح ﷺ

أَلـحَـمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى رَفَعَ السَّمَاءَ بِلاَ عِمَادٍ لِلنَّظَرِ، وَزَيَّنَهَا بِالسَّاطِعَاتِ وَالْـقَـمَـرِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، هُـوَ الْبَشِيْـرُ الـنَّـذِيْـرُ، وَالسِّـرَاجُ الْمُنِيْرُ، سَيِّدُنَا مُحَمَّدُ نِ الـنَّبِيِ الرَّسُوْلُ، الَّـذِيْ أَلْبَسَهُ اللّٰه حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَتَاجَ الْقَبُوْلُ، وَرِضْوَانُ اللّٰه عَلٰى اٰلِهِ الْاَبْرَارِ، وَأَصْحَابِهِ الْأَخْيَارِ، وَعَلٰى جَمِيْعِ التَّابِعِيْنَ، بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْن،

أَمَّا بَعْدُ أُوْصِيْكُمْ وَاِيَّايَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَأَنْ نَملَأَ قُلُوْبَنَا بِحُبِّ حَبِيْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا نَرَى الصَّحَابَةَ وَتَابِعِيْهِمْ.

۞ عَـنْ أَمِيْـرِ الْـمُـؤمِـنِيْـنَ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَعْـرَابِيٌّ بَعْدَمَا دَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلاَثَةِ أَيَّامٍ، فَرَمىٰ بِنَفْسِهِ عَـلٰى قَبْـرِ الـنَّبِـيِّ صَـلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَثَا مِنْ تُرابِهِ عَلٰى رَأْسِهِ وَقَالَ: يَا رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قُـلْـتَ فَسَـمِـعْـنَا قَوْلَكَ، وَوَعَيْتَ عَنِ اللّٰهِ مَا وَعَيْنَا عَنْكَ.

وَكَانَ فِيْـمَا أُنْزِلَ عَلَيْكَ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ اِذ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَـغْـفَـرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِى، وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُ لِيْ. فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ: أَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ.

محمد عتبی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس پہنچا، اتنے میں ایک اعرابی آتے ہیں، اپنے اونٹ کو بٹھا کر اس کو باندھ کر قبر شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ انہوں نے ٹھیک طرح سے سلام پیش کیا اور بڑی اچھی دعا کی۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ نے اپنی وحی کے ساتھ آپ کو خصوصیت دی، آپ پر یہ کتاب اتاری جس میں اولین اور آخرین کا علم جمع فرما دیا۔ اس میں اس کا ارشاد ہے اور اس کا قول حق ہے:

''اگر یہ آپ کے امتی اپنے جانوں پر گناہ کر کے ظلم کریں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں، تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے۔''

میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور حق تعالیٰ سے آپ کی سفارش کا طلبگار ہوں۔ پھر قبر شریف کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

''جتنے انسان زمین کے نیچے مدفون ہیں، ان میں آپ کو سب پر فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے اعضاء مبارکہ کی خوشبو سے پہاڑ اور میدان سب معطر ہیں۔

آپ وہ نبی ہیں جن کی شفاعت کی صراط مستقیم پر جس وقت قدم پھسل رہے ہوں گے امید کی جاسکتی ہے۔

میری جان اس زمین کے ٹکڑے پر قربان جو آپ کا مسکن ہے۔ اس میں عفت و جود و کرم تمام اخلاق کریمہ مدفون ہیں۔

اور آپ کے دونوں ساتھی کو بھی میں کبھی بھولوں گا نہیں۔ میری طرف سے آپ تینوں پر سلام جب تک قلم چلتے رہے۔''

پھر وہ اعرابی سوار ہو کر چلے گئے۔ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے عتبی! تو اس اعرابی کے پاس جلدی سے جا اور اسے بشارت دے کہ ان اللّٰہ قد غفر لہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔

۞ قَالَ مُحَمَّدُ نِ الـعُتبِـيُّ: دَخَلْتُ الْمَدِيْنَةَ فَانْتَهَيْتُ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا أعْرَابِيٌّ يُوْضِعُ عَلٰى بَعِيْرِهِ، فَأَنَاخَهُ وَعَقَلَهُ، ثُمَّ دَخَلَ اِلٰى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ وَسَلَّمَ سَلَاماً حَسَناً، وَدَعَا دُعَاءً جَمِيْلاً.

ثُـمَّ قَـالَ: بِـأَبِىْ وَأُمِّـىْ يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، اِنَّ اللّٰهَ خَصَّكَ بِوَحْيِهِ، وَأَنْزَلَ عَـلَيْكَ كِتَـابًـا جَـمَعَ لَكَ فِيْهِ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ، وَقَالَ فِىْ كِتَابِهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ:

﴿وَلَـوْ أَنَّهُـمْ اِذ ظَّـلَـمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الـرَّسُـوْلُ لَـوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾، وَقَدْ أَتَيْتُكَ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ، مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰى رَبِّكَ.

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى الْقَبْرِ وَقَالَ:

يَـا خَيْـرَ مَـنْ دُفِـنَـتْ بِالْقَاعِ أَعْظَمُهُ ۔۔۔ فَـطَـابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

أَنْـتَ الـنَّبِـىُّ الَّـذِى تُـرْجٰى شَفَاعَتُهُ ۔۔۔ عِـنْـدَ الـصِّـرَاطِ اِذَا مَـا زَلَّتِ الْقَدَمُ

نَـفْسِـى الْـفِـدَاءُ لِـقَبْـرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ ۔۔۔ فِيْـهِ الْـعَـفَـافُ وَفِيْـهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَم

وَصَـاحِـبَـاكَ لَا أَنْسَـاهُـمَـا أَبَـدًا ۔۔۔ مِـنِّي السَّلَامُ عَلَيْكُمْ مَا جَرَى الْقَلَمُ

ثُـمَّ رَكِـبَ رَاحِـلَتَهُ. فَغَلَبَتْنِىْ عَيْنَايَ، فَرَأَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّوْمِ، فَقَالَ لِيْ: يَا عُتْبِي، اِلْحَقِ الْأَعْرَابِيَّ، وَبَشِّرْهُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَهُ،

اور سمعانی نے روایت کی کہ ابوشجاع وزیر کا جب آخری وقت قریب ہوا، اور دنیا سے عقبی کی طرف جانے کا وقت آپہونچا، تو انہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا گیا۔ قبر اطہر کے حظیرہ کے پاس پہنچ کر کھڑے روتے رہے اور فرمایا:

اے اللہ کے رسول! اللہ کا ارشاد ہے :

"اگر یہ آپ کے امتی اپنے جانوں پر گناہ کر کے ظلم کریں، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں، تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے۔"

میں بھی آپ کے پاس آیا ہوں، مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اپنے جرائم کا اقرار ہے، آپ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔

پھر وہ روتے ہوئے واپس ہوئے اور اسی دن ان کا انتقال ہو گیا۔

جعفر صائغ نے فرمایا: امام احمد کے ایک پڑوسی تھے جو گناہوں میں آلودہ رہتے تھے۔ ایک روز وہ امام احمد کی مجلس میں آئے اور سلام کیا۔ تو امام احمد نے انہیں اچھی طرح جواب نہیں دیا اور انہیں دیکھ کر انقباض محسوس کیا۔

انہوں نے عرض کیا اے ابوعبداللہ! آپ مجھ سے کیوں منقبض ہیں؟ میرے متعلق جو کچھ آپ کو معلوم تھا وہ سب کچھ میں چھوڑ چکا ہوں ایک خواب کی بناء پر جو میں نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے خواب میں زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تو میرے پاس کیوں نہیں آتا کہ مجھ سے دعا کی التجا کرے؟"

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے حیا مانع ہے، سابقہ میری زندگی کی وجہ سے مجھے شرم آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگرچہ تجھے حیا مانع ہے پھر بھی تو کھڑا ہو جا!"

میں کھڑا ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی۔

خواب سے بیداری کے بعد جس حالت میں ساری زندگی میں نے گذاری تھی، میرے دل میں وہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہو گئی۔

۞ وَرَوَى السَّمْعَانِيُّ أَنَّ أبَا شُجَاعَ الْوَزِيْرَ لَمَّا قَرُبَ أَمْرُهُ، وَحَانَ مِنَ الدُّنْيَا اِرْتِحَالُهُ، حُمِلَ اِلَى مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ عِنْدَ الْحَظِيْرَةِ الشَّرِيْفَةِ وَبَكىٰ.

وَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾، وَقَدْ جِئْتُكَ مُعْتَرِفاً بِذُنُوبِي وَجَرَائِمِيْ، أَرْجُوْ شَفَاعَتَكَ. وَبَكىٰ وَرَجَعَ، وتُوفِّيَ في يَومِهِ.

۞ قَالَ جَعْفَرُ الصَّايِغُ: كَانَ مِنْ جِيْرَانِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ رَجُلٌ مِّمَّنْ يُّمَارِسُ الْمَعَاصِيْ، فَجَاءَ يَوماً اِلى مَجْلِسِ الْإمَامِ أَحْمَدَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. فَكَأَنَّ أَحْمَدَ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَدًّا تَامًّا، وَانْقَبَضَ عَنْهُ.

فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، لِمَ تَنْقَبِضُ مِنِّي؟! فَاِنِّيْ قَدْ اِنْتَقَلْتُ عَمَّا كُنْتَ تَعْهَدُ مِنِّي، بِرُؤْيَا رَأَيْتُهَا: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ.

فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يا فُلاَنُ لِمَ لاَ تَقُوْمُ اِلَيَّ فَتَسْأَلُنِي أَدْعُوْ لَكَ؟)).

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقْطَعُنِي الْحَيَاءُ؛ لِقُبْحِ مَا أَنَا عَلَيْهِ.

فَقَالَ: ((اِنْ كَانَ يَقْطَعُكَ الْحَيَاءُ، فَقُمْ أَدْعُ لَكَ)).

قَالَ: فَقُمْتُ فَدَعَا لِيْ، فَانْتَبَهْتُ وَقَدْ بَغَّضَ اللّٰهُ اِلَيَّ مَا كُنْتُ عَلَيْهِ.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحابِ مجلس اور تلامذہ کو یہ قصہ سنایا کرتے اور اس کو بیان کرنے کی وصیت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ اس میں بڑا نفع ہے۔

اللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اور عنایات سے متمتع فرمائے اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق اور احباء میں سے بنائے۔ آمین۔

وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوْصِيْ أَصْحَابَهُ بِحِفْظِ هٰذِهِ الْحِكَايَةِ، وَالتَّحَدُّثِ بِهَا وَيَقُوْلُ: اِنَّهَا نَافِعَة.

مَتَّعَنَا اللّٰهُ جَمِيْعًا بِالْعِنَايَاتِ وَالتَّوَجُّهَاتِ النَّبَوِيَّةِ وَجَعَلَنَامِنْ عُشَّاقِهِ وَأَحِبَّائِهِ.

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِيْراً. لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ، وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِيْ الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ. فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

اما بعد:

ہم میں سے ہر ایک کو ہر وقت دو خوف ساری زندگی در پیش رہنے چاہئیں:

ایک یہ کہ اگر قبر میں، حشر میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے نہ پہچانا تو میرا کیا بنے گا؟ اور وہاں اگر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکا تو وہاں حشر میں میرا کیا حشر بنے گا؟

اسی لئے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے جب یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا فرما رہے تھے، تو اپنی نماز جنازہ کے دوران حق تعالیٰ شانہ سے خصوصیت کے ساتھ یہی التجا کی ہے۔ کہ الٰہی! حضور ہمیں پہچان لیں اور ہم حضور کو پہچان لیں۔

جیسا کہ روایت ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن میں رکھے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں پہونچے،

١ الخطاب الفصيح للنبى المليح ﷺ

أَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ آدَمَ وَنَفَخَ فِيْهِ رُوْحًا وَاصْطَفَاهُ لِلرِّسَالَةِ كَمَا اصْطَفٰى اِدْرِيْسَ وَنُوْحًا وَاتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً وَمُوْسٰى كَلِيْمًا وَاِسْمَاعِيْلَ ذَبِيْحًا وَنَصَرَ هُوْدًا وَأَلَانَ لِدَاوٗدَ حَدِيْدًا وَسَخَّرَ لِسُلَيْمَانَ رِيْحًا وَأَيَّدَ صَالِحًا بِآيَاتِهِ وَهَارُوْنَ بِرِسَالاَتِهِ وَجَعَلَ الْمَسِيْحَ رُوْحًا وَعَلَّمَ يُوْسُفَ تَأْوِيْلَ الْمَنَامِ وَخَصَّ بِالْحِكْمَةِ لُقْمَانَ فَمَلَأَ بِهَا قَلْبَهُ حِيْنَ نَامَ.

وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ خَيْرَ الْأَنَامِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ فَازُوْا بِالْمَرَامِ.

أَمَّا بَعْدُ أُوْصِيْكُمْ وَنَفْسِيْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأَنْ نَسْتَعِدَّ بِالْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْمَحَبَّةِ وَالْعَظْمَةِ لِلِقَاءِ الرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰى وَالْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفَكِّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا بَيْنَ الْمَخَافَتَيْنِ لَوْلاَ يَعْرِفُنِيْ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ لاَ أَعْرِفُهٗ فَاِلٰى أَيْنَ يَكُوْنُ لِيَ الْمَصِيْرُ؟

كَمَا عَلَّمَنَا الشَّيْخَانُ سَيِّدُنَا أَبُوْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ وَسَيِّدُنَا عُمَرَ الْفَارُوْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِأَنَّهُمَا لَمَّا وَصَلاَ اِلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا أُدْرِجَ فِى الْأَكْفَانِ

تو انہوں نے پہلے سلام عرض کیا السلام علیک ورحمۃ اللہ پھر دعا کی کہ

''اے خدا! ہم گواہ ہیں کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ پہنچا دیا جو آپ کی طرف وحی کی گئی تھی اور آپ نے اپنی امت کی ہر طرح سے خیر خواہی فرمائی اور اللہ کے راستہ میں مصروفِ جہاد رہے، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو عزت دی اور خدا کا کلمہ تام ہو گیا۔

اب اے خدا! تو ہمیں ان میں سے بنا دے جو اس قول کی پیروی کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا، اور ہمیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز محشر اکٹھا رکھیو، اس طرح کہ حضور ہمیں پہچانیں اور ہم حضور کو پہچانتے ہوں۔ یقیناً آپ ایمان والوں کے ساتھ بہت ہی شفقت رکھنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

اس کے سوا اے خدا! ہم ایمان کا نہ اور کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ اس کی کسی قیمت کا ہمارا تجھ سے مطالبہ ہے۔ بس صرف یہی مطالبہ ہے کہ زندگی میں آپ کی اتباع ہم کر پائیں، دوسرا یہ کہ روز محشر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان پائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پہچان لیں کہ یہ میرا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود گناہوں کو ٹھنڈے پانی کے آگ کو بجھانے سے بھی زیادہ جلد مٹانے والا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود غلاموں کو آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اہمیت رگِ جان میں چلنے والے خون سے زیادہ ہے کہ قلب کی رگوں میں چلنے والے خون پر اس فانی زندگی کا مدار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو تو دائمی عقبی تباہ ہو جاتی ہے۔

دوسری ایک روایت میں وارد ہے کہ حب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم افضل من ضرب السیف فی سبیل اللّٰہ کہ حضور کی محبت قتال فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اور حضرت حسن بصری جب کھجور کے تنہ کے حضور کے فراق میں رونے کا قصہ بیان فرماتے، تو روتے جاتے تھے اور روتے ہوئے فرماتے:

اے اللہ کے بندو! خشک لکڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضور کی محبت میں رو پڑے۔ تو تم پر تو زیادہ اس بات کا حق ہے کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق اور محبت زیادہ ہونی چاہیئے۔

فَقَالَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ   أَللّٰهُمَّ اِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ   حَتّٰى أَعَزَّ اللّٰهُ دِيْنَهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ. فَاجْعَلْنَا يَا اِلٰهَنَا مِمَّنْ يَّتَّبِعُ الْقَوْلَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهُ   وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَتّٰى يَعْرِفُنَا وَنَعْرِفُهُ   فَاِنَّهُ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفًا رَّحِيْمًا   لَا نَبْتَغِيْ بِالْاِيْمَانِ بَدَلًا وَلَا نَشْتَرِيْ بِهِ ثَمَنًا.

رُوِيَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: ((اَلصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْحَقُ لِلذُّنُوْبِ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ أَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الرِّقَابِ)).

وَحُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ مُهَجِ الْأَنْفُسِ، وَ ضَرْبِ السَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

۞ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا حَدَّثَ حَنِيْنَ الْمِنْبَرِ وَالنَّخْلَةِ، بَكىٰ وَقَالَ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اَلْخَشَبَةُ تَحِنُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقاً اِلَيْهِ لِمَكَانِهِ، فَأَنْتُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوْا اِلٰى لِقَائِهِ.

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آتا تو ان کا رنگ بدل جاتا،قوت رخصت ہوجاتی،آپ کے شرکاء مجلس پر بھی اس کا بھاری اثر ہوتا۔

سیدالقراء محمد بن منکدر کے شاگردوں کا بیان ہے کہ کبھی بھی ہم ان سے کسی حدیث کے متعلق سوال کرتے تو جواب سے پہلے وہ رو پڑتے۔اتنا روتے کہ ہمیں ان پر ترس آنے لگتا۔

جعفر بن محمد کی ایک خصوصی صفت دل لگی اور ہنسی مذاق کی تھی،لیکن جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیا جاتا تو رنگ پیلا پڑ جاتا اور کبھی آپ بلا وضو حدیث پاک کو زبان پر نہیں لائے۔

اور عبدالرحمٰن بن قاسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تو ہم لوگ ان کا رنگ دیکھتے رہتے۔اتنا سرخ ہوجاتا گویا کہ خون پھوٹ پڑا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور ہیبت کے مارے آپ کے منہ میں زبان خشک ہوکر چپک جاتی۔

عامر بن عبداللہ بن زبیر کے سامنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہوتا تو اتنا روتے کہ آنکھوں میں آنسو رہنے نہ پائیں۔

امام زہری کے سامنے جب تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کروتو ایسے ہوجاتے جیسے آپ میں اور ان میں کوئی جان پہچان ہی نہیں ہے۔ہمیشہ کے حاضر باشوں کو بھی نہ پہچان پاتے۔

۞ وَكَـانَ مَـالِكُ بْنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ لَوْنُهُ وَيَنْحَنِيْ حَتّٰى يَصْعَبُ ذٰلِكَ عَلٰى جُلَسَائِهِ.

۞ وَكَـانَ مُـحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ سَيِّدَ الْقُرّاءِ، فَكَانَ تَلَامِذَتُهُ يَقُوْلُوْنَ، لَا نَكَادُ نَسْأَلُهُ عَنْ حَدِيْثٍ اَبَدًا، اِلَّا بَكىٰ حَتّٰى نَرْحَمَهُ.

۞ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ـ وَكَانَ كَثِيْرَ الدُّعَابَةِ وَالتَّبَسُّمِ ـ فَـاِذَا ذُكِـرَ عِـنْـدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِصْفَرَّ لَوْنُهُ، وَمَا رَأَيْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى طَهَارَةٍ.

۞ كَـانَ عَبْـدُ الـرَّحْـمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَـنَـنْـظُـرُ اِلٰى لَوْنِهِ كَأَنَّهُ نَزَفَ مِنَ الدَّمِ، وَقَدْ جَفَّ لِسَانُهُ فِيْ فَمِهِ هَيْبَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۞ عَـامِـرُ بْـنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَاِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، بَكىٰ حَتّٰى لا يَبْقٰى فِيْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ.

۞ وَاِذَا ذَكَـرْتَ الـنَّبِـيَّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَامَ الزُّهْرِيِّ، فَكَأَنَّهُ مَا عَرَفَكَ وَلَا عَرَفْتَهُ.

اور صفوان بن سلیم جو بہت زیادہ مجاہدہ کرنے والے عبادت گذاروں میں سے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ان کے سامنے ہوتا تو رو پڑتے، پھر روتے رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے۔

اللہ تعالیٰ بارگاہ نبوی کا کما حقہ ادب اور بارگاہ نبوی کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔

۞ وَصَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ - وَكَانَ مِنَ الْمُتَعَبِّدِيْنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ - فَإِذَا ذُكِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكىٰ، فَلَا يَزَالُ يَبْكِيْ حَتّٰى يَقُوْمَ عَنْهُ النَّاسُ وَيَتْرُكُوْنَهُ.

جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْمُتَأَدِّبِيْنَ بِجَنَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا، بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِيْ الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، اِنَّهُ تَعَالىٰ جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَحِيْمٌ، فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس دفعہ درود شریف پڑھے، تو اسے دس غلام باندیوں کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس دفعہ یا اس سے زیادہ درود شریف پڑھے، اللہ تعالی اسے فزع اکبر کے دن (سخت گھبراہٹ والے دن) امن دے گا۔

دوسرا خطبہ

الخطبة الثانية

Second Khutbah

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ

وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا

مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهُ

وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ

وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهْ.

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

أَمَّا بَعْدْ

وَقَدْ أَمَرَنَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّهِ الْأَجْمَلْ

فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیْ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَامُحَمَّدْ

وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدْ

وَعَلٰى اَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدْ

وَعَلٰى اَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدْ

وَقَدْ اُمِرْنَا بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ بِالسُّنَنِ وَالْاٰيَاتِ

فَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ عَشْرَ مَرَّاتْ كَانَ لَهُ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابْ

مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ عَشْرًا أَوْ أَكْثَرْ أَمَّنَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرْ

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت درود پڑھے، اللہ تعالی اس کی روزی اور اپنی طرف سے انعامات میں وسعت فرمائیں گے۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی مجلس میں درود شریف پڑھے، تو اسے اللہ تعالی اس مجلس میں جو لغو گفتگو رہی ہو گی اس کا کفارہ بنا دیں گے۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کتاب میں درود لکھے، تو جب تک وہ تحریر پڑھی جاتی رہے گی، لکھنے والے کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔

جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ پر نور کی محبت دل میں رکھے گا، تو اسے جنات نعیم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھا جائے گا۔

اے ہمارے معبود! اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود! ہم تجھ سے فردوس اعلیٰ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مرافقت کا سوال کرتے ہیں،

اور اس جماعت کی رفاقت چاہتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے مکہ مکرمہ میں دار ارقم میں موجود رہتے تھے۔

اور مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین کی رفاقت چاہتے ہیں بالخصوص حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم، ان صحابہ کرام کی جو بدر و حنین اور تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق بنے۔

اور امہات المؤمنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، اہل بیت، اور حضرات شیخین: ابو بکر و عمر اور ختنین: دونوں محبوب داماد عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی فردوس اعلیٰ میں مرافقت کا تجھ سے سوال کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ عِنْدَ دُخُوْلِ بَيْتِهٖ وَسَلَّمْ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رِزْقَهُ وَأَنْعَمْ

مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ فِى الْمَجْلِس كَفَّرَ اللّٰهُ مِنَ اللَّغَطِ فِى ذٰلِكَ الْمَجْلِسْ

مَنْ كَتَبَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فِى الْكِتَابْ لَمْ يَزَلْ فِى أَجْرٍ وَّثَوَابْ مَا قُرِءَ ذٰلِكَ الْكِتَابْ

فَمَنْ أَحَبَّ وَجْهَهُ الْكَرِيمْ كَانَ مَعَهُ فِى جَنَّاتِ النَّعِيمْ

اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ حَبِيْبِنَا

نَسْئَلُ مِنْكَ مُرَافَقَةَ نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ فِى الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى

وَنَسْئَلُ مُرَافَقَةَ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ الْاَكْرَمْ

اَلَّذِيْنَ كَانُوْامَعَهُ بِمَكَّةَ فِىْ دَارِ أَرْقَمْ

وَنَسْئَلُ مُرَافَقَةَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانْ

مِنْ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرْ وَعَلِى وَعُثْمَانْ

وَمُرَافَقَةَ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَهُ فِى الْغَزَوَاتِ وَبَدْرٍ وَّحُنَينْ

وَ أَزْوَاجِهٖ وَأَهْلِ الْبَيْتِ وَالشَّيْخَيْنِ وَالْخَتَنَينْ

رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارْ

عِبَادَ اللّٰهْ رَحِمَكُمُ اللّٰهْ

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنْ

اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنْ

.....

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا
نے اپنی وفات سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر جو
اشعار پڑھے تھے، وہ یہ ہیں:

بَارَکَ فِیْکَ اللّٰہُ مِنْ غُلَامٍ	یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَۃِ الْحَمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْمِنْعَامِ	فُوْدِیَ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
بِمِائَۃٍ مِّنَ اِبِلٍ سَوَامٍ	اِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِیْ مَنَامِیْ
فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلٰی الْأَنَامِ	مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
تُبْعَثُ فِیْ الْحِلِّ وَفِیْ الْحَرَامِ	تُبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِیْنُ أَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ	تُبْعَثُ بِالتَّخْفِیْفِ وَالْاِسْلَامِ
فَاللّٰہُ أَنْهَاکَ عَنِ الْأَصْنَامِ	أَنْ لَّا تُوَالِیَهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

تو ہے وہ نقطۂ انوارِ فیضانِ خداوندی
کہ جس سے نور ساماں ہے فضائے بزمِ امکانی
بنے اگلے نبی تجھ سے ہوئے پچھلے ولی تجھ سے
ترے ہی فیض سے ارزاں ہوئی شاہوں کو سلطانی
مقاماتِ عروجِ روح تم سے ہیں نہ تم ان سے
ہے سورج خود سے روشن اور شعاعیں اس سے نورانی
نبوت ہی نہیں ختمِ نبوت کے ہو تم حامل
ستارے انبیاء ہیں اور تم ہو مہرِ نورانی
زمینی طاقتوں کا منتہا ہے ایٹمی ذرہ
خدائی طاقتوں کا منتہا ہے ذاتِ نورانی
کمالات نبوت ختم ہیں ذاتِ مقدس پر
نہ ہو ختمِ زمانی کیوں نہ پھر طغرائے پیشانی
براقِ برق پا تختِ رواں تھا ذاتِ اقدس کا
قدم کیا لیتا آکر منجمد تختِ سلیمانی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَ الضُّحیٰ. وَ الیَّلِ اِذَا سَجی. مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلیٰ. وَ لَلآخِرَۃُ خَیرٌلَکَ مِنَ الْاُوْلٰی.وَ لَسَوْفَ یُعْطِیُکَ ربُّکَ فَتَرْضیٰ.اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیماًفَآوٰی. وَ وَجَدَکَ ضَالاًّ فَھَدٰی. وَ وَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغْنیٰ. فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَر. وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَر.وَ اَمَّا بِنَعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث.

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد

اللہ کی شان کہ آج تذکرہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔اور آج کا دن کتنا پیارا دن، عید کا دن، ہم سب غسل کرکے پاک صاف ہو کر معطر ہو کر آئے ہیں۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بےادبی است

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ حکیم اجمیری صاحب، جمعہ کے دن ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر میرے ساتھ تھے۔مسجد میں داخل ہونے سے پہلے، وہ باہر ٹھہر گئے۔جیب میں سے شیشی نکالی، مسواک نکالی، اور جب انہوں نے اس کو اُنڈیلا، مسواک پر، تو اس کی خوشبو سے میں نے محسوس کیا کہ، اوہو! یہ کیا کر رہے ہیں؟

خوشبو سے پتہ چلا کہ جمعہ کا دن ہے، مسجد میں پہنچ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو یاد کرنا، اور درود شریف پیش کرنا ہے۔مگر میرا دہن، ہونٹ، منہ، گناہوں سے آلودہ، گندگی سے بھرا ہوا، نجاستوں سے بھرا ہوا، یہ اس قابل نہیں کہ اس زبان کو میں ہلا سکوں، اور محمد نام لے سکوں۔تو پہلے اُس مسواک پر، جو گلاب کا پانی اس بوتل میں تھا، وہ اُنڈیلا۔اور پہلے اس سے

مسواک کی، پھر شروع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف۔

آج عید کا دن بھی ہے۔ ہماری نجاستیں ماہ مبارک کے روزوں اور عبادتوں سے، یقیناً کچھ نہ کچھ پہلے کے مقابلہ میں کم ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو، جیسا آپ کا مقام ہے، ہمیں پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمدی بن کر رہو

اب سرکار کی سیرتِ طیبہ کا باب بڑا وسیع ہے۔ اس لئے تذکرہ شروع کریں تو کہاں سے شروع کریں؟ ہجرت سے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالوں کی گنتی کے لئے، ہمیں سنت قائم کر کے دی۔ کہ سالوں کی گنتی، ایرانیوں کے طرح مت گنو، عیسائیوں کی طرح مت گنو، محمدی بن کر رہو۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے گنتی شروع کرو۔ تو ہجرت سے شروع کریں، کہ جس کی ابتداء کیسے ہوئی؟

بسترِ احمد، شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو یوں ہی نیند آنا چاہئے

کہ کٹنے اور مرنے کے لئے تیار ہو کر بستر پر لیٹے اور وہاں علی پڑے سو رہے ہیں۔ آرام سے نیند بھی آ گئی، یقین ہے کہ چاروں طرف سینکڑوں تلواریں اُٹھی ہوئی ہیں، نیام سے باہر، ننگی تلواریں، اور اسی بستر پر وہ پڑنے والی ہیں۔ پھر بھی وہ سو گئے اور نیند بھی آ گئی۔

مدینہ طیبہ تشریف آوری

یہاں سے شروع کریں، ہجرت سے؟ یا اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ دنیا ساری ہم دیکھ رہے تھے، ظلمتوں سے بھری ہوئی تھی۔ حالانکہ مدینہ طیبہ میں تو کفر کم ہو چکا تھا، کتنے قبیلوں، کتنے گھروں میں، خاندانوں میں، اسلام داخل ہو چکا تھا۔ پھر بھی وہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، کہ جس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت فرما کر جلوہ گر ہوئے، اور مدینہ طیبہ میں آپ تشریف لائے، وہ دن، کہتے ہیں انوکھا دن تھا۔ ہم بیّن فرق دیکھ رہے تھے، کہ اوہو! کہاں یہ اب تک جو ہم نے زندگی بھر کے ایام دیکھے، وہ ایام کہاں، اور یہ آج کا دن کہاں۔

جو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ تشریف آوری کا ہے۔ سیرت کا بیان اس ہجرت سے شروع کریں؟ یا نبوت سے شروع کریں؟

غارِ حراء کا اعتکاف

میں نے رمضان میں بیہقی کی روایت سنائی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف ہر سال ایک مہینہ کے لئے، خلوت گزیں ہونے کا تھا۔ غارِ حراء میں تشریف لے جا کر وہاں خلوت گزیں ہوتے تھے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف چالیس برس کو پہنچتی ہے، ایک روایت میں تینتالیس برس کو پہنچتی ہے، تو اُس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غارِ حراء میں تشریف لے جاتے ہیں، تو اہل وعیال کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں کہ وہ بھی خلوت اختیار کریں، وہ بھی اعتکاف کریں۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس سال رمضان المبارک کے مہینہ میں غارِ حراء میں خلوت فرما رہے ہیں، اعتکاف فرما رہے ہیں۔

پہلی وحی

وہاں پر پہلی وحی نازل ہوتی ہے، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، دونوں روایتیں ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ فرشتہ نے پہلے، بِسْمِ اللّٰہ پڑھی اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اسی لئے شوافع کے یہاں نماز جب شروع کی جاتی ہے، تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی، کلامِ الٰہی کا نزول شروع ہوا، سب سے پہلی آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اِقْــرَأْ بِـاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَـلَـقَ الْاِنْسَـانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَم. الَّذِیْ عَـلَّمَ بِالْقَلَم. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ، تو یہ آیات، پہلی وحی میں نازل ہوئیں۔تو آیا سب سے پہلی جو یہ آیات نازل ہوئیں، سب سے پہلے جب قرآن کا نزول شروع ہوا، اور سب سے پہلی وحی آئی، نبوت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا گیا۔تو یہاں سے، نبوت سے سیرت کا بیان شروع کریں؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ساری کائنات جگ مگ

یا سوچا کہ اُس سے اور پیچھے چلے جائیں۔ ہجرت سے نہیں، نبوت سے نہیں، ولادت سے شروع کریں، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا قصہ بیان فرماتی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور فرماتی ہیں کہ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، تو جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان میں تشریف لاتے ہیں، تو پوری دنیا منور ہو جاتی ہے۔

مکہ مکرمہ کے اپنے گھر میں سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہاں سے قصورِ شام اور کیا کیا دیکھا، وہاں سے دیکھ رہی ہیں کہ ساری کائنات روشن ہوگئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تشریف آوری سے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے اِس ظہور سے۔ کہ ماں نے اُسی وقت دیکھ لیا کہ یہ تمام ظلمتیں، تاریکیاں باطل نے جو پھیلا رکھی ہیں، صدیوں سے، سالہا سال سے، وہ تمام ظلمتیں اس نومولود سے دور ہونے والی ہیں۔ اپنی آنکھوں سے سارا منظر دیکھ لیا کہ کس طرح یہ ظلمتیں فنا کو پہنچیں گی، کس طرح ختم ہوں گی۔

یہاں سے شروع کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرہ سے سیرت کو بیان کرنا شروع کریں؟

نورِ نبوت کا ظہور

یا اُس سے بھی، اور پیچھے ہم چلے جائیں؟ کہ یہ اس نور کا ظہور تو ولادت پر ہوا، مگر یہ نور حضرت آمنہ کے بطن میں اور رحم میں منتقل ہونے سے پہلے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ اور ہر کوئی جو اُس صورت کو دیکھتا، حضرت عبداللہ کی صورت کو، تو فدا ہوتا تھا۔ بیسیوں حسینائیں اونچے اونچے گھرانوں کی اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہ کے لئے پیش کر چکی تھیں، اصرار کرتی تھیں۔

مکہ مکرمہ میں ایک کاہنہ تھی، جو سابقہ مذاہب کی کتابیں پڑھی ہوئی تھی، جنہیں اس کا علم تھا، کہ نبیِ آخرالزمان کس طرح تشریف لانے والے ہیں، تو وہ اصرار کر کے دعوت دیتی تھی، کہ ہم سے نکاح کر لو۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مقدر فرمائی تھی بنی وہیب کے لئے۔ کہ ایک دن حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد، دادا حضرت عبدالمطلب، اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو فرماتے ہیں، کہ چلو بیٹا، آپ کا نکاح کراتے ہیں۔ اور نکاح کے لئے حضرت عبداللہ کو لے کر بنی وہیب کے گھر پہنچتے ہیں۔ تو جب وہاں پہنچتے ہیں، تو ایک وقت میں دو نکاح ہوتے ہیں۔

اللھم ھالۃ!

ہمارے یہاں لوگ نام پوچھتے ہیں کہ کبھی کوئی نام بتایا، تو کبھی کسی نام پر کسی کو اشکال بھی ہوتا ہے، ہالہ نام بتایا، تو کہتے ہیں کہ پھر کوئی مذاق بھی کرے گا کہ ہیلو ہیلو hello,hello۔ نام بگاڑے گا۔ کتنا پیارا نام ہالہ، اِن کو کیا معلوم کہ اس کی کیا تاریخ ہے، اس مبارک نام کی؟

ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں ایک خاتون سلام کرتی ہیں، آواز دیتی ہیں، نوک کرتی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں جیسے ہی اُس خاتون کی آواز پہنچتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا

شغل چھوڑ کر گھبرا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، **اللّٰھم ھالة۔**

جیسے ہی وہ آواز سنتے ہیں، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مرحوم زوجۂ مطہرہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یاد آجاتی ہیں، کہ یہ تو اُن کی آواز ہے، یہ تو خدیجہ کی آواز ہے۔ لیکن حضرت خدیجہ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے کتنے برس ہو گئے، تو خدیجہ کہاں سے آگئی؟ لیکن پھر ذہن کام کرتا ہے، کہ اوہو! پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ اندر خواتین جو باتیں کر رہی ہیں، تو یہ خدیجۃ الکبریٰ نہیں ہیں، اُن کی بہن ہالہ ہیں۔ بہنوں کی آواز ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ یہ تو ہالہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا، کیسے برداشت کر سکتی تھیں۔ کہ یہ جو میرے ساتھ رہتی ہیں، سوکنیں، اُن کو میں مشکل سے گوارا کرتی ہوں۔ کہ یہ سب فناء ہو جائیں، مر جائیں، تو یہ میرے محبوب، تنہا میرے پاس، میری گود میں رہیں۔ تو یہ تو اور آگے چلے گئے، کہ جو قبر میں ہے اس کو یاد فرما رہے ہیں۔

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کہا؟ کہ یا رسول اللہ! ایک بڑھیا آپ کو ملی تھیں، اس کے گال پر گوشت بھی نہیں تھا، چپٹے ہوئے اس کے گال، اُس کو مرے ہوئے برسوں ہو گئے، اب تک آپ یاد فرماتے ہیں، کب تک یاد فرماتے رہیں گے؟

خديجة كانت و كانت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **خَدِيْجَة كَانَتُ وَ كَانَتُ**، میں اس پر کہا کرتا ہوں کہ یہ جملہ، فصاحت اور بلاغت کی انتہا پر ہے، دنیا کا کوئی فصیح و بلیغ انسان کسی زبان کا، عربی زبان کا جاننے والا، اس کی زبان سے یہ نکل نہیں سکتا تھا۔ اعجاز و بلاغت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت انتہائی درجہ کی بیان فرما دی۔

کیسے؟ کہ خدیجہ کو تم پوچھتی ہو، تو **خَدِيْجَة كَانَتُ وَ كَانَت** خدیجہ کی کہانیاں اور جو سٹوری

شروع کروں، عرب رات میں بیٹھ کر چاندنی میں جو سَمَر کیا کرتے تھے اور کہانیاں بیان کیا کرتے تھے، تو کہانیوں میں اسی طرح ہوتا تھا کان - کہ کانَ رَجُلٌ، ایک آدمی تھا۔ کانَ مَلِکٌ، ایک بادشاہ تھا۔ کانَتِ امْرأۃٌ، ایک عورت تھی۔ تو یہ کانت خدیجۃ، کہ ایک کہانی خدیجہ کی پوری ہوگی، پھر دوسری، پھر تیسری۔ الف لیلۃ سے آگے بڑھ کر ان کی داستانیں میں سنا سکتا ہوں، خدیجہ کو کیا پوچھتی ہو۔ تو یہ ہالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔

اور ایک ہالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا جان حضرت عبداللہ کی بھی سالی، اُن کا نام بھی ہالہ۔ کیسے؟ کہ میں نے عرض کیا، کہ حضرت خواجہ عبدالمطلب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کو لے کر پہنچتے ہیں، بنو وہیب کے یہاں، اور حضرت عبد اللہ کا نکاح کن سے ہوتا ہے؟ حضرت آمنہ سے۔

حضرت عبداللہ کا نکاح پڑھایا، اب دوسرا نکاح شروع ہوتا ہے، کن کا؟ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی بہن کا نام تھا ہالہ، ان سے نکاح ہوتا ہے۔ کس کا ہوتا ہے؟ حضرت عبدالمطلب کا، حضرت عبدالمطلب کی عمر اس وقت کتنی تھی، ایک سو بیس برس۔ کیا حق تعالیٰ شانہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان حضرات کو قوتیں عطا فرمائی تھیں۔ کیا جسمانی قوت، کیا روحانی قوت، تو ایک سو بیس برس کی عمر میں، جدامجد حضرت عبدالمطلب کا بھی اسی وقت نکاح ہوا، دو نکاح ہوتے ہیں۔

یہ جو نکاح ہوا حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے، ہم یہاں سے شروع کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو یہاں سے بیان کرنا شروع کریں؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

یا پھر اور اُس سے پیچھے چلتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف امامِ مالک

رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے بیان کرنا شروع کیا۔ پڑھنا شروع کیا ہے اُس نے پڑھا، محمد بن عبداللہ، بن عبدالمطلب ، بن ہاشم ، بن عبدمناف ،تو وہ پڑھتا چلا گیا، بولتا چلا گیا، اُس نے آخر میں کہاں پر چھوڑا، سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا۔ ساری سند، سارا نسب سن کر حضرتِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب جھوٹ ہے، یہ جو نسب آدم علیہ السلام تک پہنچایا، تو میرے پاس ایک کتاب ہے، اُس میں آدم علیہ السلام تک نسب مذکور ہے۔ تو فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

پھر دوسری روایت شروع کی گئی کہ حضرت ، یہ تو غلط ہوا، مگر میں ایک سناتا ہوں نسب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ انہوں نے سنانا شروع کیا، محمد بن عبد اللہ، بن عبد المطلب ، بن ھاشم ،اورانہوں نے جا کر ختم کیا، حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

اور پھر امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف جو عدنان ابن اُدتک بیان کیا جاتا ہے، یہ درست اور صحیح اور محقق ہے۔ اس کے بعد جو کچھ بیان کرتے ہیں، کَذَبَ النَّسَّابُون ۔ یہ نسب بیان کرنے والے، ویسے ہی جھوٹ بولتے رہتے ہیں، کوئی حقیقت نہیں۔ تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری جدامجد عدنان ابن اُد ہیں، وہاں سے ہم شروع کریں؟

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

اوپر کا نسب تو معلوم نہیں، لیکن حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں، بیچ کی کڑیاں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اوراُن کے بعد کون کون سی ہیں، تو اس کے متعلق تو کلام ہوسکتا ہے۔ مگر اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں۔ وہاں سے ہم شروع کریں؟

کیوں؟ کہ بہت بڑی تاریخ ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت ودیعت تھا والد ماجد کی پیشانی میں، اُس پر مکہ مکرمہ کی کاہنات فدا ہو کر کے اپنے آپ کی پیش کش کیا کرتی تھیں۔

اس نورِ نبوت کے ذریعہ انسانیت کو کہاں کہاں فائدہ ہوا ہے اور کہاں کہاں باطل کو حق تعالیٰ شانہ نے اس نور کی روشنی سے ختم کیا ہے، تو بہت بڑا واقعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو جب آگ میں ڈالا گیا، وہ تو ہماری طرح ایک انسان تھے۔ جل کر راکھ ہو سکتے ہیں۔

حضرت عباس ابن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا فرماتے ہیں، کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو بچانے والی ذات کیا تھی؟ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت تھا، جو ابراہیم خلیل اللہ کی پشت میں تھا۔ اس لئے وہ آگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِامجد، حضرت ابراہیم کو جلا نہیں سکی۔ تو اس نورِ نبوت کا وہاں بھی ظہور ہوا، جس طرح کہ حضرت آمنہ ولادت کا قصہ بیان فرماتی ہیں۔ تو ہم وہاں سے شروع کریں، جدِامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سیرت کی ابتداء کریں؟

حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

یا اور پیچھے چلے جائیں، کہ آدم ثانی حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی کا ذکر کیا ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شعر میں، اور وہ شعر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

ایک غزوہ سے تشریف لا رہے ہیں، مدینہ منورہ سے باہر ایک شب پہلے وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے۔ اور سب اچھی طرح آپس میں مل لیتے، جو پیچھے رہ گئے ہوتے، وہ بھی پہنچ جاتے، تب جا کر پھر مدینہ منورہ میں داخلہ ہوتا۔

وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس نے جو اشعار سنائے ان میں اس کا تذکرہ ہے، کہ نوح کی کیا طاقت تھی کہ اتنے بڑے عذابِ الٰہی سے اپنے آپ کو بچا لیتے، یا دوسروں کو بچا لیتے۔

وہ تو اُن کی پشت میں، حضرتِ نوح کی پشت میں چونکہ وہ آدمِ ثانی ہیں۔ تو اُن کی پشت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نورِ نبوت تھا۔ تو بچانے والا یہ نورِ نبوت ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو اور کشتی والوں کو۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

یا اُس سے اور ہم پیچھے چلے جائیں۔ کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب تخلیق ہو چکی، اور سجدہ کا حکم ہوا، تو کسی نے کہا کہ یہ سجدہ کا حکم اس لئے ہوا کہ، حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کی جانی تھی۔ آپ کی عظمت اور تعظیم اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔
کسی نے کہا کہ آدم تو کیا ہیں، اُن کو کیسے سجدہ؟ وہ تو جس طرح ہم کعبہ کے سامنے منہ کرتے ہیں، تو وہ بظاہر دیکھنے میں تو سجدہ آدم کو تھا، مگر حقیقۃً آدم تو کعبہ کے مانند تھے، اور سجدہ حق تعالیٰ شانہ کو ہو رہا تھا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ سلام آدم علیہ السلام کو نہیں تھا، اصلاً یہ نورِ نبوت کو سلام تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت تھا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَۃِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَۃ

یا اور ہم پیچھے چلے جائیں۔ کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابھی پیدا نہیں کیا گیا تھا، صرف پیدا کرنے کے متعلق حق تعالیٰ شانہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے درخواست کی، کہ الٰہی! ان کو تو پیدا کرے گا، یَأْکُلُوْنَ، و یَشْرَبُوْنَ و یَتَنَاکَحُونَ و یَرْکَبُونَ، وہ کھائیں گے، پئیں گے، نکاح کریں گے، سواریاں کریں گے۔ تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ الٰہی فَاجْعَلْ لَھُمُ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃَ لَنَا۔ کہ الٰہی تو اُن کے لئے دنیا مقدر کر دے اور ہمارے لئے آخرت مقدر کر دے۔

فرشتے بھی سمجھتے تھے، کہ یہ تو قید خانہ ہے، مصیبتوں کا گھر ہے، مصیبت کدہ ہے دنیا۔ فرشتوں نے اُسی وقت اس دنیا سے توبہ کی تھی جس کی رنگ رلیوں میں ہم خوامخواہ کے لئے بیوقوف بنے

ہوئے ہیں۔تو یہاں سے شروع کریں جہاں سے حق تعالیٰ شانہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تھا۔

وَ الضُّحیٰ .وَ اللیَّلِ اِذَا سَجی، مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلی

یا پھر ہم شروع کریں یہاں سے جو میں نے سورۃ پڑھی تھی۔**وَ الضُّحیٰ .وَ اللیَّلِ اِذَا سَجی، مَا وَ دَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلیٰ.** اور اس سے پہلے والی سورۃ کیا ہے،**وَ الَّیُلِ اِذَا یَغُشیٰ. وَ النَّھَارِ اِذَا تَجَلّیٰ** ۔اوہو! قرآن،قرآن کے رموز اور اسرار کو تو دیکھو! وہاں کیا فرمایا، **وَ الیَّلِ اِذَا یَغُشیٰ وَ النَّھَارِ** ،لیل پہلے،نہار بعد میں۔اور یہاں والضحیٰ میں کیا فرمایا،**و الضحیٰ . و الیل.** ضحیٰ پہلے اور،دن پہلے اور لیل بعد میں۔اوپر کے بالکل مخالف،دونوں سورتوں میں۔ایسا کیوں؟

ان دونوں سورتوں کے بعد جیسے ہی والضحیٰ کے آخر میں پہنچتے ہیں،تو آپ نے یہاں تکبیر سنی ہوگی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔جیسا کہ آج ہم مسلمانوں کی عید ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے،مگر وہ کل کائنات کی عید تھی کہ نورِ محمدی کے ظہور کی والضحیٰ کے ذریعہ خبر دی گئی تھی۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب کہ کفار مشرک نعرہ لگا رہے تھے **اعل ھبل**،کہ ہمارا ہبل بلند ہوگیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعرہ کا جواب نعرہ سے دو۔کہو**اللّٰہ اعلیٰ و اجل** ۔تو اسی طرح یہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ سورۃ تم نے پڑھ لی والضحیٰ پوری کر لی،تو اب کہو اللہ اکبر! آپ نے دیکھا کہ قراء پڑھتے ہیں،کیا پڑھتے ہیں؟ اللہ اکبر،اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔جو آج کی تکبیر ہے،اُس سورۃ پر ختم پر پڑھی جاتی ہے اور اس لئے یہاں نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا ہے اور تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ،سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی۔ہم کیا کہتے ہیں اس سورۃ کو

سورۃ والضحیٰ، اس کا دوسرا نام ہے، سورۂ محمد، اللہ اکبر! اس سورۃ کا نام ہی ہے سورۃ محمد۔ کیوں؟

مفسرین لکھتے ہیں کہ جو اُس میں والضحیٰ ہے، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دنیا میں نور کی شعاعیں پھیلیں، اس نور کی اِس میں خبر ہے۔

اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دلوں میں بسانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات پر جنات نے اس طرح نوحہ کیا تھا:

نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْأَمِيْنَةَ ۔۔۔ ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِيْنَةَ

زَوْجَةَ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْقَرِيْنَةَ ۔۔۔ أُمُّ نَبِيِّ اللّٰهِ ذِي السَّكِيْنَةَ

وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَةَ ۔۔۔ صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِيْنَةَ

لَوْ فُوْدِيَتْ لَفُوْدِيَتْ ثَمِيْنَه ۔۔۔ وَلِلْمَنَايَا شَفْرَةٌ سَنِيْنَةَ

لَا تُبْقِيْ ظَعَّانًا وَّلَا ظَعِيْنَةَ ۔۔۔ اِلَّا أَتَتْ وَقَطَّعَتْ وَتِيْنَه

أَمَا هَلَكْتِ أَيُّهَا الْحَزِيْنَةَ ۔۔۔ عَنِ الَّذِيْ ذُو الْعَرْشِ يُعْلِيْ دِيْنَه

فَكُلُّنَا وَالِهَةٌ حَزِيْنَةَ ۔۔۔ نَبْكِيْكِ لِلْعُطْلَةِ أَوْ لِلزِّيْنَةَ

وَلِلضَّعِيْفَاتِ وَلِلْمِسْكِيْنَةَ

وہ رند پاک طینت قبلۂ صافی درو ناں ہوں
کہ برسوں جوتیاں سیدھی کرے پیر مغاں میری

وہ سر پر سایہ افگن ہو قدم بوسی میں یہ مصروف
کمر بستہ ہیں خدمت میں زمیں و آسماں میری

مرے کلک فصاحت پر مضامین ناز کرتے ہیں
سریر آرائے اقلیم بلاغت ہے زباں میری

مفاتیح عقول عشرۂ عالم پہ میں قابض
علوم عقلی و نقلی سے مملو داستاں میری

دو سنگ آسیائے گنبد خضرا و غبرا میں!
مثال دانۂ بریاں ہے جان ناتواں میری

کمالات محمد کو بیاں کرتا مگر افسوس
نہ اس قابل بیاں میرا نہ اس قابل زباں میری

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

حضرت شیخ عبدالغنی مقدسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف سے اس طرح شروع فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد۔

اس کے بعد بھی شیخ مقدسی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچایا مگر خود ان کا قول ہے کہ یہ عدنان بن اد تک تو نسب شریف متفق علیہ ہے اس کے بعد میں اختلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب ہیں، جن کا نسب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھ اوپر پہنچ کر عبد مناف میں جا کر مل جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ، میں عام الفیل میں، ربیع الأول کے مہینہ میں، پیر کے روز، ربیع الأول کی دو یا نو یا بارہ تاریخ کو ہوئی۔ ولادت سے پہلے والد ماجد حضرت عبداللہ وفات پا چکے تھے، اگر چہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب عمر شریف اٹھائیس مہینے اور ایک قول میں سات مہینے تھی، اس وقت حضرت عبداللہ وفات پا گئے۔

حضرت عبداللہ کی وفات میں ایک قول یہ ہے کہ ابواء میں آپ کی وفات ہوئی۔ دوسرا

قول یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں دار النابغہ نامی مکان میں آپ کی قبر ماضی قریب تک بیان کی جاتی رہی، اور اسی دار النابغہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ننھیال میں والدہ ماجدہ کے ساتھ قیام رہا ہے۔

کفالت اور رضاعت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف جب چار برس یا پانچ برس اور ایک قول کے مطابق چھ برس ہوئی، اس وقت حضرت آمنہ وفات پا جاتی ہیں اور کفالت جد امجد حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں اور آٹھ برس کی عمر میں وہ بھی داغِ مفارقت دے جاتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا جب وہ اپنے بیٹے مسروح کو دودھ پلا رہی تھیں، اسی دوران یا اس سے پہلے یا اس کے بعد حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد المخزومی کو بھی ثویبہ نے دودھ پلایا ہے، اس لئے یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔

جیسا ثویبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا شرف حاصل فرمایا، اسی طرح حضرت حلیمہ سعدیہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ مبارکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک کے متعلق حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے خود اپنا نام اس طرح بیان فرمایا کہ **اِنِّیْ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِی**، کہ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتے ہیں اور میں حاشر ہوں کہ لوگ جن کے پیچھے محشور ہوں گے اور میں عاقب ہوں کہ خاتم الانبیاء کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ شریف کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے کئی نام ہمیں بیان فرمائے، کچھ ہمیں یاد رہے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا کہ اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ الْمُقَفِّی وَ نَبِیُّ التَّوْبَةِ وَ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ اور ایک روایت میں نَبِیُّ الْمَلْحَمَة، کہ میں محمد ہوں میں احمد ہوں، مقفی ہوں، نبی التوبۃ ہوں، نبی الرحمۃ ہوں، نبی الملحمۃ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماء شریفہ کے بارے میں یہ روایت بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَامُحَمَّدٌ وَ اَنَا الْحَاشِرُ وَ اَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ فَاِذَا کَانَ یَوْم الْقِیَامَةِ لِوَاءُ الْحَمْدِ مَعِیَ وَ کُنْتُ اِمَامَ الْمُرْسَلِیْن وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، کہ میں احمد ہوں، محمد ہوں، حاشر ہوں، ماحی ہوں جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتے ہیں پھر جب روزِ قیامت ہوگا تو لواء الحمد میرے ساتھ ہوگا اور میں تمام انبیاء اور مرسلین کا سردار ہوں، اور ان سب کی شفاعت کرنے والا ہوں۔

اللہ عزوجل نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بَشِیْراً و نَذِیْراً و رَؤُوفٌ و رَحِیْم ورَحْمَة لِلْعَالَمِیْن.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء یا القاب مبارکہ بعضوں نے سینکڑوں اور بعضوں نے ہزار تک گنوائے ہیں۔ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے کئی سو کو ذکر کیا ہے۔

احقر نے آج سے تقریباً ۲۵ برس قبل مسجد نبوی کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے دوران حق جل مجدہ کے ایک سو اسماء اور ان کے ہم وزن القاب نبویہ کو ملا کر صلوة و سلام علی سید الانام بالاسماء الالهیة و الالقاب النبوية کے نام سے درود شریف ترتیب دیا

تھا، اور عید سے ایک روز قبل طبع ہو کر جب پہنچا تو عزیز مولوی مقصود احمد گنگات مسجد نبوی میں اس کو والہانہ انداز میں تقسیم فرماتے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کی حالت میں مکہ مکرمہ میں پرورش ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت فرماتے ہیں اور ان کے بعد چچا ابو طالب کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے جاہلیت کی تمام گندگیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ پاک رکھا، تمام عیوب سے پاک رکھا اور تمام اخلاق جمیلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزین فرمایا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں ''الأمِیْـن'' کے لقب سے معروف تھے کیوں کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری، باتوں کی سچائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقوی طہارت کی زندگی کو دیکھ رہے تھے۔

سفر یمن

ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر دس برس سے کچھ زیادہ ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یمن کے سفر پر تشریف لے گئے۔

اس روایت میں انہوں نے اس سفر کے دو معجزات کا ذکر کیا ہے:

۱۔ جاتے ہوئے ایک وادی سے گذرنے کا راستہ تھا، مگر ایک سانڈ اونٹ کی وجہ سے وہاں سے لوگ گذرنے نہیں پاتے تھے۔ مگر اس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی گردن زمین پر رکھ دی، جس طرح پالتو جانور اپنے پالنے والے کے سامنے تابع ہونے اور

محبت کا اظہار کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے، اس پر سواری فرمائی اور اس وادی کو پار فرما کر اس سے نیچے اتر آئے۔

۲۔اسی طرح سفر سے واپسی کا معجزہ بھی انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قافلہ جب ایک وادی میں پہنچا، وہاں سیلاب تھا اور گذرنے کی کوئی سبیل کسی کو نظر نہیں آرہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے پیچھے آجاؤ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی پانی میں قدم رکھا، زمین نے پانی کو نگل لیا اور خشک ہوگئی۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر جب مکہ والوں سے قافلہ نے معجزہ کا ذکر کیا، تو سب کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ **اِنَّ لِھٰذا الْغُلامِ شَأناً**۔

شام کا پہلا سفر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف بارہ برس ہوتی ہے تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر فرماتے ہیں یہاں تک کہ بُصری جب پہنچتے ہیں اور بحیرہ راہب نے آپ کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سے پہچان لیا۔وہ قریب پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ اقدس پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں، اِن کو اللہ تعالی رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائیں گے۔

بحیرہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ تو بحیرہ نے کہا کہ جب تم گھاٹی سے آرہے تھے، تو میں دیکھ رہا تھا کہ کوئی درخت، کوئی پتھر نہیں تھا، مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ میں گر جاتا تھا، اور یہ چیزیں صرف نبی کو سجدہ کرتی ہیں، اور ہم نے نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری کتابوں میں لکھا ہوا بھی پایا ہے۔انہوں نے ابو طالب سے درخواست کی اور یہود کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف کرتے ہوئے آپ کو وہیں سے واپس لے جانے کی درخواست کی، چنانچہ ابو طالب آپ کو واپس لے آئے۔

شام کا دوسرا سفر اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ شام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی تجارت کے خاطر ہوا۔

اس سفر میں نسطورا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھا تو گویا ان پر حال طاری ہوگیا۔ حال کے طاری ہونے پر ان کے کلمات شاہد ہیں: **ھو، ھو، نبی، ھو، ھو، آخر الانبیاء.**

یہ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقدِ نکاح سے پہلے ہوا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بُصرٰی کی سوق میں پہنچتے ہیں، اور وہاں اپنے مقصدِ تجارت کو پورا فرماتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف پچیس برس ہوتی ہے، تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح ہوتا ہے۔

نبوت

اور جب چالیس برس کو پہنچتے ہیں، تو اللہ تعالی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی اعزاز و تکریم سے نوازتے ہیں اور آپ کے پاس جبریل امین پیغامِ رسالت لے کر پہنچتے ہیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں ہوتے ہیں۔ الٰہی! ہمارے دلوں کو حرا بنادے۔

وہاں دو پہاڑ ہیں: ثبیر اور حرا۔ کائنات بدربین اور غزوات کے جاں نثاروں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ثبیر پر ہیں، دشمن ستا رہے ہیں، اس دوران ثبیر عرض گذار ہے: **اِهْبِطْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْکَ عَلٰی ظَهْرِیْ فَیُعَذِّبَنِی اللّٰهُ** ۔ کہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے اوپر سے نیچے تشریف لے جائیے، کہ مجھے اس بات کا ڈر

ہے کہ میری پشت پر دشمنوں نے آپ کو قتل کر دیا اور میں آپ کو بچا نہ سکوں، تو کہیں اللہ مجھے عذاب نہ دے۔

پہاڑ بھی ایک دوسرے کی آواز سنتے ہیں، آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ ثبیر کی یہ آواز حِرا نے سن لی۔ اس نے دور سے پکارا اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ثبیر آپ سے معذرت خواہ ہے، اس لئے آپ میرے اوپر تشریف لے آیئے۔ گویا آپ کی خاطر مجھے سب کچھ گوارا ہے۔

اسی لئے ایک دوسرے موقع پر جب خلفاء کرام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حِرا پر ہیں، تو اس پر حال طاری ہو گیا کہ کتنا پیارا لمحہ، کہ میں محبوب کائنات اور محبوب رب العالمین کے قدم چوم رہا ہوں۔ تو حال طاری ہونے پر وہ ہل رہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرما رہے ہیں اُسْکُنْ یَاحِرَا! فَاِنَّ عَلَیْکَ نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَھِیْدٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ برس قیام فرماتے ہیں، اور اس مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیت المقدس کی طرف استقبال فرما کر نماز پڑھتے رہے، لیکن اس طرح کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی، بلکہ کعبہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے رکھتے تھے اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سولہ یا سترہ مہینے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

تیرہ برس مکہ والوں کے بے پناہ مظالم برداشت کرنے کے بعد بحکم الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی۔

ہجرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو ہجرت فرماتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں ہیں اور راستہ بتانے والے عبد

اللہ بن اریقط لیثی ہیں، یہی دلیل اور ہادی تھے، لیکن ان کے مسلمان ہونے کا کوئی ثبوت میسر نہیں آسکا۔ اغلب یہ ہے کہ وہ کفر کی ہی حالت پر رہے۔

ہجرت کے سفر میں یہ تین رفقاء ہیں جو اپنا پیارا وطن چھوڑ کر جارہے ہیں۔ راستہ پر موت ان کا پیچھا کرتی رہی، مگر اللہ کی شان کہ ابھی دس برس نہیں گذرے کہ اب صرف مکہ والوں کو نہیں، روئے زمین کی تمام باطل پرست قوتوں کو للکارنے کے لئے تبوک کا سفر ہوتا ہے، تو تیس ہزار سے زیادہ فدائی ساتھ ہیں۔

اور ہجرت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر مظلومانہ ہے، اور تبوک کا مجاہدانہ، مگر آخری مکہ کا حجۃ الوداع کا سفر محبوبانہ انداز کا سفر ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چاروں طرف، تاحد نظر جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلوے کے منتظر دور دور تک انسان ہی انسان ہیں۔ اور نبوی بارگاہ سے حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے اور آتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر ایک کے لئے پیار ہی پیار ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسفار کا دل و دماغ کی گہرائیوں سے آپ مطالعہ فرمائیں اور اس کے بعد اِس طرح موازنہ فرمائیں تو لطف آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے لمحات کا صحیح مطالعہ کر کے ہر وقت دل و دماغ میں ہمیں بسانے کی اللہ توفیق دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس برس قیام فرماتے ہیں۔ ان دس سالہ زندگی کی تفاصیل آگے مضامین میں معلوم ہوں گی، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور عمرہ اور حج کے اسفار، اور خصوصی طور پر اسلام کی دعوت کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک و سلاطین کے یہاں جن خدام کے ذریعہ مکاتیب گرامی ارسال فرمائے، اور عمومی دعوت اسلام کے لئے بھیجے جانے والے سرایا کی تعداد اور اس کے امراءِ لشکر، اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے تین ازواج مطہرات حضرت خدیجۃ الکبری، حضرت سودہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے نکاح تو مکہ مکرمہ میں ہوئے، ان تین امہات المؤمنین کے علاوہ جو بقیہ نکاح ہوئے؛ ان تمام کی تفاصیل اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرماسکیں گے۔

وفات

تریسٹھ برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتی ہے۔ پیر کے دن بارہ ربیع الأول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے اور بدھ کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آتی ہے، کل بارہ دن یا چودہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے، اس بیماری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

غسل دینے والوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید، اور شقران، مؤخر الذکر دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی میں سے ہیں، انہوں نے غسل دیا اور غسل کے وقت اوس بن خولی انصاری موجود رہے۔

تین کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا گیا جو یمن کے شہر سحول کے بنے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تین کپڑوں میں نہ قمیص تھا، نہ عمامہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ مسلمانوں نے الگ الگ پڑھی، کسی نے امامت نہیں کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں آپ کے نیچے ایک سرخ چادر بچھائی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوڑھنے میں استعمال ہوا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترنے والوں میں حضرت عباس، حضرت علی، حضرت

فضل بن عباس اور قثم اور شقران ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد آپ پر نو اینٹیں رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بند کیا گیا۔

جس جگہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اسی بستر کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور وہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر کھودی گئی اور قبر کے اندر لحد بنائی گئی اسی حجرہ میں جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا قیام تھا۔ پھر اسی حجرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعد میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہوئے۔

مرحبا سیدِ مکی، مدنی العربی دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

منِ بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات رحم فرما کہ زحد می گذرد تشنہ لبی

نسبتِ خود بہ سگت کردم وبس منفعلم زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

عاصیانیم زما نیکیٔ اعمال مپرس سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

سَیِّدِیْ، أَنْتَ حَبِیْبِیْ وَطَبِیْبُ قَلْبِیْ

آمدہ سوئے تو قدسیؔ پئے درماں طلبی

حاجی جان محمد قدسی المتوفی: سنہ ۱۰۶۵ھ

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی، مدنی ہاشمی ومطلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش وسما، جنت وفردوس
آرام گہِ پاک رسولِ عربی ہے

آہستہ قدم، نیچی نگہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے

اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی
محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ مرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **تین** صاحبزادے ہیں:

۱۔**قاسم** جن سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، جن کی ولادت نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور وہیں آپ نے وفات پائی جب کہ حضرت قاسم کی عمر دو برس تھی۔

۲۔**عبداللہ**۔حضرت عبداللہ، بعد از نبوت ان کی ولادت ہے

۳۔**ابراہیم** جن کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی، اور مدینہ منورہ میں سنہ ۱۰ ھ میں جب کہ ان کی عمر سترہ یا اٹھارہ مہینے تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

۱۔حضرت **زینب** ہیں جن کے شوہر ابوالعاص تھے، اور وہ ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے اور حضرت زینب کے خالہ زاد بھائی سے ان کا پہلا رشتہ تھا، ان سے نکاح ہوا، اور ان سے جو اولاد ہوئیں، وہ یہ ہیں:

۱۔**علی** جو بچپن میں فوت ہو گئے۔

۲۔ **امامہ** جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں بھی اٹھا لیتے تھے۔یہی حضرت امامہ جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد نکاح کیا تھا۔

○

۲۔حضرت **فاطمہ** جن کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین صاحبزادے ہیں:

۱۔حسن

۲۔حسین

۳۔محسن

اور محسن بچپن میں وفات پا گئے تھے

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو صاحبزادیاں ہیں:

۱۔**ام کلثوم** جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا تھا۔

۲۔حضرت **زینب** جن سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا تھا۔

○

۳۔حضرت **رقیہ** ہیں جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں، انہیں کے یہاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا ہے۔اور حضرت رقیہ کے ایک صاحبزادہ بھی ہیں حضرت عبداللہ، اسی سے ان کو ام عبداللہ کہا جاتا تھا۔

○

۴۔حضرت **ام کلثوم** ہیں۔حضرت رقیہ کی وصال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا، ان کی بھی آپ کے یہاں وفات ہوئی۔

○

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں **چار** ہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور صاحبزادوں میں بھی صحیح قول ہے کہ تین صاحبزادے تھے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ چار تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ پانچ تھے کہ طیب اور طاہر دونوں الگ الگ نام ہیں، اگرچہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تین تھے۔طیب اور طاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت عبداللہ کے القاب تھے جن کی ولادت بعد از نبوت ہوئی۔

سب سے پہلے ولادت حضرت قاسم کی ہے اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم

ہے پھر حضرت زینب، ان کے بعد رقیہ، ان کے بعد فاطمہ، ان کے بعد ام کلثوم، پھر حضرت عبد اللہ مکہ مکرمہ میں نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضرت ابراہیم کی ولادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے حضرت خدیجہ سے ہیں۔ صرف حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ کے وصال سے پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے

۱۔ام المؤمنین حضرت **خدیجہ بنتِ خویلد** رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ شریف پچیس برس تھی۔ حضرت خدیجہ آپ کے ساتھ رہیں، اسی دوران اللہ عز وجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے سچے مشورے دینے والی تھیں۔

ہجرت سے تین سال قبل آپ کی وفات ہوئی، یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ پانچ سال پہلے، تیسرا یہ کہ ہجرت سے چار سال پہلے حضرت خدیجہ کی وفات ہے۔

○

۲۔ام المؤمنین حضرت سودہ: حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نکاح فرمایا۔

اور حضرت سودہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں جو سہیل بن

عمرو کا بھائی ہے۔ اور حضرت سودہ کو ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا، لیکن حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو اپنے پاس نکاح میں رہنے دیا۔

○

۳۔ ام المؤمنین حضرت **عائشہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں، ہجرت سے دو سال قبل نکاح فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تین سال پہلے جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چھ یا سات برس تھی اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس تھی اور ہجرت کے سات مہینے بعد یا اٹھارہ مہینے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بناء فرمائی اور رخصتی ہوئی ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ آپ کی مدینہ منورہ ہی میں وفات ہوئی اور بقیع میں مدفون ہیں، بقیع کی تدفین کی خود آپ نے وصیت فرمائی تھی۔

آپ کی وفات سنہ اٹھاون یا سنہ ستاون ہجری میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور آپ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی باکرہ عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بچہ کا ان کو اسقاط ہو گیا تھا، اس لئے آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے اگرچہ اس روایت کی صحت میں کلام ہے۔

○

۴۔ ام المؤمنین حضرت **حفصہ** بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ

خنیس بن حذافہ کے نکاح میں تھیں،اور حضرت خنیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں،اور بدر میں شریک ہوئے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اور مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دی،تو جبرئیلِ امین نے آ کر اللہ تعالی کا حکم پہنچایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکَ اَنْ تُرَاجِعَ حَفْصَۃَ، کہ اللہ کا حکم ہے کہ آپ حفصہ سے رجوع فرمالیں،فَاِنَّھَا صَوَّامَۃٌ، قَوَّامَۃٌ وَ اِنَّھَا زَوْجَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ، بہت زیادہ وہ روزے رکھنے والی، بہت قیام کرنے والی ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت میں بھی بیوی رہے گی۔

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ بنت عمر کو طلاق دی، یہ اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی،تو اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمانے لگے کہ اب اللہ تعالی عمر اور اس کی بیٹی کی کیا پرواہ کرے گا؟اس طلاق کے بعد،اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور اللہ تعالی کا یہ حکم پہنچایا کہ اللہ عز وجل آپ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ حفصہ سے حضرت عمر پر ترس کھاتے ہوئے رجوع کر لیں۔

حضرت حفصہ کی وفات سنہ ستائیس ہجری یا سنہ اٹھائیس ہجری میں ہوئی ہے جسے عامِ افریقیہ کہا جاتا ہے۔

○

۵۔ام المؤمنین **ام حبیبہ** بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔آپ کا اسمِ گرامی رملہ بنت صخر ہے، آپ نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی ہجرت بھی کی ہے مگر عبید اللہ بن جحش حبشہ پہنچ کر نصرانی ہو گئے اور اللہ تعالی نے ام حبیبہ کے اسلام کو باقی رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا، جب کہ آپ ابھی حبشہ ہی میں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی نے چار سو دینار مہر بھی عطا فرمایا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو انہی کے خاطر حبشہ بھیجا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ام حبیبہ کی طرف سے ولی بن کر نکاح کو قبول کیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ خالد بن سعید بن العاص نے ولی بن کر ایجاب وقبول کیا تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن چوالیس ہجری میں ہے۔

○

۶۔ام المؤمنین **ام سلمہ** رضی اللہ عنہا۔آپ کا اسمِ گرامی ہند بنت امیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد کے نکاح میں تھیں۔

آپ کی وفات سنہ ۶۲ ہجری میں ہے اور مدینہ منورہ میں بقیع میں مدفون ہیں، اور ازواجِ مطہرات میں سب سے اخیر میں وفات حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے، اگر چہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات سب سے اخیر میں ہوئی ہے۔

○

۷۔ام المؤمنین حضرت **زینب بنت جحش** رضی اللہ عنہا۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت امیمہ کی بیٹی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ اور غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

زید بن حارثہ نے آپ کو طلاق دی، پھر آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالی نے حضرت زینب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرایا اور روئے زمین پر ایجاب وقبول کی مجلسِ نکاح منعقد نہیں ہوئی، اور یہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینب ازواجِ مطہرات سے کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے آباء واجداد نے کروایا اور میرا نکاح ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اللہ تبارک وتعالی نے کرایا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں سنہ بیس ہجری میں ہے اور بقیع میں مدفون ہیں۔

○

۸۔ام المؤمنین حضرت **زینب بنت خزیمہ** رضی اللہ عنہا۔ ان کا لقب ام المساکین ہے کہ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اور یہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا کہ عبدالطفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ سے ہجرت کے بعد تیسرے سال میں نکاح فرمایا ہے، لیکن نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت تھوڑی مدت وہ رہ سکیں، صرف دو مہینے یا تین مہینے رہ سکیں، پھر وفات پا گئیں۔

○

۹۔ام المؤمنین حضرت **جویریہ** بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ جو غزوۂ بنو مصطلق میں سبایا میں شامل ہو کر آئی تھیں پھر پہلے تو ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں گئیں، حضرت ثابت نے آپ کو مکاتب بنایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بدلِ کتابت ادا فرمایا اور ہجرت کے چھٹے سال میں ان سے نکاح فرمایا۔

سنہ چھپن ہجری ربیع الأول میں آپ کی وفات ہے۔

○

۱۰۔ام المؤمنین حضرت **صفیہ** بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا جو حضرت موسی علیہ الصلوۃ و السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے اولاد میں سے ہیں جو غزوۂ خیبر میں قید کی گئی تھیں، قیدیوں میں شامل ہو کر آئی تھیں۔

ہجرت کے ساتویں سال یہ غزوہ ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کروایا تھا اور حضرت صفیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما دیا تھا اور آپ کی آزادی ہی آپ کا مہر قرار پائی تھی۔

سنہ تیس ہجری یا سنہ پچاس ہجری میں آپ کی وفات بیان کی گئی ہے۔

○

۱۱۔ام المؤمنین حضرت **میمونہ** بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ جو حضرت خالد بن ولید اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے سرِف میں نکاح فرمایا تھا اور سرِف ہی میں آپ کی رخصتی ہوئی ہے اور وہیں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہیں اور سرِف مکہ مکرمہ سے نو میل پر ایک پانی کے چشمہ کا نام تھا۔ امہات المؤمنین میں سب سے اخیری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ہے۔

آپ کی وفات سنہ تریسٹھ ہجری میں ہے۔

یہ تمام ازواجِ مطہرات وہ ہیں کہ جن سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت زوج مطہر تنہائی میں تشریف لے گئے ہیں اور خلوت فرمائی ہے، جو گیارہ ہیں۔ اور سات وہ ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقدِ نکاح فرمایا لیکن ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت زوج مطہر خلوت نہیں فرمایا یا تنہائی میں تشریف نہیں لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا ہیں:

۱۔**حارث** جو عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، انہی سے عبد المطلب کی کنیت ابو الحارث ہے۔ آپ کے چچا حارث کی اولاد میں سے اور ان کی اولاد کی اولاد میں سے ایک جماعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

○

۲۔دوسرے چچا **قثم** جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے، ان کی اور حارث کی ماں ایک تھی۔

○

۳۔تیسرے چچا **زبیر** بن عبدالمطلب جو قریش کے سرداروں میں سے تھے اوران کے بیٹے **عبد اللّٰہ بن زبیر** ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں بھی شریک رہے اور وہاں بڑی ثبات قدمی سے لڑے اور اجنادین میں شہادت پائی۔اجنادین میں شہادت بھی ایسے پائی کہ آپ کے چاروں طرف سات لاشیں پڑی تھیں جن کو حضرت عبداللہ بن زبیر نے قتل کیا تھا، ان کو قتل کرنے کے بعد پھر آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں:

۱۔**عبد اللّٰہ بن زبیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ **ضباعه بنت زبیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو صحابیہ ہیں۔

۳۔**ام الحکم بنت الزبیر** رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کرتی ہیں۔

○

۴۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے چچا **حمزہ** بن عبدالمطلب ہیں جن کا لقب اسداللہ اور اسد الرسول ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں، ابتدائی اسلام میں سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں ہیں اور آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور بدر میں شریک ہوئے اور احد میں آپ نے شہادت پائی اور آپ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی۔

○

۵۔پانچویں چچا **عباس** بن عبدالمطلب جن کی کنیت ابوالفضل ہے۔آپ نے بھی اسلام قبول کیا اور اسلام لانے کے بعد بھی بڑی خوبیوں کے مالک رہے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین برس بڑے تھے۔

حضرت عباس کے دس بیٹے تھے، **فضل، عبداللّٰہ، قثم** یہ تینوں صحابی بھی ہیں۔

حضرت عباس نے سنہ بتیس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

○

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سے صرف دو، حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام قبول کیا ہے۔

○

۶۔ چھٹے چچا **ابو طالب** بن عبد المطلب جن کا نام عبد مناف ہے اور ابو طالب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے حقیقی بھائی ہیں کہ دونوں کی حضرت عبد اللہ اور ابو طالب کی ماں ایک ہیں۔ حضرت عبد اللہ اور ابو طالب کی ایک بہن تھی عاتکہ جنہوں نے بدر کے بارے میں خواب دیکھا تھا اور تینوں حضرت عبد اللہ حضرت ابو طالب اور عاتکہ کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھیں۔

ابو طالب کی اولاد یہ ہیں:

۱۔ طالب ہے جنہوں نے کفر کی حالت میں انتقال کیا

۲۔ حضرت عقیل،

۳۔ حضرت جعفر،

۴۔ حضرت علی،

۵۔ حضرت ام ھانی ہیں، اور حضرت ام ہانی کا نام فاختہ ہے، بعضوں نے ہند بھی بیان کیا ہے۔

ان چاروں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

نیز ابو طالب کی اولاد میں

۶۔ جمانہ نام کی بیٹی کا بھی ذکر آتا ہے۔

○

۷۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں چچا **ابولہب** جس کا نام عبدالعزیٰ تھا، حضرت عبدالمطلب نے یہ کنیت بچپن سے دی تھی کہ ابولہب کا چہرہ بڑا حسین تھا۔

ابولہب کی اولاد یہ ہیں:

۱۔عتبہ

۲۔ معتّب جنہوں نے جنگ حنین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی دکھائی تھی۔

۳۔اوران دونوں کی بہن **درّہ** ہیں، ان تینوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۴۔ابولہب کا ایک لڑکا **عتیبہ** جسے ملکِ شام کے سفر میں زرقاء نامی جگہ پر شیر نے چیر پھاڑ دیا تھا اور کفر کی حالت میں وہ مرا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجہ میں شیر نے اسے پھاڑا تھا۔

○

۸۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھویں چچا **عبدالکعبہ** ہیں۔

○

۹۔نویں چچا **حجل** جن کا نام مغیرہ ہے۔

○

۱۰۔دسویں چچا **ضرار**؛ یہ حضرت عباس کے ماں کی طرف سے سگے بھائی ہیں۔

○

۱۱۔گیارھویں چچا **غیداق**۔غیداق قریش میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور سب سے زیادہ کھانا کھلانے والے تھے۔اس لئے انہیں غیداق کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں ہیں:

۱۔پہلی پھوپھی **صفیہ** بنت عبد المطلب ، جو اسلام لائیں، جنہوں نے ہجرت کی اور یہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جن کی وفات مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دورِ خلافت میں ہوئی اور یہ اور حضرت حمزہ دونوں ایک ماں سے ہیں، دونوں اخیافی بھائی بہن ہیں۔

○

۲۔دوسری پھوپھی **عاتکہ** بنت عبد المطلب بعضوں نے کہا کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اورانہوں نے بدر کے بارے میں خواب بھی دیکھا تھا۔ یہ ابوامیہ کے نکاح میں تھیں

ان کی اولاد یہ ہیں:

۱۔حضرت **عبد اللہ** جو اسلام لائے اور صحابی بنے۔

۲۔زھیر

۳۔قریبه کبریٰ

○

۳۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پھوپھی **اروٰی** بنت عبد المطلب جو عمیر بن وہب کے نکاح میں تھیں، ان کی اولاد میں **طلیب بن عمیر** ہیں، مہاجرین اولین میں سے ہیں، بدر میں بھی شریک ہوئے اور اجنادین میں شہادت پائی ہے، حضرت طلیب کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

○

۴۔چوتھی پھوپھی **امیمہ** بنت عبد المطلب ، جو جحش بن رئاب کے نکاح میں تھیں، جن سے:

۱۔**عبد اللہ** کی ولادت ہوئی جو احد میں شہید ہوئے۔

۲۔**ابو احمد الاعمیٰ الشاعر** مشہور ہیں اور ان کا نام عبد ہے۔

۳۔حضرت امیمہ کی بیٹی حضرت زیــــنــــب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین

حضرت زینب ہیں۔

۴۔اور دوسری بیٹی حبیبہ ہیں۔

۵۔تیسری حمنہ ہے، سب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۶۔ایک بیٹے حضرت امیمہ کے عبید اللہ بن جحش جو اسلام لائے تھے، پھر نصرانیت اختیار کر لی تھی اور حبشہ میں کفر کی حالت میں وفات پائی۔

○

۵۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں پھوپھی برّہ یہ عبد الاسد کے نکاح میں تھیں، ان کے بیٹے ابو سلمہ ہیں جن کا نام عبداللہ ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے شوہر تھے۔ حضرت برہ نے عبد الاسد کے بعد ابو رہم سے نکاح کیا تھا اور ان کے لڑکے ابو عبرہ بن ابی رھم ہیں۔

○

۶۔چھٹی پھوپھی ام الحکیم ان کا نام بیضاء بنت عبد المطلب ہے جو کریز بن ربیعہ کے نکاح میں تھیں۔ ان کی اولاد میں اروىٰ بنت کریز ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج فرمائے؟ تو حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک حج اور چار عمرے فرمائے ہیں۔

۱۔عمرۃ الحدیبیہ: جس وقت مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے روک دیا تھا۔

۲۔عمرۃ القضاء کا عمرہ۔

۳۔وہ عمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے فرمایا، جس سفر میں جعرانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے تھے جو ذی القعدہ میں ہوا تھا۔

۴۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ ہوا ہے۔

یہ ایک حج اور چار عمرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد ہیں البتہ مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج بھی فرماتے رہے اور عمرہ بھی فرماتے رہے، ان کی تعداد محفوظ نہیں ہے۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے حج فرمایا، حجۃ الوداع، تو اسی حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو الوداع فرمادیا تھا، اور فرمایا تھا کہ **عَسٰی اَنْ لَا تَرَوْنِی بَعْدَ عَامِی ھٰذا،** ہوسکتا ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے روئے زمین پر نہ دیکھ پاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس پچیس غزوات میں شرکت فرمائی، یہ مشہور قول ہے اگرچہ دوسرا قول ستائیس غزوات کا بھی ہے اور سرایا کی تعداد پچاس یا پچاس کے قریب ہے۔ ان تمام میں صرف نو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کی نوبت آئی، وہ یہ ہیں:

۱۔بدر

۲۔احد

۳۔خندق

۴۔بنی قریظہ

۵۔بنو مصطلق

۶۔خیبر

۷۔فتح مکہ

۸۔حنین

۹۔طائف۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وادیِ قری اور الغابہ اور بنونضیر میں بھی قتال ہوا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دینے والے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دینے والے حضرات یہ ہیں:

۱۔صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ

۲۔عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ

۳۔عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ

۴۔علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالی عنہ

۶۔عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ تعالی عنہ

۷۔ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ

۸۔ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالی عنہ

۹۔خالد بن سعید رضی اللہ تعالی عنہ

۱۰۔حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ

۱۱۔زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ

۱۲۔معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ

۱۳۔شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالی عنہ

۱۴۔ابان بن سعید رضی اللہ تعالی عنہ

۱۵۔ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالی عنہ

۱۶۔زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ

۱۷۔عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالی عنہ

۱۸۔ابورافع قبطی رضی اللہ تعالی عنہ

۱۹۔خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ

۲۰۔السجل رضی اللہ تعالی عنہ

۲۱۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ

۲۲۔علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالی عنہ

۲۳۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ

۲۴۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ

۲۵۔علاء بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ

۲۶۔عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ

۲۷۔ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ

۲۸۔ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ

۲۹۔بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالی عنہ

۳۰۔جہیم بن الصلت رضی اللہ تعالی عنہ

۳۱۔الحصین بن نمیرالنمیر ی رضی اللہ تعالی عنہ

۳۲۔حویطب بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ

۳۳۔خالد بن زید رضی اللہ تعالی عنہ

۳۴۔سعید بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

۳۵۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ

۳۶۔طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ

۳۷۔ابوسلمۃ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ

۳۸۔ابان بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ

۳۹۔حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ

۴۰۔حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ

۴۱۔سعید بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

۴۲۔عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ

۴۳۔عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالی عنہ

۴۴۔عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

۴۵۔عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول رضی اللہ تعالی عنہ

۴۶۔معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ

۴۷۔معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ

۴۸۔یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ

۴۹۔عمرو بن حزم رضی اللہ تعالی عنہ

۵۰۔حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالی عنہ

ان تمام نے کتابت کی خدمت انجام دی ہے۔مگر اس خدمت کے زیادہ مواقع جن کے لئے میسر آئے اور جنھوں نے طویل عرصہ کتابت کی خدمت انجام دی وہ دو صاحبان ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قاصد جن صحابہ کرام کو بھیجا

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو بطورِ قاصد بھیجا ان میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری ہیں جنہیں نجاشی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ نجاشی کا اسم گرامی اصحمہ ہے اور اصحمہ کے معنی عربی میں عطیہ کے ہوتے ہیں۔

حضرتِ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ گرامی اپنے ہاتھوں میں لیا، دونوں آنکھوں پر اسے رکھا، اپنے تختِ شاہی سے نیچے اتر آئے، زمین پر بیٹھ گئے اور اسلام قبول کیا اور آخر تک آپ کا اسلام ترقی پذیر رہا۔ اگرچہ آپ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے سامنے ہی اس مکتوبِ گرامی سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی، جس دن ان کی وفات ہوئی ہے تو نمازِ جنازہ پڑھی ہے، اور یہ بھی روایات میں بیان کیا گیا کہ حضرت نجاشی کی قبر پر برابر نور کی روشنی دیکھی جاتی رہی۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ روم قیصر کی طرف قاصد بنا کر بھیجا، قیصر کا نام ہرقل تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے متعلق سوالات کئے اور اس کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت ثابت ہوگئی اور اسلام لانے کا اس نے ارادہ کیا، مگر رومیوں نے ان سے موافقت نہیں کی، اس لئے اپنی سلطنت پر خوف کرتے ہوئے وہ اسلام لانے سے رک گیا۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ فارس کسری کی طرف قاصد بنا کر بھیجا، جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کے ٹکڑے کر دئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا تھا مَزَّقَ اللّٰہُ مُلْکَہٗ، اللہ اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ اللہ نے فرمائی اور اس کی قوم کی طرف وہ سلطنت منتقل نہیں ہوئی، بلکہ اس کی قوم کی سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاطب بن ابی بلتعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکندریہ کے بادشاہ اور مصر کے بادشاہ مقوقس کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ اس نے اچھی باتیں کہیں اور اسلام لانے کے وہ قریب پہنچ گئے تھے مگر اسلام نہیں لا سکے۔

پھر بھی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، بطور ہدیہ کے حضرت ماریہ قبطیہ اور آپ کی بہن سیرین کو بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرین حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دی جن سے عبد الرحمٰن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُمان کے دو بادشاہ جیفر بن جلندی اور عبد بن جلندی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ حقیقتاً تو بادشاہ جیفر تھا، یہ عبد اور جیفر دونوں اسلام میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کو دو کام سپرد کئے۔

ایک یہ کہ آپ صدقات کا انتظام فرمائیں اور دوسرے ہمارے درمیان حکمِ اسلام اور شریعت

کا نفاذ فرماویں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کے پاس رہے۔

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلیط بن عمرو العامری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوذہ بن علی حنفی کے پاس یمامہ قاصد بنا کر بھیجا۔ اس نے حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا اکرام فرمایا، آپ کی ضیافت کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کے جواب میں لکھا کہ جن چیزوں کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ کتنی پیاری، کتنی عمدہ ہیں اور میں بھی میری قوم کا خطیب اور شاعر ہوں، تو میرے لئے بھی آپ اس امرِ نبوت میں کوئی حصہ رکھ دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا اور ہوذہ بن علی نے اسلام قبول نہیں کیا اور فتحِ مکہ کے سال وہ اسی کفر کی حالت میں مر گیا۔

حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شجاع بن وہب اسدی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن ابی شمر الغسانی، بلقاء کے بادشاہ کے پاس بھیجا، بلقاء جو شام کے علاقہ میں ہے۔

حضرت شجاع فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس پہنچا اس حال میں کہ وہ غوطۂ دمشق میں تھا، تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کو پڑھا، پھر اسے پڑھ کر پھینک دیا اور اس نے کہا کہ میں ان پر حملہ کرنے جا رہا ہوں اور اس نے اس کا پختہ ارادہ کیا، مگر قیصر نے جس کی ماتحتی میں یہ حارث بن ابی شمر الغسانی تھا، تو قیصر نے ایسا کرنے سے اسے روک دیا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث حمیری کے پاس قاصد بنا کر بھیجا جو یمن کے بادشاہوں میں سے ایک تھے۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی بحرین کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ ایک گرامی نامہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی، چنانچہ وہ اسلام لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت ابوموسی اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ یمن کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں جا کر اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ سارا ملک، وہاں کے تمام باشندے خوشی خوشی بغیر کسی قتال اور جبر کے، بغیر کسی قتال اور مقابلہ کے اسلام میں داخل ہوئے۔

حریۃ الاصل آزاد حضرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام

۱۔ انس بن مالک بن نضر الانصاری رضی اللہ عنہ

۲۔ ہند اور

۳۔ اسماء جو دونوں حارثہ اسلمی کے بیٹے ہیں

۴۔ ربیعہ بن کعب

۵۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب النعلین مشہور ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جانے کے لئے کھڑے ہوتے، تو وہ نعلین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہناتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو جاتے تو انہیں اپنے ہاتھوں میں پہن لیتے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے کے لئے کھڑے نہ

ہوتے، وہاں تک اپنے پاس رکھتے۔

۶۔عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچری کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچری کو اسفار میں یہ لے کر چلتے تھے۔

۷۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بھی ہیں۔

۸۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔

۹۔ذومخمر جو شاہ حبشہ نجاشی کے بھتیجے یا بھانجے ہوتے ہیں، ان کا نام مخمر میم کے ساتھ یا مخبر با کے ساتھ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔

۱۰۔بکیر بن شداخ اللیثی، بعضوں نے ان کا نام بکیر کے بجائے بکر بھی بتایا ہے۔

۱۱۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے خاص طور پر ہجرت کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی خدمت فرمائی تھی۔

۱۳۔اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴۔حبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶۔قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸۔مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹۔مہاجر مولی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۲۰۔ ہلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱۔اربد بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲۔اسود بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳۔جدرجان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۔جراح بن جرجان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵۔ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔سالم مولیٰ ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷۔نعیم بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔ابواسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

۱۔زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور

۲۔ان کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت اسامہ کو الحِبّ بن الحِبّ کہا جاتا تھا۔

۳۔ثوبان بن بُجدد، ان کا نسب یمن میں ہے۔

۴۔ابوکبشہ یہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، ان کا نام سلیم تھا، اور بدر میں شریک ہوئے۔ بعضوں نے کہا کہ یہ دوس کے علاقہ میں پیدا ہوئے،

۵۔انسہ ہیں جو سراۃ کے علاقہ سے ہیں، وہاں کی پیدائش ہے۔

۶۔شقران حبشی جن کا نام صالح تھا

۷۔رباح اسود

۸۔یسار نوبی

۹۔ابورافع ہیں جن کا نام اسلم ہے، بعضوں نے ابراہیم نام بتایا ہے، یہ حضرت عباس کے غلام تھے۔حضرت عباس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں آزاد فرما دیا تھا۔

۱۰۔ابومویہبہ ہیں جومزینہ سے ہیں ۔

۱۱۔فضالہ ہیں جوشام جا کرآباد ہو گئے تھے۔

۱۲۔رافع ہیں جوسعیدابن العاص کی مِلک میں تھے، جب ان کی اولادان کی وارث ہوئیں، تو بعضوں نے ان کوآزاد کیا، بعضوں نے ان کوآزادنہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت رافع حاضر ہوئے، مدد کے طالب ہوئے، سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر آپ کی مدد میں ان کو ہبہ کردیا تھا۔اس لئے یہ اپنے متعلق حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے **انا مولیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ اورغلام ہوں۔

۱۳۔مدعم اسود جن کورفاع ابن زید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہبہ کیا تھا، جنہیں وادیِ قریٰ میں قتل کیا گیا تھا۔

۱۴۔کِرکرہ، جونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پرمتعین ہوا کرتے تھے۔

۱۵۔حضرت زید ہیں جو ہلال ابن یسارابن زید کے جدامجد ہیں

۱۶۔عبید

۱۷۔طہمان یا کیسان یامہران یاذکوان یامروان

۱۸۔مأبورالقبطی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنہیں مقوقس نے ہدیہ کیا تھا

۱۹۔واقد

۲۰۔ابوواقد

۲۱۔ہشام

۲۲۔ابوضمیرہ

۲۳۔حنین

۲۴۔ابوعسیب اورآپ کا نام احمر ہے

۲۵۔ابوعبید

۲۶۔ایمن بن عبید

۲۷۔باذام

۲۸۔رویفع

۲۹۔سلمان فارسی

۳۰۔ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری

۳۱۔قفیز

۳۲۔نفیع بن حارث

۳۳۔ابوحمراء

۳۴۔ابوسلمٰی یا ابوسلّام جن کا نام حارث تھا

۳۵۔ابوصفیہ

۳۶۔اور سفینہ ہیں جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، پھر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے آپ کو آزاد کر دیا تھا، اور آپ پر شرط کی تھی کہ عمر بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔انہوں نے عرض کیا، حضرت سفینہ نے، کہ اگر آپ مجھ پر شرط نہ کرتیں تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام مشہور موالی اور آزاد کردہ غلام ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں

۱۔سلمٰی جو حضرت رافع کی ماں ہیں۔

۲۔ برکۃ ام ایمن ہیں، حضرت ام ایمن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد ماجد حضرت

عبداللہ کی طرف سے وارث ہوئے۔اور یہ ام ایمن برکہ، یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں

۳۔میمونہ بنت سعد

۴۔خضرہ

۵۔رضوی

٦۔امۃ اللہ بنت رزینہ

۷۔امیمہ

۸۔خلیسہ

۹۔خولہ

۱۰۔ام ضمیرہ

۱۱۔ام عیاش

۱۲۔رزینہ

۱۳۔ریحانہ

۱۴۔زرینہ

۱۵۔سائبہ

۱٦۔سدیسہ

۱۷۔سلامہ

۱۸۔سیرین

۱۹۔عنقودہ

۲۰۔لیلی

۲۱۔میمونہ بنت ابی عسیب

۲۲۔اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین

۱۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا تھے۔ یہ دونوں حضرات باری باری مدینہ منورہ میں اذان دیا کرتے تھے۔

۳۔حضرت سعد قرظی جو قبا میں اذان دیا کرتے تھے

۴۔حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ مکرمہ میں اذان دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان

۱۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت رباح اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت انسہ بن باداہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار

۱۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کے روز آپ کے پہرہ دار بنے۔

۲۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۳۔حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ احد میں پہرہ دیا۔

۴۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

۵۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

۶۔حضرت ذکوان بن عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔یہ تینوں حضرات وادی قری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار بنے۔

۷۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر کے موقع پر عریش میں پہرہ داری کی خدمت انجام دی۔

۸۔حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار تھے۔

جب آیت وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ دینے والوں کو منع فرمادیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء الجیش

۱۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔سیدنا مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱۔سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۔سیدنا صرد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶۔سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷۔سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸۔سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹۔سیدنا منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰۔سیدنا علقمہ بن مجزز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱۔سیدنا قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲۔سیدنا عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳۔سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۔سیدنا عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵۔سیدنا کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷۔سیدنا ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔سیدنا زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹۔سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰۔سیدنا شجاع بن ابی وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱۔سیدنا بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۲۔سیدنا زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۳۔سیدنا غالب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۴۔سیدنا کرز بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۵۔سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۶۔سیدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۷۔سیدنا عامر بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مختلف علاقوں کے گورنر

۱۔سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔سیدنا مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔سیدنا مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱۔سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء

آسمان والوں میں سے:

۱۔حضرت جبریل امین علیہ السلام

۲۔حضرت میکائیل علیہ السلام

زمین والوں میں سے:

۱۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن صحابہ کرام کو قاضی بنایا گیا

۱۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ

۲۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امانت اور اخراجات کا حساب رکھنے والے صحابہ کرام

۱۔حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدود کی تفتیش کرنے والے اور نافذ کرنے والے صحابہ کرام

۱۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ

۲۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز داں

۱۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں کے چَرانے والے

۱۔سیدنا ابو سلمیٰ یا ابو سلّام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو عرنیین نے قتل کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو ضروریات کے ذمہ دار

۱۔سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے اٹھانے والے

۱۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ

۶۔سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریاں تیار کرنے والے

۱۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء

۱۔سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپّل سنبھالنے والے

۱۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے حدی خواں

۱۔حضرت انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کن کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

۱۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب

ا۔حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن حضرات کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری اعضاء میں کسی درجہ میں مشابہت تھی :

☆ ابوالبشر سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

☆ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

☆ حضرات حسنین : سیدنا حسن ابن سیدنا علی اور سیدنا حسین ابن سیدنا علی رضی اللہ عنہم

☆ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

☆ سیدنا ابراہیم ابن حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ سیدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا عون ابن سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا عبداللہ ابن سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا قثم ابن سیدنا عباس رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا ابوسفیان ابن نوفل ابن الحارث ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا محمد ابن سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا مسلم ابن سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما

☆ سیدنا سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ

☆ سیدنا شافع ابن سیدنا سائب ابن یزید رضی اللہ عنہما

☆ حضرت عبداللہ ابن عامر ابن کُریز العبشمی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت کابس ابن ربیعۃ بن عدی

☆ حضرت علی ابن نجاد ابن رفاعۃ الرفاعی الیشکری

☆ حضرت قاسم ابن عبداللہ ابن محمد ابن عقیل رضی اللہ عنہم

☆ حضرت عبداللہ ابن محمد ابن سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

☆ حضرت قاسم ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت ابراھیم ابن عبداللہ ابن الحسن ابن الحسن ابن امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

☆ حضرت یحییٰ ابن قاسم ابن جعفر ابن محمد ابن علی ابن الحسین ابن سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

☆ حضرت عبیداللہ ابن ابی طلحۃ الخولانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت مسلم ابن معتّب ابن ابی لہب رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت قتادۃ ابن دعامۃ رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شہاب الدین الرملی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اسماء گرامی کو نظم فرمایا ہے:

بِالْمُصْطَفٰی شُبِّہَ بَعْضُ النَّاسِ　　فَاحْفَظْھُمْ وَلَا تَکُنْ بِالنَّاسِیْ

فَاطِمَۃُ الزَّھْرَآءُ وَابْنَاھَا الْحَسَنْ　　ثُمَّ حُسَیْنٌ وَکِلَاھُمَا حَسَنْ

وَابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِبْرَاھِیْمُ　　وَنَوْفَلُ ابْنُ الْحَارِثِ الْعَظِیْمُ

وَابْنُ ابْنِـهِ انْشُرْ بِـالْـجَمِيْلِ ذِكْرَه أَبُـــوْ مُـحَـمَّـدٍ أَمِيْـــرُ الْبَصْـرَة

وَجَـعْـفَـرٌ وَابْـنَـاهُ عَبْـدُ اللّٰـهِ وَعَـوْنـاً اذْكُـرْ وَلَا تَـكُـنْ بِـاللَّاهِـىْ

وَابْـنَـا عَـقِيْـلٍ وَهُـمَـا مُـحَـمَّـدٌ وَمُسْـلِـمٌ وَالسَّـائِـبُ الْـمُـمَـجَّـدُ

ابْــنُ يَــزِيْـدٍ وَهُـوَ جَـدُّ الشَّـافِعِـىّ اِمَــامُـنَــا الْأَعْـظَـمُ نَـجْـلٌ شَـافِـعٌ

وَالْـحَبْـرُ عَبْـدُ اللّٰـهِ ذَا ابْنُ عَـامِـرٍ ابْـنُ كُـرَيْـزٍ الْـعَبْشَـمِـىِّ الْفَـاخِـرِ

وَكَـــابِـــسٍ وَالِــدُهُ رَبِيْــعَة ابْـــنُ عَـــدِىٍّ نِسْبَةً رَفِيْـــعَة

كَـذَا عَـلِـىٌّ ابْنُ عَلِـىٍّ بْنُ نِـجَـادٍ ابْـنُ رِفَـاعَةَ الـرِّفَـاعِـىِّ الْـجَـوَادِ

الْيَشْـكُـرِىُّ وَعُـدَّ بَعْـدَ الْيَشْـكُـرِىِّ يَـحْيٰـى هُـوَ ابْـنُ الْقَـاسِـمِ ابْنُ جَعْفَرِ

ابْـــنُ مُـــحَـمَّـدٍ مَـوْلَانَـا عَـلِـىّ ابْـنُ حُسَيْـنِ ابْـنُ عَـلِـىٍّ الْـوَلِـىّ

وَوَلَـــدُ الْـــعَبَّـــاسِ وَهُــوَ قُثَـــمُ وَابْــنُ مُـعَتَّـبٍ الْـمُسَـمّٰـى مُسْـلِـمُ

وَالْـقَـاسِـمُ الثَّبْـتُ ابْـنُ عَبْـدِ اللّٰـهِ بْـــنُ مُـــحَـمَّـدٍ عَـظِيْـمِ الْـجَـاهِ

فَـــجَــدُّهُ عُـــقَيْـــلٌ الْـــكَـــرِيْـــمُ كَـذَا ابْـنُ عَبْـدِ اللّٰـــهِ اِبْــرَاهِيْـمُ

وَجَــدُّهُ فَــالْـحَسَـنُ ابْـنُ الْـحَسَـنِ ابْـنُ عَـلِــىٍّ يَــا لَــهُ مِنْ مُـحْسِـنِ

وَابْــنُ أَبِـىْ طَـلْـحَةَ عَبْـدُ اللّٰـــهِ وَذَاكَ خَـــوْلَانِــــىٌّ بِلَا اشْتِبَـــاهِ

صَــلّٰـــى عَـلَيْـــهِ رَبُّـنَـا وَسَـلَّـمَـا وَالْآلِ وَالـصَّـحْـبِ الْكِـرَامِ الْعُظَمَـا

امام الرملی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، شیخ محمد القیسی المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظم پر اضافہ فرمایا ہے:

وَعُــدَّ فِــىْ أَشْبَــاهِــهِ الْـخَلِيْـلُ وَآدَمُ الْــمُــعَــظَّــمُ الْــجَــلِيْــلُ

صَــلّٰــى عَـلَيْهِـمَـا الْإِلٰـــهُ دَائِـمـا مُسَـلِّـمـاً مَـا لَاحَ نَـجْـمٌ فِـىْ السَّمَا

كَـذَاكَ عَبْـدُ اللّٰـــهِ بْــنُ نَــوْفَلٍ كَــذَا أَبُــوْ سُـفْيَانْ أَخُـوْهُ الْـمُـعْتَلِـى

وَعَــدَّهُ الــنَّــاظِــمُ نَــوْفَلاً بِلا شَكٍّ مُـخَـالِفٌ لِّـمَـا قَـدْ نُـقِلا

وَعُـدَّ فِـىْ الْأَشْبَـاهِ أَيْـضـاً ثَـابِتُ هُـوَ الْبُـنَـانِـىُّ وَكَـذَا قَتَـادَةُ

ابْـنُ دِعَـامَةٍ كَـذَاكَ الْـقَـاسِمُ كَـذَاكَ عَبْـدُ اللّٰـهِ أَبُـوْهُ الْعَـالِمُ

وَشَـافِعُ ابْنِ ذِیْ الـذِّكْـرِ الْـجَمِيْلْ وَالْـفَـضْـلِ وَالتَّبْـجِيْـلِ مَـوْلَانَـا عَقِيْلْ

وَشَـافِعٌ جَـدُّ الْإِمَـامِ الشَّـافِعِیّ لِـمَـا مَضَـى عَنْ صَـاحِبِ الشَّرَائِعِ

صَـلّٰـى عَـلَيْــهِ الـرَّبُّ ذُوْ الْـجَلَالْ كَـذَا الـصِّـحَـابُ جُـمْـلَةً وَالْآلْ

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف گفتگو حاصل کرنے والے نباتات، جمادات اور حیوانات میں سے بعض کے اسماء گرامی

۱۔کنکریاں

۲۔پتھر

۳۔اونٹ اور اونٹنیاں

۴۔بکری کی زہر آمیز ذراع / دست / بونگ

۵۔جبل احد

۶۔جبل ثبیر

۷۔غار حرا

۸۔بھیڑیا

۹۔درخت

۱۰۔بکری

١١۔ کھجور کا خشک تنہ

١٢۔ دراز گوش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کا تذکرہ

١۔ سکب: جو گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں سب سے پہلے آیا ہے۔ جو بنی فزارہ کے ایک اعرابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اوقیہ چاندی میں خریدا۔ اور اس کا نام اعرابی کے یہاں ضرس ہوا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا نام تبدیل فرما کر سکب رکھا تھا۔ اور پیشانی اس کی سفید تھی اور دایاں پیر سفید تھا، سب سے پہلا گھوڑا ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فرمایا۔

٢۔ سبحہ: جس کو سِباق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، دوڑ میں استعمال فرمایا، اور وہ سب سے آگے رہا، سابق بنا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرحت ہوئی تھی۔

٣۔ المرتجز: جسے اعرابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تھا، جس کے لئے خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی۔ اور وہ اعرابی بنومرہ کا تھا۔

سہل ابن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے تھے: لزاز، ظرِب، اور لحیف۔

٤۔ لزاز: جو مقوقس نے آپ کے خدمت میں ہدیہ کیا تھا،

٥۔ لحیف: جو ربیعہ ابن ابی براء نے ہدیہ کیا تھا،

٦۔ ظرِب: جو فروۃ ابن عمرو جذامی نے آپ کو ہدیہ کیا تھا۔

٧۔ الورد: جو تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہدیہ کیا تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو مرحمت فرما دیا تھا، انہوں نے اس پر سواری بھی کی، پھر حضرت عمر نے سواری کے

لئے کسی اور کو دے دیا۔ تو حضرت عمر نے دیکھا کہ وہ بیچا جا رہا ہے۔

۸۔ملاوح

۹۔سداد

۱۰۔ابلق

۱۱۔ذوالعقال

۱۲۔ذواللمۃ

۱۳۔المرتجل

۱۴۔سرجان

۱۵۔یعسوب

۱۶۔بحر

۱۷۔ادہم

۱۸۔شحا

۱۹۔سجل

۲۰۔مراوح

۲۱۔نجیب

۲۲۔طرف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ یا چھ خچریاں تھیں:

۱۔دُلدُل: ایک جس کا نام دُلدُل تھا، اسے شہباء بھی کہا جاتا تھا۔ مقوقس نے ہدیہ میں دی جس پر اسفار میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دلدل زندہ رہی یہاں تک کہ بہت عمر ہو گئی، دانت بھی گر گئے، اس لئے شعیر پانی میں بھگو کر حلق میں ڈالا جاتا تھا۔ اور ینبوع میں وہ مر گئی تھی۔

۲۔فضہ جوفروہ بن عمرو نے ہدیہ میں دی تھی۔

۳۔ایک جو صاحب دومہ نے ہدیہ میں دی تھی۔

۴۔ایک جونجاشی نے ہدیہ میں دی تھی۔

۵۔اورایک جوصاحب ایلہ نے ہدیہ میں دی تھی۔

۶۔اورآخری جس کے بارے میں اختلاف ہے جوکہ کسریٰ نے بھیجی تھی۔

اورسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درازگوش کا نام عفیر تھاجو حجۃ الوداع میں مرگیا تھا۔اور ایک درازگوش یعفور تھا۔

دودھ والی اونٹنیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کی بیس اونٹنیاں تھی،جن کو غابہ میں رکھا جاتا تھا۔اور وہاں سے ہررات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑے دومشکیزے بھرکردودھ لایا جاتا تھا۔

اُن میں بہت زیادہ دودھ دینے والی،سب سے زیادہ دودھ دینے والی اونٹنیاں یہ تھیں،جن کے نام یہ ہیں:

۱۔الحسناء

۲۔السمر اء

۳۔العریس

۴۔السعد یہ

۵۔البغوم

۶۔الیسیر ہ

۷۔الرّیا

۸۔ بردہ: جوضحاک ابن سفیان نے آپ کے خدمت میں ہدیہ کی تھی۔اس کودوہا جاتا تھا تو دو بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنیوں کے برابر تنہا اس ایک کا دودھ نکلتا تھا۔

۹۔مہرہ: جوسعد ابن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی۔

۱۰۔شقراء۔ان دودھ والی اونٹنیوں کے علاوہ تین اونٹنیاں اور تھیں:

۱۱۔عضباء: جوحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی حریش کے جانوروں میں سے خریدی تھی۔دو اونٹنیاں خریدی تھی،ایک العضباء اور ایک دوسری اونٹنی ،دونوں کی قیمت آٹھ سو درہم دے کر خریدی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو میں سے ایک العضباء کو چار سو درہم میں خرید لیا تھا۔اور یہی عضباء ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے۔

۱۲۔قصواء

۱۳۔الجدعاء: ایک دفعہ وہ مسبوقہ ہوگئی تھی تو جدعاء کا مسبوقہ ہوجانا مسلمانوں پر شاق گذرا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ نے جو منیحہ کے طور پر دودھ کے لئے جو بکریاں دی تھیں وہ سات تھیں۔

اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔عجوہ

۲۔زمزم

۳۔سقیا

۴۔برکتہ

۵۔ ورسہ

٦۔ اطلال

۷۔ اوراطراف۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں سات بھیڑیں تھیں جن کو ایمن بن ام ایمن چرایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں سو بکریاں رہا کرتی تھیں:

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وفد بنی المنتفق میں شامل ہوکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ میں موجود نہیں تھے، پھر بھی ہمارے لئے ایک طبق میں کھجوریں لائی گئیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے لئے خزیرہ کا حکم فرمایا، وہ ہم نے کھایا۔

پھر جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہماری ضیافت اور کھانے پینے کا حال دریافت کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں، ہم کھا کر فارغ ہوگئے۔ اتنے میں چرواہا بکری کو لے کر وہاں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس نے کیا بچہ دیا؟ کہا بہمہ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہے سے ارشاد فرمایا کہ اس کے بدلہ میں بکری کو ذبح کرلو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے آپ کی وجہ سے بکری ذبح کرلی، بلکہ ہمارے یہاں سو بکریاں رہتی ہیں۔ ہم اس سے زائد رکھنا نہیں چاہتے، اس لئے جیسے ہی بکری کوئی بچہ دیتی ہے تو ہم ایک کو ذبح کرلیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں تین نیزے تھے، جو بنوقینقاع کے اسلحہ سے حاصل

ہوئے تھے، جن میں سے ایک کا نام المنطوی تھا اور دو اور تھے جن کے نام مُثوی اور ثنی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے نیزے کے اسماء:

ا۔حربہ

۲۔بیضاء

۳۔عنزہ: جو نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا۔

۴۔الحد

۵۔القمرہ

٦۔النبعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ کمانیں تھیں:

ا۔الروحاء

۲۔بیضاء جو شوحط درخت سے تھی

۳۔الصفراء

۴۔الزوراء

۵۔الکتوم

٦۔سداس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک **ڈھال** تھی جس میں مینڈھے کے سر کی صورت بنی ہوئی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس رکھنا ناپسند فرمایا، پھر اگلے دن اسے دیکھا گیا کہ اللہ عزوجل نے اُس تمثال کو مٹا دیا ہے۔اور تین اور تھیں:

۲۔الزلوق

۳۔الفُتق

۴۔جحفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں:

ا۔ ذوالفقار: جو جنگِ بدر کے مالِ غنیمت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ نفل کے لی تھی، اور اسی ذوالفقار کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد کے موقعہ پر خواب دیکھا تھا، اور یہ منبہ بن حجاج سہمی کی تھی۔

اور بنو قینقاع کے اسلحہ سے تین تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہیں،

۲۔ ایک قُلعی،

۳۔ دوسری کو بتار کہا جاتا تھا،

۴۔ اور تیسری کو الحتف کہا جاتا تھا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں رہی۔

۵۔ المخذم

٦۔ الرسوب جس کو فلس سے حاصل کیا تھا، جو قبیلہ طی کا ایک بت خانہ تھا۔

۷۔ مأثور

۸۔ عضب

۹۔ صمصامۃ

اس سے زائد بھی روایات میں آئی ہیں جیسا کہ حافظ ابو الفتح نے نظم میں گیارہ گنوائی ہے:

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار کا پرتلا چاندی کا تھا، اور اس کا قبضہ چاندی کا تھا، اور اس کے درمیان میں بھی چاندی کے کڑے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہیں:

اور بنو قینقاع کے اسلحہ سے دو زرہیں حاصل ہوئی تھیں:

ا۔ سعدیہ یا سغدیۃ

۲۔ فضۃ

محمد ابن سلمہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگ احد

میں دو زرہیں دیکھی،

۳۔ایک ذات الفضول اور ایک فضہ۔

فرماتے ہیں جنگِ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں دیکھی، ذات الفضول اور دوسری السغدیۃ۔

۴۔ذات الحواشی

۵۔بتراء

۶۔ذات الوشاح

۷۔خِرنق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو خود تھیں:

۱۔موشح

۲۔سبوغ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین جھنڈے تھے:

۱۔زینۃ جو سفید رنگ تھا

۲۔صفراء

۳۔عُقاب جو مربع اور سیاہ رنگ کا تھا۔

شہرِ مکہ بتوں کی بستی تھی چار سو تیرگی برستی تھی
دیکھنا اک یتیمِ بے ساماں اجنبی، کم سخن، تہی داماں
جس نے یوں سال و سِن گزارے ہیں بھوک میں اپنے دن گزارے ہیں
تپتی ریتوں پہ محوِ خواب کہیں تیز کانٹوں سے زخم یاب کہیں
چلتی تیغوں کے درمیان کبھی کنکروں سے لہو لہان کبھی
ذرّہ ذرّہ عدوِّ جاں اس کا تشنۂ خوں ہے اک جہاں اس کا
ہاں مگر لب جب اس کے ہلتے ہیں دل کے مرجھائے پھول کھلتے ہیں
جب وہ پیغامِ حق سناتا ہے وجد میں دو جہاں کو لاتا ہے
جب وہ اونچی صدا سے کہتا ہے ہادیانہ ادا سے کہتا ہے
''گمرہو! تم یہ کیا سمجھتے ہو، پتھروں کو خدا سمجھتے ہو''
دل دہلتے ہیں قہرمانوں کے دیئے بجھتے ہیں کفرخانوں کے
بات یہ کیا زبان سے نکلی لاکھ تلوار میان سے نکلی

ظالموں کی اذیتیں ایک سمت
اور خدا کی مشیّتیں ایک سمت

مجید امجد

بڑھاپا ہے چلا ہوں سوئے طیبہ
لرزتا لڑکھڑاتا سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری
پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا
تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی
کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی
کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے
دَیا والا میری نیّا لکھائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی
وہیں رکھےّ خدا واپس نہ لائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑ گڑا کر
سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے
سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے
سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے
سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر استعمال اشیاء متبرکہ

ملبوسات مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادریں:

۱۔ایک یمنی منقش چادر

۲۔ایک سحولی چادر

۳۔ایک سفید چادر

۴۔مربع چادر جو اوڑھنے میں استعمال ہوتی تھی

۵۔کساء احمر: ایک سرخ چادر

۶۔رداء سوداء: کالی چادر/کالی کملی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ سیاہ لباس میں ملبوس دیکھا تو عرض کیا کہ **یا رسول اللّٰہ! ما احسنھا علیک یشربھا بیاضک سوادھا** ۔یہ جوڑا آپ پر کتنا حسین لگتا ہے۔آپ کا گورا گورا رنگ اور اس کالے جوڑے کا کالا رنگ دونوں کی آمیزش سے ایک نیا حسن جھلکتا معلوم ہوتا ہے۔

۷۔قطیفہ: روئیں دار/مخملی چادر

۸۔بالوں سے بنی ہوئی اونی چادر

۹۔بردہ: جسم اطہر کے اوپر والے حصہ پر اوڑھنے کے لئے کتان کی ایک چادر/ دھاری دار چادر/سیاہ رنگ کی مربع چادر یا کمبل

۱۰۔مرط: ایک اونی چادر جو لنگی کے طور پر استعمال ہو سکے۔مستورات کے اوڑھنے کی ریشمی چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

۱۱۔رداء: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک چھ ذراع لمبی اور تین ذراع چوڑی ہوا کرتی

تھی۔

۱۲۔ازار: ایسی چادر جو نصف اسفل کے لئے استعمال ہو سکے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کا طول چار ذراع اور دو بالشت اور اس کا عرض ایک ذراع اور ایک بالشت ہوتا تھا۔

۱۳۔کساء ملبّد: استر والی/ پیوند والی چادر

۱۴: ازار غلیظ: موٹی چادر

۱۵۔ایک عُمانی لنگی

۱۶۔ثوب قطر: ایک قسم کی یمنی چادر

۱۷۔شملہ: پورے جسم کو ڈھانکنے والی چادر

۱۸: برد نجرانی: نجرانی چادر

۱۹: انجانی: موٹی چادر جس میں کوئی نقش ونگار نہ ہو

۲۰: ثوب اخضر: سبز رنگ کی چادر

۲۱۔دو صحاری کپڑے

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبے:

۱۔ایک یمنی جبہ

۲۔ایک شامی جبہ

۳۔خمیصہ: ریشم یا اون کا کپڑا/ سیاہ کنارے والا جبہ

۴۔ایک رومی جبہ

۵۔جبہ طیالسۃ کسروانیۃ لھالبنۃ دیباج: ایک کسروی سیاہ رنگ کا جبہ جس کے گریبان کے کنارہ پر ریشم تھا۔

۶۔قباء: عبا

۷۔ جبۃ من صوف: ایک اونی جبہ

۸۔عباءۃ: عبا رجبہ

○

۱۔چار چرمی موزے

۲۔دوچپل؛ جہاں حذاء کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد بھی نعل ہی ہے۔

○

۱۔ایک صحاری قمیص

۲۔سروال: پائجامہ

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ مبارک اورٹوپیاں متعدد بیان کی جاتی ہیں:

○ قلنسوۃ مصریہ: مصری ٹوپی

○ لاطئہ: چھوٹی سر سے چپکی ہوئی ٹوپی جو اوپر اٹھی ہوئی نہ ہو

○ ذات الاٰذان: دونوں کانوں کو جوڑھانپ لے مگر گردن کھلی رہے

○ قلنسوہ اصمات: چمڑے کی سوراخ دار ٹوپی

○ قلانس: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپیاں لباس مبارک کی طرح سے سفید تھیں۔

○ صرف چھوٹی ٹوپیاں تین سے زائد بیان کی جاتی ہے

○

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار عمامے تھے:

○ عمامہ محنکہ: جو سر پر باندھنے کے بعد ڈاڑھی کے نیچے سے گذار کر کندھے پر ڈالا جاسکتا ہے۔اکثر اوقات یہ زیر استعمال رہتا تھا۔

○ سیاہ عمامہ جو عید وغیرہ تقریبات میں باندھتے تھے۔

○ ایک عمامہ جس کے کنارے پر دھاریاں بنی ہوئی تھیں، کبھی کبھی یہ عمامہ استعمال فرماتے تھے۔

○ سفید عمامہ۔ یہ بھی اکثر اوقات استعمال میں رہتا تھا۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا تھا، جس کے دونوں کناروں کو دونوں شانوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ رکھا تھا۔

○

○ قناع رخمار: ایک کپڑا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بال مبارک میں تیل لگانے کے بعد سر پر ڈالتے تھے اور ازواج مطہرات سے مباشرت کے وقت بھی یہ خمار، یہ کپڑا سر مبارک پر رہتا تھا۔

○ عصابۃ دسماء: سیاہ رنگ کی سر پر باندھے جانے والی پٹی

○

سیدی و مولائی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے خصائل نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا طول اس طرح بیان فرمایا ہے:

۱۔ چھ ہاتھ لمبی

۲۔ سات ہاتھ لمبی

۳۔ بارہ ہاتھ لمبی

چادر:

۱۔ چار ہاتھ لمبی، ڈھائی ہاتھ چوڑی

۲۔ چھ ہاتھ لمبی، تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی

لنگی:

۱۔ چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی دو ہاتھ چوڑی

○

○ حلۃ حمراء: ایک جوڑے کا حدیث میں ذکر آتا ہے جس میں سیاہ اور سرخ دھاگوں سے لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ اس کو حبرہ (یمنی منقش چادر) بھی کہا جاتا ہے۔

○ حلّہ: ایک قیمتی جوڑا

ہمارے آقا، شہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم امیر وفقیر، حاکم ومحکوم، سلاطین اور رعایا سب کے لئے اسوہ اور نمونہ بن کر تشریف لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کے لئے جہاں فاقوں اور ترکِ دنیا اور ترک زینت کا نمونہ قائم فرمایا، جو ابراہیم بن ادہم جیسے خدام نے اپنایا۔

مگر تمام ملوک وسلاطین کے لئے یہی ایک یکساں نمونہ نہیں تھا، بلکہ دوسری قسم کے لئے دوسرا نمونہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک قیمتی جوڑا خریدا، اسے پہنا، استعمال فرمایا۔ اس ایک جوڑے کی قیمت ایک روایت میں ستائیس اونٹ اور دوسری روایت میں انتیس اونٹ آئی ہے۔

○ اسی طرح ایک حلہ ذی یزن بھی ہے۔ حکیم بن حزام ابھی خدام میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ ایمان لانا اب تک گوارا نہیں، اپنے کفر وشرک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

مگر ساتھ ہی رب العالمین کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی اس درجہ کی ہے کہ انہوں نے ایک جوڑا خریدا اور اس کی قیمت تین سو دینار ادا کئے اور خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کیا، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر لینے سے انکار فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

مجبوراً انہوں نے اسے پھر بیچ دیا۔ جب وہ بیچا جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی

طرف سے تین سو دینار قیمت ادا کر کے اسے خریدا۔

دینار سونے کا ایک سکہ ہے۔موجودہ زمانہ کے حساب سے 4.4g اس سکہ کا وزن بنتا ہے۔لہذا اگر آج؛ محرم ۱۴۳۲ھ کی تاریخ سے حساب لگائیں، تو اس حلہ ذی یزن جوڑے کی قیمت سینتیس ہزار، تین سو پچھتر (37375) پاؤنڈ بنتی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زیب تن بھی فرمایا ہے۔

اسی لئے ملوک وسلاطین کے یہاں کے ہدایا، کپڑے، جوڑے اوران کی قیمتی چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تقسیم فرمائی ہیں، وہاں خود بھی استعمال فرمائی ہیں تا کہ دونوں قسم کے مزاج رکھنے والے کے لئے اسوہ اور نمونہ قائم ہو۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوسات میں اکثر قطن اور سوت کے کپڑے رہے ہیں۔اگر چہ کبھی کبھی کتان اور اونی کپڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائے ہیں۔

○

خواتیم : انگوٹھیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین انگوٹھیاں تھیں:

○ سونے کی انگوٹھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر استعمال نہیں فرمایا تھا، بلکہ اسے پھینک دیا تھا۔

○ چاندی کی انگوٹھی جو استعمال میں رہی

○ اور لوہے کی انگوٹھی جس پر چاندی چڑھائی گئی تھی۔

○

خوشبوئیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں اُس زمانہ کی سب سے قیمتی خوشبو مشک، عود اور خالص عنبر تھا۔ جو خوشبوئیں اُس زمانہ میں بھی بہت نادر و کمیاب تھیں جیسا کہ ان میں سے بعض کی قیمت آج کل بھی سونے کی قیمت سے بھی زیادہ ہوگی۔ پھر بھی خوشبو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند تھی کہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔

○

برتن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے

۱۔ تین پیالے استعمال میں رہتے تھے:

○ ایک کا نام ریّان تھا

○ مُضَبَّب۔ لوہے کے پتّر لگایا ہوا پیالہ: جس میں تین جگہوں پر چاندی کی چین لگی ہوئی تھیں اور اس کو پکڑنے کے لئے ایک کڑا تھا۔ یہ برتن سفر میں استعمال میں رہتا۔

○ شیشہ کا پیالہ یا گلاس

۲۔ قدح: ایک اور لکڑی کا پیالہ تھا جو درمیانی درجہ کا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے اور اس میں پانی لے کر وضو فرماتے تھے۔

۳۔ کھجور کے درخت کی لکڑیوں کا بنا ہوا ایک پیالہ جسے رات میں ضرورت کے وقت پیشاب کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

۴۔ طبق: بڑا پیالہ، بڑی طشتری، تھال

۵۔ مخارہ: مٹی کی پیالی

۶۔ صحفہ: چوڑا پیالہ

۷۔کعب: بڑا پیالہ

۸۔قدح: شمشاد درخت کی لکڑی کا ایک اور عمدہ چوڑا پیالہ جس میں لوہے کا ایک کڑا تھا۔

۹۔مغیث: یہ بھی ایک پیالہ کا نام ہے

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے

۱۔قربۃ: مشکیزہ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے اور اسی سے پانی بھی نوش فرماتے تھے۔

۲۔اداوۃ: چمڑے کا چھوٹا مشکیزہ یا برتن

۳۔مزادۃ: مشکیزہ

۴۔شنۃ: پرانی مشکیزہ جس میں پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے

۵۔سقاء: چمڑے کا مشکیزہ

○

چاقو/چھری

۱۔سکین: چُھری

۲۔مدیۃ: چھری

۳۔شفرۃ: چوڑی چھری

○

○ تور: جو کپڑے دھونے کے ٹب کی طرح/طشت کے مشابہ پتھر یا پیتل/تانبے کا بڑا برتن تھا، جو خضاب کے لئے یا نبیذ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ محدثین نے تور کا مصداق بڑا برتن بتایا ہے اگرچہ بعض اصحاب لغت نے اس کا ترجمہ کیا ہے 'چھوٹا برتن'۔

○ مہندی بھگونے کے لئے ایک برتن تھا جس کا نام مخضب تھا

○ رکوہ: ایک چمڑے کا برتن جس کا نام صادرہ تھا

○ پیتل/تانبے کا ایک برتن زیر استعمال رہتا

○ قصعہ: چند افراد کے کھانے کے لئے ایک بڑا برتن ہوتا تھا۔ اس قصعہ کا نام الغراء تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے، جس میں صحابہ کرام اور اہل صفہ کے ساتھ کبھی چاشت کے وقت کھانا نوش فرماتے۔

○ جفنۃ: بڑا لگن یا تھال جیسا برتن تھا، جس کے چار کڑے تھے جس میں سے کئی آدمی کھا سکیں۔

○ عکّۃ: چربی، گھی اور شہد کے لئے چمڑے کا برتن

○

○ برمۃ: پتھر کی ہانڈی

○ قدر: کھانا پکانے کے لئے ایک دیگچی/ہانڈی

○

○ صاع: لین دین میں استعمال ہونے والا آٹھ رطل کا پیمانہ

○ مد: لین دین میں استعمال ہونے والا دو رطل کا پیمانہ

○

○ دلو: ڈول

○

○ طست: یہ وہ طشت مبارک ہے کہ جب اس جہاں سے رخصت ہوئے، تو اس طشت پر دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نظر پڑی ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کنت مستندا رسول اللہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی صدری فدعا بطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت ان مات۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طشت مانگا اور عملی جواب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میری گود میں ڈھیلی ہو کر ایک طرف مائل ہو گئی، تب مجھے معلوم ہوا کہ ابھی اس جہاں میں نہیں ہیں۔

دیگر اشیاءِ مستعملہ

ا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی **چھڑی** مبارک:

○ مجن جس کا نام الدّفن یا الدقن: اس کی طولائی ایک ذراع تھی، جو چلتے ہوئے دست مبارک میں رہتی اور سواری کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر سواری پر تشریف فرما ہوتے۔

○ قضیب: جس کا نام ممشوق اور یہ شوحط درخت سے بنائی گئی تھی۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کرام نے برکت کے لئے استعمال فرمایا۔

○ مخصرہ: جس کا نام عرجون تھا۔

○

○ سرمہ دانی

○ سرمہ کی سلائی

○ قینچی

○ آئینہ

○ کنگھی

○ مدری: پیٹھ مبارک وغیرہ کھجانے کے لئے مٹھی کی شکل کی بنائی ہوئی ایک لکڑی

○ ربعہ اسکندریہ: ہاتھی دانت کا بنا ہوا چار خانوں والا یا چار کونوں والا مدور یا مربع عطر دان جو

مقوقس نے ہدیہ میں بھیجا تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی جو ہاتھی دانت کی تھی، سرمہ دانی، قینچی (جس کا نام الجامع تھا) اور آئینہ رکھتے تھے۔

○ خوشبودانی

○

○ فراش: چمڑے کا بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جو بستر یا آرام کے لئے گدے کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔

○ وسادۃ: چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

○ مرفقۃ من ادم: چمڑے کا تکیہ

○

○ چھوٹا تولیہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ انور پونچھنے کے لئے استعمال فرماتے تھے

○

○ حصیر مرمل: بُنی ہوئی چٹائی

○ خمرۃ: چٹائی جو بیٹھنے کے لئے یا نماز کے لئے استعمال ہوتی تھی

○

○ سفرۃ: چمڑے کا دسترخوان

○ نطع: چمڑے کا بڑا دسترخوان

○

○ قبۃ حمراء من ادم: چمڑے کا بنا ہوا سرخ خیمہ

○ فسطاط: جو بالوں سے بنا ہوا چھوٹے خیمہ کے مانند، جو سردی اور گرمی سے تحفظ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس کا نام الکنّ تھا۔

○

○ رُحی: چکی

○ جعبۃ: ترکش

○ سرج: زین

ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کا ذکر ایک چیز کے مختلف ناموں کی بناء پر مکرر آ گیا ہو۔ جیسا کہ بعض اشیاءِ مستعملہ کے اسماء کا رہ جانا بھی ممکن ہے۔

○

سریر: ایک تخت جس پر آرام فرماتے تھے جو لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول سریر اور چارپائی پر لیٹنے اور آرام فرمانے کا تھا۔ قریش کی نہ صرف عادات میں یہ داخل تھا کہ وہ چارپائی سونے کے لئے رواجاً استعمال کرتے تھے بلکہ روایت میں ہے کہ **لیس شیء احب الیھا من السرر تنام علیھا**۔ یہ ان کا پسندیدہ طرزِ زندگی تھا۔

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ پہنچے اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسکن میں نزول اجلال فرمایا، اس وقت مکان کو ملاحظہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں

یا ابا ایوب! اما لکم سریر؟ قال لا واللّٰہ! فبلغ اسعد بن زرارۃ ذلک فبعث الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بسریر لہ عامود وقوائم ساج فکان ینام علیہ حتی توفی وصلی علیہ وھو فوقہ. فطلب الناس یحملون موتاھم علیہ فحمل علیہ ابوبکر و عمر والناس طلباً لبرکتہ.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں سیدنا ابوایوب انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے یہاں تو چارپائی نہیں ہے۔ جب اسعد بن زرارہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چارپائی جو ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی تھی، اس کے پائے، سرہانہ اور پائینتی کی طرف ٹیک لگانے کے لئے بھی ساگ ہی استعمال کیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ میں بعد میں وہی منتقل ہوئی اور وفات تک نماز اور آرام وغیرہ کے لئے استعمال فرماتے رہے یہاں تک کہ جب رب العالمین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلاوا آ گیا، تو یہی سریر مبارک صحابہ کرام میں سے جن کا انتقال ہوتا، اس کے جنازہ کو بقیع تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتی۔

یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انتقال کے بعد اسی چارپائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ میں دفن کے لئے لایا گیا تھا اور یہ سلسلہ طویل عرصہ تک رہا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہتمام

یہاں تک کہ اس چارپائی سے برکت حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام کے جنازے بقیع پر لے جائے جاتے رہے اور اس تبرک کو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور خاص اپنے پاس رکھ رکھے تھے اور اس سریر مبارک کے علاوہ دیگر تبرکات بھی بڑی حفاظت سے آپ نے اپنے پاس رکھے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا، قدح (پیالہ)، جفنہ (لگن)، وسادہ (تکیہ مبارک جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) قطیفہ، اونی چادر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال میں رہنے والا پالان بھی تھا۔

بعد میں یہ تمام تبرکات خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف محفوظ رکھے، بلکہ جب بھی آپ قریش کو خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی ترغیب دیتے تو فرماتے **ھذا میراث من اکرمکم اللہ بہ واعزکم بہ وفعل وفعل** ۔ کہ یہ اس ذات پاک کی میراث ہے جن کی برکت سے اللہ نے تمہیں اعزاز واکرام عطا فرمایا اور دیتا ہی چلا گیا۔

اسی قسم کے تبرکات امیر المؤمنین عمر ثانی، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بھی منتقل ہوئے ہیں جن میں چارپائی، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، اونی چادر، رحی (چکی)، ترکش جس میں چند تیر تھے۔

اور طویل عرصہ گذرنے کے باوجود دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینہ کی

خوشبو اس اونی چادر نے پیچھے آنے والوں کے لئے محفوظ رکھ رکھی تھی۔ **وکان فی قطیفتہ اثر عرق رأسہ صلی اللہ علیہ وسلم۔**

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبرکات کی اس دولت کی قدر و منزلت اس قدر فرماتے تھے کہ جس کمرہ میں یہ تبرکات تھے، روزانہ کا معمول بنالیا تھا کہ اس حجرہ مبارکہ میں جا کر ان تبرکات کی زیارت فرما کر اپنی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور پہنچاتے تھے، اور وہ اونی چادر مبارک بیماروں کی شفایابی کے لئے تیر بہدف تریاق تھی۔

جیسا کہ یہاں عمر اول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی تعظیم وتکریم واستبراک کا معاملہ فرما رہے ہیں اور انہی کی اتباع میں آپ کی ذریۃ طیبہ میں سے آپ کے خلف صالح عمر ثانی سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سنت کی ادائیگی میں آپ کی پیروی کر رہے ہیں، یہی طرز عمل مقامات متبرکہ اور اشیاء مستعملہ متبرکہ کا پیچھے والوں پر حق ہے۔ اس کے خلاف عمل خلفاء کرام کی سنت کے خلاف ہے۔

اسی لئے سریر مبارک کی طرح سے وہ تخت مبارک جس سے چند لمحات کے لئے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر کے ساتھ مس ہوا، اور جس تخت مبارک پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا، اس کے ساتھ بھی یہی سنت برتی گئی۔

یہاں تک کہ یحیٰی بن معین کے حالات بیان کرتے ہوئے جیش بن مبشر فرماتے ہیں کہ یحی بن معین کا معمول تھا کہ سفر حج پر تشریف لے جاتے، تو حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضری دیتے اور حج سے فراغت پر دوبارہ حاضری دیتے۔

جب آپ نے آخری حج فرمایا اور واپسی میں مدینہ منورہ حاضری پر دو تین دن قیام فرمایا، پھر واپسی کا سفر شروع ہوا اور مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر ایک منزل پر قافلہ نے قیام کیا۔

رات کو سوئے تو یحیٰی بن معین نے خواب میں ہاتف غیبی کو دیکھا کہ وہ آواز لگا رہا ہے **یا اباز کریا! اترغب عن جواری؟** کہ اے ابا زکریا! آپ کو ہمارے ساتھ رہنا پسند

نہیں؟ چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟

صبح اپنے رفقاء سے یحیٰی بن معین نے فرمایا کہ تم اپنا راستہ لو۔ میں مدینہ منورہ واپس جا رہا ہوں۔ چنانچہ قافلہ رخصت ہوا اور یحیٰی بن معین مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اور مدینہ منورہ تین دن مقیم رہے، پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

تھوڑے سے تغیر کے ساتھ محمد بن یوسف بخاری بیان فرماتے ہیں کہ ہم یحیٰی بن معین کے ساتھ حج میں تھے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ شب جمعہ میں پہنچے۔ اور اسی رات یحیٰی بن معین کا انتقال ہو گیا۔

صبح کے وقت جب لوگوں کو آپ کی تشریف آوری اور رحلت کا حال معلوم ہوا تو انبوہ کثیر اکھٹا ہو گیا۔ بنو ہاشم کے خواص تشریف لائے اور آپس کے مشورہ سے طے کیا کہ جس تخت پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا، اسی پر ہم یحیٰی بن معین کو غسل دیتے ہیں۔

عوام الناس نے اس پر اعتراض کیا۔ جب بات بڑھی تو بنو ہاشم کہنے لگے کہ قرابت کے اعتبار سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں اور ہمارا فیصلہ ہے کہ یحیٰی بن معین اس کے مستحق ہیں کہ انہیں اس تخت مبارک پر غسل دیا جائے۔ چنانچہ اسی پر غسل دیا گیا۔

فغسل علی اعواد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وحمل علی سریرہ ودفن بالبقیع وصلی علیہ خلق کثیرون ونودی بین یدی جنازتہ ھذا الذی کان یذب الکذب عن حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔

۲۳۳ھ ذی قعدہ کے مہینہ میں جمعہ کے روز انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

مأ کولات ومشروبات

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں سے کسی کو **ارحمھم** ،کسی کو **اشدھم**، کسی کو **احیاھم** اورکسی کو **اقضاھم** کے القاب عطا ہوئے ،توضروریات بشرمیں سے جن چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں نفع اٹھایااورحضورصلی اللہ علیہ وسلم کوان سے راحت ملی ،ان چیزوں کوبھی القاب ملے۔کسی کواطیب کالقب ملا،کسی کواحب کالقب ملا۔

سیدی ومرشدی قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانامحمدزکریاقدس سرہ کے یہاں اہل علم کی ایک جماعت پہنچی جن میں عرب حضرات بھی تھے۔

دسترخوان پرایک عرب مہمان نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے پوچھا کہ کوئی کہتا ہے کہ کھانے کی ابتداء پانی سے کی جائے ،کسی کے نزدیک نمک سے،کسی کے نزدیک میٹھے سے کھانے کی ابتداءمسنون بتائی جاتی ہے۔تومسنون کیاہے؟

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے آبدیدہ ہوکرفرمایا کہ فاقہ سنت ہے۔پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاقوں کی تفصیل بیان فرمائی کہ کبھی توکئی روزکےصوم وصال ہوتے تھے،کبھی بغیرروزے کے فاقوں پرفاقے ہوتے تھےاورکبھی پیٹ پرپتھرباندھنے پڑتے تھے۔اورکھاناکھانے کی ہماری طرح وہاں انواع واقسام کہاں تھیں کہ سوال پیداہوکہ کھانے کی ابتداءکس سے ہو۔

اس لئے سرورِدوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اشیاءکومأ کول یامشروب ہونے کاشرف عطا فرمایا،ان کی یہاں فہرست دی جاتی ہے۔

مشروبات

پانی: سب سے زیادہ مشروبات میں یہ شرف پانی کوملاہے۔

اورپانیوں میں سب سے زیادہ یہ شرف آب زمزم کوملاہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجدہی کی قربانی کی نذرکےنتیجہ میں بئرزمزم کی جگہ جدامجدعبدالمطلب پرمنکشف کی

گئی،جس سے آج تک انسانیت سیراب ہورہی ہے۔

ماءِ زمزم مکی زندگی کے دوران ہمیشہ استعمال میں رہا اور مدینہ منورہ ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی کبھی صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہنچایا کرتے تھے۔

اس کے بعد مدینہ منورہ کے قیام میں وہاں کے کنوؤں کا پانی اور اسفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہوں کے پانی کو یہ شرف عطا فرمایا ہے۔

اگر کسی کا استثناء آیا تو مدائن صالح پر گذرتے ہوئے وہاں کے پانی کے پینے اور استعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، ورنہ تبوک کے سفر میں اور دیگر اسفار میں متعدد پانیوں کو یہ شرف ملا ہے۔

مدینہ منورہ کے اطراف کے جن مقامات کے پانی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سیراب کرنے کا شرف حاصل کر سکے، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔بئر عریس

۲۔اعواف

۳۔اُنا

۴۔بئر انس

۵۔بئر اہاب

۶۔بئر بصہ

۷۔بئر بضاعہ

۸۔بئر جمل

۹۔بئر حاء

۱۰۔بئر حلوہ

۱۱۔بئر ذرع

۱۲۔بئر رومہ

۱۳۔بئر سقیا

۱۴۔بئر عِقبہ

۱۵۔بئر ابی عنبہ

۱۶۔بئر عہن

۱۷۔بئر غرس

۱۸۔بئر قرضافہ

۱۹۔بئر قریصہ

۲۰۔بئر یسیرہ

اور مقامات کے پانی بھی ہو سکتے ہیں۔

○

لبن رحلیب : دودھ

دودھ: دوسرا مشروب جسے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً روز نوش فرماتے تھے، وہ خالص دودھ ہے۔زیادہ تر بکری کا دودھ نوش فرمایا ہے۔

اور مدینہ منورہ میں اونٹنی کا دودھ بھی روزمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایا جاتا تھا۔

دودھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف شکلوں میں نوش فرمایا ہے:

○ جبنہ: پنیر

○ اقط: پنیر

○ سمن: گھی

○ زبدہ: مکھن

○

دودھ کی لسّی: جو پانی اور دودھ ملا کر پینے کے لئے پتلا کیا گیا ہو۔

○

نبیذ تمر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نام سے کھجور پانی میں بھگو کر شربت بنایا جاتا تھا۔
نبیذ زبیب: اسی طرح زبیب یعنی کشمش پانی میں بھگو کر شربت بنایا جاتا تھا۔
نبیذ جو: جو کے ستو کو بھی پانی میں بھگو کر نبیذ اور شربت بنا کر تیار کیا جاتا۔

○

شہد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشروبات میں شہد کو بھی شمار کیا گیا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:
○ خالص شہد بھی نوش فرمایا ہے۔
○ کبھی شہد کو پانی میں ملا کر شربت بنایا جاتا تھا۔
○ کبھی شہد کو دودھ میں ملا کر شربت بنایا جاتا تھا۔

○

ان مشروبات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو برتن استعمال فرمائے، وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ **دَلْـوٌ:** بئر زمزم اور متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول ہی سے پانی نوش فرمایا ہے۔

۲۔ **قِرْبة:** مشکیزہ

۳۔ **شیشہ کا گلاس**

۴۔ **فَخارَۃ:** مٹی کا پیالہ

۵۔قدَح: لکڑی کا پیالہ

۶۔نُحاس: تانبا یا پیتل کا پیالہ

تمر: کھجور

بشری ضروریات کو پورا کرنے اور بقائے حیات کے لئے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور دودھ وغیرہ مختلف شکلوں میں نوش فرماتے تھے،جسم اطہر کی سب سے زیادہ خدمت کا شرف پانی اور دودھ کو حاصل ہے،اسی طرح سب سے زیادہ کھانے کی چیزوں میں یہ شرف کھجور کو حاصل ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رطب، بسر اور تمر مختلف مراحل پر اس کو یہ شرف عطا فرمایا ہے۔

مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی پرانی کھجور بھی نوش فرمائی ہے جس میں کیڑے پڑ چکے ہوتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے کیڑے صاف فرماتے اور اسے نوش جاں فرماتے۔

تمور مدینہ کی مختلف انواع کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہے۔عجوہ کی طرح کئی ایک کھجور کی قسموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمغے بھی عطا ہوئے ہیں۔

جیسا کہ شروع میں گذرا کہ تنہا کھجور کو مختلف مراحل پر بسر، رطب، تمر، تمر عتیق تک نوش جاں فرمایا ہے،اس طرح کسی دوسری چیز کے ساتھ کھجور کو ملا کر بھی نوش فرماتے تھے،جیسا کہ تمر تِل کے ساتھ بھی نوش فرمایا ہے۔

۱۔رطب اور ککڑی

۲۔رطب اور زبدہ

۳۔رطب اور پنیر

۴۔رطب اور خربوزہ

۵۔مجیع: کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دودھ اور کھجور دونوں کو ملا کر پکایا جاتا تھا۔

۶۔حیس: ملیدہ، جس کے اجزاء یہ ہیں: کھجور، پنیر اور گھی

۷۔وطیئة: دودھ میں کھجور کو گوندھ کر تیار کیا جاتا تھا۔

۸۔دشیشہ: آٹے کو کھجور کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا تھا۔

شعیر: جَو

کھائی جانے والی چیزوں میں سب سے زیادہ جسم اطہر کی خدمت کا شرف شعیر کو بھی ملا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ستّو کی شکل میں بھی نوش فرمایا ہے، اور خبز اور روٹی کی شکل میں بھی نوش فرمایا ہے۔ گولائی اور موٹائی میں کمی بیشی (سائز) کے اعتبار سے خبز، اقراص اور رغیف مختلف نام تھے، جن کو نوش جان فرمایا ہے۔

کبھی تو ستّو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں گھول کر نوش فرما لیتے، کبھی پھانک کر سفوف کی طرح نوش فرماتے تھے۔

- خبز شعیر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منفرداً بھی نوش فرمایا ہے۔
- کبھی جو کی روٹی سرکہ کے ساتھ،
- کبھی زیتون کے تیل کے ساتھ،
- کبھی کھجور کے ساتھ نوش فرماتے۔
- کبھی توے پر زیتون کا تیل اور فلفل چھڑک کر آقا کے لئے جو کی روٹی تیار کی جاتی تھی۔

۱۔خبز کا لفظ جہاں روایات میں آتا ہے تو محدثین فرماتے ہیں کہ اس کا مصداقِ اول خبز شعیر کو لیا جاتا ہے۔

۲۔جہاں تصریح ہو وہاں گیہوں کی روٹی دوسرے نمبر پر مراد لی جاتی ہے۔ یہ دونوں قسم کی

روٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائی ہے اگرچہ ثانی الذکر کو یہ شرف کم ملا ہے۔

۳۔خبز مرقق : میدے کی روٹی کے متعلق تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نوش نہیں فرمائی۔

○

شعیر کو جمال جہاں آرا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکب شکلوں میں بھی استعمال فرمایا ہے:

۱۔ثرید: گوشت کے شوربے میں جو روٹی چوری گئی ہو

۲۔یا گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ گوشت کی یخنی میں جو چوری گئی ہو۔

۳۔خزیرہ: جس کے اجزاء یہ ہیں: دقیق آٹا، چربی، گوشت کے ٹکڑے۔ جب اس کو پینے کے لئے پتلا رکھا جائے۔

۴۔عصیدہ: مذکورہ اجزاء سے پکایا ہوا جو پینے کے لئے نہیں بلکہ کھانے کے لئے گاڑھا بنایا جائے۔ یا جس کے اجزاء یہ ہیں: آٹا، نمک، پانی۔

۵۔حریرہ: جس کے اجزاء یہ ہیں:

○ آٹا، دودھ، گھی

○ آٹا، دودھ، زیتون کا تیل

۶۔مثرودہ: روٹی جو گھی میں چور دی گئی ہو

۷۔خلیص: جس کے اجزاء یہ ہیں: آٹا، شہد، گھی

جَو یا کبھی گیہوں کے آٹے کو ان مذکورہ مرکب شکلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جاں فرمایا ہے، جن مرکبات کے اسماء مذکور ہوئے۔

○

لحم : گوشت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا۔

سب سے زیادہ پالتو جانوروں میں سے بھیڑ، بکری اور اونٹ کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہے۔

۱۔ جانوروں کے پیشاب پاخانہ کے مقام سے جو عضو جتنا دور ہوتا وہاں کا گوشت مرغوب تھا۔

۲۔ کتف: شانے کا گوشت

۳۔ لحم الظہر: پیٹھ کا گوشت۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطیب اللحم فرمایا ہے

۴۔ جنب: پہلو کا گوشت

۵۔ اگلے دونوں پیروں کا گوشت

۶۔ اور اگلے دونوں پیروں کے آگے گردن وغیرہ کا گوشت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا ہے۔

۷۔ مخ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا بھی نوش فرمایا ہے

۸۔ بطن: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرونی اعضاء میں سے دل وغیرہ کالی چیزوں کو بھون کر خود بھی کھائی ہیں اور صحابہ کرام میں تقسیم بھی فرمائی ہیں۔

○

گوشت کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف شکلوں میں نوش فرمایا ہے:

۱۔ پکایا ہوا

۲۔ بھونا ہوا

۳۔ قدید: نمک لگا کر دھوپ میں سکھایا ہوا

○

جن جانوروں کے گوشت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی نوش جاں فرمائے:

۱۔بقر: گائے کا گوشت

۲۔حباری: سرخاب/بٹیر/تغدری کا گوشت

۳۔ارنب: خرگوش

۴۔اِرویہ: پہاڑی بکری کا گوشت

۵۔حمار وحشی: جنگلی گدھے کا گوشت

۶۔چکور کا گوشت: اگرچہ بعضوں کو اس پر اشکال ہے مگر محققین نے اپنی تحقیق سے اس کو ثابت کیا ہے۔

۷۔جراد: زیتون کے تیل میں بھنی ہوئی ٹڈی

۸۔عنبر مچھلی: جو نمک لگا کر سکھائی گئی تھی، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جان فرمائی ہے۔

۹۔دجاجہ: مرغ یا مرغی کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے تھے۔

سبزیاں

سبزی ترکاریوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیزیں نوش فرمائیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔قلقاس: اروی

۲۔دباء/قرع: کدو

۳۔سلق: چقندر جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکب شکل میں نوش فرمایا ہے، جس کے اجزاء یہ ہوتے تھے: جَو کا آٹا، فلفل، زیتون کا تیل اور توابل (مصالحے)

۴۔زنجبیل: ہندوستان کے ایک راجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زنجبیل (ادرک) کے

دو گھڑے ارسال فرمائے تھے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا اور صحابہ کرام میں بھی تقسیم فرمایا۔ اس کا ذکر تو ہمارے یہاں روایت میں ہے۔

ہندوستان کے ایک راجہ کی لکھی ہوئی ڈائری یا تاریخ میں ہے کہ راجہ نے شق القمر رات میں چاند کے ٹکڑے ہونے کا نظارہ دیکھ کر اس کی تحقیق کی اور بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہونے پر اپنی طرف سے جو ہدایا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجے ہیں، ان میں پان اور اس کے لوازمات کا بھی ذکر ہے۔

جب شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ العالی سے اس تاریخی روایت کا ذکر آیا، تو انہوں نے اس مضمون کی فوٹو کاپی بھی طلب فرمائی تھی جو اس وقت غالباً ان کی خدمت میں ارسال کر دی تھی اور بھروچ کے ایک گجراتی جریدہ میں اس وقت یہ مضمون شائع بھی ہوا تھا۔

پھل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پھلوں کو پسند فرمایا:

۱۔ باکورہ: موسم کا سب سے پہلا پھل آتا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھ مبارک پر رکھتے۔ پھر اس پھل کو مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کا بوسہ ملتا، اور اس کو برکت کی دعا ملتی اور جو بچہ وہاں موجود ہوتا، اُسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرما دیتے۔

۲۔ کباث: مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیلو کے درخت کے پھل نوش فرمائے ہیں۔

۳۔ قثاء: ککڑی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔

- ککڑی تنہا بھی نوش فرماتے
- نمک کے ساتھ بھی
- رطب کے ساتھ بھی

○ شہد کے ساتھ بھی

○ ثرید وغیرہ کھانے کے ساتھ بھی، بالخصوص شہد میں چوری ہوئی روٹی کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی نوش فرمائی ہے۔

۴۔عنب: طائف کے تازہ انگور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائے ہیں اور خشک کشمش بھی نوش فرمائی ہے۔

۵۔توت: شہتوت

۶۔جُمار النخل: کھجور کی جڑ کھود کر جُمار نکال کر کھایا جاتا ہے۔

۷۔خربز: خربوزہ

۸۔بطیخ: تربوز/قثاء

۹۔انار: وفات سے چند ہفتے پہلے یوم عرفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انار نوش فرمایا۔

○

ابوالحسن الضحاک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں **ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قد اکل البصل مشویا قبل ان یموت بجمعة.**

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری ۔۔۔ رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک وخودی سے گرمیاں ۔۔۔ ڈال دی تو نے پیکرِ لات وہبل میں تھرتھری

ترے قدم پہ جبہہ سا روم وعجم کی نخوتیں ۔۔۔ تیرے حضور سجدہ ریز چین وعرب کی خودسری

تیرے سخن سے دب گئے لاف وگزاف کفر کے ۔۔۔ تیرے نفَس سے بجھ گئی آتشِ سحرِ سامری

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے ۔۔۔ بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری

چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خامشی ۔۔۔ نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالؓ حق نوا ۔۔۔ صاعقہ ترے ابر کا لرزشِ روحِ بوذریؓ

شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا ۔۔۔ شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدریؓ

تجھ پہ نثار جان ودل، مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے ۔۔۔ دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری

تیرے گدائے بےنوا تیرے حضور آئے ہیں ۔۔۔ چہروں پہ رنگِ خستگی، سینوں میں دردِ بے پری

آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے ۔۔۔ رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری

تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا ۔۔۔ تیرے غلام اور کریں اہلِ جفا کی چاکری

جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں ۔۔۔ اب نہ وہ تیغِ غزنوی، اب نہ وہ تاجِ اکبری

اُٹھ کہ ترے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا ۔۔۔ دیر نہ کر کہ گر پڑی صحنِ حرم میں ابتری

جوش ملیح آبادی المتوفی: ۱۹۸۲ء

یا الٰہی سر بسجدہ ہے قلم بہرِ سخن
راہِ نعتِ مصطفیٰ پر اس کو کردے گامزن

ہو بیاں کچھ شانِ عالی احمدِ مختار کا
ہے یہی اہل محبت کے لئے خمرِ کہن

مکہ مولد، طیبہ مورد، حوض موعد حبّذا
حشر کے دن رب سلّم امتّی کی ہے لگن

انبیاء سب مقتدی ہیں لیلۃ المعراج میں
اور امام الانبیاء مہمانِ ربِ ذو المنن

پہونچے جب سدرہ پہ تو جبرئیل یہ کہہ کر رکے
ہست سوزاں ایں تجلی من نتانم پر زدن

قاب قوسین اور دنی اللہ اکبر! یہ مقام
اختیارِ خمر پر راجح ہوا شربِ لبن

عرش، کرسی، حوض، جنت سب کا نظارہ کیا
کیا مبارک ہے سفر ہیں شادماں روح و بدن

تحفۂ قرب و محبت پنجگانہ حاضری
یادگارِ خلعتِ اکرام ہے بے شبہ وطن

ذاتِ مرسل ہے رحیم اور وصف مرسل بھی رحیم
ان کی امت خیر امت، قرن ہے خیر الزمن

ہے لقب امی ولیکن جس طرف بھی دیکھئے
ان سے روشن عقل و دل، دین وفراست علم وفن

آئینہ بن کر ملے تھے جب ''حرا'' میں جبرئیل
آشکارا ہو گیا تھا سرِ علمِ من لدن

رحمۃ للعالمیں، محبوب رب، صادق امیں،
منبعِ ایثار وشفقت، مظہرِ خلقِ حسن

تا قیامت معجزہ ہر سورتِ قرآن ہے
بہرِ منکر ہے تحدی نفیٔ تاکیدِ بلن

ہے نبوت ہر نبی کی حق مگر اس دور میں
سکّۂ حضرت محمد مصطفیٰ کا ہے چلن

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے والوں کی نگاہ میں کیسے لگتے تھے؟

○

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھتے، تو یہ شعر پڑھا کرتے:

امین مصطفی بالخیر یدعو كضوء البدر زايله الظلام

امین ہیں، مصطفیٰ ہیں، خیر کی طرف بلانے والے ہیں، بدر ہیں، چودھویں کے چاند کے مانند ہیں، جسے تاریکی کے بعد دیکھا گیا ہو۔

○

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ زہیر بن ابی سلمی کا قول پڑھا کرتے تھے، جو زہیر نے ہرم ابن سنان کے بارے میں کہا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کا یہ شعر پڑھتے کہ:

لو کنت من شیء سویٰ بشر کنت المضیء لیلة البدر

اگر انسان کے سوا اور کوئی چیز آپ ہوتے، تو آپ دنیا کو روشن کرنے والے بدر، چودھویں کا چاند ہوتے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی یہ کہا کرتے تھے کہ ایسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہوسکتا۔

○

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گورے گورے تھے، گورے رنگ کے ساتھ تھوڑی سی سرخی بھی ملی ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک گہری سیاہ رنگ کی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سیدھے رہتے تھے۔ داڑھی گھنی تھی، وفرہ؛ کان کی لو تک بال مبارک ہوتے تھے۔ سینہ مبارک پر بالوں کی ایک پتلی لکیر تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی جیسا کہ چاندی کے لوٹے یا صراحی کی گردن ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق مبارک کے نیچے سے آپ کی ناف تک بال تھے جو سیدھے چھڑی کے مانند تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ اور سینہ پر کہیں اس کے علاوہ بال نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں ایڑیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے ایسا معلوم ہوتا کہ بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہوں، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہموار زمین پر چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے گویا کہ پیر اکھیڑ رہے ہوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو پورے چہرۂ انور کے ساتھ توجہ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتیوں کی طرح بہتا تھا، آپ کے پسینہ کی خوشبو مہکتے مشک سے زیادہ خوشبودار تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے اور نہ پستہ قد تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بدزبان تھے اور نہ برا دل رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے آپ جیسا نہیں دیکھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ بڑے دل والے، سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ عہد و وعدہ کو پورا کرنے والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکا یک دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا، اور جو شخص پہچان کر میل

جول کرتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ واوصاف جمیلہ کا گھائل ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنا لیتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریفہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔

○

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے، دونوں کندھے مبارک کے درمیان کچھ فاصلہ تھا، حضور کے بال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں کان کی لو تک پہنچ جاتے۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑے میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے کبھی کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

○

ام معبد خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کو بیان فرماتی ہیں کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس کا حسن اپنی طرف دعوت دینے والا، اور چہرہ ایسا روشن، اتنا روشن کہ نگاہ چندھیا جائے، ظاہری حسن کے ساتھ تمام باطنی خوبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک کے بڑے ہونے اور سر مبارک کے چھوٹے ہونے وغیرہ کسی طرح کا کوئی عیب کسی عضو میں نہیں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین تھے کہ یہ حسن تمام اعضاء پر برابر منقسم تھا کہ ایک سے بڑھ کر ایک عضو حسین تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھ مبارک گہری سیاہ تھیں اور پلکیں لمبی اور مڑی ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک گرج دار تھی اور گردن مبارک نمایاں تھی اور داڑھی گھنی، ابروؤں کے بال پتلے پتلے جس کے ختم ہونے کی جگہ کے کنارے نہایت حسین نوک کی طرح

معلوم ہوتے تھے، بالخصوص دونوں ابرو جس جگہ آکر ملتے تھے تو دونوں کناروں کے ملنے کا حسن بڑا عجیب تھا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے تب بھی نہایت وقار معلوم ہوتا، اور گفتگو فرماتے تو آسمان کی طرح کائنات پر چھا جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قت رعب ڈھانپے رہتا کہ دیکھنے والا مرعوب ہوجاتا لیکن اس قدر رعب کے باوجود تمام انسانوں سے زیادہ آپ کا حسن و جمال اپنی طرف دعوت دینے والا ہوتا۔ جو آپ کو دور سے دیکھتا رہتا تو مرعوب رہتا، جو قریب پہنچ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور حلاوت کا گرویدہ ہوجاتا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میٹھی میٹھی ہوتی تھی۔

گفتگو کا انداز ایسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو گفتگو فرماتے، اس میں فاصلہ ہوتا، مسلسل گفتگو نہیں ہوتی تھی، یہ گفتگو نہ بہت زیادہ مختصر ہوتی کہ سمجھ میں نہ آئے، اور نہ اتنی طویل ہوتی کہ سننے والا اکتا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات گویا کہ پروئے ہوئے موتی جس کی لڑی ٹوٹ گئی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا، نہ بہت اونچے معلوم ہوتے تھے، نہ بہت پستہ قد معلوم ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی مثال ایسی جیسے کہ دو خوبصورت ٹہنیوں کے درمیان تیسری خوبصورت ٹہنی ہو۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابوبکر اور عامر بن فہیرہ کے درمیان تیسرے سب سے حسین ترین تھے اور ہر طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن نظر آرہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء آپ کو گھیرے رہتے۔

اگر آپ تکلم فرماتے تو آپ کی گفتگو کے دوران وہ چپ رہتے، اگر آپ کسی چیز کا حکم فرماتے تو آپ کی تعمیلِ ارشاد میں وہ جلدی کرتے۔

آپ خدام میں گھرے رہتے، چاہنے والوں کا جم گھٹا رہتا، نہ چہرہ پر کبھی شکن آتی، نہ حسنِ

کلام متأثر ہوتا۔

○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قد کے تھے، نہ بہت زیادہ طویل اور نہ بہت زیادہ پستہ قد، خوبصورت رنگ تھا، نہ بہت زیادہ گورے اور نہ بالکل گندمی رنگ، بال بھی نہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے، ہر وقت ایسے معلوم ہوتے کہ ابھی کنگھی کی ہو۔

○

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوتا تھا۔ درمیانہ قد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ طویل تھے اور بہت زیادہ لمبی قامت سے تھوڑے کم تھے۔

سر مبارک بڑا تھا، بال مبارک ہر وقت کنگھی کئے ہوئے معلوم ہوتے، اگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ نکل آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ کو رہنے دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کانوں کے لو سے آگے متجاوز نہیں ہوتے تھے، ہاں اس وقت ہوتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو چھوڑے رکھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت رنگ والے تھے، چہرہ کے اعضاء میں پیشانی وسیع معلوم ہوتی تھی۔

دونوں ابروؤں کی چاروں نوک صاف معلوم ہوتی تھیں، دونوں ابرو چوڑے تھے لیکن دونوں ایک جگہ پر آ کر ملے ہوئے نہیں تھے۔ ان دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت نمایاں معلوم ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلند خوبصورت تھی، وہاں ایک نور رہتا تھا جو اس پر

چمک رہا ہوتا، جس نے آپ کو غور سے نہ دیکھا ہو وہ آپ کو سمجھتا کہ آپ اونچی ناک والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھنی داڑھی والے تھے، دونوں آنکھوں کی سیاہی زیادہ تھی، ہموار گال والے تھے، کشادہ منہ والے تھے، دانت مبارک کے کنارے باریک تیز تھے، دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا، سینہ مبارک پر بالوں کی پتلی ایک لکیر تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک گویا کہ ایسی جیسی کہ خالص چاندی کی گڑیا کی گردن ہو، درمیانی جسم کے تھے، بدن کچھ بھاری معلوم ہوتا لیکن اعضاء ہر ایک دوسرے سے مکمل طور پر ملے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ اور سینہ دونوں ایک سطح پر برابر معلوم ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک بھی ہموار، دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر کپڑا نہ ہوتا تو جسم اطہر نہایت نورانی معلوم ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کے نیچے سے لے کر ناف کے درمیان تک ایک بالوں کی لکیر تھی جو خط کی طرح چلتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پستان اور پیٹ وغیرہ سارے اعضاء بالوں سے خالی تھے، دونوں کلائی کے ظاہری حصہ پر اور دونوں کندھوں پر چند بال تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوڑے سینہ والے، لمبے پہنچے والے تھے، کشادہ ہتھیلی والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور ایڑیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پیر لمبے تھے، ہموار کمر والے تھے۔

دونوں ایڑیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ دونوں قدم کے اوپر کے حصے پر گوشت نہیں تھا، ان دونوں سے پانی جلد سرک جایا کرتا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک اٹھاتے تو قوت سے اٹھاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے دوران دونوں پیروں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ ہوتا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم

زمین پر پیر آہستگی سے رکھتے، تیز چلتے، جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا کہ بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو پورے چہرۂ انور کے ساتھ توجہ فرماتے، نگاہ مبارک ہمیشہ نیچی رہتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر زمین کی طرف زیادہ رہتی، آسمان کی طرف کم رہتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر دیکھنا صرف ایک لمحہ کے لئے ہوتا تھا، ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کو اپنے سے آگے چلنے کو فرماتے تھے اور جس سے ملتے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سلام میں ابتداء فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ کا میدان خوب گرم ہوجاتا اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑے ہوتے تھے، تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بچتے تھے۔

○ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخی تھے کبھی کسی چیز کے متعلق سوال نہیں فرمایا گیا جس میں آپ نے 'لا' ارشاد فرمایا ہو، 'نہیں' ارشاد فرمایا ہو۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے۔

○ اور سب سے زیادہ باحیاء تھے، پردہ پوش جوان خاتون کے اپنے پردے میں باحیا ہونے سے بھی زیادہ باحیا تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ میں جمتی نہیں تھی۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے نہیں تھے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتِ پاک کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے، نہ اپنے لئے غصہ فرماتے تھے۔ ہاں مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حرمات کا انتہاک ہو رہا ہو، اُس کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، تو اُس وقت اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

○ اور جب غصہ فرماتے تھے تو آپ کے غصہ کے سامنے کوئی ٹک نہیں سکتا تھا، کوئی کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

○ اور قریب اور بعید اور قوی اور ضعیف سب حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برابر تھے۔

○ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر خواہش ہوئی نوش فرمالیا، خواہش نہیں ہوئی چھوڑ دیا۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔

- اورخوان پر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔
- اورکسی مباح سے روکتے نہیں تھے،
- اگر کھجور پاتے تو اسے نوش فرمالیتے، اگر روٹی پاتے اسے نوش فرمالیتے، اگر بھنا ہوا گوشت پاتے تو اسے نوش فرمالیتے، اگر گیہوں کی روٹی پاتے یا جو پاتے اسے نوش فرمالیتے، اگر دودھ میسر آتا تو اس پر اکتفاء فرماتے۔
- ککڑی کو رطب کے ساتھ نوش فرماتے۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔
- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمایا۔
- اور آلِ محمد پر ایک اور دو مہینے گذر جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی، اور سب کا کھانا کھجور اور پانی رہتا تھا۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ نوش فرمالیتے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔
- اور ہدیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ عطا فرماتے تھے۔
- کھانے اور لباس میں تکلّف نہیں فرماتے تھے، جو میسر ہوتا وہ کھالیتے، جو میسر ہوتا وہ پہن لیتے۔
- اور چپل خود درست فرماتے،
- خود کپڑے پر پیوند لگالیتے،
- اور اپنے گھر والوں کے کاموں میں مدد فرماتے،
- بیماروں کی عیادت فرماتے،
- لوگوں میں سب سے زیادہ تواضع والے تھے۔
- جو آپ کو دعوت دیتا، چاہے غنی ہو، فقیر ہو، معمولی آدمی ہو، باعزت آدمی ہو، سب کی

دعوت قبول فرماتے تھے۔

○ مساکین سے محبت فرماتے، اُن کے جنازوں میں شرکت فرماتے، اُن کے بیماروں کی عیادت فرماتے،

○ کسی فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے،

○ کسی بادشاہ سے اُس کی سلطنت کے وجہ سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی ہے گھوڑے پر بھی، اونٹ پر بھی، دراز گوش پر بھی، خچری پر بھی، اور اپنے پیچھے اپنے غلام کو ردیف بناتے یا غلام کے علاوہ اور کسی کو ردیف بناتے، کسی ایک کو پیچھے چلنے کے لئے چھوڑتے نہیں تھے اور فرماتے تھے کہ ''میرے پیچھے کی جگہ ملائکہ کے لئے چھوڑے رکھو''۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوف پہنتے تھے اور پٹی والی چپل پہنتے تھے،

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب لباس حبرہ تھا جو یمن کی چادریں ہوا کرتی تھیں جس میں سفیدی اور سرخی ملی ہوئی ہوتی تھی۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی ہوتی تھی جس کا نگ بھی اسی سے تھا، داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے تھے، کبھی اس کو بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتے تھے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خزانوں کے لینے سے انکار فرمادیا اور دنیا کے خزانوں پر آخرت کو ترجیح دی۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اللہ بکثرت فرماتے،

○ بہت کم بات فرماتے،

○ نماز لمبی ادا فرماتے، خطبہ مختصر فرماتے،

○ لوگوں سے بہت زیادہ تبسم فرمانے والے تھے اور ان کے ساتھ بشاشت سے ملنے والے

تھے،

○ ساتھ یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لگا تار غموں والے، ہمیشہ فکرمند رہتے تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو پسند فرماتے تھے اور بدبو ناپسند فرماتے تھے۔

○ باعزت لوگوں سے بھی الفت فرماتے، اونچے مرتبہ والوں کا اکرام فرماتے

○ اور کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشاشت بند نہیں ہوتی تھی

○ اور کسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جفا نہیں فرماتے تھے۔

○ مباح کھیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے، اس پر نکیر نہیں فرماتے تھے،

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی فرماتے مگر مزاح میں بھی حق بات ہی فرماتے،

○ اور عذر پیش کرنے والے اور معافی مانگنے والے کی معافی قبول فرماتے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام بھی تھے، باندیاں بھی تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں اور لباس میں ان پر برتری نہیں فرماتے تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وقت اللہ کے لئے عمل کے علاوہ میں گزرتا نہیں تھا، یا جو ضروری امور ہوں اس میں گزرتا اور اپنے گھر والوں کے لئے گزرتا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں اور فرمایا کہ کوئی نبی نہیں گزرے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمانے لگیں کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کی تفسیر تھے۔

○ اللہ کی وجہ سے غصہ فرماتے، اللہ کی وجہ سے راضی ہوتے۔

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمدہ سے عمدہ ریشم، موٹا ریشم اور باریک ریشم میں نے چھوا نہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم و نازک ہو، اور میں نے کوئی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

پر فائق ہو۔

○ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی، پھر بھی کبھی بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُف تک نہیں فرمایا،

○ اور کسی چیز کے متعلق جو میں نے کی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

○ اور کسی چیز کے متعلق جو میں نے نہ کی ہو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

○ اللہ تبارک وتعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام اخلاق کاملہ جمع فرمادئے تھے اور تمام عمدہ سے عمدہ افعال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع فرمادئے تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا تھا اور وہ چیزیں عطا فرمائی تھیں جن میں نجات ہے اور کامیابی ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، پڑھ نہیں سکتے تھے، لکھ نہیں سکتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انسانوں میں سے آپ کا کوئی معلم اور استاذ نہیں۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت اور صحراء کے علاقہ میں پرورش پائی، پھر بھی اللہ نے آپ کو وہ کچھ عطا فرمایا جو جہاں والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، اور تمام اولین اور آخرین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا۔

اللہ تعالی کی حساب کے دن تک ہمیشہ رہنے والی دائمی رحمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔

گذارش:

خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جس خلق کو آپ عملی بناتے جائیں،

اس دائرہ میں نشان لگاتے جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے اور سب سے واضح دلائل میں سے قرآنِ عزیز ہے، کہ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے، نہ اس کے پیچھے سے آسکتا ہے۔

یہ قابل تعریف اور حکمت والے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے جس نے اہلِ فصاحت کو عاجز کر کے رکھ دیا اور اہلِ بلاغت کو حیران کر کے رکھ دیا اور ان سب کو تھکا کر کے رکھ دیا کہ وہ اس جیسی دس سورتیں لے آئیں، یا کوئی ایک سورت لے آئیں، یا کوئی ایک آیت لے آئیں۔

اور مشرکین نے بھی اس کے معجز ہونے کی شہادت دی اور منکرین اور ملحدین نے بھی اس کی سچائی پر یقین جتایا۔

○

اور مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شق القمر کا معجزہ دکھایا کہ چاند شق ہوگیا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہوگئے اور یہی اللہ تبارک وتعالی کے اس قول سے مراد ہے کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ.

○

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے میرے لئے زمین کو سکیڑ لیا، پھر میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، وہاں تک میری امت کی حکومت پہنچے گی جتنا میرے لئے سمیٹا گیا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالی نے آپ کا قول سچ کر دکھایا اس طرح کہ آپ کی امت کی حکومت مشرق اور مغرب کے آخری کناروں تک پہنچ گئی لیکن جنوب اور شمال میں اتنی نہیں پھیل سکی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے خشک تنہ پر خطبہ دیتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، تو کھجور کا خشک تنہ گابھن اونٹنی کی طرح

رونے لگا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے، اسے گلے لگایا، اور وہ سسکیاں لے رہا تھا، جس طرح کہ وہ بچہ سسکی لیتا ہے جسے خاموش کیا جا رہا ہو، تب جا کر اس کھجور کے خشک تنہ کو سکون ہوا۔

○

اور پانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک سے، ایک سے زائد مرتبہ پھوٹا ہے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں رکھا، پھر حضرت عمر کی، پھر حضرت عثمان کی ہتھیلی میں رکھا، پھر بھی وہ تسبیح پڑھتی رہیں۔

○

اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے، اس حال میں کہ وہ کھایا جا رہا ہوتا تھا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر سلام کرتے تھے، درخت سلام کرتے تھے ان راتوں میں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر مبعوث کئے گئے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زہر میں پکائی ہوئی بونگ/دست نے کلام کیا ہے، اور وہ صحابی وفات پا گئے جنہوں نے اس زہر آمیز بکری میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا تھا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتقال کے بعد چار سال زندہ رہ سکے۔

○

اور بھیڑیئے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی ہے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں ایک اونٹ پر گزرے جس کے ذریعہ پانی کھینچا جارہا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دیکھا تو وہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ کام کی کثرت اور چارہ کی کمی کی شکایت کر رہا ہے''۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے جس میں اونٹ تھا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دیکھا تو آواز سے رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے فرمایا کہ وہ مجھے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے تکلیف دیتے ہو اور اس سے برداشت سے زیادہ کام لیتے ہو۔

○

دوسرے ایک باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے جس میں دو نر اونٹ تھے اور ان دونوں کا مالک ان کے پکڑنے سے عاجز تھا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے ایک نے دیکھا، تو وہ آپ کے پاس آیا یہاں تک کہ گھٹنے آپ کے سامنے ٹیک دئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار پکڑی اور اس کے مالک کے ہاتھ میں تھما دی، پھر جب دوسرے اونٹ نے اس کو دیکھا تو اس نے بھی ایسا ہی کیا۔

○

ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، تو زمین کو پھاڑتے ہوئے ایک درخت آیا یہاں تک کہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے، تو اللہ نے درخت کو اجازت دی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درختوں کو حکم فرمایا تو دونوں مل ہو گئے، پھر دونوں کو حکم فرمایا تو

دونوں الگ ہو گئے۔

○

ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو حکم فرمایا تو اس کی جڑیں کٹ گئیں یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو واپس اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اونٹوں کا نحر فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سو اونٹ تھے جو سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ مجھ سے آپ پہل کیجئے۔ اور ایک روایت میں چھ اونٹوں کا ذکر پہل کرنے کے سلسلہ میں وارد ہے۔

دونوں روایات میں جمع اس طرح ہے کہ اونٹوں کو فدائیت کا جذبہ خالق و مالک نے عطا فرمایا تھا، ساتھ ہی یہ سمجھ بھی دی تھی کہ ہم سرکار کی تکلیف کا سبب نہ بنیں۔ اس لئے دائیں بائیں دونوں طرف سے تین تین، ایک دوسرے سے سبقت کر رہے ہوں گے۔

○

ایک کمزور بکری کے تھن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک پھیرا، جس سے نر نے ابھی جفتی نہیں کی تھی، پھر بھی تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا اور اسی طرح کا قصہ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں بھی پیش آیا ہے۔

○

حضرت قتادہ ابن نعمان ظفری کی آنکھ نکل گئی یہاں تک کہ ان کے ہاتھ میں آ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا، تو ان کی دونوں آنکھوں میں سے وہ سب سے زیادہ حسین تھی اور سب سے زیادہ دیکھنے میں تیز تھی، اور یہ بھی کہا گیا پتہ نہیں چلتا تھا کہ دونوں میں سے کونسی ہے۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر تھوک کے چھینٹوں کے ساتھ دم فرمایا، جب کہ آپ کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں تو اسی وقت وہ اچھے ہو گئے، اور اس کے بعد کبھی بھی آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی جب بیمار رہوئے، تو اچھے ہو گئے اور اس کے بعد عمر بھر میں یہ بیماری کبھی نہیں ہوئی۔

○

عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا پیر ٹوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دستِ مبارک پھیرا تو اسی وقت وہ اچھا ہو گیا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اُبی ابن خلف جمحی جنگِ احد میں قتل کیا جائے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑی پر ذراسی خراش لگائی تو وہ مر گیا۔

○

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے مکی دوست اُمیہ بن خلف سے فرمایا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمارہے تھے کہ وہ آپ کو قتل کریں گے، چنانچہ وہ بدر میں کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

○

اور جنگِ بدر میں مشرکین کے مرنے کی جگہوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، فرمایا کہ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے کل کو انشاء اللہ، اور یہ انشاء اللہ کل کو فلاں کے مرنے کی جگہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی جگہ سے ان میں سے کوئی ایک بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کئی جماعتوں کی خبر دی تھی جو سمندری جہاد کریں گی

اور یہ کہ ام حرام بنت ملحان انہیں میں سے ہیں، تو ایسا ہی ہوا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

○

آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ انہیں امتحان پہنچے گا، آزمائش پہنچے گی، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی کذاب کے قتل کی خبر دی تھی جس رات وہ قتل کیا گیا تھا، اور قاتل کے نام کے ساتھ خبر دی تھی حالانکہ وہ صنعاء، یمن میں قتل کیا گیا تھا۔

○

اسی جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے قتل کے بارے میں خبر دی تھی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیماء بنت بقیلہ ازدیہ کے متعلق خبر دی تھی کہ اسے سرخ رنگ والی خچری پر کالی اوڑھنی میں سوار کرایا گیا ہے، پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں اسی حال اور کیفیت میں وہ پکڑی گئی۔

○

اور ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم اچھی زندگی گزارو گے اور شہادت کی حالت میں تمہیں موت آئے گی، چنانچہ ان کی زندگی قابلِ تعریف گزری اور جنگِ یمامہ میں وہ شہید ہوئے۔

○

ایک شخص کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو کہ مدعیِ اسلام تھا اور وہ جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، یہ فرمایا تھا کہ انـه من اهل النار، تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو سچا فرمایا اس طرح کہ اس نے خودکشی کر لی۔

○

فَقَلِيْلاً مَّا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ تبارک وتعالی نے سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ بقرہ نازل فرمائی۔

اس میں ایک پیشن گوئی ہے کہ یہودی بہت ہی کم تعداد میں ایمان لائیں گے۔ پندرہ ہزار برس کے عرصہ میں ملک کے ملک اور فرقوں کے فرقوں مسلمان ہو گئے، مگر یہودیوں کے بارے میں یہ پیشن گوئی اٹل رہی۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معدودِ چند یہودی مسلمان ہوئے۔ یہی حال اب تک بھی ہے، اور قیامت تک یہ سچی خبر اسی طرح اٹل رہے گی۔

○

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اگلی صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

○

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالی ان سے گرمی اور سردی کو دور کر دے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کبھی گرمی اور سردی محسوس نہیں فرماتے تھے۔

○

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالی انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور قرآن کی تفسیر کا علم دے، چنانچہ انہیں ان کے علم کی کثرت کی وجہ سے سب سے بڑا عالم اور علم کا سمندر کہا جاتا تھا۔

○

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طولِ عمر کی دعا اور مال کی کثرت اور اولاد کی کثرت کی دعا فرمائی تھی اور اس بات کی دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالی ان کے لئے اس میں برکت فرمائے، چنانچہ ان کی پشتی نرینہ اولاد ایک سو بیس ہوئیں اور ان کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا اور انس رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو بیس برس یا اس کے قریب ہوئی۔

○

اور عتیبہ بن ابی لہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک پھاڑ دیا تھا اور آپ کو ایذاء دی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا فرمائی تھی کہ اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط فرمائے، تو شیر نے اسے شام کے علاقہ میں زرقاء نامی جگہ میں چیر کر رکھ دیا تھا۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کے نہ ہونے کی اور قحط سالی کی شکایت کی گئی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ تو آپ نے اللہ عزوجل سے دعا فرمائی ایسے وقت میں کہ آسمانوں میں کوئی بادل کا ٹکڑا تک نہیں تھا۔

فوراً ہی پہاڑوں جیسے بادل اکھٹے ہو گئے اور اگلی جمعہ تک بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی کثرت کی شکایت کی گئی، تو اللہ عزوجل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور بارش تھم گئی اور لوگ دھوپ میں چلنے لگے۔

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خندق کو جو ہزاروں تھے ایک صاع شعیر یا اس سے بھی کم سے، اور ایک بکری کے بچہ سے کھانا کھلایا اور سب کے سب سیر ہو کر لوٹے جب کہ کھانا ابھی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔

○

اور تمام اہلِ خندق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی کھجور میں سے کھلایا، جس کو لے کر بشیر

بن سعد کی بیٹی اپنے ابا اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تھی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ چار سو سواروں کو بطور زادِ راہ کھجور دیں، جو ڈھیر تھا، اتنا تھا جیسا کہ ایک اونٹ بیٹھا ہوا ہو۔ چنانچہ اس میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو سواروں کو زادِ راہ دیا پھر بھی بچ گیا، وہ بھی اس طریقہ پر کہ گویا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں اسّی آدمیوں کو جو کی روٹیوں سے کھلایا، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی بغل کے نیچے دباتے ہوئے لے کر آئے تھے یہاں تک کہ اسّی آدمیوں نے سیر ہو کر اسے کھایا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذاتی زادِ راہ میں سے پورے لشکر کو کھانا دیا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

بقیہ کو اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹا کر واپس رکھ دیا اور اس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی تو عمر بھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں سے کھاتے رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک اس میں سے کھاتے رہے۔

پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے، تو جو ہدیہ کے لئے لادا گیا تھا، اس میں سے پچاس وسق تھا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستہ میں دیا۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بناء کے وقت جو کھانا کھلایا وہ ایک برتن میں تھا جو ام سلیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ پتہ نہیں چلتا تھا

کہ جب رکھا گیا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جس وقت اٹھایا گیا۔

○

اور جنگِ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر مٹی کفار کے لشکر پر پھینکی تھی اس کی برکت سے اللہ نے انہیں ہزیمت اور شکست سے دوچار کیا۔

ان میں سے بعضوں نے کہا بھی کہ ہم میں سے کوئی باقی نہیں رہا تھا کہ جس کی آنکھیں مٹی سے نہ بھر گئی ہوں، اسی کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.**

○

قریش کے سو آدمی کھڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ نکلنے کے منتظر تھے، ان کے سامنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں پر مٹی ڈال دی اور تشریف لے گئے اور ان کو پتہ بھی نہیں چلا۔

○

اور سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کے قتل کے ارادہ سے یا آپ کے قید کرنے کے ارادہ سے آپ کا پیچھا کیا۔ جب آپ سے قریب ہو گیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف بددعا فرمائی، تو اس کے گھوڑے کے اگلے پیر زمین میں دھنس گئے، تب اس نے امان کی درخواست کی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اللہ نے اسے نجات دی۔

○

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور واضح دلائل اور صاف ستھرے اخلاق اور بھی ہیں، ایک نمونہ دکھلانے کے لئے ہم نے اتنے ہی پر اکتفاء کیا ہے۔

اے رسولِ ہاشمی! اے سرِّ تکوینِ حیات　　اے کہ تیری ذات ہے وجہِ نمودِ کائنات

تو نہ تھا تو محفلِ کون و مکاں بے رنگ تھی　　تو نہ تھا تو بزمِ ہستی سازِ بے آہنگ تھی

خواب میں آسودہ ابراہیم کی تکبیر تھی　　ہیبتِ ضربِ کلیم ایک خواب کی تعبیر تھی

بربطِ داؤد اک مدت سے رہنِ زنگ تھا　　مے تو تھی لیکن بہت بے کیف اور کم رنگ تھا

قالبِ ہستی میں دوڑا دی شعاعِ زندگی　　ہو گئی ارزاں ترے دم سے متاعِ زندگی

اس طرح توڑا طلسمِ باطلِ حرص و ہوس　　چشمِ اعرابی میں کسریٰ کا تجمل خار و خس

زندگی تیرے لئے اک داستانِ عشق و مرگ　　یہ جہانِ بے ثبات اک کاروانِ عشق و مرگ

حکیم احمد شجاع ساحر المتوفی: ۱۹۶۹ء

سرورِ کون ومکاں، محبوبِ رب العالمیں
میرے آقا ساقیِ کوثر شفیع المذنبیں

خواجۂ کونین اور گھر میں فقط نانِ جویں
اور کہیں یہ بھی میسر میرے آقا کو نہیں

عظمتِ قرآں کا پرتو ان کا رخسارِ حسیں
شوکتِ کعبہ کا نقشہ ان کی زلفِ عنبریں

آپ کا اسم گرامی دلنواز و دل نشیں
آپ کا ذکرِ مبارک جاں فزا و جد آفریں

اے خوشا صلی علیٰ ان کا جمالِ دل نشیں
روح ِایماں روحِ دل روحِ نظر روحِ یقیں

جو بہاریں ہیں یہاں وہ باغِ جنت میں نہیں
ارضِ طیبہ بے گماں ہے رشکِ فردوسِ بریں

اس کے اک ذرے کی قیمت گلشنِ جنت نہیں
یہ مدینے کی زمیں ہے، یہ مدینے کی زمیں

تھے ابوبکر و عمر عکس جمالِ ہم نشین
مصطفیٰ کے جانشیں اور آج تک ان کے قریں

مرتبہ عثمان کا کیا ہو سکے مجھ سے بیاں
وہ تو ذو النورین ہیں، ان کا کوئی ثانی نہیں

کہہ رہی ہے اہل ملت سے یہ شانِ حیدری
ظلمتِ شب سے سحر کا نور دب سکتا نہیں

مفتی نسیم احمد صاحب فریدیؔ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مکان منازل بنوالحارث میں عوالی میں تھا۔ آپ وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ سب بدحال تھے۔

آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر وفات کے بعد حبرہ چادر آپ پر ڈال دی گئی تھی۔

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے، بوسہ دیا، روتے رہے، اور روتے ہوئے یہ کلمات فرمائے بِأَبِیْ اَنْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کاش میرے باپ کا فدیہ قبول ہو جاتا۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہ کرے۔ ایک موت جو سب کے لئے مقدر ہے وہ تو آ چکی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ سے نکل کر مسجد میں پہنچے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کو ڈانٹ رہے ہیں کہ جو کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہو گئی اسی کے لئے موت مقدر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب سے ملنے کے لئے گئے ہیں، واپس تشریف لائیں گے اور جو اس طرح کہتے ہیں ان کو قتل فرمائیں گے۔

یہ سننے کے لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیار نہیں ہیں۔ اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب پہنچتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں بیٹھ جاؤ، تو بیٹھنے سے بھی انکار اور اپنا خطبہ بند کرنے سے بھی انکار۔

ادھر ان کا خطاب جاری اور دوسری طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا خطبہ شروع فرما دیا اور جیسے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبہ کے لئے شہادتین پر پہنچے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کو گھیر لیا۔

آپ نے **اَمَّا بَعْد** کے بعد فرمایا **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قال اللّٰه تعالىٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ۔**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے صدمہ میں لوگوں کو یہ آیت یاد ہی نہیں رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے جیسے ہی یہ آیت کیا نکلی، کہ ہر شخص کی زبان پر وہی آیت جاری ہوگئی۔

○ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حال ہوگئے تھے، روتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کھجور کا ایک تنہ جس پر آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہوگئے، تو دور تک آواز پہنچ سکے، اس کے لئے آپ نے منبر بنوایا، تو یہ کھجور کا خشک تنہ آپ کی جدائی میں رو پڑا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا، تب اسے سکون ہوا، تو آپ کی امت جنہیں آپ نے چھوڑا، یہ اس خشک تنہ کی بہ نسبت رونے کی زیادہ حقدار ہے یا رسول اللہ!

اسی طرح دیگر حضرات کے مراثی سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ یہ بلند مرتبہ مراثی اس بات کی دلیل ہیں کہ جو حادثہ اور بلا جو اس امت کو پیش آئی ہے، بڑی زبردست ہے؛ اتنی زبردست کہ مسلمانوں نے کبھی اس جیسی مصیبت کی شکل دیکھی تک بھی نہیں تھی اور اس سے پہلے اس جیسی مصیبت سے انہیں آزمایا نہیں گیا تھا۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات ہوگئی تو سارا مدینہ منورہ تاریک ہوگیا، اتنا تاریک، اتنا تاریک کہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں پاتا تھا۔ دوسرے کو دیکھنا درکنار، خود اپنا ہاتھ پھیلاتا، تو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا، ایسی تاریکی چھا گئی۔

○ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے دو فرط میری امت میں سے آگے چلے جائیں، تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر کسی کا کوئی ایک بچہ فوت ہو جائے تو؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے موفقہ! جس کا ایک فوت ہو جائے تو وہ بھی سیدھا جنت میں داخل ہو گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس کا کوئی ایک بھی پہلے آگے نہ گیا ہو تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِیْ**۔ کہ میں میری امت کا فرط ہوں، اور ان کے لئے آگے جا کر انتظام کروں گا کیوں کہ میری وفات جیسی مصیبت کے ذریعہ وہ کبھی آزمائے نہیں گئے تھے۔

○ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے، تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کہ وہ تمام مصائب میں سب سے عظیم تر ہے۔

○ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہاں سے تشریف بری کی مصیبت اتنی عظیم تھی کہ مدینہ منورہ کے اطراف واکناف جس سے تاریک ہو گئے، تمام انسان اپنے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے انواع واقسام کی بلا میں مبتلا ہو گئے۔

○ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اس وقت خود ملائکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حبرہ؛ سیاہ اور سرخ لکیر والی دو چادریں اوڑھا دیں۔

فرماتی ہیں کہ تمام مرد صحابہ اپاہج کی طرح بیٹھ گئے، وہ ایسے لوگوں کی طرح تھے کہ صرف اجسام ہیں، روح نہیں۔ اور انواع واقسام کی بلا گویا ان میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو جھٹلا رہا تھا۔

کچھ تھے جن کی زبانیں گنگ ہو گئی تھیں، پھر وہ اس دن تو ایک کلمہ نہیں بول سکے، اگلے دن سے کچھ بولنا شروع کیا۔

دوسرے وہ بھی تھے جو بے معنی کلام بولے جا رہے تھے، جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ جن کی عقلیں کام نہیں کر رہی تھیں، اور کچھ لوگ اپاہج بن کر بیٹھ گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو جھوٹا قرار دے رہے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان میں تھے جو اپاہج ہو چکے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں تھے جن کی زبانیں گنگ تھیں۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی اور آپ کو تکلیف زیادہ ہونے لگی، تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو

دیکھ کر فرمارہی تھیں وَا کَرْبَ اَبَاہ! ہائے میرے ابّا کی تکلیف!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے تھے کہ آج کے بعد تیرے ابّا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پکار رہی تھیں:

یَا اَبَتَاہ! اَجَابَ رَبًّا دَعَاہ! ہائے میرے ابّا! جنہوں نے اپنے رب کے بلاوے پر ہاں کردی۔

یَـا اَبَتَاہ! مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأوَاہ! ہائے میرے ابّا! جن کا ٹھکانہ جنۃ الفردوس بن گیا۔

یَا اَبَتَاہ! اِلیٰ جِبْرِیْلَ نَنْعَاہ! ہائے میرے ابّا! ہم جبریل امین کو آپ کی موت کی اطلاع دیتے ہیں۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آگئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوچھنے لگیں یَـا اَنَـس! اَطَـابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوا عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ التُّرَابَ۔ اے انس! تمہیں کیسے گوارا ہوا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال سکے؟

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کردیا گیا تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبر پر پہنچیں، قبر کی مٹی کی ایک مٹھی ہاتھوں میں لی، اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور روتی جاتی تھیں اور یہ شعر پڑھتی تھیں:

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو سونگھا تو اب دنیا بھر کی مصیبتیں اس کے بعد دیکھنا اور ان کو سونگھنا اس کے سامنے ہیچ ہے

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام عدن لیالیا

مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹی ہوتیں تو یہ دن بھی تاریک راتیں بن جاتے

○ مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا، مہاجرین اور انصار اپنے گھروں میں واپس پہونچ گئے، اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے حجرہ میں پہنچ گئیں، تو صحابیات آپ کے حجرہ میں آپ کی خدمت میں پہنچیں، تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

اغبر آفاق السماء وکورت شمس النهار واظلم العصران

آسمان کے کنارے اور اطراف غبار آلود ہو گئے اور نیر تاباں، خورشید عالم سورج بھی بے نور ہو گیا اور رات اور دن، دنیا اور آخرت سب تاریک نظر آ رہے تھے

فالارض من بعد النبی کئیبة اسفا علیه کثیرة الرجفان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے اب زمین بھی غمگین ہے اس پر افسوس کے مارے بکثرت وہ زلزلہ کی طرح ہل رہی ہے

فلتبکه شرق البلاد وغربها ولتبکه مضر وکل یمان

تمام مشرقی اور مغربی ممالک اور علاقے آپ پر رو رہے ہیں مضر اور سارا یمن رو رہا ہے

ولیبکه الطود المعظم جوه والبیت ذو الاستار والارکان

پہاڑ اور پہاڑوں کی فضائیں آپ پر رو رہی ہیں غلاف اور ارکان والا بیت اللہ، کعبہ وہ رونے میں مصروف ہے

یا خاتم الرسل المبارک صنوہ　　صلی علیک منزل الفرقان

اے خاتم الانبیاء! اللہ تبارک و تعالیٰ جس نے فرقان نازل فرمایا
اس کی کڑور ہا کڑور رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں

○ ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کبھی ہنستے دیکھا نہیں گیا تھا، ہر وقت، ہر گھڑی، ہمیشہ، آپ کے آنسو جاری رہتے تھے۔

اور کبھی کوئی چیز، کوئی ٹکر آپ کو لگ جاتی اور جسم زخمی ہو جاتا تھا، تو آپ کو نہ اس کی تکلیف کا پتہ چلتا تھا نہ اس کا احساس ہوتا تھا۔ کبھی ان سے کوئی بات پوچھی جاتی تو انہیں اس کا پتہ نہیں چلتا تھا۔

آپ کے اس حال کے مناسب کسی شاعر نے کہا:

دع مقلتی تبکی علیک بادمع　　ان البکاء شفاء قلب الموجع

میری آنکھوں کو بہت زیادہ آنسوؤں کے ساتھ تجھ پر رونے دے
کہ اس زخمی قلب کی شفاء اسی رونے میں ہے

ودع الدموع تلد جفنی فی الھوی　　من غاب عنہ حبیبہ لم یھجع

میرے آنسوؤں کو چھوڑ دے کہ میری پلکوں سے محبت میں لڑتے رہیں، جھگڑتے رہیں،
کیوں کہ جس کا حبیب چلا گیا ہو، اسے نیند کہاں آسکتی ہے؟

ولقد بکیت علیک حتی رق لی　　من کان فیک یلومنی و بکی معی

میں آپ پر روئی، روئی، یہاں تک کہ اس رونے کی وجہ سے آپ کے بارے میں جو مجھے ملامت کر رہا تھا
یہ منظر دیکھ کر اس کا دل بھی پسیج گیا اور اس نے بھی میرے ساتھ رونا شروع کر دیا

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دفن کر دیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

ان الصبر لجميل الا عنک وان الجزع لقبيح الا عليک

دنیا بھر کے تمام مصائب پر صبر کرنا ہی بہتر ہے مگر نہیں نہیں، آپ پر نہیں، آپ پر صبر اچھا نہیں ہے
آہ و بکاء اور فریاد یہ یقیناً بری ہے لیکن نہیں نہیں، آپ کی وفات پر بری نہیں ہے

○ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کی اطلاع کان میں پڑتے ہی کائنات کے مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لیں، بلکہ سجدہ میں چلے گئے اور گڑ گڑا کر حق تعالیٰ سے فریاد کرتے رہے کہ الٰہی! تو نے میرے محبوب کو اپنے پاس بلا لیا۔ میری دونوں آنکھوں کی بصارت بھی تو واپس لے لے، کیوں کہ وہ میرے محبوب نہیں ہیں جن کو میں ان آنکھوں سے دیکھ سکوں تو اب مجھے ان دونوں آنکھوں کی ضرورت نہیں۔ میری درخواست ہے کہ میری بینائی تو واپس لے لے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا، اس کے بعد سے لے کر وفات تک وہ نابینا رہے۔

○ محمد بن ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دینے لگے، جب کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں رکھا نہیں گیا تھا۔ اس حال میں جب اذان میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادتین پر پہونچتے ہیں اور فرماتے ہیں اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ! تو مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر لوگوں کی چیخیں بلند ہو گئیں۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوگئی، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ اذان کی خدمت اسی طرح جاری رکھئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے رہوں۔ تو اس کا آپ کو اختیار ہے، لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو جس کے لئے آپ نے مجھے آزاد کیا ہے، تو مجھے اس کے لئے چھوڑ دیجئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ **ما اعتقتک الا للّٰہ** میں نے اللہ ہی کے لئے تمہیں آزاد کیا تھا۔ تو حضرت بلال عرض کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں دے سکتا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اپنے بارے میں اس کا اختیار ہے۔

آگے راوی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ جب شام کی طرف لشکر جانے لگے، تو ان کے ساتھ شام چلے گئے اور اخیر تک پھر وہیں رہے۔

○ جب مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کے دل بہت زیادہ غمگین تھے، تو یہ منظر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے، اسی وجہ سے مدینہ منورہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور زبان حال سے یہ فرما رہے تھے:

ولما نأى الاحباب عنى واعرضوا   ولم ارج بعد البين من نحوهم قربا

جب احباب اور محبوب چلے گئے

اور اب قرب کی کوئی امید نہیں ہے اس جدائی کے بعد

خرجت بنفسی هاربا عن دیارھم　　　لئلا تری العینان ما یؤلم القلبا

تو اب میں ان کے علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہوں
تاکہ میری یہ دونوں آنکھیں محبوب کے دیار کو دیکھ کر قلب کو غمگین نہ کرتی رہیں

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور اس طرح چند دن میں اپنی جان دے دی تھی۔ اور ایک نے فراق کی پریشانی کے عالم میں گڑھے میں گر کر اپنی جان مالک کے سپرد کر دی تھی۔

○ محبّ جب محبوب کے آثار اور نشانات کو دیکھتا ہے، تو اس کا غم اور کرب اور بھڑ کتا ہے بالخصوص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف، اگر چہ یہ قبر کا حصہ ایسا ہے کہ اس کی روئے زمین پر خصوصیت ہے کہ ہر دن اور ہر رات ستر ہزار ملائکہ یہاں پر حاضری دیتے ہیں۔

○ نبیہ بن وہب سے مروی ہے کہ حضرت کعب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سب حضرات کرنے لگے، تو حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ فرما رہے تھے کہ کوئی فجر طلوع نہیں ہوتی مگر آسمان سے ستر ہزار فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو اپنے پروں سے چھونے کے لئے آسمانوں سے اترتے ہیں۔ پھر اپنے پروں سے قبر مبارک کو چھو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ شام تک اسی عبادت میں وہ رہتے ہیں۔
جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ اور دوسرے ستر ہزار

اترتے ہیں۔ وہ بھی قبر شریف پر پہنچ کر قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں، اپنے پروں سے قبر شریف کو چھوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ ستر ہزار رات میں اترتے ہیں اور ستر ہزار دن میں اترتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب حشر ہوگا اور زمین پھٹے گی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک سے اٹھ کھڑے ہوں گے، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کو اپنے بیچ میں لے کر ستر ہزار فرشتے چلنا شروع کریں گے۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال ہر پیر اور جمعرات کی شام میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کے اعمال اچھے ہوتے ہیں تو میں ان کے اچھے اعمال دیکھ کر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور برے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

○ دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

○ اصبہانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر پڑھتا ہے، مجھے اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ملائکہ سیاحین ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔

○ سلیمان بن سحیم فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں اور آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں، آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جی ہاں! اور میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

○ عمران بن حمیری فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ملائکہ میں سے ایک فرشتہ کو تمام مخلوقات کی آواز سننے کی اور سمجھنے کی قوت عطا فرما رکھی ہے، جو میری قبر پر ہر وقت کھڑا ہے اور قیامت تک وہاں پر وہ کھڑا رہے گا۔

میری امت میں سے جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھ سے کہتا ہے کہ اے احمد! آپ کی امت میں سے اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر وہ مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر اتنا اور اتنا ان الفاظ سے درود پیش کیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضمانت لی ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلوٰۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْراً جو آپ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا تو اللہ تبارک وتعالی کی اس پر دس رحمتیں نازل ہوں گی وَاِنْ زَادَہُ زَادَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اور اگر وہ زیادہ پڑھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمتیں بھی مزید ہوں گی۔

قال سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

أجـدِّک مـا لِـعَیْنِک لا تـنـامُ | کـأنَّ جُـفُـونَـهـا فیهـا کِـلامُ
لأمـرِ مـصیبةٍ عَـظُـمتْ وجَـلَّـتْ | فَـدَمْـع العیـنِ أهْـوَنُـه السِّجـامُ
فُـجِـعـنـا بـالـنبی وکـان فینـا | اِمـامَ کـرامةٍ،نِـعْـم الامـامُ
وکـان قِـوامَـنـا والـرأسَ مِـنَّـا | فـنـحـنُ الیوم لیـس لـنـا قِـوامُ
نـموجُ ونشتکـی مـا قـدْ لَقینا | ویَشـکـو فَـقْـدَه البـلـدُ الـحـرامُ
کـأن أُنُـوْفَـنـا لاقَیـنَ جَـدْعًـا | لِـفَـقْـدِ مـحـمـدٍ فیهـا اصْـطِلامُ
لِـفـقـدِ أغـرَّ أبیضَ هـاشـمـیٍّ | تَـمـامِ نبـــــوةٍ وبـه الخِتـامُ
أمینٌ مـصـطـفـیً لـلْـخیـرِ یدعو | کَـضَـوء البـدرِ زَایَـلَـهُ الـظَّـلامُ
سَـأتْبـعُ هَـدْیَـه مـا دمتُ حیًّـا | طَـوالَ الـدَّهـر مـا سَجَع الحَمـامُ
أدیـنُ بِـدِیـنـه ولِـکُـلِّ قـومٍ | قـدیـمٌ مـن ذَوائبهـم نِـظـامُ
فـلا تبـعـدْ فَـکُـلُّ کـریـمِ قـومٍ | سَیُـدرِکُـه ولـوْ کـرِه الـحِـمـامُ
کـأنَّ الارضَ بَـعْـدک طار فیهـا | فـأشْـعَـلَهـا بسـاکِنهـا ضِـرامُ
فـقـدنـا الـوحـیَ اذ ولَّیـتَ عـنَّـا | فـودَّعـنـا مَـن الـلّٰـهِ الـکَـلامُ
سِوٰی مـا قـد تـرکـتَ لنـا رهینًـا | تـوارَثُـهُ الـقـراطِیـسُ الـکِـرامُ
فـقـدْ اَوْرَثْـتَـنـا میـراثَ صـدقٍ | عـلـیکَ بـه الـتـحـیةُ والسـلامُ
مِـن الـرَّحـمـنِ فِـی اعـلٰی جِنـانٍ | مِـن الـفـردوسِ طـابَ بـه المقـامُ
رفیـقَ ابیکَ ابـراهیـمَ فیهـا | ومـا فـی مثـلِ صـحبتـهِ نَـدَامُ
واسـحـاقُ واسـمـاعیلُ فیهـا | بِهـا صَـلَّـوا لِـربِّهـمُ وصـامُـوا

وقال سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

مازلتُ مذْ وُضِعَ الفِراشُ لجنْبهِ و ثَوی مریضًا خائفًا اَتوَقَّعُ

شفقًا علَیّ اَنْ یزولَ مکانُهُ عنَّا فنبقیٰ بعدَه نَتَفَجَّعُ

نفْسی فداؤُک مَن لنا فی أمرِنا اَمْ مَن نشاورُه اذا نتوجَّعُ

واذا تحلُّ بنا الحوادثُ مَن لنا بالوحی من ربٍّ عظیمٍ نسمعُ

لیتَ السماءَ تفطَّرتْ أکنافُها وتناثرتْ منها نُجومٌ نُزَّعُ

لما رأیتُ الناسَ هدَّ جمیعَهم صوتٌ یُنادی بالنَّعیِّ المُسْمِعُ

والناسُ حول نبیهِم یدْعونه یبکونَ، اَعْیُنُهُمْ بماءٍ تَدْمَعُ

و سمعتُ صوتًا قبل ذلک هَدَّنی عباسُ یَنْعاه وصوتٌ مُفْظِعُ

فَلْیَبْکِهِ اَهلُ المدینةِ کُلُّهم والمسلمونَ بکل ارضٍ تَجْزَعُ

وقال سیدنا عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

فَیَا عَیْنِیْ ابْکِیْ وَلَا تَسْأمِی وَحُقَّ الْبُکَاءُ عَلَی السَّیِّدِ

تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا

وقال سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

ألا طَرَقَ النَّاعی بِلَیْلٍ فَرَاعَنِی فأرَّقَنی لمَّا اسْتَقَلَّ مُنادیا

فقلتُ له لمَّا رأیتُ الذی اتٰی أغیْر رسولِ اللّٰہ اِن کنتَ نَاعیا

فحقَّق ما اشفقتُ منه ولم یَئِلْ وکان خَلیلی عُدَّتِی وجَمالیا

فواللّٰہ ما اَنْسَاک احمدُ ما مَشتْ بِیَ العِیْسُ فی ارضٍ وجاوزتُ وادیا

وقال سيدنا عبد اللّٰه بن انيس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه

تَـطَـاولَ لَيْـلِـى واعتـرتْنى القَوارِعُ ... وخَـطْـبٌ جـليـلٌ لِلْبَـلِيَّةِ جـامِـعُ
غَـــداةَ نَعى النَّاعى الينا محمدًا ... وتلكَ التى تَسْتَكُّ مِنها المسامعُ
فـلـو ردَّ ميتًـا قتـلُ نـفسـى قَتَلْتُها ... ولـكـنَّـه لا يـدفـع الـموتَ دافـعُ
فآليتُ لا آسى على هُلكِ هالكٍ ... مـن الـنـاس مـا اوْفٰى ثَبيـرٌ ورافعُ
ولـكـنَّـنـى تـالٍ عـليـه ومُتْبِـعٌ ... مـصيبتَـهُ:اِنِّـى الـى اللّٰـهِ رَاجِـعُ
وقـد قبـض اللّٰـه الـنَّبِيِّيْـنَ قبلَـه ... وعـادٌ اصيبـتْ بـالـرُّزا والتَّبـابِـعُ

وقالت هند بنت اثاثة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها

اَشَـابَ ذُؤابَتِـى واذلَّ رُكْـنِـى ... بـكـاؤُكِ فـاطِـمُ الـمَيْتَ الفقيدا
فـأعـطيـتَ الـعطـاءَ ولـم تُكدِّرْ ... وأخـدمـتَ الـولائـدَ والـعبيـدا
وكـنـتَ مـلاذنـا فـى كـل لَـزْبٍ ... اذا هبَّـتْ شـاميةٌ بَـرودا
وانك خيـرُ مَنْ ركِبَ الـمَطايا ... واكـرمُهـم اذا نُسِبُـوا جُـدودا
رسـولُ الـلّٰـه فـارَقَنـا وكـنَّـا ... نُـرجِّـى ان يـكـونَ لـنـا خَـلُودا
افـاطـمُ فـاصْبِرى فـلقد اصابتْ ... رَزِيَّتُكِ التَّهـائـمَ والـنُّـجـودا
واهـلَ البَـرِّ والابـحـارِ طُـرًّا ... فَـلـم تُـخْـطِئْ مـصيبتُـه وَحيـدا
وكـان الـخيـرُ يُـصْبِـحُ فـى ذُرَاهُ ... سـعيـدَ الـجَـدِّ قـد وَلَـدَ السُّـعـودا

وقالت صفية رضى اللّٰہ تعالیٰ عنها
(عمة النبى صلى اللّٰہ عليه وسلم)

عينُ جُودى بِعَبرةٍ وانْتِحابٍ — لِلنَّبى المطَهَّر الاثْواب
وانْدُبى المصطفٰى وسُحِّى وجُمِّى — بدُمُوعٍ غَزيرةِ الأسراب
عينُ مَنْ تنْدُبِين بعدَ رسول — اللّٰہِ قد خصَّهُ بِأُمِّ الكتاب
واجْتبَاه بِعلْمه وارْتضاه — وهَداه بعد العمٰى للصَّواب
فالحٌ حاتمٌ رؤوفٌ رحيمٌ — صادقُ الْقيلِ طيِّبُ الاثْواب
مُشْفِقٌ ناصحٌ حريصٌ علينا — رحمةٌ مِنْ الٰهنا الوَهَّابِ
رحمة اللّٰه والسَّلامُ عليه — وجزاهُ المليكُ خيرَ الثواب

وقالت صفية ايضارضى اللّٰہ تعالیٰ عنها
(وتُروى لاُختها اَرْوٰى)

ألاَ يا رسول اللّٰہِ كنتَ رجاءَ نا — وكنتَ بنا بَرًّا ولم تكُ جافيا
وكنتَ بنا رؤوفاً رحيمًا نبيًّنا — لِيَبْكِ عليكَ اليومَ مَنْ كان باكيا
لَعمرُك ما أبكِى النبىَّ لِفَقْدِه — ولكن لِهَرْجٍ كان بعدَك آتيا
كأن علٰى قلبى لِذكرٰى محمدٍ — وما خِفتُ من بعد النبى المكاوِيا
اَفاطمُ صلى اللّٰه ربُّ محمدٍ — علٰى جَدَثٍ امسٰى بِيَثْرِبَ ثاوِيا
أرٰى حَسَنًا اَيْتَمْتَه وتَركْتَه — يُبكِّى ويدعو جَدَّه اليومَ نائِيا
فدىً لرسول اللّٰه اُمِّى وخالتى — وعَمِّى ونفسى قُصْرَةً ثم خاليا
صَبَرْتَ وبَلَّغتَ الرِّسالة صادقا — وقوَّمتَ صُلْبَ الدِّين اَبْلَجَ صافيا
فلوْ اَنَّ ربَّ العرش ابقاكَ بيننا — سَعِدْنا ولكنْ اَمْرُه كانَ ماضيا
عليكَ مِن اللّٰه السلامُ تَحِيَّةً — واُدْخِلْتَ جنَّاتٍ من العَدْنِ راضيا

سیرت پاک کی ترتیب زمانی

اسلامی	عیسوی		واقعات
		آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چند ماہ قبل	والد ماجد عبداللہ کی وفات
		۵۰ دن قبل از ولادت	واقعۂ اصحاب فیل
۸ یا ۱۲/ ربیع الاول	۲۹/اگست ۵۷۰م یا ۲۲/اپریل ۵۷۱م	بروز دوشنبہ	سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
			سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رضاعت
	۵۷۵م	بعمر ۴ سال بروایتے	والدہ ماجدہ آمنہ ابواء میں وفات پاگئیں
	۵۷۶م	بعمر ۵ سال	واقعۂ شق صدر
	۵۷۶م	بعمر ۵ سال	والدہ ماجدہ کے یہاں واپسی
	۵۷۶م	بعمر ۵ سال بروایتے	والدہ ماجدہ آمنہ ابواء میں وفات پاگئیں

	سنہ ۵۷۷م	بعمر ۶ سال	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں سفر مدینہ
	سنہ ۵۷۷م	بعمر ۶ سال	والدہ ماجدہ آمنہ ابواء میں وفات پا گئیں
	سنہ ۵۷۷م	بعمر ۶ سال	جد امجد عبد المطلب نے کفالت لی
	سنہ ۵۷۹م	بعمر ۸ سال ۲ ماہ ۱۰ دن	جد امجد عبد المطلب وفات پا گئے
	سنہ ۵۷۹م	بعمر ۸ سال	چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے
	سنہ ۵۸۳م	بعمر ۱۲ سال ۲ ماہ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا ابو طالب شام کے سفر پر لے جاتے ہیں
	سنہ ۵۸۳م	بعمر ۱۲ سال ۲ ماہ	بحیرا راہب کی شہادتِ نبوت اور راستہ سے واپسی
محرم	سنہ ۵۸۵م	بعمر ۱۴ یا ۱۵ سال	چچا ابو طالب کے ساتھ حرب فجار میں شرکت
	سنہ ۵۹۱م	بعمر ۱۶ یا ۲۰ سال	حلف الفضول
	سنہ ۵۹۵م	بعمر ۲۳ یا ۲۴ سال	ام المؤمنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کی تجارت کے سلسلہ میں شام کا سفر
	سنہ ۵۹۶م	بعمر ۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن	ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
		قبل ولادت سیدہ زینب	سیدنا قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور دو سال کے بعد وفات
	سنہ ۶۰۱م	بعمر ۳۰ سال	سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت

	سنہ ۶۰۴م	بعمر ۳۳ سال	سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت
			آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نداءِ غیبی، حجر شجر کا سلام، اور ہر سال غار حرا میں ایک ماہ کا اعتکاف و مجاورت
	سنہ ۶۰۶م	بعمر ۳۵ سال	تعمیر کعبہ میں شرکت
	سنہ ۶۰۶م	بعمر ۳۵ سال	حجر اسود کے نصب کے لئے تحکیم
	سنہ ۶۰۹م	بعمر ۳۸ سال	غار حرا کی خلوت اور علامات نبوت کے ظہور کا تسلسل
	سنہ ۶۱۰م	بعمر ۳۹ سال	رؤیائے صادقہ کا تسلسل
۹ رربیع الاول یا ۱۸ ررمضان سنہ ۱ نبوی	۱۲ رفروری یا ۱۷ راگست سنہ ۶۱۰م	بعمر ۴۰ سال	سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور وحی کا آغاز
سنہ ۱ نبوی	سنہ ۶۱۰م	بعمر ۴۰ سال	فجر و عصر کی دو دو رکعت کی فرضیت
سنہ ۱ نبوی			ام المؤمنین خدیجہ، سیدنا ابوبکر، سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسلام
سنہ ۱ نبوی			دعوت اسلام کی ابتداء
سنہ ۱ نبوی			سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت
			سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت
			سیدنا عبداللہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات

سنہ ۳ (اواخر) یا سنہ ۴ نبوی	سنہ ٦١٣م		علانیہ دعوت اسلام کی ابتداء
رجب سنہ ۵ نبوی	سنہ ٦١٤م		صحابہ کرام کی حبشہ کی طرف ہجرت
سنہ ٦ نبوی	سنہ ٦١٥م		سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
سنہ ٦ نبوی			سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
سنہ ٦ نبوی			صحابہ کرام کی حبشہ کی طرف دوسری ہجرت
۱رمحرم سنہ ۷ نبوی	سنہ ٦١٦م	بروز سہ شنبہ	صحیفۂ مقاطعہ اور بنو ہاشم سے بائیکاٹ
سنہ ۷ نبوی			بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا
سنہ ۸ نبوی	سنہ ٦١٧م		شعب ابی طالب میں حصار جاری
سنہ ۹ نبوی	سنہ ٦١٨م		اب تک بھی بنو ہاشم محصور ہیں
سنہ ۹ نبوی			صحیفۂ قریش کو دیمک نے کھالیا اور حصار کا خاتمہ
سنہ ۹ نبوی			معجزۂ شق القمر
سنہ ۱۰ نبوی عام الحزن			چچا ابو طالب کی وفات
رمضان سنہ ۱۰ نبوی			ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات
رمضان سنہ ۱۰ نبوی			ام المؤمنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

سنہ ۱۰ نبوی	سنہ ۶۱۹ م		قریش کی ایذاءرسانی میں اضافہ
۲۶/۲۷ شوال سنہ ۱۰ نبوی			سفر طائف
ذوالقعدہ سنہ ۱۰ نبوی			موسم حج میں قبائل کو دعوت اسلام
شوال سنہ ۱۱ نبوی			اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث
شوال سنہ ۱۱ نبوی			ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
سنہ ۱۱ نبوی	سنہ ۶۲۰ م		منیٰ میں بنوخزرج کو اسلام کی دعوت
۲۷ رجب/ رمضان سنہ ۱۲ نبوی		دوشنبہ	واقعۂ اسراء ومعراج
سنہ ۱۲ نبوی	سنہ ۶۲۱ م	لیلۃ الاسراء	فرضیت صلوۃ
ذوالحجہ سنہ ۱۲ نبوی			بیعت عقبۂ اولیٰ
سنہ ۱۲ نبوی			سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت و تعلیم کے خاطر مدینہ منورہ بھیجا گیا
سنہ ۱۳ نبوی			سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
۱۲/ذوالحجہ سنہ ۱۳ نبوی			بیعت عقبۂ ثانیہ

۱۳ نبوی			مدینہ منورہ کو ہجرت کی ابتداء
۱/ محرم ۱ ہجری	۱۵، جولائی ۶۲۲ م		آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے قریش کا مشورہ
۲۷/ صفر ۱ ہجری	اگست ۶۲۲ م		آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت
۸/ ربیع الاول ۱ ہجری	ستمبر ۶۲۲ م		قبا میں ورود
۱۲/ ربیع الاول ۱ ہجری	۲۳، ستمبر ۶۲۲ م	بروز دوشنبہ یا جمعہ بوقت ضحیٰ	مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے
ربیع الاول ۱ ہجری	ستمبر ۶۲۲ م		تعمیر مسجد قبا
ربیع الاول ۱ ہجری	ستمبر ۶۲۲ م		تعمیر مسجد نبوی
۱ ہجری	۶۲۲ م		سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت
ربیع الثانی ۱ ہجری	اکتوبر ۶۲۲ م		ظہر، عصر، عشاء کی چار چار رکعات کی فرضیت
جمادی الاخری ۱ ہجری	دسمبر ۶۲۲ م		مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات
۱ ہجری			یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ
۱ ہجری			موذیوں سے قتال کی اجازت

سنہ ہجری	سنہ عیسوی		واقعہ
رمضان سنہ ۱ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۳ م		سریہ حمزہ بن عبدالمطلب
شوال سنہ ۱ ہجری	اپریل سنہ ۶۲۳ م		سریہ عبیدہ بن حارث
شوال سنہ ۱ ہجری	اپریل سنہ ۶۲۳ م		ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی
ذوالقعدہ سنہ ۱ ہجری	مئی سنہ ۶۲۳ م		سریہ سعد بن ابی وقاص
سنہ ۱ ہجری	سنہ ۶۲۳ م		سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
سنہ ۱ ہجری	سنہ ۶۲۳ م		اذان و اقامت کی مشروعیت
سنہ ۲ ہجری	سنہ ۶۲۳ م		جہاد کی فرضیت
۱۲ صفر سنہ ۲ ہجری	۱۳، اگست سنہ ۶۲۳ م		غزوۂ ابواء
ربیع الاول سنہ ۲ ہجری	ستمبر سنہ ۶۲۳ م		غزوۂ بواط
جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخری سنہ ۲ ہجری	اکتوبر/نومبر سنہ ۶۲۳ م		غزوۂ بدر اولیٰ
جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخری سنہ ۲ ہجری	اکتوبر/نومبر سنہ ۶۲۳ م		غزوۂ عشیرہ

رجب سنہ ۲ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۳ م		سریہ عبداللہ بن جحش
رجب/شعبان سنہ ۲ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۳ م جنوری سنہ ۶۲۴ م		تحویل قبلہ
شعبان سنہ ۲ ہجری	جنوری سنہ ۶۲۴ م		فرضیت زکوۃ اور صیام رمضان
۱۷/رمضان سنہ ۲ ہجری	۱۲/مارچ سنہ ۶۲۴ م	بروز جمعہ	غزوۂ بدر کبریٰ
رمضان سنہ ۲ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۴ م		صدقۂ فطر کی مشروعیت
رمضان سنہ ۲ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۴ م		سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات
شوال سنہ ۲ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۴ م		غزوۂ بنوقینقاع
ذوالحجہ سنہ ۲ ہجری	مئی سنہ ۶۲۴ م		سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

ربیع الاول یا شعبان ۳ھ ہجری	اگست ۶۲۴م / جنوری ۶۲۵م		سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح
رمضان ۳ھ ہجری	فروری ۶۲۵م		ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
۱۵/شعبان یا رمضان ۳ھ ہجری	۲۹/جنوری ۶۲۵م ۲۷/فروری ۶۲۵م		سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت
۱۵/شوال ۳ھ ہجری	۲۹/مارچ ۶۲۵م	بروز سنیچر	غزوۂ احد
۳ھ ہجری	۶۲۵م		ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
محرم ۴ھ ہجری	جون ۶۲۵م		غزوۂ حمراء الاسد
صفر ۴ھ ہجری	جولائی ۶۲۵م		غزوۂ رجیع
ربیع الاول ۴ھ ہجری	اگست ۶۲۵م		غزوۂ بئر معونہ

ربیع الاول سنہ ۴ ہجری	اگست سنہ ۶۲۵ م		غزوۂ بنونضیر
شعبان سنہ ۴ ہجری	جنوری سنہ ۶۲۶ م		تحریم خمر
سنہ ۴ ہجری	سنہ ۶۲۶ م		ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات
شوال سنہ ۴ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۶ م		ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
سنہ ۴ ہجری	سنہ ۶۲۶ م		سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت
۳رشعبان سنہ ۵ ہجری	۲۶ردسمبر سنہ ۶۲۶ م		غزوۂ بنومصطلق
شعبان سنہ ۵ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۶ م		مشروعیت تیمّم
شعبان سنہ ۵ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۶ م		واقعۂ افک
شعبان سنہ ۵ ہجری	دسمبر سنہ ۶۲۶ م		ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
شوال سنہ ۵ ہجری	فروری سنہ ۶۲۷ م		غزوۂ خندق
ذوالقعدہ سنہ ۵ ہجری	مارچ سنہ ۶۲۷ م		ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

۵ھ ہجری	۶۲۷ء م		مشروعیت حجاب
ذوالقعدہ ۵ھ ہجری	مارچ ۶۲۷ء م		غزوۂ بنوقریظہ
۵ھ ہجری	۶۲۷ء م		سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات
۶ھ ہجری			حج کی فرضیت
ذوالقعدہ ۶ھ ہجری	مارچ ۶۲۸ء م		صلح حدیبیہ
۶ھ ہجری	۶۲۸ء م		بیعت رضوان
۱ر محرم ۷ھ ہجری	۱۰ر مئی ۶۲۸ء م		ملوک وسلاطین عالم کو دعوت اسلام کا آغاز
صفر ۷ھ ہجری	جون ۶۲۸ء م		غزوۂ ذی قرد
صفر ۷ھ ہجری	جون ۶۲۸ء م		غزوۂ خیبر
۷ھ ہجری	۶۲۸ء م		تحریم متعہ
۷ھ ہجری	۶۲۸ء م		تحریم حمر اہلیہ
۷ھ ہجری	۶۲۸ء م		خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش
۷ھ ہجری	۶۲۸ء م		سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام
جمادی الاولی ۷ھ ہجری	ستمبر ۶۲۸ء م		ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
۷ھ ہجری	۶۲۸ء م		ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

ہجری تاریخ	عیسوی تاریخ		واقعہ
جمادی الاولی ۷ ہجری	ستمبر ۶۲۸م		غزوۂ ذات الرقاع
ذوالقعدہ ۷ ہجری	مارچ ۶۲۹م		عمرۃ القضاء
آخر ذوالقعدہ ۷ ہجری			ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
محرم ۸ ہجری	اپریل ۶۲۹م		سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
جمادی الاولی ۸ ہجری	اگست ۶۲۹م		غزوۂ موتہ
۱۹؍رمضان ۸ ہجری	۸؍جنوری ۶۳۰م		غزوۂ فتح مکہ
رمضان ۸ ہجری	جنوری ۶۳۰م		غزوۂ حنین
رمضان ۸ ہجری	جنوری ۶۳۰م		سریۂ اوطاس
شوال ۸ ہجری	جنوری ۶۳۰م		غزوۂ طائف
ذوالقعدہ ۸ ہجری	فروری ۶۳۰م		عمرۂ جعرانہ

ذوالحجہ سنہ ٨ ہجری	مارچ سنہ ٦٣٠ م		سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
سنہ ٩ ہجری	سنہ ٦٣٠ م		قبائل عرب کا جوق در جوق اسلام میں داخلہ
رجب سنہ ٩ ہجری	اکتوبر سنہ ٦٣٠ م		غزوۂ تبوک
رجب سنہ ٩ ہجری	اکتوبر سنہ ٦٣٠ م		شاہ حبشہ نجاشی کی وفات
شعبان سنہ ٩ ہجری	نومبر سنہ ٦٣٠ م		سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
سنہ ٩ ہجری	سنہ ٦٣٠ م		نزول سورۂ براءۃ
ذوالحجہ سنہ ٩ ہجری	مارچ سنہ ٦٣١ م		سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں حج
سنہ ١٠ ہجری	سنہ ٦٣١ م		فتنۂ مسیلمۃ الکذاب
سنہ ١٠ ہجری	سنہ ٦٣١ م		فتنۂ اسود عنسی
سنہ ١٠ ہجری	سنہ ٦٣١ م		عبداللہ بن ابی ابن سلول کی موت
ربیع الاول سنہ ١٠ ہجری	جون سنہ ٦٣١ م		سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
رمضان سنہ ١٠ ہجری	دسمبر سنہ ٦٣١ م		سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری بیس دن کا اعتکاف
٢٦/ذوالقعدہ سنہ ١٠ ہجری	٢٢/فروری سنہ ٦٣٢ م		حجۃ الوداع کے لئے روانگی

سنہ ۱۱ ہجری	سنہ ۶۳۲ء		اسود عنسی کا قتل
اواخر صفر سنہ ۱۱ ہجری	مئی سنہ ۶۳۲م		مرض وفات کا آغاز
ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری	مئی/جون سنہ ۶۳۲م	بروز دوشنبہ بوقت چاشت	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری	مئی/جون سنہ ۶۳۲م	شب چہارشنبہ	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین
ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری	مئی/جون سنہ ۶۳۲م		سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر صحابہ کرام کی بیعت

يَـا سَيِّـدَ السَّـادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِداً	أَرْجُـوْا رِضَـاكَ وَاحْتَـمِىْ بِحِمَاكَ
وَالـلّٰـهِ يَـا خَيْـرَ الْخَلاَئِقِ اِنَّ لِىْ	قَـلْبـاً مَشُـوْقـاً لاَ يَـرُوْمُ سِوَاكَ
أَنْـتَ الَّـذِىْ لَوْلاَكَ مَـا خُلِقَ امْرُءٌ	كَلَّا وَلاَ خُـلِـقَ الْـوَرٰى لَـوْلاَكَ
أَنْـتَ الَّـذِىْ لَـمَّـا تَـوَسَّـلَ آدَمُ	مِـنْ زَلَّةٍ بِكَ فَـازَ وَهُـوَ أَبَـاكَ
وَبِكَ الْخَلِيْـلُ دَعَـا فَعَـادَتْ نَـارُهُ	بَـرْداً وَّقَـدْ خَـمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ
وَدَعَــاكَ أَيُّــوْبُ لِضُـرٍّ مَّسَّــهُ	فَـأُزِيْلَ عَـنْـهُ الضُّـرُّ حِيْنَ دَعَاكَ
وَبِكَ الْمَسِيْحُ أَتٰى بَشِيْـراً مُخْبِراً	بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحاً لِّعُلاَكَ
وَكَـذَاكَ مُوْسٰـى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلاً	بِكَ فِىْ الْقِيَـامَةِ مُحْتَمِىْ بِحِمَاكَ
وَهُـوْدٌ وَيُـوْنُـسُ مِنْ بَهَـاكَ تَجَمَّلاَ	وَجَـمَـالُ يُـوْسُفَ مِنْ ضِيَـاءِ سَنَاكَ
قَـدْ فُـقْـتَ يَا طٰـهٰ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاءِ	طُـرّاً فَسُبْـحَـانَ الَّـذِىْ أَسْـرَاكَ
وَالـلّٰـهِ يَا يٰسِيْنُ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ	فِـىْ الْـعٰلَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ أَنْبَـاكَ
عَـنْ وَصْـفِكَ الشُّـعَرَآءُ يَا مُدَّثِّرُ	عَـجَزُوْا وَكَـلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلاَكَ
بِكَ لِـىْ قُـلَيْـبٌ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِىْ	وَحُشَـاشَةٌ مَّحْشُـــوَّةٌ بِهَوَاكَ
يَـا أَكْـرَمَ الثَّـقَلَيْـنِ يَـا كَـنْـزَ الْـوَرٰى	جُـدْ لِىْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِىْ بِرِضَاكَ
أَنَـا طَامِعٌ بِـالْـجُـوْدِ مِنكَ وَلَمْ يَكُنْ	لِأَبِـىْ حَـنِيْـفَةَ فِـىْ الْأَنَـامِ سِوَاكَ
صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰـهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى	مَــا حَـنَّ مُشْتَــاقٌ اِلٰـى مَثْوَاكَ

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی المتوفی: ۱۵۰ھ

محمد مصطفیٰ فخر رسل کا جیسے نام آیا
فرشتوں اور خدا کا عرشِ اعظم سے سلام آیا

اجالا ہوگیا محفل میں ان کے روئے انور سے
کبھی جب بزم میں وہ حسنِ کل ماہِ تمام آیا

ابو بکر و عمر عثمان علی سب چاند تارے ہیں
انہیں تاروں ہی کے جھرمٹ میں وہ ماہِ تمام آیا

سکون و امن اور عدل و مساوات و اخوت کا
تمہارے دم سے ہی دنیا میں اخلاقی نظام آیا

امین و صادق و ہادی بشیر و رحمت عالم
لقب لے کر نہ تم سا کوئی بھی عالی مقام آیا

مسلمانو! پڑھو تم بھی درود اس پاک ہستی پر
کہ جس کے واسطے باری تعالیٰ کا سلام آیا

یہی ہے بس تمنا میری اے احمدؔ کہ محشر میں
رسول اللہ فرمادیں کہ وہ میرا غلام آیا

حضرت مولانا محمد احمدؔ صاحب

۲۔ سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ

تاریخ ولادت: دس سال قبل از نبوت　　　　　　　　مولد: مکہ مکرمہ

تاریخ وفات: ۱۸ یا ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ　　　　　　　　مدفن: نجف اشرف

سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے، اور ہر وقت ساتھ رہنے، اور نسبی قرابت کا جو شرف حاصل ہے، وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں انہوں نے پرورش پائی۔ جب اِن کی عمر ایک روایت کے مطابق آٹھ سال، ایک روایت میں نو سال، ایک روایت کے مطابق دس سال کی ہوئی، یہ تین روایتیں ہیں، اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ اپنے معمول کے مطابق، جس طرح روز خدمت میں پہنچتے تھے، تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درِ دولت پر پہنچے وحی اُترنے کے دوسرے دن، اِقْرَأْ بِاسْمِ کے نزول کے دوسرے دن۔ تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز میں مشغول ہیں۔

یہ اساتذۂ حدیث کو تو اشکال ہوگا کہ نماز تو بعد میں آئی ہے، لیکن فرضیت سے پہلے بھی غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوں گے۔ اس روایت کے مطابق نزول وحی کے بعد اگلے دن نماز پڑھ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معمول ہر سال کے لئے مقرر فرمایا تھا، ایک مہینہ غارِ حراء میں اعتکاف کا معمول تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں ہر سال ماہ مبارک میں ایک مہینہ کا اعتکاف فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب عمر شریف چالیس سال ہوئی، اور ایک روایت کے مطابق تینتالیس برس ہوئی جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اقرأ بسم کی یہ وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے دن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مکان پر پہنچتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوچھتے ہیں کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا کہ یہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ چھوٹا سا بچہ آٹھ، نو یا دس سال کی عمر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھا رہے ہیں۔ اور جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرض کرتے ہیں کہ پھر میں اپنے ابا جان سے پوچھوں گا اور جس طرح آپ کرتے ہیں میں بھی کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ہماری اجازت نہ ہو، ہمیں پوچھے بغیر کسی کو نہ بتائیں کہ ہم کیا کر رہے تھے، ورنہ یہ سب مخالف ہو جائیں گے۔

ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اُس وقت روکا کہ ابو طالب کو نہ بتائیں، مگر اسی روکنے کا نتیجہ ہوا کہ بعد میں جب علانیہ دعوت شروع ہوئی، علانیہ جوق در جوق سب اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے، ابو طالب سب کچھ دیکھتے رہے، مگر ان کو توفیق نہیں ہوئی۔

آخری سکرات کا وقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے ہیں، چچا جان بیمار ہیں، مر رہے ہیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دعوت دیتے ہیں کہ **یَا عَمِّ**! ایک دفعہ، میرے چچا! میرے کان میں آپ کہہ دیں لا الٰہ الا اللہ کہ میں اللہ کے یہاں درخواست کر سکوں کہ میرے سامنے انہوں نے کلمہ پڑھا تھا۔

دوسری طرف ابو جہل روکتا ہے۔ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلنے کے بعد ایمان کے بغیر اس جہان سے جب رخصت ہو جاتے ہیں، اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اپنا باپ ہونے کے باوجود کتنی نفرت کہ یا رسولَ اللّٰہ! **اِنَّ عَمَّکَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ**، کہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو گڑھا کھود کر پھینک دو۔ کافر کو دفن تو کریں گے، مگر تعظیم کے ساتھ اٹھا کر کے نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ اس کو گڑھے میں پھینک دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس وقت عمر دس برس تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد محترم ابو طالب کی کافی ذمہ داریاں تھیں۔ ان کی ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک مشورہ کرتے ہیں کہ ہمارے چچا جان ابو طالب نے خاندان کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں، ان کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، اولاد زیادہ ہے، اور ان پر بہت بوجھ ہے، اس لئے ہم تھوڑا سا انہیں سہارا دیتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے بچوں میں سے کسی کی، غالباً عقیل کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے ایک بچہ کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ یہ بچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اسی عمر سے انہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلیں بڑھیں۔

اس کے بعد قصہ سنایا تھا کہ آٹھ نو برس کی عمر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرأ باسم نازل ہوتی ہے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس کے بعد اللہ تعالی نے ان کے لئے انعامات کا دروازہ یہیں سے کھول دیا۔

ابو طالب کو اسلام کی دعوت

شروع میں ایمان لانے کے بعد چپکے چپکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے رہے۔ لیکن ابھی کسی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسلام کا پتہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ علی! کسی کو بتانا نہیں، ابّا جان کو بھی نہیں۔ مگر ابّا جان نے ایک دفعہ دیکھ لیا کہ تینوں نماز پڑھ رہے

ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ، تو ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً صاف صاف انہیں دعوت پیش کی کہ چچا جان! یہ سب معبود باطل ہیں، معبود حقیقی ایک وحدہ لاشریک ہے، اس پر ایمان لے آؤ۔

چچا جان کا پہلی دعوت پر، پہلے دن جو جواب تھا، وہ کل بتایا تھا، مرتے وقت بھی وہی جواب تھا کہ بھتیجے! میں اپنے خاندان کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن آگے انہوں نے ایک بڑی پیاری بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ اب تم جو کام کر رہے ہو وہ کرتے رہو، میری مدد اور نصرت تمہارے ساتھ رہے گی۔

ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی پوچھا۔ بیٹے نے بھی صاف صاف جواب دیا کہ میں ایمان لا چکا ہوں، تب ان کو بھی ابو طالب نے بڑی پیاری بات فرمائی۔ فرمایا کہ یہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف رہبری فرماتے ہیں، ان کا اتباع تمہارے لئے ہر طرح سے خیر اور بہتر ہے، ان کے ساتھ لگے رہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہجرت کے موقع پر

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لگے رہے، لگے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہجرت کی نوبت آتی ہے، قریش کے دار المشورۃ میں، دار الندوۃ میں مشورہ ہوتا ہے کہ ہر خاندان کا ایک ایک آدمی ہمیں دے دو اور ہم سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے اور اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم **وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ**، پڑھتے ہوئے مٹی اٹھا کر ان پر پھینک کر تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں چلا، جیسے بدر میں پھینکی تھی، احد میں پھینکی

تھی، حنین میں پھینکی تھی، وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی باہر سے آنے والے مسافر نے قریش کو جب چاروں طرف سے مکان کو گھیرے ہوئے دیکھا تو وہ مسافر آکر ان سے کہتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہنے لگے کہ ان کو آج قتل کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ تو ادھر سفر پر ہیں، مجھے فلاں جگہ ملے۔

اب یہ سارا لشکر تلاش کرنے کے لئے ادھر دوڑتا ہے۔ پھر کچھ لوگ ادھر مکان کی جب تلاشی لیتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ بستر پر حضرت علی ہیں۔ اب آپ سوچیں کہ جس کی عمر اٹھارہ، انیس برس ہے اور موت یقینی ہے اور اتنا بڑا لشکر مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلہ قتل کے لئے اپنے آپ کو خدا کے حضور میں پیش کر رہے ہیں کہ **فداءً لک یا رسول اللّٰہ.**

وہاں عرب میں یہ کلمہ تفدیہ نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ یہ عشق اور محبت کے تمام اصول اور قوانین اور آداب کے ایجاد کرنے والے صحابہ ہیں، تو یہ فدا، فَدَیْتُکَ، اور یہ **فِدَاءً لک یا رسول اللّٰہ**، یہ صحابۂ کرام کی ایجاد ہے۔ اور یہ عملی طور پر ایجاد کرنے والے سب سے پہلے کون؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہ صرف لیٹے، فرماتے ہیں کہ میں تو سو گیا اور نیند آگئی:

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہئے

کسی شاعر نے، غالباً مولانا محمد ثانی مرحوم نے اس قصہ کو غور سے دیکھا۔ ہم نے حضرت مولانا محمد ثانی شہید مرحوم کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ میں رمضان المبارک کے عشرۂ وسطیٰ کی آخری راتوں میں، دار جدید کی مسجد کی صحن میں، چلہ کی سردی کے ایام میں، چاشت کے وقت ایک سے زائد دفعہ دیکھا ہے۔ کبھی تو تلاوت، کبھی عبادت میں مصروف، اور کبھی ململ کے کرتہ کی آستینیں نصف کلائی تک چڑھی ہوئی اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں موجود علماء، عباد و زہاد کے مجمع

کو دیکھ رہے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ پھر انہیں تصورات کو انہوں نے اپنے الفاظ میں نظم میں بھی پرویا تھا۔

ایسے ہی یہاں بھی اسی طرح سوچ کر انہوں نے ہجرت کا نقشہ کھینچا:

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہیے

ہم لوگ ہر چیز سرسری پڑھتے ہیں، ہر چیز سرسری سنتے ہیں۔ شاعر نے سوچا کہ الٰہی! جس کو پتہ ہے کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے جائیں گے، نکل جائیں گے، سارا لشکر جب مکان کی تلاشی لے گا، تو میری ایک ایک بوٹی الگ کر دے گا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔

اول تو لشکر تھوڑا ہی دیکھتا ہے کہ کون لیٹا ہوا ہے، مارنا شروع کرے گا یہ سمجھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ قتل ہو جاؤں گا، اور اگر لشکر کو پتہ بھی چلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے، تو پھر بھی ان کے نزدیک یہ جرم ہے کہ تم بھی ان کا ساتھ دینے میں شریک ہو۔ تب کون مجھے بچا سکے گا؟ اس طرح یقینی موت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

شاعر سارے واقعہ کی نزاکت کو سوچ کر کے کہتا ہے کہ

بسترِ احمد شبِ ہجرت دے رہا ہے یہ صدا
اے علی! مردوں کو ایسی ہی نیند چاہیے

جو مرد ہوتے ہیں انہیں کیا؟

دار العلوم میں ہمارے یہاں شروع میں بہت ستاتے تھے، کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، حملے ہوتے تھے۔ تو میں مثال دیا کرتا تھا، افریقہ میں شیر دیکھے تھے، کھلے جنگل میں ان کو پتھر مارے تھے، تو میں کہا کرتا تھا کہ جو مسلمان ہیں ان کو تو اس طرح جینا چاہیے، وہ تھوڑے ہی ایسی چیزوں

سے ڈر جاتے ہیں۔شیر تو ایک مثال کے طور پر اس کا نام لیا جاتا ہے ورنہ شیر کا کیا تعلق اور صحابہ کرام کی دلیری سے اسے کیا مناسبت؟

غرض اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سو گئے۔ پھر جب اٹھ کر دیکھا کہ سارا لشکر چلا گیا،تو جو ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ یہ ودائع اور امانتیں ہیں،ان کو ان کے مالکوں کے حوالے کر کے مدینہ آپ کو پہنچنا ہے،تو امانتوں کو پہنچا کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ کے لئے رخصت ہوتے ہیں۔

جب مدینہ منورہ پہنچے،تو پیر لہولہان،زخمی ہیں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے زخموں پر لگایا،تو اب ان کے پیر waterproof,fireproof نہ معلوم کیا کیا ہوگیا۔ساری عمر کے لئے ہر طرح کے امراض وتکالیف دور ہوگئے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہجرت ہے۔

یہ لمحہ ہمارے نوجوانوں کے لئے قابلِ عبرت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کی عمر کے تھے،اٹھارہ انیس برس کے ٹین ایج (teenage) کے تھے اور پیدل مکہ مکرمہ سے وہاں تک مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی کہ یارسول اللہ! علی پہنچ گئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاؤ ان کو! فرمایا وہ نہیں آسکتے،ان کے پیر زخمی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر اپنا لعاب مبارک لے کر جیسے ہی مَلا ہے،تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے جسم کے کسی اور حصہ میں تکلیف رہی ہوگی، میرے پیروں میں زندگی بھر کسی طرح کوئی تکلیف نہیں رہی۔سردی،گرمی،کانٹے، پتھر،آگ، کسی چیز سے میرے پیروں میں،تلوے میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک ہمیں بھی نصیب فرمائے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ کا خاص حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ ہی میں مقیم ہو جاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی طرح پرورش فرمائی ہے، اس لئے وہاں بھی کاشانۂ نبوت میں قیام ہے۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ کے خِطبہ کے متعلق پوچھا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اسی طرح کی درخواست کی تھی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس خیال کو بار بار روکتا رہا، بالآخر ایک دفعہ میں نے رشتہ کے لئے زبان کھولی اور عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی، تمہارے پاس کچھ ہے؟ یعنی یہ تو گویا آپ کی منگنی تو قبول مقبول ہوگئی، اب مہر میں کیا دو گے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! کچھ بھی نہیں ہے۔اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد دلاتے ہیں کہ علی، میں نے آپ کو ایک زرہ دی تھی۔فرمایا کہ ہاں، وہ زرہ تو ہے۔فرمایا کہ وہی دے دو۔تو ایک وہ زرہ۔خود شیعہ کی، جو شیعوں کی معتبر کتابیں سمجھی جاتی ہیں، اس میں بھی اس زرہ والے واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نکاح کے ذیل میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ کیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں۔

وہ خود ہی روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلایا کہ وہ زرہ؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ زرہ تو میرے پاس ہے۔ان کی، شیعہ کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت علی فروخت کرنے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس زرہ لے کر جاتے ہیں۔وہاں پہنچے، انہوں نے تقریباً پانچ سو دراہم میں اس زرہ کو خرید لیا اور اپنی طرف سے وہ رقم چارسونوے پیش کر دی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ رقم لے کر جانے لگے، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آپ کی زرہ بھی واپس لے جایئے۔ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہ زرہ ہدیہ فرمادی۔ ختنین کا آپس کا تعلق شروع دن سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت تک یہی رہا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا زہد

اور شیعوں کی روایات کہتی ہیں، ہمارے یہاں تو ہے ہی، کہ اس طرح نکاح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چار پائی، ایک چھاگل اور دو مٹی کے برتن پانی بھرنے کے لئے، اور ایک صراحی، ایک چکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی، اور جو چار پائی تھی یا ان کی، تو اس پر بچھانے کے لئے ایک چمڑا دباغت کیا ہوا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان ہے کہ وہی چمڑا ہمارا بستر تھا، اور ہم بکری کو جب چارہ دیتے تھے، بکری کو جب چارہ کھلاتے تھے تو اسی چمڑے پر ڈال دیتے تھے، چارہ بھی اسی پر وہ کھاتی تھی اور ہمارا بستر بھی وہی چمڑا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر کی یہ کُل کائنات ہے۔

پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قیام تھا، نکاح ہو جاتا ہے، اب سوال ہے کہاں رہیں؟ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے اس تنگی کو محسوس فرما کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کوئی الگ مکان مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو ہمارے پاس نہیں ہے۔

ایک انصاری صحابی، حضرت حارثۃ النعمان رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مکانات کے سلسلہ میں خدمت انجام دی تھی۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یاد دلایا کہ یا رسول اللہ! حضرت حارثہ کے مکان یہاں اور بھی ہوں گے، ان سے فرما دیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ، حضرت حارثہ کو کہنے سے مجھے اب شرم آتی ہے۔اُن کو پتہ چل گیا حضرت حارثہ کو، تو انہوں نے آ کر مکان پیش کیا۔ اور اُس مکان کے معنی ایک حجرہ، اس میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ منتقل ہو گئے۔ یہ تو شادی کا سلسلہ انجام پایا۔

اب مکہ مکرمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، تو جب یہاں پہنچے ہیں تو کلمات ترحیب جو آپ سنتے ہیں طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا، تو یہ سچ مچ طَلَعَ الْبَدْرُ، یعنی یہ شاعری اور مبالغہ نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر مدینہ طیبہ تشریف لا رہے ہیں، مدینہ میں داخل ہو رہے ہیں، اور اُدھر ربیع الاول کا چاند طلوع ہو رہا ہے، مگر اُس ہلال کو دیکھنے کے بجائے وہ اِس مدینہ منورہ میں طلوع ہونے والے بدر تام کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں اور گا رہے ہیں، طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اسلامی تاریخ شروع کی، تو یہاں سے ہجرت سے کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے ہیں۔

یہاں ہجرت کے بعد جب ایک سال گذر جاتا ہے، اور دوسرا سال آتا ہے، تو دوسرا سن ہجری آیا، اور مکہ والوں کو پھر کھجلی شروع ہوئی۔ انہوں نے تیاریاں کر رکھی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا، اور قریش کا قافلہ گذر رہا تھا جس کا قائد ابوسفیان تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ انہوں نے تمام مہاجرین کی جائدادیں وہاں مکہ میں ضبط کر رکھی ہیں، تو ابوسفیان سے مل کر بات کی جائے، مگر اُن کی ہی شرارتوں کے نتیجہ ہی میں جنگ بدر واقعہ ہوئی۔ اگر چہ جنگ بدر کی تاریخ میں ابھی بیان نہیں کر رہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہاں کہاں تھے، یہ صرف عرض کرنا مقصود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ بدر میں

اب جنگ بدر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہنچ گئے۔اور وہاں جب دونوں لشکر مقابل ہوئے، ادھر یہ تین سو تیرہ ڈنڈے والا لشکر، اُدھر، مسلح، زرہ، اور نیزے اور تلواروں سے لیس لشکر قریش کا تھا۔اس وقت جتنے اسلحے اُن کو مل سکتے تھے، اُن سب کے ساتھ مسلح ان کا لشکر تھا۔دونوں آمنے سامنے ہوئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو دعا فرمائی۔

صبح پھر جب جنگ شروع ہونی تھی، تو سب سے پہلے کفار میں سے مبارز نکلتا ہے۔تو اُس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ لشکر جب آمنے سامنے ہو جاتے، تو دونوں لشکروں میں جو سب سے بڑے بہادر ہوتے، وہ پہلے تلوار لے کر میدان میں کودتے تھے کہ آجاؤ! چیلنج کرتے تھے۔عتبہ، شیبہ اور ولید، تین اُدھر سے نکلتے ہیں، پکارتے ہیں هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟

اِدھر مسلمانوں کی طرف سے بھی ان کے مقابلہ کے لئے تین حضرات میدان میں آتے ہیں۔عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ ابن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ نکلے، شیبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نکلے، اور ولید کے مقابلہ کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نکلتے ہیں۔

یہاں سے اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جوہر شروع ہوتے ہیں۔اور جنہیں فاتح خیبر کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابھی میں نے بتایا کہ حضرت علی کی صرف بیس، اکیس سال کی عمر ہے۔اُس کی بناء پر ولید جیسے بہادر کو بھی شرم آرہی تھی کہ یہ بچہ، ہمارے سامنے آرہا ہے، کوئی کیا کہے گا کہ ان کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔مگر اس موقع پر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک وار ہی میں، اپنے مقابل کا کام تمام کر دیا۔بلکہ جو حضرت عبیدہ زخمی ہوئے تھے، اور جن کا مقابل عتبہ تھا، اُس کو مار کر ختم کر کے حضرت عبیدہ کو زخمی حالت میں حضرت حمزہ کے ساتھ میدان سے باہر لائے ہیں۔تو یہ جنگِ بدر کی شرکت ہے۔

یہ جنگ بدر ہوئی اور یہ one ہوا۔ یہ one,two,three, یہ آپ کی کھڑکیاں گنیئے، کتنی ہیں، سب کھڑکیاں چاروں طرف دیکھئے کیسی ہیں؟

میں نے لندن از ہرا کیڈمی میں ایک دفعہ بتایا تھا کہ دیکھو، ہمیں شرم آنی چاہئے کہ یہ جن کے متعلق منبروں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر کہا جاتا ہے کہ یہاں یورپ میں تم دین پھیلاؤ، اُن کا مذہب مردہ ہو چکا ہے، ختم ہو چکا ہے۔ نو وارد بیچارے مہمان، اُن کو کیا پتہ، مذہب مردہ ہو چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے، اِن کے تو رگ و پے میں نصرانیت اور مسیحیت ہے، ہر جگہ صلیب آپ کو نظر آئے گی، ہر جگہ تثلیث آپ کو نظر آئے گی۔

اب جتنے آپ کارپٹ لائیں گے اس میں کروس ہوگا، آپ جو کوئی کپڑے خریدیں گے، دستر خوان خریدیں گے، کہیں کوئی چیز دیکھیں گے اس میں ایک چیز کے تین تین عدد فوٹو ہوں گے، تین چمچ ہو گے، تین گلاب کے پھول ہوں گے، تین پتیاں ہوں گی، تین تین، ہر چیز میں تین تین، تثلیث ہی کا ماحول بنایا گیا ہے۔

یہ تمام جو کھیل ہیں، ایجاد کرنے والے کون ہیں؟ میں نے ایک جگہ تقریر کی تھی، میں نے کہا تھا اُس وقت وہاں شاید لندن میں، کوئی میچ بھی ہو رہا تھا، شاید پاکستان کی ٹیم team یہاں کھیل رہی تھی، تو میں نے کہا کہ دیکھو، کتنے شوق سے مسلمان بھی کھیل رہے ہیں، اُن کو پتہ نہیں کہ اس گیم کے ایجاد کرنے والے کون ہیں۔

میں نے کہا یہ کرکٹ تو چرچ church کی ایجاد ہے۔ کہ چرچ church نے اس کو ایجاد کیا ہے، کہ تین سٹمپ stumps ہوتے ہیں اور stumps کو bowler گیند پھینک کر گرانے کی کوشش کرتا ہے، تو ٹریننگ دی جاتی ہے کہ اِس تثلیث کو بچاؤ، اس کو گرنے نہ دو۔ اگر تم نے اس کو گرنے دیا اور سٹمپ stumps پر گیند لگی تو تم کو ہم آؤٹ out کر دیں گے۔ ہم ہمارے حلقہ سے نکال دیں گے کہ تم نصرانی نہیں ہو، کہ تم تثلیث کو نہیں بچا سکتے۔ تو یہ تثلیث کو بچانے کے لئے کھیل کے ذریعہ ذہن بنایا جاتا ہے۔

یہ ذہن ہر جگہ آپ دیکھیں گے۔ کہ جو یہاں تین کھڑکیاں ہیں، وہ تو جو پلان بناتے ہیں، اور Architect جس طرح پلان بناتا ہے، تو اس طرح بلڈنگ بن جاتی ہے۔ نہ میں نے اس وقت غور کیا تھا، نہ آپ کا ذہن اس طرف گیا ہوگا، ہزار دفعہ آپ نے اس پر نگاہ کی ہوگی۔

اس ملک میں ہم رہ رہے ہیں، ہمیں رہنا ہے، تو میں نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ یہ اپنی تثلیث کا کتنا فکر کرتے ہیں، اور اس کے لئے کتنا ماحول بناتے ہیں کہ ہر وقت دل و دماغ میں تثلیث بسی رہے۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے واسطے اپنا ایمان بچانے کے لئے، ہر وقت اپنے آپ کو مشغول رکھو کہ تمہارا سانس ایسے اندر جارہا ہے تو اللّٰہ، چھوٹ گیا تو ھُو، **اللّٰہُ ھو**. جس طرح کہ یہ ایک ماحول بناتے ہیں، اس طرح ماحول بناؤ، اپنے کو آپ خود بنا سکتے ہو۔

ایک دفعہ مفتی صاحب نوجوانوں کا وفد لے کر عمرہ کے لئے جارہے تھے، تو انہوں نے فون کیا کہ کوئی نصیحت؟ میں نے کہا کہ اگر ہو سکے تو آپ ایسا کیجئے کہ وہاں مدینہ طیبہ میں، جب آپ ہوٹل سے نکلیں اور باہر زمین پر قدم رکھنا شروع کریں، تو آہستہ آہستہ چلئے، ایک قدم اُٹھا کر سوچئے یا زبان سے کہئے کہ **صلی اللّٰہ علیک** اور جب آپ کا پیر زمین پر پڑے، تو **یا رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ، یارسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ،یا رسول اللّٰہ، صلی اللّٰہ علیک ،یا رسول اللّٰہ**. اس طرح ہر قدم پر اس کا مراقبہ کر سکتے ہیں۔

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ چل رہا ہے، میں بیان میں ہمیشہ ادھر اُدھر، بھٹک جاتا ہوں۔ تو یہ میں نے اس پر کہا تھا one, two, three,۔ کہ یہ جنگ بدر one ہو گیا۔ قریش کو کھجلی اُٹھی اور مکہ والے ایک ہزار کا لشکر لے کر بدر میں آئے۔

اسلام پر بڑا الزام یہ ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، حالانکہ اس جنگ بدر میں بھوکے، پیاسے، ننگے سر، ننگے بدن، غیر مسلح ننگے ہاتھ پاؤں والی ایک جماعت تھی۔ اس لئے خدا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضعف کی دُہائی دی تھی، جیسے طائف میں دی تھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

اَشْکُوْا اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ الخ۔اس طرح یہاں جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھے تو یہ کلمات سنے گئے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ وَجِیَاعٌ فَأَشْبِعْھُمْ وَعَالَّۃٌ فَأَغْنِھِمْ مِنْ فَضْلِکَ۔انہیں دعاؤں کے نتیجہ میں پھر بنفس نفیس جبریل امین کو اتارا گیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اَبْشِرْ یَا اَبَا بَکْرٍ! کہ جبریل امین گھوڑے پر سوار آ گئے۔

لیکن اچھی طرح پٹائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اِن کو ایک تازیانہ دیا، مکہ والوں کو صرف ابھی تو ایک کوڑا لگا کہ اگر عقل ہے تو سمجھ جاؤ، کہ تم نے دیکھا تھا کہ وہ تو نہتا لشکر تھا کہ جس کو لشکر بھی نہیں کہہ سکتے، بلکہ نہتی جماعت تھی، اور تمہارا تو ایک ہزار کا منظّم لشکر تھا۔تم انہیں شکست نہ دے سکے اور قیامت تک نہیں دے سکو گے۔

اُن کو عبرت کے طور پر تازیانہ کے طور پر شکست ملی کہ تم اپنے کفر اور شرک سے باز آ جاؤ۔ایک مہلت، سوچنے کا موقعہ دیا گیا۔یہ ایک سبق تھا، مگر اُن کی قسمت میں برے دن لکھے ہوئے تھے، تو ایک سال گذار کر کے، بیچ میں ایک سال چھوڑ کر کے قریش پھر واپس آ گئے۔بدر سے بڑا لشکر لے کر اُحُد میں آ گئے۔مسلمان بھی اُحد میں پہنچ گئے۔میں اُحُد کی تاریخ بیان نہیں کر رہا، صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت بتانی مقصود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ اُحد میں

یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے جوہر دکھائے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے۔مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی اور وہ بھاگ رہے تھے۔عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، ایک جگہ ان کو کھڑا کیا گیا تھا، اس جماعت کی غلطی کی وجہ سے خالد بن ولید نے پلٹ کر دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کیا۔اور جو فتح تھی، وہ شکست میں بدل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک، چہرہ انور پر دور سے ایک پتھر آ کر لگا۔ ہونٹ مبارک زخمی ہوئے، دو دانت مبارک کا تھوڑا تھوڑا حصہ گر گیا۔ دانت مبارک شہید نہیں ہوئے، یہ جو کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دندانِ مبارک شہید ہوئے یہ صحیح نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام دانت تھے، صرف یہ سامنے کے اوپر والے جو دو دانت ہیں، اُن دو کے بیچ میں سے، تھوڑا حصہ اِس دانت کا، تھوڑا حصہ اُس دانت کا ٹوٹ کر گر گیا تھا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین جمیل تو تھے ہی، مگر یہ جو ذرا سا ٹوٹے ہوئے دانتوں والا حصہ تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو دو بالا کر دیا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تھے، تو ہم کیا دیکھتے تھے؟

جیسا میں نے بتایا تھا کہ صحابہ کرام ملائکہ کو اُترتا ہوا دیکھتے تھے، شیاطین کو دیکھتے تھے، جناتوں کو دیکھتے تھے، ہر چیز، جنت کو دیکھتے تھے، وہاں کی حوروں کو دیکھتے تھے، تو اسی طرح صحابہ کرام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تھے، تو دونوں دانت کے بیچ میں جو ذرا سا فاصلہ ہو گیا تھا، ٹوٹنے کے وجہ سے، وہاں سے ہم ایک نور نکلتا ہوا دیکھتے تھے۔

یہ اُحُد میں جب حملہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر لگنے کے ساتھ ہی زمین پر گرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً پہنچ گئے، دوڑ کر آئے۔ ایک طرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھالا، سہارا دیا۔ ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سہارا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کیا گیا۔

حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب زخم دھونے کے لئے کوشش ہو رہی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوڑ کر جا رہے ہیں۔ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آ رہے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چونکہ مدینہ منورہ ہی میں جنگ ہو رہی تھی، قریب ہی اُحد ہے، اس لئے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی پہنچ

گئی ہیں، وہ بھی نوجوان، حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی جوان۔ دونوں کی عمر میں، صرف ایک، ڈیڑھ سال کا فرق تھا۔ تو یہ نوجوان جوڑا، ابا جان کی خدمت کر رہا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لے کر پہنچتے ہیں اور اُس پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے زخم کو دھویا گیا۔

اور اس میں سب سے زیادہ کامیاب کون رہے؟ تمام تیمارداروں میں؟ حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامیاب رہے۔ وہ جلدی سے آگے بڑھے، انہوں نے دیکھا کہ پانی لایا جا رہا ہے، اور زخم کو ابھی دھو دیا جائے گا، اس لئے جلدی سے بڑھے اور جتنی جگہ خون چہرۂ انور پر تھا، سارا انہوں نے چاٹ لیا۔ کتنی بڑی حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابی! اس پر ارشاد ہوا جس جسم میں میرا خون گیا ہے اُسے جہنم کی آگ نہیں پہنچ سکتی۔

اب یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فُضَلاتِ مبارکہ کی ایک لمبی بحث ہے، آپ صلی اللہ علیہ کے فضلات مبارکہ۔ صحابہ کرام کو موقع ملا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی جاتے تھے۔ موقع ملا یہاں، مالک بن سنان نے خون چاٹ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا حال کفارِ مکہ نے حدیبیہ میں جب دیکھا، تو واپس جا کر کے بیان کیا کہ تم کیا پوچھتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام تو ان کا لعاب بھی گرنے نہیں دیتے، اُس کو لے کر اپنے منہ پر مل لیتے ہیں۔ ایسے جاں نثاروں سے تمہیں پالا پڑا ہے، کب تک اُن کے ساتھ لڑو گے؟ تو اُحد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کردار ہے۔

فاقوں کے باوجود فدائیت

پھر اور آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتے ہیں، حضراتِ حسنین آتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ایک دفعہ گھر پہنچے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ بچے رو رہے ہیں، دیکھا کہ مسلسل رو رہے ہیں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ گھر میں کھانے کے

لئے کچھ نہیں ہے، بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اچھا، میں ان کو باہر لے جاتا ہوں، یہاں روتے رہیں گے۔

چنانچہ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے،تو جو کھجوریں، خشک ہو کر پکنے سے پہلے گر جاتی ہیں،تو وہ تو کیڑے مکوڑوں کی نذر ہو جاتی ہیں،تو اُن کو اُٹھا اُٹھا کر جمع کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ بیٹی، بچے کدھر؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے، کوئی چیز گھر میں نہیں تھی، اس لئے اُن کے ابا جان، اُن کو فلاں یہودی کے باغ کی طرف لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُس باغ میں پہنچے، دیکھا کہ حسنین ہیں، ایک صراحی تھی پانی کی، اس سے کھیل رہے ہیں۔اور اُن کے سامنے وہ ایسی کھجوریں جس کو کوئی جانور اور کیڑے مکوڑے بھی نہیں کھا سکتے کہ اُس میں صرف چھلکا ہے اور اُس کی گٹھلی ہے، ایسی کھجور اُن کی تسلی کے لئے سامنے رکھی ہوئی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی! بہت دھوپ ہو گئی، چلو، بچے دھوپ میں ہیں۔تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تھوڑی سی دیکھتا ہوں کہ کوئی کھجوریں اُن کے کھانے کے قابل ہوں، وہ اکٹھی کر لوں۔

دیکھئے، صحابہ کرام نے دین ہم تک کیسے پہنچایا؟ کن لوگوں نے پہنچایا؟ کس حالت میں پہنچایا؟ اور اپنے ایمان کو کیسے بچایا؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسی طرح فدا رہے۔اُن کے عقیدہ، ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا، کوئی ضعف نہیں آیا۔یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ اگر یہ اللہ کے نبی سچے ہیں، تو اِن کے نواسے کیوں بھوک سے بِلک رہے ہیں؟ اِن کے نواسے کیوں بلبلا رہے ہیں؟ نہ پانی ہے، نہ کھجور ہے، نہ کھجور کا ایک دانہ اُن کو مل رہا ہے۔یہ کیسے نبی؟ کبھی دل میں یہ سوال نہیں آیا۔

ہمیں تو ذرا سی بھی تکلیف ہوتی ہے، تو پہلا سوال، نشانہ، تیر جاتا ہے اللہ پر، کہ پتہ نہیں کہ وہ

ہے بھی کہ نہیں۔ اگر ہے تو دشمن کیوں اس وقت کتنے مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے؟ جس طرح چاہے اُن کے ساتھ، اُن کی عصمتوں کے ساتھ کھیل رہا ہے؟ غرض یہودی کے باغ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر واپس پہنچتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ

ایک اور دن کا قصہ سنئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اپنے گھر میں ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آ کر حضرت علی سے کہتی ہیں کہ علی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے وقت سے کچھ نہیں کھایا، اتنے وقت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً بھاگے، دوڑ کر تشریف لے گئے۔

جس طرح آج کل نوجوان جوب job کی تلاش میں پریشان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں بہتر سے بہتر، آسانی کے ساتھ جس میں رزق اور روزی مل سکے، ایسا جوب job عطا فرمائے، ایسے شغل عطا فرمائے، ہر طرح کی تنگی کو وسعت سے بدل دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھاگے ہوئے گئے، یہودی سے جا کر کہا کہ میں مزدوری کے لئے تیار ہوں، کوئی مزدوری، کوئی کام میرے لئے؟ تو اُس نے کہا کہ کنویں میں سے پانی میرے باغ میں اس طرف ڈالو۔ ایک ڈول پانی کا کھینچ کر ڈالو گے، تو ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور ملے گی۔ ایک ڈول کے بدلہ میں کیا دے رہے ہیں؟ ایک کھجور۔ کوئی مسلمان ہوتا، تو دیکھتا کہ بھئی، تو پہلے کھالے، یہ کھجور ہے، میرا باغ ہے، جتنی چاہے کھالے، جتنی چاہے اپنے گھر لے جا، اور تیرا جو ملازمت کا سودا ہے وہ ہمارا الگ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعداد بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سترہ ڈول کھینچ کر ایک ڈول کے بدلہ ایک عجوہ کھجور اُس سے لی اور میں نے لے جا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ کھجوریں پھیلا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔ پوچھا کہ

علی! یہ اتنی عمدہ کھجوریں کہاں سے لائے؟ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پہلے آپ کھانا شروع فرمائیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع فرمایا، اُس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور کے فاقہ کا حال مجھے فاطمہ نے بتایا تو میں فلاں یہودی کے باغ میں گیا، اور میں نے اُس کے یہاں مزدوری کی اور اس کے بدلہ میں، میں یہ لایا ہوں۔ کتنی دعائیں، توجہات ملی ہوں گی۔

یہ جو سلسلہ چل رہا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روحانی سلسلہ، خاندانی سلسلہ، سادات کا سلسلہ، قیامت تک کے لئے چلے گا، اس خدمت کی برکت سے کہ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے مصاحبت رہی اور بچپن سے جو خدمت کا موقعہ ملا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو، قدم قدم پر اپنی جان نثار کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فداء کرنے کا اُن کو چانس chance اور موقع ملا، اس کی برکت سے یہ سلسلے قیامت تک ان شاء اللہ چلیں گے۔

اہلِ بیت سے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان حسنین کے بارے میں اور سنئے، کہ ایک دفعہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے جارہے ہیں۔ دیکھا کہ حضرت حسن کھیل رہے ہیں، تو اُٹھا کر اپنے کندھے پر سوار کرادیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہیں، یہ تو اپنی ماں اور اپنے نانا کے مشابہ ہیں۔ اب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ بیت سے کتنا پیار ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غزوۂ احزاب میں

یہ ابھی بتایا کہ جنگِ بدر پہلے ہوئی، پھر اُحد، یہ one،two ہوگیا۔ اور اس کے بعد اب three باقی ہے۔ اِن کے چونکہ برے دن لکھے جاچکے تھے، عقل ماری گئی تھی، اُن کی مَت ماری گئی تھی، اس لئے اتنی دفعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُن کو سمجھانے کے لئے، تازیانے بھی پڑے، بہت کچھ ہوا، لیکن سمجھ میں نہیں آیا۔

اب یہ تیسری دفعہ کے موقع پر قریش نے یہ سوچا کہ ہم مکہ والوں کو لے کر گئے، ان مسلمانوں کو بدر میں رام نہیں کر سکے۔ ہم مکہ کے اطراف والوں کو اپنے ساتھ ملا کر کے، پوری تیاری کر کے اُحد میں گئے، اور جنگِ اُحد ہوئی، اُن کو شکست نہیں دے سکے۔

اب مکہ والوں نے پورے عرب میں، جہاں جہاں وہ پہنچ سکتے تھے، وہاں اپنے قاصد بھیجے، کہ دیکھو، اپنے مذہب کو بچاؤ، اپنے مذہب کو بچاؤ۔ ورنہ یہ تمہیں اور تمہارے مذہب کو ختم کر دیں گے۔ ہر قبیلہ میں سے کسی نے کہا ہم پیسے دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ ہم آدمی دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ ہم جانور دیتے ہیں۔ پورے عرب سے چندہ اکھٹا کرتے ہیں، فوج اور لشکر اکھٹا کر کے آئے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ہی کیا، غزوۂ احزاب ہے، کہ یہ ایک لشکر نہیں تھا، کئی لشکروں کا مجموعہ تھا، تو اُن تمام لشکروں کو لے کر یہاں پہنچے، اور غزوۂ احزاب، غزوۂ خندق ہوتی ہے۔

اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو انسانیت کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے، تو آئندہ کے لئے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ تمام معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مگر دنیا دار الاسباب ہے، اس کو ملحوظ رکھا گیا۔ اس کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقعہ پر کیسے دفاع کیا جائے کہ یہ اتنی بڑی فوجیں چاروں طرف سے یلغار کر رہی ہوں، تو کیا کرنا چاہئے؟ اُس کے لئے باقاعدہ مشورہ فرما رہے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایسے موقعہ پر ہمارے ایران میں خندق کھودی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ خندق کھودی گئی۔ یہاں بھی صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوپر ہم فوکس focus ڈالتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس میں جو نمایاں کردار تھا، بدر اور اُحد کی طرح سے، وہ یہ تھا کہ جو خندق کھودی گئی تھی، وہ اتنی چوڑی تھی کہ کوئی اپنے گھوڑے کے ساتھ، گھوڑا اگر چھلانگ لگائے، گھوڑا چھلانگ لگا سکتا ہے؟ میں نے پانی کے ایک کنارے، بینک bank سے دوسرے بینک، کنارہ تک چھلانگ کو سنا نہیں ہے، میں نے کہیں کودتے ہوئے سنا نہیں، لکڑی پر تو کودواتے ہیں

اور چھوٹی دیوار پر چھلانگ کی مشق کراتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں جن چیزوں کی بہت اہمیت تھی، ان میں سے فروسیت؛ گھوڑے سواری اور تیراندازی اور سباحت؛ تیراکی ہے۔ اور خود بھی آپ کا یہ حال تھا کہ نہ لگام کی ضرورت، نہ زین اور رکاب کی ضرورت۔ روایات میں ہے کہ ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑتے ہیں اور چند لمحات اور سیکنڈ میں اپنی جسمانی تمام قویٰ کو اکھٹا فرما کر ایک دم زمین سے گھوڑے کی پشت پر جست jump لگا دیتے ہیں۔ خیر۔

میں ایک دفعہ ہمارے نرولی سے ورتھی گھوڑے پر گیا۔ ورتھی سے واپس جب میں آرہا تھا، تو جو معروف راستہ، جس پر میں لے کر گیا تھا، اس کو چھوڑ کر میں نے سوچا کہ یہ دوسرا راستہ پیدل چلنے والے لوگ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اب مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہاں بہت بڑی کھاڑی بیچ میں آتی ہے۔ تو میں تو گھوڑے کو شوق میں تیز دوڑائے ہوئے جا رہا ہوں۔

میں تو اوپر ہوں، گھوڑے کے اوپر، تو وہاں سے جب میں نے دیکھا کہ اوہ! یہ تو ابھی ایک دو سیکنڈ باقی ہیں کہ گھوڑے کی اور میری موت یقینی ہے، کیوں کہ یہ کنارہ، بینک آ گیا اور اس کے بعد وہ سامنے بیچ میں پانی ہے اور اس کے بعد دوسرا کنارہ ہے۔ اور یہ جو نیچے اُترنا ہے، اس کے لئے گھوڑا اپنے آپ کو stop کرے، پھر آہستہ آہستہ اُترے تب اُتر سکتا ہے۔ اپنے آپ کو گھوڑا جو اتنا تیز دوڑ رہا ہے، کوئی چالیس پچاس میل سے زیادہ کی رفتار سے، تو وہ اپنے آپ کو stop کرے گا تو گر جائے گا۔

میں تو ابھی اس سوچ میں ہوں، اور گھوڑے نے جیسے ہی اس بینک کو دیکھا، تو اس نے فیصلہ کر لیا کیا کرنا ہے؟ اس نے ایک جو چھلانگ لگائی، تو دوسرے کنارہ پر کود گیا۔ میں گھوڑے سے جو اُترا ہوں اور میں نے اس کو اُتر کر جو پیار کیا ہے، گلے لگایا ہے۔

اس طرح یہاں پر جو خندق کھودی گئی تھی، تو وہ اتنی چوڑی تھی کہ اس طرح سواری اسے پھلانگ نہیں سکتی تھی، انسان تو کیا پار کر سکیں گے۔ مگر ایک جگہ وہ خندق چونکہ پتھریلی زمین میں

کھودی گئی تھی، اور اسی لئے چٹان کا واقعہ بھی پیش آیا تھا جس میں معجزہ ظاہر ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ سیرت میں تو بیان کیا جاتا ہے، یہاں اس وقت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات ہیں، تو وہاں جو چٹان وغیرہ کی وجہ سے، جتنا چوڑا کھودا جانا تھا وہ نہیں کھود سکے تھے، تو وہ تنگ حصہ رہ گیا تھا۔ تو جو اتنا بڑا لشکر تھا، تو اُن کے پاس کئی لشکر جب جمع تھے، تو اس میں کیسے کیسے بہادر، اور کیسے کیسے ماہر لڑنے والے اُن کے پاس ہوں گے، اس کا اندازہ آپ کو اس قصہ سے ہو گا۔

انہوں نے ان کے جو گھوڑے سوار تھے، وہ چکر لگا رہے تھے کہ کس جگہ پر weak point ہے، انہوں نے مسلمانوں کا کمزور زاویہ دیکھ لیا کہ یہ خندق یہاں سے تنگ ہے، اس کو ہم آسانی سے کروس cross کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ جو گھوڑے سوار تھے وہ کروس cross کر کے مسلمانوں والے کنارہ پر پہنچ گئے اور ان کے سواروں نے خندق عبور کر لی۔ گھوڑے نے ایک چھلانگ لگائی اور دوسری سائڈ side پہنچے۔ اور وہاں سے وہ مسلمانوں کو للکار رہے ہیں۔ اور للکارنے والا کون ہے؟

کسریٰ کے فرستادہ تین ایرانیوں کا جو قصہ ہے کہ تین ایرانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، تو ملفوظات میں حضرت نے فرمایا تھا کہ میرے پیارو! اشارہ فرما کر حضرت فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ایرانیوں کی شکل کو نہیں دیکھ سکے، بڑی بڑی مونچھیں، داڑھی منڈی ہوئی اور ہٹے کٹے پہاڑ جیسے تین آدمی، جس طرح کے ان تینوں کے جسم تھے۔ حضرت حسن بصری کا جسم بتایا تھا، کہ اُن کی ایک کلائی ایک بالشت کے برابر ہوتی تھی۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ انہوں نے اتفاقاً تین آدمی نہیں بھیج دئے، اتنا بڑا ایمپائر empire، وہ غلطی نہیں کرے گا۔ وہ ایک ایک آدمی ہوتا تھا اُن کے پاس وہ اتنا ماہر ہوتا تھا، اور اتنا بہادر ہوتا تھا، اور اتنا طاقتور وہ ہوتا تھا کہ اس کا نام ہوتا تھا، کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار افراد کی فوج کے برابر۔

ایک ہزار کی فوج جتنا کام کرے گی، اُس سے زیادہ یہ ایک آدمی کام کرے گا اور ایک ہزار آدمیوں کو شکست دے سکتا ہے۔

یہ جو خندق پار کر کے جو سوار پہنچے ہیں، اُن میں عمرو بن عبدود نامی ایک فوجی گھوڑے پر سوار تھا، جو مشرکین کی فوج میں تھا، اور وہ عرب میں مشہور تھا کہ یہ ایک آدمی تنہا، ایک ہزار فوجیوں کے برابر بہادری رکھتا ہے اور کام انجام دے سکتا ہے۔ تو اب اس نے آکر دور سے تلوار ہلائی کہ آجاؤ، هَلْ مَنْ مُبَارِزٍ ؟ کوئی میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟ کیوں؟ ایران نے تین کو کیوں بھیجا؟ کہ انہوں نے سوچا کہ یہ مدینہ منورہ کی کل آبادی کتنی ہے؟ ایران نے سوچا، اور انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک ہزار بھی وہاں کی آبادی نہیں ہے، تو تین آدمی بھیج دئے، کہ تین آدمی ایک ہزار باشندوں کے لئے کافی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں

اسی طرح یہ مبارز عمرو بن عبدود جب پہنچتا ہے اور تلوار سے اشارہ کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں، کہ کیا کیا جائے ابھی؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے ہاتھ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے پرورش فرمائی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ تو ابھی بچہ ہے، اور ان سے بڑے بڑے بہادر ہمارے پاس بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اشارہ فرمایا کہ نہیں، بیٹھے رہو۔ پھر اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوسری دفعہ پھر اصرار فرمایا، پھر تیسری دفعہ مقابلہ پر جانے کی تمنا ظاہر کی۔

تیسری دفعہ کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جانے پر مُصِر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں، کہ علی! تمہارا مقابل کون ہے، تم جانتے ہو؟ پہچانتے ہو؟ تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عمرو بن عبدود کو میں جانتا ہوں، جو ایک ہزار کے برابر قوت میں شمار ہوتا ہے۔ تو اس کو پہچاننے کے بعد یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں ہی جانا چاہتا ہوں۔ اصرار کر کے تیار ہوئے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج دیا۔ اپنے داماد کو، اپنے بیٹے کو بھیج دیا، اتنے بڑے بہادر کے مقابلہ کے لئے بھیج رہے ہیں۔

اور جب عمرو بن عبدود کے قریب پہنچے ہیں، تو اب دیکھئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذکاوت دیکھئے، بہادری کے ساتھ کس قدر ذکی تھے۔ کیوں کہ جو بہادر ہوتے ہیں، ان کو بیچاروں کو ایک ہی طرف، بوڈی بلڈ کرنے کی طرف توجہ رہتی ہے، تو ان کا دماغ زیادہ کام نہیں کرتا۔ کھانے، پینے، بوڈی بنانے میں رہتے ہیں، تو دماغ کی تیزی، ذکاوت کم ہو جاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب اس کے مقابل پہنچے ہیں، تو وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے شرم آ رہی ہے کہ یہ ساری مخلوق دیکھ رہی ہے، تمہیں مار کر میں کیا کروں گا، کیا نام کماؤں گا؟ دنیا کہے گی کہ ایک بچہ کو مارا۔ تو اس لئے خدا کے واسطے تم واپس چلے جاؤ، میرا جو مدِ مقابل ہو، اس کو میرے سامنے میرے مقابلہ کے لئے بھیجو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ اب یہ جس طرح مجھے سمجھ رہا ہے، تو میں اس کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ دوسرا یہ کہ اس طرح سمجھا دوں کہ یہ مقابلہ سے بھاگ ہی نہ سکے، کسی طرح نہ بھاگ سکے۔ ڈر کر تو بھاگنے کا عمرو بن عبدود کے لئے کوئی سوال نہیں تھا۔ یہ جو اُس کا عذر تھا، واقعی معقول تھا کہ ایک بچہ اُس کے ساتھ اتنا بڑا بہادر کیسے لڑے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ اچھا عمرو! تجھے یاد ہے کہ تو نے قریش سے ایک عہد کیا تھا، میں بھی قریش میں سے ہوں، قریش سے تو نے ایک عہد کیا تھا۔ اس نے جواب دیا، ہاں بالکل یاد ہے۔ حضرت علی نے فرمایا، اچھا آج تیرے اس عہد کا امتحان ہے کہ تو نے سچ مچ اللہ سے عہد کیا تھا یا نہیں کیا تھا اور اُس میں تو وفا کرتا ہے یا نہیں۔ تو نے کہا تھا کہ قریش میں سے کوئی قریشی دو باتیں پیش کرے گا تو اس میں سے ایک ضرور اُس کی مان لوں گا۔ یہ اس نے عہد کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ اچھا، دو میں سے پہلی بات میں پیش کرتا ہوں۔ میں تجھ پر اسلام پیش کرتا ہوں کہ اپنی جان بچانے کے لئے، اپنے اوپر رحم کھاتے ہوئے تو اسلام لے آ۔

یہ سچے نبی ہیں، یہ تمام معبود باطل ہیں، اللہ وحدہ لاشریک، تنہا خالق اور مالک ہے، سب کا پیدا کرنے والا ہے، **اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمدا رسول اللّٰه**، تو پڑھ لے اور اسلام لے آ۔ تو اس نے کہا کہ نہیں، تو ایک مطالبہ کی نفی ہوگئی۔ اب وہ پھنس گیا، اب جو بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمائیں گے، تو وہ اس کو ماننا پڑے گا۔

اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے فرمایا، اب میری تجھ سے دوسری درخواست ہے کہ مجھے تجھ سے لڑنا ہے۔ کیسے پھنسایا! ذکاوت دیکھئے، اب اسے اتنی شرم آئی، اتنی شرم آئی، اور اسے اپنے ایک ہزار کے برابر ہونے پر اتنا یقین تھا، اُسے سارا عرب مانتا تھا، وہ یقیناً تھا بھی ایک ہزار کے برابر۔ تو اس نے خود ہی اترتے ہی تلوار ماری اپنے گھوڑے کے سر پر اور پیر پر، اور اُس کو کاٹ کر رکھ دیا کہ مجھے اس بچہ سے لڑنے کے لئے گھوڑے کی کیا ضرورت ہے! کاٹ کر گرا دیا۔

پھر مقابلہ شروع ہوا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار، لکھا ہے کہ ایک تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماری ہے، تو اس کی زرہ کو کاٹ کر، گردن کو کاٹ کر، اس کے جبڑے کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دئے۔ ایک وار میں کام تمام کر دیا۔ کہتے ہیں اس کے جبڑے کے بھی دو ٹکڑے اور زرہ گردن کے پاس سے الگ ہوگئی اور سر کا حصہ الگ ہوگیا۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کردار جنگِ احزاب میں تھا۔

اَلْاٰنَ لا یَغْزُوْنَنَا

آگے پھر جنگِ احزاب کیسے ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح نصرت اور مدد فرمائی۔ یہ قرآن کریم میں ہے کہ اُن کو بھاگنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے ایسی طوفانی ہوا بھیجی کہ ان کے خیمے الٹ گئے، اور وہ بھاگے۔

جب وہ جا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب پیشن گوئی فرمائی کہ **اَلْاٰن لایَغْزُونَنا وَنَغْزُوهُم**، بدر one احد two اور خندق three ہو چکا۔ **اَلْاٰن لایَغْزُونَنا**، یہ پیشن گوئی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اب یہ ہم سے کبھی نہیں لڑ سکتے، اب ان کو بھول جاؤ، ماضی کی داستان بن گئے، اب قریش اور عرب بت پرست کبھی نہیں لڑ سکتے۔ اُن کی جرأت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ اور نَغْزُوھُم، فرمایا اب جس طرح انہوں نے، بدر میں آئے، اُحُد پر چڑھ آئے، احزاب کو لے آئے attack،three,two one, کئے تھے، ایک سے ایک بڑھ کر زور آزمائی کی، تو ہم اس سے زیادہ نہیں کریں گے۔ جیسا انہوں نے کیا ہے، ہم اسی طرح ہر چیز میں بدلہ چکائیں گے۔

اللّٰہ أعلیٰ و أجل!

جس طرح کہ وہاں احد میں جب مسلمانوں کو پہلے فتح ہوئی، پھر غلطی کی وجہ سے شکست ہوئی، تو شکست پر ابوسفیان نے کہا، اپنی فوج سے کہا کہ نعرے لگاؤ، اعل ھبل، جس طرح کہ ہم کہتے ہیں نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، تو اس نے کہا کہ اعل ھبل، کہ آج ہبل بلند رہا۔ تو وہ نعرے لگا رہے ہیں، صحابۂ کرام سن رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ نعرہ لگا رہے ہیں، اب نعرہ سے کوئی چوٹ تو نہیں لگتی تھی، وہ جا رہے تھے نعرہ لگاتے ہوئے، کوئی خطرہ بھی نہیں تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ہر چیز کا جواب ہونا چاہئے، اس کا بھی جواب دو۔ تو صحابہ کرام پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ، ہم کیا جواب دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ اُعْلُ ھُبل تو تم کہو اللّٰہ أعْلیٰ وَ أجَلّ۔ اسی کے قافیہ پر جواب دیا گیا۔ پھر آگے اور بھی نعرے ہیں جن کا اسی طرح جواب دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صلح حدیبیہ میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، اَلْاٰنَ لَایَغْزُونَنا وَنَغْزُوھُم، تو کیسے نَغْزُوھُم؟ وہ جیسے تین دفعہ آئے تھے، اس کے جواب میں ہم بھی تین دفعہ جائیں گے اور انہیں للکاریں گے۔ اس

لئے پہلے حدیبیہ، پھر عمرۃ القضاء، پھر فتح مکہ ہوتا ہے۔اس طرح three, two one ہوتا ہے۔

اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اب ہمیں عمرہ کے لئے جانا ہے، کوئی لڑائی کی بات نہیں، صرف عمرہ کرنا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بھی دیکھا تھا۔ تو اب احرام باندھ کر اتنی بڑی جماعت مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں ہے، وہ مکہ مکرمہ سے باہر آ کر روکتے ہیں۔تو یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود ہیں، ہر وقت کا ساتھ تھا، بدر میں ساتھ تھے، احد میں ساتھ تھے، ہر قدم، ہر سانس میں خدمت انجام دیتے تھے۔صرف کہیں کہیں سے تھوڑی جھلک آپ کو دکھانی ہے۔

حدیبیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جو نمایاں کام تھا، وہ یہ کہ جب قریش نے روکا اور جانے نہیں دیا، اور یہ طے پایا کہ اس سال تم واپس چلے جاؤ، اور ہم ایک معاہدہ لکھتے ہیں، اس معاہدہ کے مطابق عمرہ کرنے کے لئے پھر تم آ سکتے ہو۔تو جو معاہدہ لکھا جا رہا تھا، اس کے لکھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

لکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاتب ہیں، لکھا **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** ۔ اب وہ کفار کی طرف سے سہیل ابن عمرو کہتا ہے، نہیں، یہ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** مت لکھو، جو پہلے آپ لکھتے تھے، **بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ** وہی لکھو۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا بھئی، یہ جس طرح کہتے ہیں وہ لکھو۔اُس طرح لکھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے فرمایا کہ لکھو، **مِنْ مُحَمَّدٍ رَسولِ اللّٰہ**، کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ کا قریش کے ساتھ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، رسول اللہ مت لکھو، **مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہ** لکھو، کیوں کہ اگر ہم یہ مانیں، رسول اللہ لکھنے کی ہم اجازت دیں، تو گویا ہم نے مان لیا، اسی پر تو ہمارا تمہارے ساتھ جھگڑا ہے کہ ہم آپ کو نہیں مانتے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، اللہ کے

رسول ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہے تم مانو، نہ مانو، میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں۔
انہوں نے کہا کہ نہیں، اس کو مٹا دو۔تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اچھا، اس کو مٹا دو اور لکھ دو اِبْـنِ عَبْـدِ الـلّٰــہ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا، پورے طور پر ہر وقت ذہن حاضر رہتا تھا، کسی جگہ تھکاوٹ کے وجہ سے، حالات کی وجہ سے، کہیں ذرا سی غیبت نہیں ہوتی تھی، ذرا بھی توجہ ادھر اُدھر نہیں ہوتی تھی۔ یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ لااَمْــحُــوکَ یَـا رَسُـوْل الـلّٰــہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی، میں اس کو مٹاؤں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

الأمر فوق الأدب یا الأدب فوق الأمر؟

اب یہاں ایک بحث شروع ہوگئی کہ، الامر فوق الادب یا الادب فوق الامر؟ کہ حکم ہورہا ہے، امر ہورہا ہے کہ ایسا کرو، تو یہ ادب کے خلاف ہو تو بھی کرنا چاہئے؟ یا ادب امر کے اوپر غالب رہتا ہے؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیں ادب یہ بتایا کہ ادب ایسے موقعہ پر یہ ہے کہ چاہے حکم دیں تو بھی خلافِ ادب نہ کرو، ایسا نہیں کر سکتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ رَسُوْل اللّٰہ کہاں ہے؟ کیوں کہ نبی اُمی ہیں۔ میں بار بار اپنے بیان میں کہتا رہتا ہوں کہ ہم جو قرآن شریف پڑھتے ہیں، تو پہلے سوچیں اے اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمی تھے، کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اَلْـحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن نکل سکا؟ اُمّی تو پڑھ ہی نہیں سکتے۔اتنا فصیح بلیغ کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنا، یہ خود ایک معجزہ۔امی کی زبان سے کیسے یہ کلام ادا ہو پایا۔
وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔پھر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا، پھر فرمایا کہ اس کی جگہ لکھو مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدَ اللّٰہ۔اب یہ حدیبیہ one،(ون) ہوگیا، ایک ہوگیا۔اب اُس میں ایک دفعہ اور ایک کالم یہ تھی کہ اس سال واپس جاؤ۔مسلمان واپس چلے

گئے۔آئندہ سال پھر واپس آ ؤ۔اسی بناء پر پھر عمرۃ القضاء کا سفر ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمرۃ القضاء میں

حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے آئے،تو اس عمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، عمرۃ القضاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔اس میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا قصہ پیش آیا، اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اس عمرۃ القضاء کے سفر میں صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اکتَنَفْنا ،اب قریش کا بچہ بچہ دشمن ہے، چاروں طرف دشمن ہیں اور ان کے بیچ میں مسلمان عمرہ کرنے کے لئے احرام میں ہیں۔تو صحابۂ کرام کو ہر وقت اس کا خیال اور خوف ہے کہ کہیں کسی طرف سے شرارت نہ ہو،مشرکین مکہ کو کسی چیز کا، معاہدہ کا، یا کسی چیز کا پاس اور لحاظ نہیں ہوتا۔یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم ہر وقت، ایک دوسرے کے کندھے کے ساتھ کتف کو کتف کے ساتھ ملا کر کے چلتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشرکین کی طرف سے تکلیف پہنچنے نہ پائے، تو اس میں ہر جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیش پیش ہیں۔

سفر حدیبیہ اور پھر عمرۃ القضاء، one,two ہو گیا اور اب، three باقی ہے۔

عمرۃ القضاء کے بعد پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ اب نَغْزُوهُم۔اب ہم نے کفر کو بہت مہلت دی، بہت مار کھائی، جس طرح وہ چاہتے تھے، اس طرح ہم لیٹ جاتے تھے، اور وہ مارتے رہتے تھے، گرم پتھروں پر، کانٹوں پر گھسیٹتے تھے، سب کچھ ہم نے برداشت کیا۔

دشمن کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ہم نے کہا وہ تو تلوار ماری کہیں نہیں، صرف تلوار دکھائی ہے۔نَغْزُوهُم، تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اب چلنا ہے، لیکن مکہ

مکرمہ کی طرف بعد میں جائیں گے، اِدھر اُتنا ہی بڑا دشمن خیبر میں ہے۔تو اس لئے مکہ کی طرف جانے سے پہلے مدینہ منورہ کو محفوظ کر دیا جائے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ غزوہ خیبر ضمن میں ہورہا ہے، ابھی three نہیں ہوا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیبر میں

کہ خیبر تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سب سے اونچا کردار ہے۔ جیسے ہی ان کے مبارز نکلتے ہیں، ان میں سے مرحب نکلتا ہے، اور تلوار ہلاتا ہوا آتا ہے کہ مقابل کون ہے، هَلْ مِنْ مُبَارِز ؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بدر میں اپنے مقابل ولید کا جو حال کیا تھا اور خندق میں اپنے مقابل عمرو بن عبدود کا جو حال کیا، اس سے برا حال مرحب کا خیبر میں ہوا۔ اور اسی مبارزہ کے ساتھ ہی یہ جنگ تو ختم ہوگئی تھی۔ جو فوجوں کی جنگ ہے، اس کی نوبت یہاں نہیں آئی تھی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا پھاٹک کھولا تھا، اسی لئے فاتحِ خیبر ہیں۔

اب خیبر کی صفائی کے بعد، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ one یہ حدیبیہ کا سفر، two یہ عمرۃ القضاء، اور اب three ہورہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ اندر اندر مکمل تیاری کرلو، لیکن کسی کو بتایا نہ جائے۔ صرف باقاعدہ جو فوج تھی، جن کو تیاری کے لئے کہا گیا کہ آپ کو چلنا ہے، آپ کو چلنا ہے، اُن کو معلوم ہے کہ تیاری ہورہی ہے اور کہاں کی ہورہی ہے۔ تو ان کو بتایا گیا کہ ہم مکہ مکرمہ جارہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فتح مکہ میں

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ مہاجرین میں سے تھے، مکہ سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ اُن سے ایک غلطی ہوگئی کہ ان کے بیوی بچے وغیرہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صاف صریح حکم کے باوجود کہ کسی کو بتانا نہیں، کہ کسی ایک فرد

کو بھی نہ بتایا جائے، مگر انہوں نے، حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک چٹھی لکھی مکہ مکرمہ،
زعماءقریش کے نام کہ خبردار! خیال رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کی تیاری فرمارہے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوگئی کہ یہ کوئی خط جارہا ہے، ایک
عورت کے ذریعہ کسی نے بھیجا ہے، حاطب ابن ابی بلتعہ نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت زبیر اور حضرت مقداد، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، تین سواروں کو بھیجا۔ فرمایا کہ جاؤ، مکہ
مکرمہ کے راستہ پر، اور روضۃ خاخ نامی جگہ پر، پوری نشاندہی فرمادی۔ ہمارے زمانہ میں آپ
حضرات کو جس طرح ٹوم ٹوم لاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نشاندہی فرمائی کہ فلاں جگہ
پر، فلاں راستہ پر، وہاں وہ عورت ملے گی۔ اُس عورت کے پاس چٹھی ہے، وہ لے کر آؤ۔

اب یہ تینوں سوار وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ اس سے کہا کہ خط نکالو۔ اس نے کہا
میرے پاس خط نہیں ہے۔ طرح طرح سے اس کو سمجھانے کی، دھمکانے کی کوششیں کی، کوئی
چیز کارگر نہیں ہوئی۔ تو بالآخر انہوں نے کہا کہ دیکھو، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تو
ذرہ بھر اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہوسکتا۔ یا تو دو میں سے ایک تو اپنے لئے پسند کرلے، یا ہم تجھے
ننگا کریں وہ چٹھی تلاش کرنے کے لئے، یا تو خود ہی دیتی ہے؟

اس نے دیکھا کہ اب یہ مجھے پکڑیں گے، تو اس نے کہا کہ اچھا، تم لوگ ادھر منہ کرلو۔ اُدھر منہ
کیا تو اُس نے اپنے کپڑوں میں سے نکال کر چٹھی دی۔ انہوں نے چٹھی وہاں نہیں پڑھی، بلکہ لا
کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کردی کہ یارسول اللہ، یہ وہ چٹھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو بلایا، انہوں نے پہلے ہی ہاتھ اوپر کیئے کہ یا
رسول اللہ! میں نے کسی غداری، خیانت کی وجہ سے نہیں کیا، مجھے کوئی شک شبہ کچھ نہیں تھا، مجھے تو
اس کا یقین اور میرا عقیدہ تھا کہ یہ میں اطلاع ان کو کردوں گا، تو میری اطلاع آپ کو کوئی نقصان
نہیں پہنچاسکتی، لیکن میری اطلاع کرنے سے میرا ان پر ایک احسان ہوجائے گا۔ میرے بچوں کی
دیکھ بال کرنے والا وہاں کوئی ہے نہیں، میرے خاندان میں سے کوئی نہیں، کیوں کہ وہ باہر سے

آ کر وہاں بسے تھے۔عرب باہر کے آدمی کو اپنے قبیلہ میں داخل کر لیتے تھے۔تو اُن میں سے یہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، مکہ والوں میں سے اور قریش میں سے نہیں تھے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اسی وقت فرمادیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار اٹھائی کہ یارسول اللہ، اجازت دیں؟ میں اس کی گردن اُڑادوں؟ کہ اس نے اس طرح ایسی حرکت کی، کہ قریش کو چٹھی لکھی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، یہ سچ کہتا ہے، اس نے جو کچھ سچی بات تھی، وہ عرض کردی۔اور تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ نے کتنا اونچا بدریین کو مرتبہ دیا ہے۔

جہاں کہیں بدریین کی بات آتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جگہ جگہ فرماتے تھے کہ تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ نے تو پہلے ہی فرمادیا کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُم فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ، کہ آئندہ کے لئے جو چاہے کرتے رہو، سب اللہ کی طرف سے معاف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین نے یہ نہیں پڑھا ہے کہ یہ صحابہ کا مقام کیا ہے اور بدریین کیا ہوتے ہیں؟ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُم فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ کیا ہے؟

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ کو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا، وہ بھی اتنی بڑی غلطی پر۔کتنی بڑی غلطی؟ دنیا کی کوئی فوج، کوئی حاکم معاف نہیں کرسکتا کہ یہ تو ہمارا غدار ہے اور اُن کا جاسوس ہے، اس کو کوئی معاف نہیں کرسکتا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! یہ سچ کہتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف فرمادیا۔اب فتح مکہ کے لئے جو فوج چلی یہاں سے، اس میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساتھ ساتھ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ صدیقی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت کے حاضر باشوں میں رہے اور جو قرب رہا، تھوڑے سے نمونے آپ کو بتا دئے۔ اب خلفاء کرام کا ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کس طرح دیتے ہیں، وہ سنئے۔

حضرت صدیقِ اکبر خلیفہ ہوتے ہیں، ہمارے یہاں ایک دفعہ میں نے تاریخ کے نصاب کے لئے ایک تیاری شروع کی تھی، ایک کمزوری ہے ہمارے نصاب میں، تاریخ کی، اسلامک ہسٹری history کی، پورے طور پر جو مکمل نبوت اور خلافت کی ہسٹری ہے، وہ نہیں پڑھائی جاتی۔ تو میں نے، بالکل ابتدائی دور میں کتابیں منگوائیں تھی، ان میں ہماری جماعت کی لکھی ہوئی ایک کتاب تھی۔

میں نے طلبہ کو دینے سے پہلے، اس کو چیک check کیا، تو مجھے اس میں ایک غلطی نظر آئی، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت تو کی تھی مگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے انتقال کے بعد کی تھی۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے لے کر چھ ماہ تک اُن کو وہ خلیفہ نہیں مانتے تھے۔

جنہوں نے یہ مضمون لکھا تھا، ان کو خط لکھا تھا۔ یہ کتاب سالوں پہلے تیار کی جا چکی تھی، اور دنیا میں ہر جگہ چھپتی تھی، اور پڑھائی جاتی تھی۔ تو میں نے اُن کو خط لکھا، دو تین جگہ لکھا تھا، لکھنؤ بھی لکھا تھا، ان کے نام جو اس کام میں شریک تھے کہ بہت بڑی غلطی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بڑا بہتان ہے، الزام ہے۔

کیوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت تو جس طرح تمام صحابۂ کرام نے نورمل normal کی تھی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق سب کا فیصلہ ہوا، اسی وقت کر لی تھی۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ سب نے جو سقیفہ بنوساعدۃ میں تھے، انہوں نے بیعت اس وقت کر

لی۔ پھر اگلے دن مسجد نبوی میں منبر پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا، اور وہاں پھر تمام مجمع نے آکر بیعت کی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور تکفین میں مشغول تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر تو ادھر نہیں آسکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن نہیں کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز اور تکفین میں وہ مشغول تھے۔ اس لئے جو حضرات سقیفہ بنو ساعدۃ میں موجود نہیں تھے، پھر اگلے دن جو مسجد نبوی میں بیعت ہوئی اس میں نہیں تھے۔

اس لئے جیسے ہی تدفین سے فراغت ہوئی تو تیسرے دن آکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اپنے وقت پر کی تھی۔ صحابہ میں سے کسی کو کوئی شکویٰ، شکایت نہیں تھی۔

میں نے اس کتاب کے متعلق یہ پوچھا کہ یہ تم نے کیسے لکھ دیا اپنی کتاب میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے انتقال کے بعد بیعت کی تھی۔ یہ کوئی حدیث، قولِ رسول، فعلِ رسول کی روایت نہیں، مجرد تاریخی داستان ہے۔

جب ایک بڑی جماعت اس تاریخی داستان کو معمول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کو نقل کر کے کہتی ہے کہ بیعت تیسرے دن ہی کر لی تھی، مگر چھ مہینہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا مرض الوصال جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے دن سے شروع ہو کر چھ ماہ رہا، مگر اس کے بعد مشغولیت کی بناء پر پوری قوت کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ وقت کا ہاتھ نہیں بٹا سکتے تھے۔ اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے وصال کے بعد پھر اپنے آپ کو مکمل طور پر پیش کر دیا کہ اب علی آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ یہ دوسری دفعہ بیعت ہے۔

یہ تاریخی داستان خلاف واقعہ نقل ہونے میں ابن شہاب زہری کی ایک عادتِ ادراج اس کا سبب بن گئی، جیسا کہ محققین لکھتے ہیں کہ **فکان بعض اقرانہ ربما یقول لہ افصل**

کلامک من کلام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یہ تاریخی داستان ابن شہاب زہری سے ۲۵ طرق سے مروی ہے۔ خود ان میں تضاد ہے کہ ۲۵ میں سے ۹ طرق میں **غضب و ھجران فاطمہ** مذکور نہیں۔ اسی طرح کئی طرق میں تاخر بیعت مذکور نہیں۔ اسی طرح ابن شہاب کے علاوہ جو دوسری گیارہ کے قریب اسنادو طرق سے یہ داستان مروی ہے، وہ ابن شہاب سے اس کے نقل میں اختلاف کرتے ہیں۔ اسی لئے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام مجدہم نے تکملہ فتح الملہم میں بیسیوں صفحات میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ **فجزاہ اللّٰہ عنّا خیر الجزاء**۔

یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کتنا تعلق تھا، اور کتنے فدا تھے حضرت صدیق اکبر پر، اس کے پچاسوں قصے ہیں، مگر شیعہ، ان کی اذان ہم سے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ **اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًا وَلِی اللّٰہ وَ خَلِیُفَتُہُ بِلا فَصل**، کہتے ہیں کہ حضرت علی اللہ کے ولی، اور خلیفہ ہیں، اور اُن کی خلافت چوتھے درجہ پر نہیں ہے، بلا فصل ہے، پہلے نمبر کی ہے۔ کہتے ہیں یہ تو سب غاصب تھے صدیق اکبر بھی، اور عمر فاروق بھی، اور عثمان غنی بھی۔ تو اس لئے وہ کہتے ہیں کہ **و خلیفتہ بلا فصل**۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی چھ ماہ بعد بیعت کے قائلین سے ہم نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسی وقت بیعت ہو گئے تھے جس وقت سب ہو رہے تھے، ابھی تو باہر سے مدینہ منورہ کے باہر جو لوگ رہتے تھے وہ آ کر بیعت نہیں ہوئے تھے، اُن سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیعت ہو گئے تھے۔

بیعت ہونے کے بعد جب مرتدین سے جنگ شروع ہو رہی ہے، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ مرتدین سے جنگ کا، فوج کا سپہ سالار وہ ابوبکر ہوگا۔ اور حضرت صدیق اکبر تیار ہو کر نکل پڑے۔ تو نکل پڑے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، سب منا رہے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منانے کی کوشش کر رہے تھے، واپس لانے کی کوشش کر رہے تھے

کہ یہ فیصلہ خدارا آپ نہ کیجئے، آپ نہ جائیے، تو ان کو زبردستی اصرار کر کے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو کون لایا ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لائے ہیں۔

اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ذہن میں، دل ودماغ میں کوئی کسی درجہ میں ذرہ بھر بھی کوئی خیال تھا کہ خلافت میرا حق تھا، تو وہ تو جانے دیتے کہ اچھا ہے، جا کر مریں تو میں اِن کے بعد خلیفہ بنوں۔ مگر وہ تو وہاں سے اصرار کر کے لائے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جا چکے تھے، تو یہ دورِ صدیقی میں سب سے اہم کردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس جگہ پر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ فاروقی

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے، تو یہاں بھی طرفین کو انتہائی تعلق ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اتنی محبت تھی، اتنی محبت تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ نے دیوان مرتب کرائے، سب کے وظائف متعین فرمائے کہ اب اللہ تعالیٰ نے بیت المال کو خزانوں سے بھر دیا ہے، تو سب کو وظائف دیں گے، تو سب سے پہلے جس کا نام لکھا گیا، کس کا؟ فرمایا کہ سب سے پہلا حضرت علی کا نام لکھو۔ اور سب سے زیادہ بڑی تنخواہ کن کی؟ حضرت علی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وظیفہ چار ہزار رکھا، اور حضرت علی کے لئے پانچ ہزار کا وظیفہ بیت المال سے جاری فرمایا۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان پر کیسے فدا تھے؟ جس کی وجہ سے شیعہ متہم کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، کہ ام کلثوم چھوٹی سی بچی چھین لی تھی۔

ہم نے کہا کہ نہیں، جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو کر چھ سالہ بچی پیش کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دی تھی، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمر پر اتنے فدا تھے کہ اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم کو آپ کی خدمت میں خود پیش کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اتنے خوش ہوئے، اتنے خوش

ہوئے کہ حضرت عمر نے اس وقت مروجہ مہر سے تقریباً ایک سو گنا زیادہ مہر، یعنی چالیس ہزار درہم ادا فرمایا تھا۔ اور خود شیعہ حضرات کے یہاں بھی یہ روایت ملتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دورِ عثمانی

آگے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سب سے اہم کردار بہت نازک حالات میں ہوتا ہے، جب لشکر مصر سے باغیوں کا تیار ہو کر کے آتا ہے۔ دو دفعہ وہ باغی مصر سے تیار ہو کر آئے ہیں۔ جب پہلی دفعہ تیار ہو کر آئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے باہر پہنچے، مدینہ منورہ کے راستہ میں دور جا کر، وہاں اُن سے ملے، اور جا کر اُن کو ڈانٹا اور کہا کہ تم کاہے کے لئے آرہے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، ہم تو آپ ہی کے وجہ سے آرہے تھے۔

آپ نے فرمایا میری وجہ سے؟ فرمایا کہ عثمان تو میرے خلیفہ ہیں، تو میں اُن کو خلیفہ مانتا ہوں، میرے امیر المؤمنین ہیں۔ اور پھر اُن کی ہر شکایت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی طرف سے جواب دیا، اور اُن کو ڈانٹ کر کے واپس بھیجا۔

پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر دوسری دفعہ وہ اچانک حملہ آور ہوئے، اور آپ کو گھیر لیا گیا، تو اپنے دونوں شہزادوں کو، حسنین کو بھیجا۔ اُن کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے پہرہ کے لئے حضراتِ حسنین کو بھیجا۔ اتنے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر فدا تھے۔

اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاندان میں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، تمام پشتوں کا تعلق خلفاء ثلاثہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اتباع میں مثالی رہا۔ ابو بکر نام رکھے گئے، حضرت عمر کا نام رکھا گیا۔

یہ ایک لمبی داستان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان شیعوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے، ان کی دسیسہ کاریوں کا بڑا فکر ہو رہا ہے، اُمت مسلمہ پر سب سے زیادہ جو بڑے خطرات ہیں، اُن میں

سے ایک بڑا خطرہ اِن کا بھی ہے۔ حرمین کو اور دوسرے خطرات بھی ہیں، بڑا خطرہ اِن کا بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حرمین کی حفاظت فرمائے، اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

اب آپ حضرات واپسی کی تیاری فرما رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں ایک خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی خانقاہ تھی۔ خانقاہ میں کوئی آدمی آتا، تو اُن کا ایک سوال آنے والے سے ہوتا۔ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت کا بھی معمول تھا کہ جو مہمان آیا اس سے السلام علیکم، کون ہو؟ کیوں آئے ہو؟ کب تک ٹھہروگے؟ ایک سانس میں تین سوال ہو جاتے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لکھنؤ سے ایک صاحب آئے تھے۔ انہوں نے پھر جا کر ایک خط لکھا تھا، وہ بڑا دلچسپ تھا، جس میں حضرت کے اس معمول پر بھی ان کا تبصرہ تھا۔

حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو کوئی مہمان پہنچتا تو وہ پوچھتے تھے کہ مسافر ہو یا مقیم؟ وہ اگر کہتا کہ مقیم ہوں کہ جب تک آپ فرمائیں، ہمیشہ کے لئے آگیا ہوں۔ فرماتے کہ آجاؤ۔

اور اگر وہ کہتا کہ مجھے تو فلاں جگہ جانا ہے، راستہ میں جا رہا تھا، تو مجھے ایک ہفتہ رہنا ہے، ایک مہینہ رہنا ہے، تین دن رہنا ہے۔ تو فرماتے کہ نہیں، آپ اپنا کام کریں، آپ جائیں۔ وہ کہتا کہ نہیں، مجھے تو حضرت کچھ دن، تھوڑی مدت تو رہنا ہے۔ فرماتے کہ نہیں۔ بات یہ ہے، آپ یہاں رہوگے، ایک مہینہ کے بعد، دو مہینے کے بعد، تین مہینے کے بعد، آپ کہوگے کے مجھے جانا ہے۔ اور آپ کے اس رہنے کی وجہ سے مجھے تم سے ایک قسم کا اُنس ہو جائے گا، تو پھر میں آپ کو کیسے چھوڑوں گا؟

تو آپ لوگ بھی ہفتہ سے، عشرہ سے یہاں ہیں، اتنی مجلسیں آپ کے ساتھ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ بار بار ہمیں اس طرح نیک کاموں پر اکھٹا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیں جنت میں بھی اکھٹا فرمائے۔

۳۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: وصال فاروقی سے دو سال قبل　　　　مولد: مدینہ منورہ

تاریخ وفات: یکم رجب یا ۴ محرم ۱۱۰ھ، اس میں اختلاف ہے　　　　مدفن: بصرہ

ہمارے دو امام

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے وہ درجہ رکھتے ہیں جو شریعت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں۔ کہ شریعت کے باب میں جس طرح ہم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع کرتے ہیں، وہ ہمارے امام ہیں، اس طرح روحانیت کے باب میں ہمارے سب سے بڑے امام کون؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور دونوں ایک ہی زمانہ میں تھے، دونوں ایک ہی وقت میں، ایک ہی علاقہ میں پچیس برس رہے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں ہوتے تھے۔

دونوں معاصر ہیں۔ جیسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل مذہب تھا، جس سے حنفی مذہب چلا، تو خود ان کا، حسن بصری کا بھی مذہب دو تین صدیوں تک چلا ہے، دو تین صدیوں تک ان کا مستقل مذہب چلا۔ اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ یہ چار مذاہب دنیا میں اتنے عام ہو گئے کہ تمام مذاہب، امام اوزاعی، لیث بن سعد وغیرہ سب کے مذاہب ختم ہو گئے۔ تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کے، صحابہ کرام کے بعد، ہمارے سب سے بڑے امام ہیں۔

حجاج اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حجاج بن یوسف نے جس طرح بڑے بڑے اکابر کو ستایا، ان کا خون بہایا، ان پر ظلم کیا، تو ان کے ساتھ بھی ایک دفعہ واقعہ پیش آیا، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کہ حجاج بن

یوسف نے واسط میں ایک عظیم محل بنایا، زبردست محل، قصر بنایا اور وہ فخر سے بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زبردست درس کا حلقہ تھا۔ تو ایک دفعہ ان کے پاس آدمی بھیجے کہ حجاج بن یوسف آپ کو بلاتے ہیں۔ تشریف لے گئے۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو واسط چلنا ہے میرے ساتھ، واسط لے گیا، وہ محل دکھایا۔

جب محل آپ نے دیکھا تو آپ نے اپنی طرف سے تو سکوت فرمایا، صبر کیا، مگر جب اس نے خود پوچھنا شروع کیا کہ آپ نے کیسا پایا؟ تو پھر جو آپ نے اس کو ڈانٹا ہے حجاج بن یوسف کو، کڑوی کڑوی سنائی ہے۔ یہ ادھر ڈانٹ رہے ہیں اور مجمع کے اوسان خطا ہو رہے ہیں کہ اوہو ہو! اب قیامت برپا ہونے والی ہے کہ حجاج بن یوسف، اس کے سامنے اُف کون کر سکتا ہے، اور یہ حسن بصری تو ان کو مسلسل ڈانٹے جا رہے ہیں۔

کہتے ہیں جو ان کے خدام وغیرہ ساتھ تھے یا وہ درباری جو موجود تھے، تو پیچھے سے کوئی کرتا پکڑ کر کھینچ رہا ہے، کوئی شال پکڑ کر کھینچ رہا ہے، پھر بیچ میں کسی نے، کسی کا نام بھی لکھا ہے کہ فلاں نے بیچ میں روکنے کے لئے کہا کہ **کفاک یا امیر المؤمنین فی الحدیث**، کہ ہمارے، جس طرح وہ امیر المؤمنین اس کو لوگ مانتے ہیں خلافت کی وجہ سے، تو اس طرح آپ ہمارے امیر المؤمنین ہیں حدیث میں، تو آپ نے جو نصیحت کی، کافی ہوگئی۔ مگر کہاں حسن بصری رکنے والے تھے، برابر ڈانٹتے رہے۔ حجاج بن یوسف نے اس وقت تو کڑوا گھونٹ پی لیا اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ اچھا، ان کو چھوڑ کر آ جاؤ، اور کل ان کو اتنے بجے لے آنا۔

دوسرا دن جب متعین کر لیا حجاج بن یوسف نے، تو اب ساری دنیا کو یقین ہوگیا، ہر جگہ ختمات پڑھے جا رہے ہیں، دعائیں ہو رہی ہیں کہ اب یہ حسن بصری کا آخری دن ہے کہ حجاج بن یوسف ان کو قتل کئے بغیر، شہید کئے بغیر، چھوڑے گا نہیں۔

اگلے روز کارندے آئے، پولیس آئی، آپ کو پکڑ کر لے گئی۔ اور وہاں حجاج بن یوسف کے تخت کے سامنے تمام چیزیں تیار، جلّاد تیار، چمڑا بچھا ہوا ہے، تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، یہ منظر

دیکھ کر سارے مجمع کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کہ اب کیا ہوگا ہمارا؟ اتنے بڑے ہمارے پیر صاحب، روحانیت کے ہمارے امام، ان کے ساتھ اب کیا ہونے والا ہے؟ تو جب حجاج بن یوسف کے سامنے حضرت حسن بصری تشریف لے جارہے تھے، تو آپ نے قدرے آواز سے کچھ پڑھنا شروع کیا کہ ہونٹ ہل رہے تھے اور کچھ پڑھ رہے تھے۔

پہلے تو کیا منظر تھا کہ نہایت آنکھیں سرخ حجاج بن یوسف کی اور غصہ میں شیر کی طرح سے تھا، ہر تھوڑی دیر میں اپنی بیٹھک اور ہیئت کو بدل رہا تھا، پریشان ہورہا تھا، لیکن جب حسن بصری اس کے سامنے تشریف لے گئے ہیں اور جیسے قریب پہنچے ہیں، تو بالکل اس کی ہیئت یکسر بدل گئی اور وہ حضرت حسن بصری کا، جس طرح کہ دنیا جس طرح چومتی تھی اور والہانہ استقبال کرتی تھی، اس طرح آپ کو ہاتھ پکڑ کر لا رہا ہے، اپنے ساتھ بٹھا رہا ہے، اور پوچھتا ہے کہ آپ خیریت سے ہیں؟ آپ کے طلبہ خیریت سے ہیں؟ آپ کا کام سب ٹھیک ٹھاک جارہا ہے؟

اب ساری دنیا حیران کہ یہ کیا ہوگیا؟ اور اس کے بعد جلدی سے اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں اور دعا کے ساتھ رخصت کر دیا۔

جب باہر نکلے تو حسن بصری کے خدام پوچھتے ہیں کہ حضرت، یہ کیا ہوگیا؟ فرمایا کیا ہوگیا؟ اس کو تم نے خدا سمجھ رکھا ہے؟ اور مجمع نے پوچھا کہ ہم نے تو یقین کر رکھا تھا کہ آپ زندہ واپس یہاں سے نہیں جاسکتے اور یہ کیا ہوگیا؟ کہ آپ یہاں سے نہ صرف زندہ جارہے ہیں، تعظیم تکریم حجاج بن یوسف نے زندگی بھر کسی عالم کی نہیں کی ہوگی، جس قدر اس نے تکریم آپ کی کی ہے، اور جب آپ اس کے پاس محل میں قدم رکھ کر آگے بڑھ رہے تھے، تو آپ کچھ پڑھ رہے تھے۔

فرمایا کہ ہاں! پوچھا، وہ کیا؟ کوئی خاص دعا تھی؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس وقت میں یہ دعا کررہا تھا کہ **اَللّٰهُمَّ وَلِیَّ نِعْمَتِی وَ مَلاذِی عِنْدَ کُرْبَتِی اِجْعَلْ نِقْمَتَهُ عَلَیَّ بَرْدًا وَ سَلامًا کَمَا جَعَلْتَ النَّارَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ بَرْدًا وَ سَلامًا.**

اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے گناہوں سے جو دوزخ کی آگ بھڑکا رکھی ہے اس کو بھی ٹھنڈی کرے، دنیا بھر میں جہاں کہیں جنگوں کی آگ ہیں، اللہ کی طرف سے کوڑے برس رہے ہیں، جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے آثار دکھائی دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بھی برد اور سلامتی والا بنائے اور ہم سب کو، اور امت کے گناہوں کو معاف فرمائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا، اور کس طرح حجاج، جو آپ کو شہید کرنے کے لئے جلاد کو بلا چکا تھا اور چمڑا بچھایا جا چکا تھا اور چند کلمات ان کی زبان سے اس وقت نکلے، ان کلمات نے کیسے حجاج کو رام کیا ہے۔

ایک تاریخی داستان بن گئی کہ جس ظالم کا دل کسی چیز سے نہ پسیجا، معرکوں میں، جنگوں میں، میدانوں میں، قید خانوں میں، لاکھوں انسانوں کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ جو جنگوں میں اس نے قتل کئے وہ تو علیحدہ، مگر جن کو جیل خانوں میں اور جلاد کی تلواروں کے ذریعہ اس نے مروایا، وہ ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ تو واسط کا قصہ آپ کو سنایا تھا، محل جب تعمیر کیا تو کس طرح حسن بصری نے اس کی خبر لی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کے ذریعہ کس طرح ان کی حفاظت فرمائی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ حسن بصری کے والدین دونوں مملوک ہیں۔ ان کے والد حضرت یسار، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے، جنہوں نے ان کو آزاد کیا تھا۔ اور آپ کی والدہ محترمہ خیرہ جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مملوکہ تھیں، ان کی باندی تھیں اور حضرت امِ سلمہ نے ان کو آزاد کیا تھا۔

اسلام نے غلامی کے تصور کا خاتمہ کیا

اب اسلام کو جس طرح نشانہ بنایا گیا، ایک ایک چیز کو، کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق نہیں ہیں، اسلام نے غلامی کے تصور کو جنم دیا، طرح طرح کے جھوٹ گھڑے گئے۔ تو اولین اسلام میں

داخل ہونے والے حضرت بلال تھے، ان کو کونسی مسلم تلوار نے غلام بنایا تھا، اور اس بلال جیسے لاکھوں اس وقت غلام تھے۔

اسلام نے تو جو غلامی کا تصور صدیوں سے چلا آرہا تھا اس کو ختم کیا، طرح طرح سے ختم کیا۔ ایک ایک بات پر حکم ہے غلام آزاد کرو، اتنا کہا خدا کی قسم اور قسم کو پورا نہ کر سکے، فتحریر رقبة، غلام آزاد کردو، غلام کے آزادی کے کتنے راستے کھول دئے۔

وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ

یہ جو اسلام کو طرح طرح سے نشانہ بنایا گیا، ایک ایک چیز کو، تو ہم اس کو تو کسی طرح گوارا کرتے ہیں۔ مگر بعض نام نہاد مسلمان بعض ہستیوں کو نشانہ بناتے ہیں، تو تمہیں کیا ہوا؟ کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے اور عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے، عثمانِ ذی النورین سے، اگر دشمنوں کو عداوت ہے، تو تمہیں کیا ہوا؟

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ناقدین کی نگاہ میں

ناقدین صحابہ نے عنوان قائم کیا کہ صحابۂ کرام اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے، مگر ان کے دل دماغ سے جاہلیت کی خوبو گئی نہیں تھی، جو جاہلیت کے اثرات تھے وہ گئے نہیں تھے۔ اور پھر اس کے دلائل باقاعدہ دینا شروع کرتے ہیں۔

سب سے پہلی دلیل جو پیش کی ہے، وہ شیخین کی، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی، کہ اَمِّرِ الْقَعْقَاع، ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ ان کو امیر بنایئے، عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ فلاں کو امیر بنایئے۔ صحابہ کرام آپس میں جھگڑتے تھے، یہ جھگڑا آپس کا انہوں نے ثابت کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جاہلیت کی بوان میں باقی رہ گئی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق تو مستقل کتاب لکھ ماری۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، جنہوں نے سارا خزانہ اسلام کے خاطر لٹایا، ان کے متعلق

لکھا گیا کہ وہ بیت المال میں خیانت کرتے تھے۔آج کل نشانہ بناتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو کہ بچیوں کو غلط طور پر استعمال کیا گیا، ان کی شادیاں بچپن میں کرائی جاتی تھیں۔

اس دن میں نے بتایا تھا کہ یہ تو ہمارے یہاں ہندوستان میں یہ سلسلہ اب تک رائج تھا۔ آج سے کچھ ساٹھ ستر برس پہلے تک، ہمارے گاؤں میں خود اس طرح کے نکاح ہوتے تھے، چھوٹے چھوٹے بچوں کے نکاح کرائے جاتے تھے۔اور بچپن میں ہم نے بسوں میں لکھا ہوا پڑھا کہ حکومت نے آزادی کے بعد قانون بنایا تو اس میں یہ بھی تھا، بسوں میں لکھتے تھے کہ اب بچوں کا نکاح ممنوع ہے۔اب سے کچھ قبل تک یہ سلسلہ ہر قوم میں، ہر مذہب میں اس کو روا رکھا گیا، جائز رکھا گیا،تو عربوں میں بھی تھا۔

اس کی تہمت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر لگا کر سیدھا ان پر نشانہ سادھتے ہیں، اور سب سے زیادہ بغض کا اظہار دشمنوں نے بھی کیا، غیر مسلم کی طرف سے بھی ان پر حملے ہوئے، اور میں نے جیسا کہ بتایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر دشمنانِ صحابہ نے سب سے زیادہ حملے کئے، حالانکہ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ، ہزاروں مائیں اِس ماں پر قربان، قرآن نے ان کا رتبہ بیان فرمایا۔

میرا ذہن غلامی کے الزام کے ذیل میں ان چیزوں کی طرف چلا گیا۔اللہ مجھے معاف کرے، لیکن سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں کب ان حملوں کا،مظالم کا خاتمہ بھی ہوگا؟ اس لئے جب کبھی یہ موضوع شروع ہوجاتا ہے تو رہا نہیں جاتا، ورنہ یہ تو آپ کی خانقاہ کی مجلس ہے،اس میں کتنے پیارے پیارے واقعات سنائے، زِدْنِی مِنَ الضَّرْبِ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے وہ درخواست کرتے ہیں کہ ذرا اور پٹوایئے تاکہ اور حدیثیں سنیں۔کتنی رحمت برستی تھی ان واقعات سے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

یہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین دونوں مملوک تھے اور دونوں کو آزاد کیا گیا۔ کس نے آزاد کیا؟ مملوک تھے، ان کو آزاد کرنے والے زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ اور آزاد کرنے والی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا تھیں۔ بغیر کسی وجہ کے ویسے ہی آزاد کیا انہوں نے کہ اسلام نے ترغیب دی ہے کہ اس سلسلہ کو، غلامی کو ختم کرو۔

ان کی والدہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خادمہ۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت یسار اور حضرت خیرہ کے اس جوڑے کو خوشی عطا فرمائی، بیٹا عطا فرمایا، تو سب سے پہلی گود ماں کی پھر دادی کی۔ دادی کہیں گے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اگرچہ نسلی طور پر نہیں، خون کے رشتے سے نہیں، لیکن تعلق دادیوں سے بڑھ کر تھا، ان کی گود ملی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی۔

اور انہوں نے سب سے پہلے بھیجا اس بچہ کو کن کے پاس؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا ام المؤمنین کی گود کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی گود میں ہیں، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کھجور سے تحنیک فرما رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دستِ مبارک سے خود کھجور اپنے لعاب میں تر کر کے بچہ کے منہ میں ڈال رہے ہیں۔

شریعت وطریقت کے دو امام

میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے یہاں دو امام اعظم ہیں۔ ایک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم فی الشریعۃ۔ اور دوسرے امام اعظم ہیں، امام اعظم فی التصوف، امام اعظم فی الطریقۃ، امام اعظم فی الروحانیۃ، ہمارے روحانیت کے سلسلہ کے امام اعظم ہیں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ تو جیسے اسلام کے سب سے top نام کون؟ شیخین۔ ان کو نشانہ بنایا گیا۔ سب سے top

عثمانِ غنی، ان کونشانہ بنایا گیا۔

اب دیکھا کہ ادھر روحانیت کے باب میں سب سے اونچا مقام حسن بصری کا ہے، تو ان کو نشانہ بنایا گیا۔ اور صرف ایک طبقہ نے نہیں، کیا سلفیوں نے، کیا، ہمارے یہاں بھی بہت سارے پیدا ہو گئے جو تصوف کے خلاف ہیں، تو وہ سب سے پہلا نشانہ سادھتے ہیں حضرت حسن بصری پر۔ اور طرح طرح کی چیزیں ان میں نکالتے ہیں اور کیسے نکال سکتے ہیں؟ جیسے صاحب تفہیم القرآن نے نکال لی کہ وہ آپس میں ایک نے رائے دی کہ ان کو امیر بنایئے، ایک نے رائے دی کہ ان کو امیر بنایئے۔ یہ صاحب تفہیم القرآن کو جھگڑا معلوم ہوا، تو کہتا ہے جھگڑتے تھے، جاہلیت کی بو اس کونظر آئی۔

اسی طرح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، ان کو ہدف اور نشانہ بنایا گیا، اور ایک سے زائد کتنے سارے الزامات ان کے سر دھر دئے۔

میں اسی وجہ سے گنوار ہا ہوں کہ دیکھئے، سب سے پہلے ان کو والدین کتنے مبارک ملے، حضرت یسار اور حضرت خیرہ۔ اور ان کو آزاد کرنے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، دادا کتنے عظیم الشان، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی ہونے کا شرف جنہیں حاصل، جمعِ قرآن کی فضیلت ان کو حاصل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے دور میں جمع قرآن کی خدمت ان کے ذمہ رہی۔

کتنے بڑے انسان! لیکن آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، دل اندھے ہو جاتے ہیں، توفیق اٹھالی جاتی ہے۔ کوئی چیز نظر نہیں آتی سوائے جو اُن کا پیر، شیطان، ابلیس، جدھر راستہ دکھاتا ہے، اسی طرف چلے جائیں گے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل

کتنے سارے فضائل اللہ نے جمع کر رکھے ہیں حسن بصری میں کہ سب سے پہلی گود ملتی ہے امِ

سلمہ رضی اللہ عنہا کی، وہ پیش کرتی ہیں با قاعدہ کہ جاؤ، لے جاؤ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تحنیک فرمائیں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گود میں لے کر اپنے دستِ مبارک سے تحنیک فرمائی۔ اور کیا الفاظ فرمائے، اللّٰھُمَّ فَقِّھْه فی الدِّین و حَبِّبْهُ الی الناس ۔ دین دنیا پہلے سے بنی ہوئی تھی حسن بصری کی، اُس میں اور ترقی ہوگئی، کہ اے اللہ! اُن کو فقہ فی دین عطا فرما اور ان کو انسانوں کی نظروں میں محبوب بنا۔ تو ان کلمات نے ساری زندگی، حضرتِ حسن بصری کو ایسا ساتھ دیا، ایسا ساتھ دیا، جیسا میں نے بتایا کہ جب حجاج کے یہاں لے گئے، تو کہرام مچا ہوا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کرامت

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کی شہادت سے دو ڈھائی برس پہلے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لے جاتے ہیں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا دور آتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس ایک بچہ ہے، ان کی گود میں، تو حضرت ام سلمہ تو اُن کی سچ مچ ماں بن گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت حسن بصری کی سچ مچ ماں بنیں۔ کیسے؟ کہ وہ تو معمر تھی، عمر رسیدہ، اور کئی برسوں پہلے اُن کے یہاں بچہ ہوا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ جب یہ بچہ آیا، تو اُن کو اس بچہ پر اتنا پیار، اتنا پیار کہ اُن کی ماں خیرہ، کہیں کام کے لئے باہر چلی جاتی، کسی خدمت کے لئے گھر سے باہر گئی ہوتی اور بچہ روتا، تو فرماتے ہیں کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا گود میں لے کر چھاتی اس کے منہ میں دیتی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کرامت کہئے، حسن بصری کی سعادت کہئے، کہ برسوں بعد اُن کو دودھ اُتر آیا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں تَدِرُّ ثَدْیُهَا لَبَنًا ۔ تو اُن کی رضاعی ماں بنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا اور آگے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنی خوش تھیں، اتنی خوش تھیں کہ ہر ایک کے پاس بھیجتیں، صحابہ کرام کے پاس، کہ اس بچہ کو فلاں کے پاس لے جاؤ، فلاں کے پاس لے جاؤ۔

اب کتنے سارے صحابہ کرام کی گود اُن کو ملی، اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے ساتھ جتنی ازواج مطہرات کے حجرے تھے، سب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی دادیاں ہیں، کبھی کوئی یہاں لے جا رہا ہے، کبھی اِس گھر میں لے جا رہا ہے، کتنے پیار سے ان کو پرورش ملی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک

اور خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، تو میں اچھل کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حجرہ شریفہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا، تو اچھل کر ہاتھ لگانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں میرا ہاتھ کبھی پہنچ جاتا تھا، کبھی نہ پہنچتا۔ تو اس سے محدثین نے کتنی چھت بلند تھی اس کو ناپا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک کتنی بلند تھی، یہ ناپ کر بتائی اس بچہ نے۔ کتنی بڑی سعادت، ایسی سعادت کسی اور کے مقدر ہو سکتی ہے؟

بیعت

اور اور آگے چلئے۔ جب چودہ برس کی عمر ہوتی ہے، تو اس کے بعد یہاں سے مدینہ منورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد یہاں کے حالات کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ عراق منتقل ہو گئے۔ تو یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یا کچھ عرصہ ان کے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد وہ خود منتقل ہو جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ چودہ برس کی عمر میں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ اب جو بیعت اور تصوف کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ سِنّ نہیں بنتے اور کیسے بیعت کی؟ ہمیں تو علمی اعتبار سے، تاریخی اعتبار سے کوئی نقص نظر نہیں آتا، مگر جیسے وہاں

جاہلیت کی خو بونظر آئی شیخین میں، تو اس طرح یہاں کوئی نقص نظر آتا ہے کہ چودہ برس کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت حسن بصری نے بیعت کیسے کی؟

دو بزرگوں پر رشک آتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بصرہ والوں پر دو بزرگوں کی وجہ سے بڑا رشک آتا ہے، دو نام لئے۔ فرمایا ایک تو حسن بصری وہاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کتنی عظیم ہستی، کتنے عظیم صحابی، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے ان دو پر، ایک حسنِ بصری پر اور ایک ابن سیرین پر۔

آخری درجہ کی خوبی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے انبیاء کے کلام کے ساتھ مشابہت کا قصہ تو عام تھا۔ اتنا مشہور تھا کہتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو اتنا عام نقل کیا، فرماتے ہیں کہ اس پر تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق تھا کہ یہ حسن بصری کو دیکھو، ان کا جو کلام ہے، یہ جو بولتے ہیں ان کا کلام تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ ان کو خوبیاں نظر آتی ہیں اور خوبی آخری درجہ کی، آخری درجہ کی اور مخالفین کو نقائص نظر آتے ہیں۔

انبیاء کے ساتھ تشبیہ کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت بھی ان کو دے سکتے تھے، مگر فرماتے ہیں ان کا کلام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کلام کے مشابہ ہے، تو اس حسن بصری میں ان کو نقص نظر آتا ہے جو دوسری عینک پہن کر ان کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایک داستان ہے بڑی کڑوی۔ خود ہمارے اندر بھی ایسے لوگ تیار کرائے جاتے ہیں، جو اسلامی عمارت کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں، طرح طرح سے، تقریر کے ذریعہ، تحریر کے ذریعہ، اپنی دسیسہ کاریوں کے ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی، مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ اب یہ مبارک راتیں ہیں، یہ جھگڑے کی باتیں ان میں اچھی نہیں لگتی۔

سماع ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے کہ چودہ سال جن کے ساتھ رہے اور ۶۳ھ میں امہات المؤمنین میں سب سے آخری وفات ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے اور بصرہ سے دنیا بھر کے سفر پر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جاتے رہے، حج کے سفر پر بھی گئے مگر کہتے ہیں کہ **لم یسمع من ام سلمۃ .**

کبھی ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری خوبی اور آخری واقعہ بیان کر کے میں اس کو مختصر کر دیتا ہوں، ورنہ گھنٹوں اس پر بیان کیا جاسکتا ہے، ان کے حالات پر۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے تمام باشندے، جنہوں نے آپ کو بچپن سے دیکھا اور جنہوں نے وہاں عراق میں منتقل ہونے کے بعد، صحابۂ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے تین طبقے انہوں نے دیکھے، ان میں رہے، ان کے بیچ میں رہے اور انہوں نے آپ کو دیکھا، ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ساری زندگی کبھی ہم نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

اب یہ کتنی بڑی خوبی! ساری زندگی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور فرماتے ہیں کہ وہ صرف ایک مرتبہ ہنسے ہیں۔ کب ہنسے؟ آخری وقت، جب اس دنیا سے تشریف لے جارہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

اور کہتے ہیں آخری وقت ہے، انتقال ہو رہا ہے، تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک دم ہنس پڑے اور فرمایا، کونسا گناہ؟ یہ فرمایا اور آنکھیں بند، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، روح پرواز کر گئی۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہ ساری عمر کبھی ہم نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اور آج یہ نزع اور سکرات کے عالم میں، اس وقت یہ ہنسے اور ایک کلمہ صرف فرمایا کہ کونسا گناہ؟

یہ قصہ چونکہ پھیل گیا ہر جگہ۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ہم موجود تھے، تو جہاں کہیں اس وقت جاتے تھے، تو اُن دنوں سب پوچھتے تھے کہ کس طرح انتقال ہوا، کیا ہوا۔ تو

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا قصہ سارے جہان میں پھیل گیا کہ مرتے وقت ساری عمر کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور مرتے وقت ہنستے ہوئے انہوں نے یہ کلمہ کہا، کونسا گناہ؟

کونسا گناہ؟

ایک خادم خواب میں دیکھتے ہیں وفات کے بعد، وہ پوچھتے ہیں کہ حضرت، ہم نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور انتقال کے وقت آپ نے ہنستے ہوئے یہ فرمایا، کونسا گناہ؟ تو اس کی کیا وجہ؟

فرمایا کہ اس کی وجہ یہ کہ جب ملک الموت میری روح قبض کرنے کے لئے آئے، تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ ان پر سختی کرو اور ان کے ایک ایک گناہ کو دیکھو۔ تو کہتے ہیں میں نے ہنس کر اس کے جواب میں کہا کہ کونسا گناہ؟ کیا زندگی رہی ہوگی، کیا زندگی رہی ہوگی؟ کہ وہ چیلنج کر سکتے ہیں کہ کونسا گناہ؟

ان کے اہل زمانہ کہتے تھے **كانُوا يَقُولُونَ هٰذِهٖ كُلُّهَا بِبَرَكَةِ اِرْضَاعِ اُم سَلمة رضى الله عنها** ۔ کہتے ہیں عام تھی صحابۂ کرام اور تابعین سب میں یہ بات کہ حسن بصری جیسا کیا شجاعت کا میدان کہ ابن الفجاءۃ، عرب کا سب سے بڑا بہادر انسان، تو اس وقت عام لوگ جب دیکھتے تھے حسن بصری کو اور ان کی شجاعت اور بہادری کو، تو اس کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، کہتے ہیں کہ عرب کا وہی ایک انسان ہے کہ جس کے ساتھ ہم ان کو شجاعت میں تشبیہ دے سکتے ہیں اور اسی طرح فصاحت میں، بلاغت میں، شجاعت میں اور خوبصورتی میں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو آپ کا نام رکھا تھا اس وقت یہ فرمایا تھا کہ اوہو! دیکھو کتنا حسین ہے اس لئے اس کا نام رکھو حسن۔

اللہ تعالی ان بزرگوں کے طفیل ہماری بخشش فرمائے۔ ان اکابرین اور بزرگانِ دین کے صدقہ اور ان کے طفیل ہم دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، ان

ٹوٹی پھوٹی ہماری عبادتوں کو قبول فرمائے۔ان کی طرح سے حق سبحانہ وتعالی کے رنگ میں، صبغة اللّٰہ و من احسن من اللّٰہ صبغة، اللہ تعالی کی محبت کے رنگ میں رنگ جانے کی اللہ تعالی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

محمد کبیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال کیا ہوگا ؟

جس طرح ہم ابھی ان کے وسیلہ سے دعا مانگ رہے ہیں، ایک قیروان کے بڑے اونچے محدثین میں سے مالکِ صغیر ہیں۔ جیسے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھ کر ایک حکیم و فلسفی کہنے لگا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیرِ صغیر اور سیرِ کبیر اور مبسوط اور زیادات جیسی ان کتابوں کا یہ حال ہے، اور امام محمد ،محمدِ صغیر کی کتابوں کا اور ان کا علم کا یہ حال ہے،تو پھر محمدِ کبیر کا حال کیا ہوگا ؟ ان کے علوم کیسے ہوں گے؟

مالک صغیر رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح یہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سلسلہ کے مالکیہ میں سے یہ قیروانی بزرگ ہیں، ان کو مالکِ صغیر کہا جاتا ہے۔اتنا عظیم الشان اللہ تعالی نے علم عطا فرمایا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے علوم کا موازنہ کیا جاتا تھا، ان کی ایک اپاہج بیٹی تھی۔

جیسے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جنرل ضیاء کے گھر والے اپنی معذور بیٹی کو لے کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے،تو حضرت نے اندر داخل ہوتے ہی جیسے دیکھا کہ برقع والی مستورات نہیں ہیں، پونچھنے کے لئے تو ہمارے لئے تو چھوٹا سا رومال کافی ہوجاتا ہے،ٹیشو (tissue) کافی ہوجاتا ہے، چلئے، آج رونے کا دن ہے، شیعوں کے یہاں، ان کے ذاکر آتے ہیں، رلاتے ہیں، تو ہم تو کبھی کبھی مناتے ہیں رونے کا دن، اور اولیاء اللہ کے یہاں تمام راتیں رونے ہی کے لئے ہوتی تھیں، ساری ساری رات روتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں چھوٹے رومال کافی نہیں ہوتے تھے، جو لنگی ہم باندھتے

ہیں، تو بے سِلی لنگی ہر وقت حضرت کے پاس رکھی رہتی تھی۔ کیا حرم میں، کیا سرہانے۔ جیسے ہی ہم حضرت کو لے جا کر حرم شریف میں بٹھاتے تھے اور حضرت بیٹھنے سے پہلے جو رونا شروع کرتے تھے، آپ ایک گھنٹہ، دو گھنٹے، تین گھنٹے کے بعد گذریں گے، تو اسی طرح حضرت کا بدن شیک (shake) ہو رہا ہے، ہل رہا ہے، اور مسلسل آنسو جاری ہیں، اور ہر تھوڑی دیر میں وہ لنگی تر ہو جاتی تھی۔

تو وہ لنگی حضرت نے جلدی سے اپنے چہرے پر ڈال دی کہ حضرت بھی ان مستورات کو نہ دیکھیں اور وہ بھی حضرت کو نہ دیکھ سکیں، پردہ کا اس قدر اہتمام تھا۔

یہ اپاہج بیٹی کو لے کر مالکِ صغیر کی، ان کے گھر والے، ایک بڑے بزرگ تھے شیخ محرز، ان کے پاس پہنچے کہ حضرت! یہ معذور ہے اتنے برس سے، پیدائشی معذور ہے، اس کے لئے دعا فرما دیں۔ حضرتِ محرز نے کچھ کلمات کہے، دم کیا، تو وہ تو چلنے لگی حالانکہ پیدائشی معذور تھی!

جیسے اس دن میں یہاں سے گیا، تو وہ دعا **اَللّٰھُمَّ وَلِیَّ نِعمَتِی** وہ ٹیپ کرنے کے لئے نوجوان دروازے پر مجھے ملے کہ ذرا وہ دعا پھر پڑھ دیں، جو حجاج بن یوسف کے دربار میں حسن بصری نے پڑھی تھی، تو اسی طرح یہ حضرت محرز سے پوچھتے ہیں کہ حضرت! یہ آپ کچھ پڑھ رہے تھے، کیا کلمات؟ فرمایا کچھ بھی نہیں۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا کہ الٰہی! اس کے باپ کا جو تیرے یہاں مرتبہ ہے، اس کے صدقہ اس کو اچھا کر دے۔

کہتے ہیں ان کے باپ کا مرتبہ معلوم ہو گیا کہ دیکھئے، یہ مالکِ صغیر، کتنا ان کا اونچا مرتبہ ہو گا، انہی کی بیٹی اپاہج، وہ بھی دعا کرتے ہوں گے، لیکن جیسے ہی انہوں نے واسطہ دیا کہ الٰہی! اس بچی کے والد کا جو تیرے یہاں مقام ہے اس کے واسطہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ اس کو اچھا کر دے۔ تو وہ چلنے لگی، اچھی ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہمیں ہدایت کے راستہ پر گامزن کر دے، نفس اور شیطان کے راستہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فصاحت

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہورہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ان کو کمال عطا فرمایا تھا۔ درجنوں بڑے بڑے محدثین کہتے ہیں کہ کوئی کمال ایسا نہیں کہ جس میں یہ اول نمبر پر نہ ہوں، ہر چیز میں، کیا ادب، کیا علم، کیا فصاحت۔

کہتے ہیں فصاحت میں پہلے ضرب المثل تھا حجاج بن یوسف کہ اس سے بہتر فصیح عرب میں اور کوئی نہیں۔ اب تو کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ حجاج بن یوسف اور حسنِ بصری، ان کے سوا فصیح عرب میں اور کوئی نہیں، لیکن ساتھ وہ کہتے تھے کہ ان دو میں سے بھی، حسن بصری حجاج بن یوسف سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اتنے عظیم انسان فصاحت اور ادب کے اعتبار سے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شجاعت

بہادری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ابن الفجاءۃ، عرب کا سب سے بہادر انسان ضرب المثل، اس کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر فوقیت دیتے تھے کہ شجاعت اور بہادری میں یہ ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے آپ کا ہر سال کا معمول تھا کہ فوج کے ساتھ غزوہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ جو سب سے بڑی جنگ ہوئی ہے کابل میں، حربِ کابل کے نام سے صحابۂ کرام اور تابعین کے دور میں، تو اس میں بھی حسنِ بصری کے قدم وہاں کابل میں پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے قدم کی برکت سے وہاں والوں کی حفاظت فرمائے، ان کو مظالم سے نجات دلائے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ عبرت ناک سزائیں عطا فرمائے۔

حسن و جمال کا عالم

اور کیا خوبصورتی! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو بچپن میں چہرہ دیکھتے ہی فرمایا، اوہو!

اتنا حسین! اسی لئے نام رکھا تھا حسن۔ فرماتے ہیں ان کی اسی سال سے زیادہ عمر تھی اور اس وقت بھی حسن و جمال کا یہی عالم تھا۔ اور ڈیل ڈول کا یہ حال لکھا ہے کہ ان کی یہ جو کلائی ہے، یہ کلائی، ہڈیوں میں یہ پتلا حصہ شمار ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی۔

لیکن یہ شجاعت، یہ بہادری اور جوان کی دلیری نظر آتی تھی اور ان کو اللہ تعالی نے ایک رعب عطا فرمایا تھا، وہ صرف کن کے لئے تھا؟ ظالموں کے لئے۔ صرف کن کے لئے؟ صرف ظالموں کے لئے۔ حجاج بن یوسف جیسے اور بھی ابن ہبیرہ وغیرہ نے جب آپ کو طلب کیا، تو وہ لوگ جن سے بڑے بڑے لشکر کانپتے تھے اور ہزاروں پناہ مانگتے تھے، لیکن جب حسن بصری پہنچے ہیں، تو وہ خود ان کے سامنے کانپ رہے ہوتے تھے۔ لیکن ان کا حال، خود حضرت حسن بصری کا یہ تھا کہ۔۔

تواضع کا عالم

کہتے ہیں کہ تواضع میں بھی ضرب المثل۔ ان کے جیسا متواضع انسان کسی نے دیکھا نہ ہوگا۔ کیسے؟ لکھا ہے کہ جب وہ تشریف لا رہے ہوتے تھے، تو جب ہم ان کو دیکھتے تھے، تو ان کی چال کو دیکھنے والا ہر شخص یہ کہے گا کہ یہ ابھی اپنے بھائی کو دفن کر کے آئے ہیں۔ جو اپنے بھائی کو دفن کر کے لوٹ رہا ہو، تو اس کی جیسی چال ہوتی ہے، ایسی ضعیف، کمزور، ناتواں جیسی ان کی چال ہوتی تھی۔

اور لکھا ہے کہ جب تشریف فرما جاتے، بیٹھ جاتے، تو بیٹھنے کا انداز ان کا ایسا تھا، ہمارے یہاں تو شاہانہ ٹھاٹ یہ تکیہ لگاؤ اور ادھر کرسی رکھو، اسٹیج پر نمایاں ہو کر بیٹھیں گے، اور ان کا حال یہ تھا حسنِ بصری کا کہ جب وہ بیٹھ جاتے تھے، تو ان کی بیٹھک ایسی ہوتی تھی جیسے کہ چمڑا اچھا کر کسی کی گردن اڑانے کے لئے کسی کو بٹھایا گیا ہو، اس کی ہیئت ہوتی ہے۔ کس قدر متواضع انسان ہوں گے!

اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے

ہیں کہ مجھے بصرہ والوں پر دو آدمیوں کی وجہ سے رشک آتا ہے۔ ایک ابن سیرین اور ایک حسنِ بصری۔ وہ سرٹیفیکٹ اور شہادہ اور سند دے رہے ہیں۔

مولانا حسن

آج کل تو ہمارے طلبہ کو بھی دیکھا جنہیں پرانی چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔ کوپی کرتے ہیں سلفیوں کی، دوسروں کی۔ یہ مرض ہے دوسروں سے مرعوب ہونے کا، بڑھتے بڑھتے مجامع میں پہنچ جاتا ہے، جماعتوں میں پہنچ جاتا ہے، اجتماعات میں پہنچ جاتا ہے، مدارس میں پہنچ جاتا ہے، خانقاہوں میں، ہر جگہ پہنچتا ہے جب ایک بیماری پھیلتی ہے۔

ہمارے یہاں بھی چند سال سے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے پاس طلبہ جائیں گے تو کہیں گے استاذ! یہ پوچھنا تھا ذرا۔ کیوں؟ وہ کہتے ہیں وہ ادھر عرب میں یونیورسٹیز میں وہاں کے طلبہ وغیرہ اسی طرح بولتے ہیں۔ ہمارے یہاں جو مولانا کہتے ہیں، وہ انہیں برا لگتا ہے۔ پرانا انداز معلوم ہوتا ہے۔

حالانکہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالی حضرت حسن بصری کو کہتے تھے مولانا حسن۔ یہ مولانا حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی زبانِ مبارک سے چلا ہوا کلمہ صدیوں سے چل رہا ہے۔ عالم کے متعلق کتنا مبارک کلمہ! کتنا اچھا خطاب! جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فرقۂ معتزلہ

یہ حضرتِ حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ، جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ انتہائی درجہ کے متواضع انسان تھے۔ حتی کہ لکھا ہے کہ آپ کا حلقۂ درس جاری تھا، درس کے حلقہ میں واصل بن عطاء پہنچتا ہے، وہ آپ کا تلمیذ اور شاگرد بنتا ہے، کسی جگہ پہنچ کر کے وہ اٹک جاتا ہے اور آپ سے اس نے حجت بازی شروع کی، حضرت حسن بصری سے مخاصمت کرنے لگا۔

فرماتے ہیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے، جیسے عادت ہوتی ہے کہ نکالو اس کو، مارو اس کو، اس کی غلط حجت بیانی اور غلط مخاصمت پر کچھ نہیں فرمایا، صبر کا کڑوا گھونٹ پی گئے، اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے رہے ہوں گے۔

اللہ کا کرنا کہ وہ اٹھ کر حلقہ سے الگ ہو گیا۔ تو وہ دن اور آج کا دن، کہ اس کے متعلق جو اس وقت کلمہ، اس حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکلا کہ اِعْتَزَلَ عَنَّا، کہ وہ ہم سے نکل گیا، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو حسن بصری کی زبان سے اعتزال کا لفظ نکلا، ایک کلمہ نکلا، تو وہ واصل معتزلہ کا امام بن گیا۔ آج تک جو معتزلہ کا فرقہ ہے تو اس کا امام کون؟ واصل بن عطاء ہے۔

اکابر میں مماثلت

یہ ہم نے ہمارے بزرگوں میں بھی دیکھا۔ یہ چیزیں وہیں سے چلتی ہیں۔ جس طرح میں نے بہت سی چیزوں میں مثال دی تھی کہ یہ ساری ساری رات جاگنا، روز ایک قرآن شریف، روز دو قرآن شریف اور ترکِ طعام، مدتوں کھانا چھوڑ دینا، تو میں نے تسلسل کے ساتھ بیان کیا کہ یہ ہمارا روزہ تو آج کل کچھ سولہ سترہ گھنٹے کا ہوتا ہوگا اور ان حضرات کا روزہ، دو دن کا ہوتا تھا کسی کا، کسی کا تین دن کا ہوتا تھا، کسی کا پانچ دن کا، اور آخری جو ملا اس میں سات دن کا۔ ہمارے خود اسی سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں، اس سے زیادہ بھی رہے ہیں۔ تو یہ نقل چلی آتی تھی کہ وہ اتنا مجاہدہ کر سکتے ہیں، تو مجھے بھی ان کا اتباع کرنا چاہئے۔

تلاوت ہی تلاوت

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول ایک قرآن شریف کا تھا رمضان المبارک میں۔ تو حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرہ کیا کہ ہمارے ائمہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رمضان میں ایک قرآن شریف دن میں، ایک رات میں ختم کا تھا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول ایک قرآن شریف دن میں، ایک رات میں کرنے کا تھا۔ تو ایک رمضان

ہم ایسا بھی گزارتے ہیں کہ ایک قرآن شریف دن میں ہوجائے، ایک رات میں ہوجائے۔تو اس سال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے چھپن (۵۶) قرآن شریف پڑھے۔تو ہر چیز میں یہ مماثلت ملتی ہے۔

ہمارے یہاں ابھی آپ نے قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں سنا کہ جیسے ہی کسی نے یہ شعر پڑھا کہ

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

سنتے ہی بس، ادھر لو لگ گئی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس کو دہراتے رہے، دہراتے رہے۔

انہی بزرگ کے متعلق لکھا ہے، قیروان والے، کہ کسی قاری نے سورہ القارعۃ پڑھی، القارعۃ جیسے ہی اس نے پڑھنا شروع کی اور ادھر سسکیاں شروع کی، اس کی القارعۃ پوری نہیں ہوئی اور ان کی زندگی ختم ہوگئی۔سورۃ کے اختتام کے ساتھ ان کی زندگی کا اختتام ہوگیا۔تو ایک تأثر لینا، شعر سے لینا، قرآن شریف سے لینا۔

ایک جیسی روشنیاں اور خوشبوئیں

میں نے بتایا تھا کہ ان کی خوشبوئیں بھی ایک جیسی۔حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی قبر پر، حضرت کی قبر کی مٹی میں خوشبو۔

ایک بزرگ کا حال بتایا تھا کہ ان کی تدفین کے بعد دیکھا گیا کہ ان کی قبر سے روشن شعلہ نکلتا رہا۔حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے قبر کے متعلق عرض کیا تھا، تو اس کے ذیل میں سنایا تھا، وہاں وہ سورج جیسا شعلہ دکھائی دیتا تھا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نہیں، کہتے ہیں مدتوں، ایک لمبی مدت تک سَوَارِی مِن نور، نور کے عمودی ستون۔

میں نے اس دن کہا تھا کہ نور کا ستون، نور کا ایک ستون نہیں، سواری من نور، نور کے کئی ستون نظر آتے تھے۔ تو ہر چیز میں وہ ایک جیسے ہوتے تھے، کیا مجاہدات میں ایک جیسے، اور کیا مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جو نوازتا ہے، ان کرامات میں بھی ایک جیسے ہوتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور کتا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ سنایا تھا کہ جب بھی میں وہاں دار الطلبہ قدیم سے سبق کے بعد وہیل چیر لے کر چلتا، کبھی حضرت فرماتے کہ بھئی جلدی، جلدی استنجے کا تقاضہ ہے، تو بہت تیز وہیل چیر (wheelchair) کو میں بھگاتا، تو پیچھے کتے لگ جاتے اور بھونکتے۔ تو حضرت اُن کو خطاب کر کے فرماتے، کبھی رو دیتے، فرماتے کہ اے میرے بھائی، تو میرا پیچھا کیوں کرے؟ میں تو تیرا بھائی ہوں۔ تو یہ کہاں سے لیا؟

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور کتا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حسن بصری سے لیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ گذر رہے تھے، کتے کو دیکھا۔ ادھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میرا بھائی، تو کیوں مجھے بھونکے، میں تو تیرا بھائی ہوں۔

کتے کو دیکھ کر حضرت حسنِ بصری نے ہاتھ اُٹھا لئے کہ الٰہی! مجھے اس کتے کے صدقہ بخش دے۔ ہم نے ابھی دعا کی تھی کہ ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ تو ہمیں بخش دے، معاف کر دے، تو حسن بصری دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی! اس کتے کے صدقہ مجھے بخش دے۔ تواضع کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ستانے والے

جس طرح یہ واصل بن عطاء پر ایک غضب کی نگاہ اُٹھی حضرت حسن بصری کی، اور پوری ایک

جماعت قیامت تک کے لئے اسلام دشمن معتزلہ کی تیار ہوگئی۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے بدتمیزی کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ جانے لگا، تو فرمایا کہ یَخْرُجُ من ضِئْضِئِی هذا قوم... ، مارقہ اس کی نسل سے پیدا ہوئے اور ہورہے ہیں۔ مستقل جماعتیں ہیں ان کی، مارقہ اور خوارج کی۔ یہ سچی خبر کا نتیجہ ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو ایذاء دینے والے

ایسے ہی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں جس پر غضب کی نگاہ ہوگئی، ایک دفعہ اسٹرائک (strike) ہوئی، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے، اور ناظم صاحب نے، اساتذہ نے منتیں کیں، سمجھایا۔

جب طلبہ اساتذہ کے سمجھانے سے باز نہیں آئے، تو حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نے بلوایا۔ اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان، ماشاء اللہ، پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ مگر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ تشریف لے گئے کہ بھائی، میں درس گاہ میں پہنچتا ہوں، طلبہ میں سے جو آنا چاہے۔ تو تین طالبِ علم تھے، انہوں نے سیڑھی پر راستہ روک لیا حضرت کا۔

جب اللہ تعالی کسی سے توفیق سلب کرلیتے ہیں تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ تو حضرت نے اس وقت تو کچھ نہیں فرمایا، پھر بعد میں حالات درست ہوئے، تو وہ طلبہ نکل گئے، یا نکال دئے گئے۔

ہمارے سامنے ان میں سے ایک کے چچا کا خط آیا کہ حضرت! وہ آپ کے یہاں سے باغی بن کر جو نکلا تھا، ہمارے خاندان کو اس کا بڑا رنج اور افسوس تھا، اور وہ گذشتہ کل فلاں تالاب میں اس طرح ڈوب کر مرا۔ وہ تین تھے، دوسرے کا بھی اسی طرح کوئی حال تھا۔

تیسرے کے متعلق اس نے خود خط لکھا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو۔ تو چونکہ برسہا برس گذر جاتے ہیں، نام بھی یاد نہیں رہتے، کیا قصہ تھا، وہ قصہ بھی یاد نہیں رہتا، تو اس نے قصہ دہرایا کہ

فلاں موقعہ پر ایسا ہوا تھا، اُن طلبہ کا لیڈر میں تھا۔ اور میں نے آپ کو ستایا تھا، اس کے نتیجہ میں ہمارے یہاں کوئی قتل ہوا تھا، اس قتل میں میں بے گناہ تھا، مگر وہ گناہ میرے ذمہ لگایا گیا، اور نچلی کورٹ نے مجھے پھانسی کا حکم سنایا، ہائی کورٹ (high court) میں اپیل (appeal) کی، وہاں پھانسی کا حکم بحال رہا، اپیل کورٹ، سپریم کورٹ (supreme court) میں گئے، وہاں بھی یہ پھانسی کا حکم بحال رہا۔ اب میں پھانسی گھر سے کر آپ کو خط لکھ کر معافی کی اپیل کر رہا ہوں کہ میرا وہ جرم، وہ گناہ معاف فرما دیجئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو کلمات اس وقت لکھوائے ہوں گے، اس کے نتیجہ میں پھر اس کا خط آیا کہ حضرت آپ کا گرامی نامہ ملنے کے اتنے دن کے بعد میں نے جو صدرِ ہند سے، ہندوستان کے پریز یڈنٹ کے سامنے جو اپیل رکھی تھی، وہ میری اپیل منظور ہوگئی اور مجھے رہائی مل گئی۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ سے بدتمیزی کی سزا

اور دیکھئے، میں نے کہا کہ سب کے یہاں ایک جیسے واقعات ملتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہو بہو یہی قصہ ہوا تھا۔ جیسے واصل بن عطاء، جیسے تلامذہ حضرت کے دارالحدیث کا راستہ روک رہے تھے، اور اس میں اللہ کی شان کہ خود ہمارے گجرات کے دو تین طالب علم تھے۔

اُن میں سے دو کو بچپن میں میں نے خود دیکھا، اور اُس وقت بچپن میں، ہم تو ان قصوں کو اس وقت نہیں جانتے تھے، حفظ کرتے تھے، کہ بزرگ کیا ہوتے ہیں، اُن کی بددعا کیا ہوتی ہے، اور یہ ساری چیزیں ہم نہیں جانتے تھے، مگر اس وقت جو ایک کو پاگل دیکھا، تو لوگ بتاتے تھے کہ ان کو حضرت مدنی سے بدتمیزی کی سزا مل رہی ہے۔ اس نے یہ حرکت کی تھی۔ اور دوسرے ایک تھے، اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُن کے افعال ایک جیسے، اُن کی کرامتیں ایک جیسی، اُن کے مجاہدے ایک جیسے ہوتے تھے۔

سوا لاکھ طواف کی نذر

سوا لاکھ طواف کا مجاہدہ سنئے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں ایک دفعہ طائف کے انار آئے۔ تو وہ طائف کے انار بہت میٹھے، بہت بڑے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولوی حبیب اللہ کو میں بھیجتا، مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ سب سے بھاگتے ہیں اور اُن کا ٹھکانا کسی کو معلوم نہیں۔ تو میں نے جلدی سے عرض کیا کہ حضرت، میں پہنچا دوں گا۔ تو حضرت نے مجھے دیئے، میں لے کر گیا، اور پہنچا کر آیا۔

جب وہاں سے واپس آیا تو حضرت نے تفصیل پوچھی کہ کیا ہوا۔ تو ایک لمبی کہانی ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جب یہاں پہنچے تھے، تو اُس وقت ان کے پاس یہاں رہائش کی کوئی شکل، صورت، قانونی بھی نہیں تھی، اور ظاہری معیشت کے اعتبار سے بھی یہاں قیام کی شکل نہیں تھی۔ تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ الٰہی! میرا یہاں رہنے کا انتظام ہو جائے اور اقامہ مل جائے تو میں سوا لاکھ طواف کروں گا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی طبیعت میں عجلت تھی ہر چیز میں، تو جب میں بیان کر رہا تھا، تو یہاں پہنچا تو حضرت نے فرمایا، تو پھر انہوں نے طواف کر لئے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت، اُن کے خدام فرماتے ہیں کہ جیسی نذر مانی اور اس کے ساتھ انہوں نے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر طواف شروع کر دئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رات میں، دن میں، جس وقت جاؤ تو ان کو ہم طواف میں مشغول پاتے تھے۔

خدام فرماتے ہیں کہ اُن کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا، مولانا غلام رسول صاحب بتاتے تھے کہ اُن کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا ہم نے نہیں دیکھا۔ تو انہوں نے طواف

پورے کر لئے تھے۔اوراُس کے نتیجہ میں اُس وقت حکومت کی طرف سے اقامہ مل گیا کہ اِن کی یہ نذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ، اور آرڈر (order) اُن کے متعلق آیا کہ اُن کو نہ صرف قیام کی اجازت دی جاتی ہے، بلکہ حکومت سارا قیام کا انتظام کرنے کے لئے تیار ہے۔اور پیش کش کی حکومت نے اپنی طرف سے وظیفہ کے لئے بھی کی ،مکان کی ، رہائش کے انتظام کے لئے بھی کی ، مگر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے کوئی چیز نہیں چاہئے ، مجھے اسی حرم شریف میں ایک کونہ مل جائے کہ میں یہاں پڑا رہوں۔ چنانچہ یہ جو تہہ خانہ ہے تو اس میں، اس وقت خلوے، کمرے بنے ہوئے تھے،تو ایک کمرہ اُن کو دیا گیا تھا،اس میں وہ مقیم تھے۔

اجابتِ الٰہیہ کا نزول

جیسے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے سوا لاکھ طواف کی نذر مانی،تو ایک بزرگ تھے، انہوں نے مکاشفہ میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اُن کے اعضاء گناہوں سے پاک،صاف ، اُجلے، ستھرے، اُن کے کان گناہوں سے پاک ، نگاہیں گناہوں سے پاک ، زبانیں گناہوں سے پاک ، اُن کے دل، دماغ گناہوں سے پاک ،تو ہر چیز میں ہمارے گناہ حائل ہو جاتے ہیں۔اس وقت جو رحمتیں برستی ہیں، ہم اُسے نہیں دیکھ پاتے۔

ایک بزرگ کے قصہ میں میں نے پڑھا کہ وہ فرما رہے تھے کہ یہ بزرگ دوسرے کے متعلق فرما رہے تھے کہ یہ جب ان کے پاس کوئی دعا کے لئے آتا ہے،اور وہ اُن کو دعا دیتے ہیں،تو میں اوپر سے اجابتِ الٰہیہ، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو اجابت اُتر رہی ہے، اس کو میں اُترتا ہوا دیکھتا ہوں۔تو یہ ملائکہ کا نزول ، رحمت کے ملائکہ، عذاب کے ملائکہ، ہم تو نہیں دیکھتے اور یہ حضرات دیکھتے ہیں۔

کئی ہزار قرآن شریف

ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ابو یحییٰ الناقد دیکھ رہے ہیں کہ ایک حور آسمان کے دروازے پر

کھڑی ہے، تو اُس کو ٹکٹکی باندھ کر جب یہ دیکھنے لگے، تو اس نے کہا کہ مجھے خریدنا چاہتے ہو؟ تو کہنے لگے، کیا قیمت؟ کہا کہ تم کیا قیمت دو گے؟

لکھا ہے اُن کے حالات میں کہ انہوں نے فرمایا کہ بروایتے چار ہزار یا چودہ ہزار قرآن شریف میں تیرے لئے پڑھوں گا۔ اور جیسے اِنہوں نے سوالاکھ طواف ختم کئے، تو ان بزرگ نے اسی طرح ۴ یا ۱۴ ہزار قرآن شریف جیسے ہی ختم کئے، اور شہرت ہوگئی، وہ مسلسل پڑھتے رہتے تھے، اس سودا کا خدام کو، گھر والوں کو، سب کو پتہ تھا۔

انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے تو سودا کیا ہے، اور میں اس سودے کے وجہ سے، اُس کے قیمت ادا کرنے کے لئے اس کو میں پڑھ رہا ہوں، تو وہ گنتے رہتے تھے۔ جیسے ہی چودہ ہزار قران شریف ختم ہوئے، اور جیسے والناس پر پہنچے ہیں، تو کہتے ہیں وہ اُن کی نگاہ اوپر اُٹھی اور وہاں سے حور کی آواز آئی۔ یہ ابو یحییٰ الناقد امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد ہیں۔

میں نے وہ نداء کے واقعات سنائے تھے کہ دیکھو، یہ بزرگ ہیں ان کو بھی آسمان سے ندا آرہی ہے، ان بزرگوں کے یہاں کا سارا مجمع سنتا تھا، وہ خود سنتے تھے، آسمان سے آواز آرہی ہے۔ میں نے کہا اب جو خیرات اور انعامات اوپر سے جو اُترتے تھے، موقوف ہوگئے، اُن میں سے یہ ندا کبھی آپ نے قریب میں نہیں سنی ہوگی۔ کچھ خوشبو کے واقعات اور قبر کی مٹی سے خوشبو آرہی ہے، اس طرح کے واقعات تو سنے اور دیکھے جارہے ہیں۔ تو یہ ندا آئی اور تمام حاضرین، جو حضرت کی خدمت میں موجود ہیں، سب سن رہے ہیں کہ وہ حور کہہ رہی ہے کہ **ھا انا لک**، وہ حور کی آواز، اوپر سے آئی، اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کرگئی۔

یہ مبارک ساعتیں ہیں، اس میں حق تعالیٰ شانہ سے مانگنا چاہئے۔ تھوڑا وقت رہ گیا، چند گھڑیاں رہ گئیں۔ ہم نے تو اتنا مبارک مہینہ بھی اپنے دنیوی مشاغل میں، گناہوں میں گزار دیا، اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے۔ جو کمانے والے ہیں، وہ کماتے ہیں اور وہ کس طرح کماتے ہیں، تو یہ بزرگوں کے حالات میں آپ نے سنا۔ اللہ تعالیٰ اُن کا اتباع ہمیں نصیب فرمائے۔

۴۔ حضرت خواجہ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۷ صفر ۱۷۰ھ یا ۱۷۶ھ یا ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ یا ۱۸۶ھ
مدفن: بصرہ

حضرت خواجہ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی فضیل بن عیاض کی طرح سے ان کی ابتدائی زندگی کوئی بری بھی نہیں تھی، لیکن کوئی زیادہ سروکار بھی نہیں تھا ان روحانی لائنوں سے۔ عام زندگی بسر کرتے تھے، نیک تھے، مگر اللہ تبارک وتعالی جب اپنا قرب کسی کو عطا فرمانا چاہتے ہیں، تو کوئی نہ کوئی سبب بن جاتا ہے جس طرح کہ انہوں نے، فضیل بن عیاض نے سیڑھی لگائی اور اوپر سے آسمان سے آواز سنی اور کایا پلٹ گئی۔

ایسے ہی خواجہ عبد الواحد کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پاس غلام باندیاں تھیں، تو ایک غلام جو ان کے پاس تھا، اس نے ان کے ساتھ شرط کر رکھی تھی کہ میرے آقا! کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ مجھے آپ رات کو چھٹی دے دیا کریں، دن کو تو میں آپ کی جو خدمت ہے، میں بجالاؤں گا، لیکن رات ہونے سے پہلے پہلے میں آپ کے پاس سے، یہاں سے چلا جاؤں، اور آپ جو مجھے رات جانے کی چھٹی اور اجازت دیں گے، اس کے بدلہ میں میں آپ کو ایک دینار پیش کر دیا کروں گا۔

خواجہ عبد الواحد نے سوچا کہ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ اپنے غلاموں سے محنت مزدوری کرواتے تھے، وہ کما کر اپنے مالکوں کو پیش کرتے تھے، تو وہ ایک دینار روز لاتا رہتا تھا۔

مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے

ایک دفعہ کسی نے خواجہ عبد الواحد سے عرض کیا کہ حضرت! یہ اتنے عرصہ سے روز آپ کے پاس ایک دینار لے آتا ہے، آپ نے کبھی یہ سوچا کہ یہ کہاں سے لاتا ہوگا؟ اور ایک دینار ایک غلام کس طرح کما سکتا ہے، روز روز ایک دینار۔ تو کسی کو شبہ ہوا ہوگا، تو انہوں نے ان کے مالک

خواجہ عبدالواحد سے یہ عرض کر دیا، اپنا خیال، اپنا تصور۔ تو ان کو بھی خیال ہوا کہ واقعی اس کی تحقیق تو ہونی چاہئے۔

ایک دن اپنے معمول کے مطابق شام کو اپنا کام ختم کر کے جیسے وہ غلام جانے لگا، تو خواجہ عبد الواحد ان کے پیچھے پیچھے، گھر سے نکل کر جیسے جیسے وہ چل رہا ہے، آپ بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ اب رات ہوگئی ہے اور وہ ایک قبرستان میں پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے نماز کی نیت باندھی اور نماز پڑھتا جا رہا ہے، پڑھتا جا رہا ہے، ساری رات اس نے نماز میں کھڑے کھڑے گزار دی، ساری رات نماز پڑھتا رہا۔ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوا، سحر کے وقت، صبح صادق کے وقت، اس نے ہاتھ اٹھائے، غلام نے اور دعا شروع کی، اپنی جو دعائیں مانگنی تھیں، مانگنے کے بعد پھر وہ کہتا ہے الٰہی! اے میرے حقیقی آقا! میرے مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے۔ اللہ میاں سے مانگتا ہے، اپنے مجازی آقا خواجہ عبدالواحد کو دینے کے لئے دینار۔ میرے حقیقی آقا! میں تجھ سے میرے مجازی آقا کے لئے دینار کا طلبگار ہوں، اس کے لئے دینار دے دے۔

کہتے ہیں جیسے ہی اس کے کلمات ابھی ختم نہیں ہوئے کہ اس کے ہاتھ میں وہ دینار آ گیا اور وہ وہاں سے چل پڑا۔

خواجہ عبدالواحد فرماتے ہیں ایں کہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بخواب؟ یا الٰہی! یہ جو سارا قصہ میں شروع رات سے لے کر آخر رات تک دیکھ رہا ہوں، یہ کوئی بیداری میں سچ مچ دیکھ رہا ہوں، یا کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ حیران ہیں، پریشان، اور توبہ کر رہے ہیں کہ یا اللہ! میں نے اس انسان کو کیا سمجھ رکھا تھا۔ میں تو اس ٹوہ میں اس کے پیچھے چلا تھا کہ کہاں سے چوری کر کے وہ ایک دینار لاتا ہے اور یہ تو براہِ راست، بلا کسی واسطہ کے، آسمان سے گرتا ہے۔

اب انتظار میں کہ سورج نکلے اور میں یہاں سے اپنے گھر واپس جاؤں۔ نکلے، تو غلام تو نکل

کر جا چکا تھا۔ اب یہ قبرستان کے دروازہ سے جیسے ہی باہر نکلے، تو دیکھتے ہیں کہ یہ تو کوئی اجنبی جگہ ہے، یہ کونسا علاقہ، میں کہاں آ گیا؟ اب کسی سے پوچھتے ہیں، جہاں خواجہ عبدالواحد کو اپنے گھر، اپنی بستی میں جانا تھا، اس کا نام لیتے ہیں کہ فلاں جگہ مجھے جانا ہے، تو لوگ ہنسنے لگے۔ وہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔ پوچھا، کتنے دور ہے؟ کہا کہ ہمیں پتہ بھی نہیں کتنے دور ہے، وہ تو کسی دوسرے ملک میں ہے۔

اب یہ پریشان ہو گئے۔ افسوس کر رہے ہیں کہ یا الٰہی! میں اب کیا کروں؟ اتنے میں ایک سامنے سے دیکھا کہ کوئی تیز رفتار گھوڑے پر آتا نظر آیا، تیز گھوڑے پر سوار کوئی آ رہا ہے۔ اس سوار سے پوچھتے ہیں، وہ سوار سلام کرتا ہے، ان سے پوچھتے ہیں کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے، تو وہ بھی ہنسنے لگا۔ کہنے لگا کہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ کتنا دور ہے؟ کہا کہ آپ نے ابھی دیکھا میرا گھوڑا کتنا تیز ڈور رہا تھا؟ کہا، ہاں دیکھا۔ اتنی تیز رفتاری کے ساتھ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جائیں، تو آپ کے مقام تک پہنچنے میں دو سال لگیں گے۔

پھر دیکھا کہ یہ خواجہ عبدالواحد بہت پریشان ہیں، تو وہ کہنے لگا کہ اب آپ ایسا کیجئے اُس غلام کی تلاش ہے آپ کو، تو یہیں ٹھہرے رہیے، آج دن یہیں گزاریئے، گذشتہ رات کی طرح سے وہ وقت ہوگا، اس وقت وہ غلام یہیں آئے گا، تو اسی کے ساتھ آپ جا سکتے ہیں، اکیلے نہیں جا سکتے۔

خواجہ عبدالواحد کہتے ہیں کہ میں نے سارا دن وہاں گزارا، اور رات ہوئی، وہ غلام اسی طرح آیا۔ اسی طرح کہتے ہیں میری تو ہمت نہیں ہوئی کہ میں اس سے جا کر ملوں۔ وہ آتے ہی اللہ اکبر! کہہ کر اپنی نماز میں مشغول ہو گیا۔

''ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے''

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ بابِ عمر پر مصروف رہتے تھے، تو وہاں ایک بزرگ حضرت کی صف میں ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف لائے تھے اور فرمایا

کہ یہ حضرت شیخ نہ کسی سے کلام، نہ گفتگو، نہ بات، یا صلوۃ وسلام پیش کررہے ہیں اوراس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر! کہہ کرنماز کی نیت باندھ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ''ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے۔''

اسی طرح یہ غلام بھی آتے ہی فوراً اللہ اکبر! ساری رات نماز میں مصروف رہا۔ اسی طرح اس نے آخری کلمات کہے کہ الٰہی! میرے حقیقی مولیٰ! میرے مجازی مولیٰ کے لئے اس کا دینار دے دے۔ دینار آ گیا۔

کہتے ہیں کہ وہ جب وہ فارغ ہوکر چلنے لگا، تو پیچھے مڑکر جب مجھے دیکھا، تو دونوں دینار میرے حوالے کئے۔ رات ہی جب قصہ ہوا، تو اسی وقت میں نے دل میں نیت کرلی تھی کہ اب میں اس کا آقا کیسے رہ سکتا ہوں؟ یہ میرا آقا ہے، یہ میرا غلام کیسے رہ سکتا ہے؟ دو دینار اس نے میرے حوالے کئے اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ اب آپ نے تو مجھے چھوڑنے کی نیت کررکھی ہے، مجھے آزاد کرنے کا آپ نے تہیہ کرلیا ہے، تو اس کے بدلہ میں نیچے سے کنکر اٹھائے اور چند پتھر مجھے دئے۔

''فاحثُوا فِی اَفْوَاھِھِم التُّرَاب''

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے ایک خلیفہ مغرب کی نماز کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، تو عرض کرنے لگے حضرت کچھ عرض کرسکتا ہوں؟

حضرت نے سوچا کہ کچھ کہنا چاہتے ہوں گے، تو حضرت نے فرمایا کہ فرمایئے۔ تو ایک لمبا سانس لیا، پھر وہ اشعار شروع کئے، جیسے عتیقی صاحب جنہوں نے کل جمعہ پڑھایا، میں نے بتایا کہ انہوں نے بیس سال پہلے لمبا قصیدہ لکھ کردیا تھا، حضرت یوسف ہمارے باکمال۔۔ وہ قصہ میں نے ان کو یاد دلایا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نے حضرت شیخ کے متعلق جو اشعار بنا کر رکھے تھے، وہ شروع کئے۔ جیسے ہی شروع کئے، حضرت نے فرمایا حافظ جی! مٹی اٹھا! وہاں تو حضرت کے یہاں فرش نیچے اینٹوں کا ہے، جس طرح کہ ہمارے یہاں اس عمارت سے آپ باہر نکلیں گے، فوارہ کے آس پاس جس طرح اینٹیں بچھائی ہوئی ہیں، اس طرح اینٹیں بچھی ہوئی ہیں۔

حضرت نے دوسری دفعہ فرمایا حافظ جی! جلدی اٹھا۔ اور حافظ جی نے ادھر اُدھر سے غبار مٹی اکٹھی کر کے دی۔ حضرت نے تھوڑی سی مٹی حضرت کے ہاتھ میں لی، پھر ان کے منہ پر ماردی۔ فرمایا کہ حدیث میں ہمیں یہ ہی حکم ہے کہ **فَاحْثُوا فِي أَفْوَاهِهِمُ التُّرَاب**، کہ جو تعریف کرے سامنے منہ پر، ان کے منہ پر مٹی مارو۔

غلام نے نیچے سے کنکر اٹھائے، فرمایا کہ آپ مجھے آزاد کر رہے ہیں، تو یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ یہ لے کر غلام کے پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ چلے، اتنے میں تو دیکھا کہ ان کا محلّہ آ گیا چند منٹ میں، جس طرح کہ رات پہنچے تھے اور وہاں آ کر اپنا ہاتھ کھولتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ تو ہیرے جواہرات ہیں۔ دنیا میں کوئی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا، ایسے قیمتی ہیرے جواہرات ہیں۔

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

اللہ تعالی ان بزرگوں کا ہمیں اتباع نصیب فرمائے۔ اللہ تعالی نے ہمیں ایسی عظیم الشان ہستیاں عطا فرمائی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان کے مقام مرتبہ کا ہم تصور نہیں کر سکتے، نہ ان کے تقدس کا، نہ ان کے مجاہدوں کا، نہ ان کی عبادت کا۔ اب پھر کہتے ہیں کہ خواجہ عبد الواحد شروع زندگی تو کوئی زیادہ علمی نہیں تھی، مگر اللہ تعالی نے اس کے بعد اتنا نوازا کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

آج حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پڑھی جا رہی تھی عصر کے بعد کہ چالیس تابعین کے

متعلق متواتر روایات ہیں کہ انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔اور یہ متواتر کیسے؟
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ساری عمر کا یہ معمول، ساری عمر کا، کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز۔تو اب اتنے بڑے بڑے ائمہ، تو جب ساری رات عبادت اور سارا دن درس وتدریس، تو کھانا کب کھاتے ہوں گے؟ اور یہ جو انہوں نے دستورِ عمل انسانیت کو بنا کر کے دیا، شافعی مذہب، حنفی مذہب، یہ کب بنایا ہوگا، کیسے بنایا ہوگا؟

وقت ربڑ کی طرح

اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ غلام دو منٹ میں ان کو دو سال کی مسافت پر لے گیا، تو اس طرح یہ وقت بھی ربڑ کی طرح ہے۔ہمارے لئے بے برکتی، نحوست رہتی ہے، بھاگتے ہیں، دوڑتے ہیں، کام ختم ہی نہیں ہوتا اور ان کے کام میں اتنی برکت کہ وہ پانچ پانچ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، رات دن میں۔تو یہ خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نوازا کہ چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی دائمی معمول رہا۔

عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خادم یہاں اندلس، اسپین سے جاتے ہیں، عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی۔آپ کے پڑوس سے، اسپین سے، اندلس سے۔وہاں جا کر دیکھا کہ اوہو ہو! ہزاروں کا مجمع ہے، وہاں تو جو خلفاء ہیں اور ان کے شاہزادے ان کی رسائی نہیں ہوسکتی امام مالک تک۔

کسی طرح پہنچے اور پھر عرض کیا کہ حضرت! میں تو بہت دور سے آیا ہوں، وہاں تو کچھ بھی نہیں ہمارے یہاں، اسپین سے آیا ہوں، اندلس سے، تو میرے لئے اگر کوئی رعایت ہو جائے کہ میں

کچھ حاصل کر کے جاؤں، وہاں دین کی خدمت کر سکوں۔

حضرت نے چوبیس گھنٹے میں سے فرمایا کہ میں رات کی عبادت سے جب فارغ ہوتا ہوں، اس وقت سے لے کر فجر کے فرض کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، اس میں میرے پاس آیا کرو۔

عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میرے تو مزے ہو گئے۔ میں اپنا بستر ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر لگا کر وہاں پڑا رہتا تھا، ساری رات وہ اپنے گھر میں اندر مصروف رہتے تھے اور میں چوکھٹ پر مصروف رہتا۔ ساری رات میں بھی جاگتا تھا۔ کہتے ہیں سترہ برس گزارے۔

اپنا ایک واقعہ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ عجیب قصہ ہو گیا کہ میں چوکھٹ پر پڑا ہوا ہوتا تھا۔ جیسے ہی دروازہ کھلتا کہ میں اندر داخل ہو جاتا، اور جتنی احادیث اتنی دیر میں وہ بیان فرماتے، میں یاد کر لیتا۔

ایک دفعہ کہتے ہیں کہ میری طبیعت اتنی بوجھل تھی اور اتنا میں تھکا ہوا تھا اور گہری نیند تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھلا، انہوں نے مجھے دیکھا بھی ہوگا، انتظار بھی کیا ہوگا، میرے پاس سے چوکھٹ سے، میرے بستر کے اوپر سے گزر کر گئے بھی ہوں گے، کہتے ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں چلا۔

میری آنکھ اس وقت کھلی جب آپ کی ایک باندی نے مجھے ٹھوکر ماری، پیر سے مجھے کِک مار کر مجھے جگایا کہ ارے تو، تجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ امام مالک تو یہاں سے نکل کر تشریف لے گئے اور پڑا سوتا رہتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ تجھے معلوم ہے؟ اس نے بتایا کہ پچاس برس امام مالک کو اسی طرح گزر گئے کہ عشاء کے وضو سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھی، اور تو پڑا یہاں سوتا رہتا ہے۔ اس نے جگایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے قرب کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد، عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی، جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر، دروازہ کے باہر سترہ برس تک پڑے رہے، اور باندی نے اُن کو ٹھوکر مار کر، کِک (kick) مار کر جگایا تھا، کہ تم تو سوئے پڑے ہو، اور تمہارے پاس سے اُوپر سے گزر کر کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے بھی تشریف لے گئے اور تم سوئے پڑے ہو۔ اور ان کو، امام مالک کو پچاس برس ہو رہے ہیں کہ رات کو کبھی سوئے نہیں، عشاء کے وضو سے اِنہوں نے فجر کی نماز پڑھی ہے۔

الاَرْوَاحُ جُنُوْد مُجَنَّدَۃ

یہی ابن القاسم مالکی سترہ برس پڑے رہے۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک عجیب قصہ ہوا، میں وہیں پڑا رہتا تھا، ایک سال حج کے بعد مدینہ طیبہ قافلے آنے شروع ہوئے۔ مصریوں کا قافلہ جب پہنچا، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سلام مصافحہ کر رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرا نام لے کر، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خدام سے پوچھ رہا ہے کہ ابن القاسم کون ہیں؟ میں نے آواز سنی، تو میں نے جواب دیا کہ میں ہوں ابن القاسم۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے التثام کیا ہوا تھا، منہ لپیٹ رکھا تھا، صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں، پورے چہرے اور سر پر رومال لپیٹا ہوا تھا۔ کان مُلْتَثِمًا، میں نے ان سے کہا کہ بھئی، ذرا پردہ تو ہٹاؤ، میرا نام لے کر تم پوچھتے ہو۔ کہتے ہیں جیسے ہی اس نے اپنا چہرہ کھولا، تو آنکھیں چار ہوئیں اُن کی اور میری، تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان سترہ برس کا ہے۔

کہتے ہیں کہ الارواح جنود مجندۃ کی طرح سے دیکھ کر کے، میرے دل نے یہ کہا کہ او ہو! یہ تو میری بیوی کو حالتِ حمل میں چھوڑ کر آیا تھا، تو یہ میرا بیٹا ہے۔ اس زمانہ میں فون کہاں تھے؟ ڈاک کہاں تھی؟ تو بیٹا سترہ برس کا ہو گیا، اور جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچتا ہے، تب اس سے ملاقات ہوتی ہے۔

حضرت ہشام ابن عمار

ایک بزرگ ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، حضرت ہشام ابن عمار، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میرے والدین بہت غریب تھے، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا! ساری دنیا پڑھ رہی ہے، تم جوان ہو گئے، ضروری علم تو یہاں مل گیا، مگر تمہیں بزرگوں کے پاس سفر کر کے جانا چاہیئے، اور ہم آپ کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے ہمارے رہنے کا جو گھر تھا وہ بیچ دیا۔

جیسے روز قصے سنتے رہتے ہیں پاکستان کے، ہندوستان کے، کہ روزی کمانے کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجنے کے لئے بیچارے اپنی زمینیں، جائیداد بیچ کر بھیجتے ہیں، پھر پتہ چلتا ہے کہ ایجنٹ کوئی دھوکہ باز تھا۔ نسلوں کی پونجی ختم ہو جاتی ہے۔

ان کے ابّا نے، ہشام ابن عمار کے ابّا نے بھی اپنا گھر بیچ دیا اور فرمایا کہ بیٹا! تم ایسا کرو کہ یہ مکان کی قیمت ہے۔ تم جاؤ حج پر، سفر کرو، حج بھی ہو جائے گا تمہارا اور وہاں تم اپنی علمی لائن شروع کرو۔ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے پہنچا، میں نے حج کیا، اور حج سے فارغ ہو کر کے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

میں ابھی نو عمر تھا، بچہ تھا، میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ امام ملک رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ کیا، جب ان کے درِ دولت پر حاضر ہوا، تو میں دیکھتا ہوں کہ شاہانہ ٹھاٹھ ہے، پہرہ دار کھڑے ہوئے ہیں، خدام با ادب کھڑے ہوئے ہیں، ایک مکمل انتظام ہے۔ جیسے جیسے جن کو بلایا جاتا ہے، وہ حاضر ہوتے ہیں، اُن کا مدعیٰ، اُن کی طلب، درخواست سنی جاتی ہے۔ کسی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دعا دے رہے ہیں، کسی کو احادیث سنا رہے ہیں۔

کہتے ہیں میں بھی کھڑا ہوگیا، اب اتنے بڑے بڑے محدثین کے زمرہ میں اور حکام اور سلاطین کے شہزادے، وہاں اُن کی کوئی پوچھ نہیں تھی، تو مجھے کون پوچھتا؟

کہتے ہیں کہ میں منت کرتا رہا، جب اخیر میں سب مہمانوں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوگئے، تو میں نے مزید اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی جانے دو، تو خدام نے مجھے جانے کی اجازت دی۔ میں امام مالک رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچا، میں نے سلام عرض کیا، کہتے ہیں کہ ان کی ہیبت اوران کا رعب اور جلال اس قدر تھا کہ کہتے ہیں کہ میرے تو اوسان خطا ہورہے تھے، میں بچہ نو وارد اور یہ ٹھاٹھ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ترکہ

اس دن میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں تو اپنے بناؤ سنگار، دستار، جبہ سے فرصت نہیں ہوتی، تو جو اس کے شوقین ہوتے ہیں، ان کے پاس بھی ان کے دلائل ہیں۔ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے۔ اور لباس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کتنی وسعت کہ جب امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے، اور آپ نے ترکہ چھوڑا ہے، تو جو کپڑے آپ کے استعمال میں تھے، وہ چھوڑے ہیں، تو ایک سو عمامے چھوڑے تھے، کتنے عمامے؟ ایک سو۔ اب کتنی نزاکت ہوگی۔

اور آگے سنئے، جوتوں کے متعلق آپ کیا اندازہ لگائیں گے؟ کتنے چھوڑے ہوں گے جب عمامے سو تھے۔ فرماتے ہیں کہ پانچ سو جوڑی جوتے چھوڑے ہیں۔ خود مالکیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے، اور وہ بھی نہایت معتبر کتاب ہے، قاضی عیاض مالکی کی ترتیب المدارک، تو میں نے کہا کہ بالکل سچ ہے یہ۔ ایک ذرہ برابر بھی، کوئی اس میں رتی برابر بھی، گننے میں بھی اُن کو کوئی غلطی نہیں ہوئی ہوگی۔

ہمارے بیرسٹر صاحب مرحوم

اس لئے کہ ہمارے بیرسٹر (barrister) صاحب مرحوم، بہت سوں نے اُن کو دیکھا ہوگا، جس طرح وہ بالکل سمارٹ (smart) رہتے تھے، ہر وقت سوٹ، ٹائی (tie، suit)، ایک قسم کا، وہ جوان کی خاص قسم کی اُونی ٹوپی انگریز پہنتے ہیں، تو وہ بھی اسی سوٹ سے جو ملتی ہوتی تھی، ٹوپی بھی، ٹائی بھی ایک جیسی، جوتے بھی جو کپڑوں سے میل کھاتے ہوں۔

اُن کا جب انتقال ہوگیا، تو میں نے ان کے متعلق مصلیوں کے مجمع سے کہا کہ بیرسٹر صاحب، ان کی ظاہری شکل وصورت، وضع قطع الگ تھی، جس طرح اولیاء اللہ کھانا، پینا، لباس چھوڑ کر اپنے آپ کو اس طرح فنا کر دیتے ہیں کہ کوئی سمجھے کہ یہ تو راستہ چلتا کوئی فقیر، سائل، مانگنے والا ہوگا، تو جس طرح اُنہوں نے اپنے آپ کو ترک کر کے فنا کیا تھا، تو بیرسٹر صاحب نے اپنے اسمارٹ رہنے میں اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا۔

اور کتنے بڑے بیرسٹر؟ کہ ایک دفعہ نام آیا کہ جو یہاں کی اپیل کورٹ ہوتی ہے، اس میں فلاں نام۔ تو فوراً کہنے لگے کہ ان کے ساتھ میرا اتنی دفعہ مقدمات میں مقابلہ ہوا ہے، وہاں Pretoria کی کورٹ میں۔ واقعی اُن کا یہی حال ساری زندگی رہا۔ زبردست ماہرِ قانون بیرسٹر تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے قبرستان میں جنازہ پر کہا کہ اُنہیں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی اور اُس کا پتہ تب چلتا تھا کہ جب وہ موازنہ کرتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھتے ہیں۔ یہی مضمون امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے۔

کہتے ہیں میں حیران ہوں کہ صدیاں بیچ میں ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ میں

کتنا فرق؟ کتنا فاصلہ؟ صدیوں کا، لیکن وہ مٹیریل بھی وہی، اُن ہی کے یہ الفاظ ہیں، کہ مٹیریل بھی ایک ہی، اور کہتے ہیں زبان ایک جیسی، اور اس میں جو تاثیر اور چاشنی وہ بھی بالکل ایک جیسی، کہتے ہیں اس پر میں حیران ہوں۔ تو کتنے غور سے انہوں نے ان سب کو دیکھا ہوگا، پڑھا ہوگا۔

بیرسٹر صاحب کا مکان

ہم ان سے بار بار کہتے تھے کہ آپ تنہائی میں بیمار بھی رہتے ہوں گے، ضرورت بھی رہتی ہوگی، کبھی بتاتے نہیں تھے وہ کہاں رہتے تھے، گھر پر کبھی نہیں لے گئے۔ ہم جب بلاتے تھے، گاڑی بھیجتے، آجاتے تھے۔ اور کہتے تھے میرے یہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ تو ہم سمجھتے تھے کہ پتہ نہیں کیوں؟ گھر مکان بتاتے نہیں۔

لیکن جب اُن کا انتقال ہوا، اور اُن کے گھر کو دیکھا، تو میرے ابا جان مجھے یاد آگئے، کہ جو سولہ برس تک ایک گھر میں محبوس رہے، اس گھر کا جو حال تھا، بالکل وہی حال بیرسٹر صاحب کے مکان کا تھا۔ آپ اس میں دو منٹ کے لئے کھڑے نہیں ہو سکتے، صفائی وغیرہ کا سوال نہیں، آپ قدم کہاں رکھیں، اس کو دس دفعہ سوچنا پڑے گا۔

بچے جو کھیلتے ہیں ان کی گڑیا کے لئے جو چیر کرسی ہوتی ہے، بچوں کی گڑیا کی پلیسٹک کی، تو وہ چیر اُن کے بیٹھنے کی تھی، ایک لمبی اُن کی کہانی ہے، بڑی زبردست۔ اس طرح انہوں نے اپنے کو فنا کر رکھا تھا۔

ایک ایک چیز میں نے مولانا عبدالرحیم صاحب کو بتائی۔ میں نے کہا دیکھئے، ان کی ڈاڑھی نہیں تھی، تو اُن کو روز شیو (shave) کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہوگی، تو یہ حمام کا حال دیکھئے۔ حمام میں آپ کھڑے نہیں ہو سکتے، آپ کو کہا جائے دیکھنے کے لئے، تو آپ ذرا سا دور سے دیکھ کر کے مڑ جائیں گے۔ حالانکہ دولت کا یہ حال تھا کہ ہر قدم پر وہ پیپر (paper) پڑے ہوئے تھے کہ آپ کے شیرز (shares) کے اتنے پیسے، یہ اس کا چیک (cheque) ہے،

جہاں کہیں دیکھو، پیپرز، چیکس بکھرے پڑے تھے، میرے خیال میں ہزاروں پاونڈ ہوں گے۔

خیر، میں تو ہمارے اکابر کے حالات بیان کر رہا ہوں، تو بیرسٹر صاحب کے متعلق سنایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے کہ حضرتِ امامِ مالک رحمۃ اللہ کے ایک سو عمامے، پانچ سو جوتے، تو بیرسٹر صاحب کے سوٹ کئی سو تھے، ایک ایک سوٹ بڑا قیمتی۔ وہ مجھے تو نہیں معلوم تھا، مگر جو ساتھی دیکھتے تھے، کہنے لگے کہ یہ تو کم ازکم، یہ ہزار پاونڈ سے کم کا نہیں ہے، یہ دو ہزار پاونڈ سے کم کا نہیں ہے۔ اس کے کمپنی کے نام وغیرہ دیکھ کر کے اندازہ لگاتے تھے، اور اُن کی ٹائی، وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھیں، اور اونی ٹوپیاں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں، اور اُس میں سے کم ازکم، دو سو سوٹ اور کوئی ڈھائی سو جوڑی جوتے اُن کے ہم نے گاؤں بھیجے، اور جو بہت زیادہ ہیوی (heavy) قسم کے تھے، وہ یہاں چھوڑ دئے۔

اب کتنے شوقین کسی زمانہ میں رہے ہوں گے کہ جب یہ چیزیں، ڈھائی سو جوڑی جوتیاں بیرسٹر صاحب نے چھوڑی۔ امام مالک رحمۃ اللہ نے پانچ سو جوڑی جوتے چھوڑے۔

زِدْنِی مِنَ الضَّرْبِ

یہ ہشام ابن عمار فرماتے ہیں کہ جب میں پہنچا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رعب اور جلال دیکھا اور وہ بچہ سمجھ کر مجھے ویسے بھی جانے نہیں دے رہے تھے اور مشکل سے میں پہنچا اور جب نظریں چار ہوئی، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ، کیا مدعی؟

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرح مسائل پوچھتے ہیں، تو میں نے دو چار مسئلے گنوا دئے، مثلاً وضو کا کیا حکم ہے، فلاں نماز کا کیا؟ چند مسئلے گنوا دئے۔ تو اب وہ سب بڑے بڑے محدثین، وہ مسکرا رہے ہیں کہ بیچارا کوئی نو وارد حاجی لڑکا پھنس گیا ہے۔ پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جلدی جلدی جواب دے دیا۔ پھر اخیر میں جب انہوں نے پوچھا کہ اچھا اور؟ میں نے کہا اور کوئی سوال تو نہیں ہے، مگر مجھے حدیث سنایئے۔

حدیث میں دونوں طریقے ہیں کہ شاگرد پڑھتا ہے، استاذ سن کر اجازت دیتا ہے۔ کبھی استاذ پڑھتے ہیں اور شاگرد سن کر اجازت لیتے ہیں۔ تو انہوں نے جب یہ عرض کیا کہ مجھے حدیث سنایئے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا، تم شروع کرو پڑھنا۔ تو اب میں تو کوئی زیادہ پڑھا ہوا بھی نہیں تھا اور جو کچھ پڑھا تھا، وہ بھی اس مجمع کی وجہ سے اور اس ہیئت کی وجہ سے میرے اوسان خطا ہو رہے تھے، تو میں نے کہا حَدِّثْنِی انت ۔ اب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کون یہ حکم دے سکتا ہے کہ آپ حدیث پڑھیں، میں سنوں۔

کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے از راہِ شفقت پھر ایک دفعہ مزید فرمایا کہ نہیں، آپ پڑھو! تو میں نے اور جب زیادہ زور سے پھر دوبارہ دہرایا کہ حدثنی انت کہ آپ مجھے حدیث سنایئے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنے غلام سے کہ اَمْسِکْہ اس کو پکڑ کر لے جاؤ اور اَدِّبْہُ بِدُرَّۃِ الْمُعَلِّمِیْن، کہتے ہیں کہ اس کی ذرا تأدیب کرو اور اس کو ادب سکھاؤ، لیکن وہ معلمین والے انداز سے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو شفقت سے فرمایا تھا کہ معلمین جس طرح مارتے نہیں ہیں، شور زیادہ کرتے ہیں اس طرح ان کی تادیب کرو۔

کہتے ہیں مجھے وہاں لے جا کر جیسے ہی انہوں نے مجھے پکڑا، تو میں چلّانے لگا، زور زور سے چلّا رہا ہوں، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ترس آ گیا۔ فرمایا کہ لاؤ بھئی اس کو۔ ارے بھئی، کیا ہوا؟ اب یہ کہتے ہیں مجھے مارا اور میں لا اَجْعَلُکَ فی حِلّ، میں آپ کو معاف نہیں کروں گا۔ اب وہ کیا پھنسا ہوا تھا، اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پھنسا دیا۔

اب جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا کہ اس نے تو دعوی کر دیا کہ میری تأدیب کی گئی، مجھے مارا گیا اور میں معاف نہیں کروں گا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر اس کا کیا کفارہ؟ بتاؤ، ہر چیز کا ہوسکتا ہے کفارہ۔ اس نے کہا جتنی مجھے مار پڑی ہے، اتنی حدیثیں سناؤ۔ پوچھا کتنی؟ تو انہوں نے کہا جیسا کہ روایت میں لکھا ہے کہ بیس یا تیس روایت کا مطالبہ کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے چلے گئے، ایک، دو۔۔۔ جب پوری ہوئی، تو اس کے بعد

ارشاد فرمایا بس، اب تو معاف کر دیا تم نے؟ تو اب یہ کیا فرماتے ہیں نو وارد ہشام ابن عمار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور مجمع سے کہ زِدْنِی مِنَ الضَّرْب، فرماتے ہیں کہ مجھے اور ذرا پٹوائیے تاکہ میں اور حدیثیں آپ سے سن سکوں۔

اللہ تعالی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کتنا نوازا تھا اور یہ اللہ کے بندوں نے کس طرح علم حاصل کیا، کہاں کہاں سے دور دور سے سفر کر کے آتے تھے۔ ابا جان نے مکان بیچا اور بھیجا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور اللہ تعالی نے اس تأدیب کی برکت سے اور یہ جو بسم اللہ ہوئی اس کی برکت سے کہاں تک پہنچایا؟ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں یہ ہشام بن عمار۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ استاذ بنے۔

ابن فروخ قیروانی

ایک ہیں ابن فروخ قیروانی۔ قیروان افریقہ کا بڑا زبردست عظیم الشان، ایک تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے، تو وہاں کے تھے ابن فروخ۔ وہ سفر کر کے عراق پہنچے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پہنچے، سلیمان الاعمش کی خدمت میں بھی پہنچے۔

جب حضرت سلیمان الاعمش کے یہاں حاضر ہوئے حدیث سننے کے لئے، تو ان کو بتایا گیا کہ یہاں تو استاذ اپنے شاگردوں سے ناراض ہو گئے ہیں اور انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اب سے سبق بند۔ تمام اسباق اور سب کچھ بند ہے۔ حضرت اعمش کسی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے۔

ابن فروخ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سوں کے سامنے اپنا رونا رویا کہ میں بہت دور سے افریقہ سے یہاں آیا ہوں حدیث سننے کے لئے۔ اب میں کیا کروں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سب پڑے ہوئے ہیں، یہاں کے بھی، باہر کے بھی، انہوں نے تو اپنا درس موقوف کر رکھا ہے۔ کیا کیا جائے؟

کہتے ہیں کہ میں بھی جا کر جس طرح یہ ابن قاسم پڑے رہتے تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی

چوکھٹ پر، کہتے ہیں کہ میں حضرت اعمش کی چوکھٹ پر جا کر پڑ گیا۔ ایک آدھ دفعہ کوشش کی تو مجھے کہہ دیا گیا کہ سبق بند ہے، جاؤ۔ میں واپس آ گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ نہیں، میں یہاں سے ٹلوں گا نہیں جب تک خود براہِ راست ان سے بات نہ کروں اور ان سے درخواست نہ کروں۔

کہتے ہیں میں ایک مرتبہ ان کے دروازے پر جا کر پڑ گیا۔ تو سب دیکھتے تھے کہ یہ تو روز آتا ہے، کوئی دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ان کی جو باندی تھی اس نے دروازہ کھولا اور مجھ پر برسنا شروع کیا۔ ناراض ہوئی کہ اتنی دفعہ تمہیں منع کیا کہ یہ درس سب کے لئے بند ہے اور یہ اعمش اپنے گھر سے نکلتے نہیں ہیں، تو آپ اتنا نہیں سمجھ سکتے ہیں؟

فرماتے ہیں کہ میں نے رونا شروع کیا، روتا رہا اور میں نے کہا کہ میں تو بہت دور سے افریقہ سے آیا ہوا ہوں۔ تو وہ جو باندی تھی وہ بھی افریقاً تھی، افریقہ سے تھی، امام اعمش کی باندی۔ وہ پوچھتی ہے کہ آپ افریقہ سے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میں افریقہ سے ہوں۔ کہا، کہاں سے افریقہ؟ میں نے کہا، قیروان سے ہوں۔ او! تو وہ باندی اعمش کی پوچھتی ہے، ابن فروخ سے، کہ تم قیروان میں کس جگہ رہتے ہو؟ تو انہوں نے علاقہ بتایا کہ میں قیروان میں فلاں جگہ پر رہتا تھا۔ وہ پوچھنے لگی کہ انتَ تعرِف دَار ابن فروخ؟ کہ تم فروخ کے قبیلہ کو، اس خاندان کو جانتے ہو؟ تو میں نے اس سے کہا کہ انا ابن فروخ۔

فوراً وہ غور سے مجھے دیکھنے لگی اور چلاّئی زور سے اپنے آقا کو، اعمش کو، اور بھاگی ہوئی اندر گئی اور حضرت اعمش سے جا کر کہتی ہے کہ حضرت! دیکھو باہر کون آیا ہے؟ میں جب سے آپ کے یہاں آئی ہوں، تو میں اپنے پرانے سب سے پہلے آقا جن کی میں باندی تھی، اور انہوں نے مجھے بیچ دیا تھا آگے، تو میں ان کا ہمیشہ تذکرہ کرتی رہتی تھی، ابن فروخ کا، وہ دروازے پر پڑے ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں اعمش مجھے اندر گھر میں لے گئے اور اس کے بعد پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے درس تو موقوف کر رکھا ہے، مگر تمہارا تو سفارشی زبردست ہے، تمہاری باندی، اس کی وجہ سے

مجھے اب تمہیں پڑھانا پڑے گا۔ابن فروخ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعمش کے گھر کے سامنے ایک مکان کرایہ پر لیا اور میں پڑھنے لگا۔درس موقوف تھا،اس لئے ساری دنیا حیران تھی کہ یہ کیا ہوگیا؟ ایک افریقی طالبِ علم،اس کو اعمش اتنی توجہ سے پڑھا رہے ہیں۔اس طرح میں نے حضرت اعمش سے پڑھا۔

دس ہزار مسائل اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اسی سفر میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔اور ابن فروخ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم سے اس سفر میں میں نے دس ہزار مسائل حاصل کیئے۔اللہ تعالی ان اکابرین کی قدر دانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے،ہماری نسلوں میں علم اور عمل کو باقی رکھے،یہ مبارک رات ہے،مبارک رات میں اصل تو دعا ہے،سب سے اہم چیز دعا ہے۔

۵۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

مولد: سمرقند یا بخارا

تاریخ وفات: محرم ۱۷۷ھ یا ۳/ربیع الاول ۱۸۷ھ مدفن: مکہ معظّمہ

فضیل بن عیاض جو آج کے ہمارے بزرگ ہیں، تو ان کی زندگی ابتدائی کچھ اچھی نہیں تھی۔ تمام بزرگوں کے بارے میں تو آپ سنتے چلے آئے ہیں کہ ابھی سات برس کی عمر میں حفظ کرلیا، سولہ برس، سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہرہ، علوم باطنہ تمام سے فارغ ہو گئے۔ مگر ان کی دوسری لائن تھی۔ تو بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ ایک گینگ تھی، ان کا کام تھا ہر وقت لوگوں کو ستانا۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی محبوبہ کے عشق میں رات کو سیڑھی لگائی۔ اب سنسان رات ہے اور کتنی جرأت؟ کہ سیڑھی لگا کر اس کی کھڑکی تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

اب یہ دھندھا کر رہے تھے کہ آسمان سے آواز آئی، **اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ**، کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا اللہ سے ڈرنے کا؟ تو چپ ہو گئے۔

کیسا ہی انسان ہو، جب دیکھے گا کہ کہنے والا کوئی نہیں، آسمان سے میں سن رہا ہوں براہِ راست، خدا کی طرف سے میرے لئے انتظام ہے، تو فوراً عبرت پکڑ لی۔ اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے کیا کہتے ہیں، **اَللّٰھُمَّ اِنِّی تُبْتُ اِلَیْکَ وَجَعَلْتُ تَوْبَتِیْ مُجَاوَرَۃَ الْبَیْتِ الْحَرَام**، کہ الٰہی! آج سے ان تمام دھندوں سے توبہ اور اب میں تیرے گھر کا قصد کرتا ہوں۔

اور پھر ظاہر ہے کہ جب اس طرح توبہ کا واقعہ پیش آیا ہوگا، اس طرف بڑھنا شروع کیا ہوگا، تو کتنے آگے گئے ہوں گے کہ تیس برس تک مجاہدے کرتے رہے۔ اُسی اپنی گذشتہ زندگی کو یاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت الٰہیہ کو، جو یک دم ان کی طرف متوجہ ہوئی، اس کے شکریہ کے طور پر، پھر

بڑھے، بڑھے، یہاں تک بڑھے کہ انتہائی درجہ کے متبع سنت بنے کہ کوئی سنت چھوٹنے نہ پائے، نہ رہن سہن کی، نہ عبادت کی، نہ طہارت کی۔

سنت چھوٹنے پر زیارت نبوی

میں نے گذشتہ سال وضوء کی سنتوں کے بارے میں عرض کیا تھا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ہر عضو کے دھونے کی دعائیں ذکر کی ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اہتمام بتایا تھا، تو ہمارے مولانا محمد صاحب نے آپ لوگوں کو وہ دعائیں چھاپ کر لا کر دی تھیں کہ ہاتھ دھوتے وقت، کلی کرتے وقت، منہ دھوتے وقت۔ تو انتہائی درجہ کے متبع سنت، ہر چیز میں سنت کے اہتمام کی عادت بن گئی۔

ایک دفعہ انسان ہے، جلدی میں وضوء میں ایک سنت چھوٹ گئی، اور رات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں کہ فضیل! محبت؟ محبت تو ایسی ہونی چاہئے کہ آدمی کبھی نہ بھولے۔

کتنی محبت کے ساتھ وہ سنن ادا کرتے ہوں گے۔ ہم تو اپنے معمولات بھی ادا کرتے ہیں، تو ہر وقت ہمارا دل اور دماغ گناہوں میں مصروف ہوتا ہے۔ وہی تصورات رہتے ہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں تو بھی وہی گناہوں کے تصورات، خدا کا دھیان نہیں آتا، میں نے جب گذشتہ سال دعائیں بتائی تھیں، تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس سے احسان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

جب وضو میں انسان سوچے گا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ میں سنت ادا کر رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو دل میں جگہ دے گا، پکائے گا، تو اس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھر توجہات عالیہ ہوتی ہیں۔ تو ایک سنت وضوء میں چھوٹی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اوہو! محبت اور کیسے سنت چھوٹ سکتی ہے؟

جیسے وہاں، وہ قدر کرتے تھے ایک ایک چیز کی کہ جیسے آسمان سے آواز آئی، تو اس کی قدر کی اورساری زندگی، تیس برس مسلسل مجاہدے پر مجاہدے، اور یہاں تک پہنچے کہ ایک سنت کے چھوٹنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست خود تنبیہ فرما رہے ہیں، خود تشریف لا رہے ہیں۔ تو اس کی بھی انہیں قدر تھی کہ اوہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِی، ایک روایت کے الفاظ جو عام طور پر روایات میں کثرت سے ہیں، وہ تو ہیں مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِی یا فَقَدْ رَأی الْحَقّ اور تیسرے الفاظ ہیں فَسَیَرَانِی، عنقریب مجھے دیکھے گا۔

شراح اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بشارت سنا رہے ہیں کہ جس کو خواب میں زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، تو مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ ہو گیا تو فَسَیَرَانِی، یہ بشارت ہے اس کے لئے کہ وہاں میدانِ محشر میں پہنچے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں بھی زیارت ہوگی، اور وہاں جب زیارت ہوگی تو شفاعت بھی ملے گی، تو یہ شفاعت کی بشارت ہے۔

اس کی انہوں نے کتنی قدر کی فضیل بن عیاض نے، ایک سنت کے چھوٹنے پر جو یہ انعام ملا، تو اس کی قدر یہ کی کہ فوراً ہاتھ اٹھائے کہ الٰہی! مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی، میں نے ایک سنت آج وضو کی چھوڑی تھی، اس سے میں آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں اور اس کے کفارہ میں میں پانچ سو رکعت نفل روز پڑھا کروں گا اور ساری عمر پڑھتے رہے۔

یومیہ ایک ہزار رکعت

یہ ایک سو رکعت پڑھنے والے، یہ ہمارے اساتذہ میں دیکھا، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کو ہم دیکھتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی دو رکعت ختم نہیں ہوتی تھی، اتنی دیر میں ان کی دس، بارہ رکعتیں ہو جاتی تھیں۔

یہی حال حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا کہ ایک زمانہ میں ان کا معمول تھا کہ روز سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔تو یہ سو رکعت نفل والے تو اب تک ہمارے زمانہ تک ہم نے دیکھے ہیں۔انہوں نے تہیہ کیا کہ روز پانچ سو رکعت پڑھوں گا اور میں نے اپنی نوٹس میں کہیں لکھا ہے ایک ہزار رکعت والے بھی ہیں کہ جن کا معمول تھا یومیہ ایک ہزار رکعت کا۔خود احمد آباد میں ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے خاندان میں یہ روایت تھی۔الفاظ دیکھئے کہ خاندان میں یہ روایت تھی کہ سب گھر والے ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔

انہوں نے اپنے لئے اس کی نذر مان لی کہ الٰہی! میں اس کے کفارہ کے طور پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی،تشریف لائے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مجھے تنبیہ فرمائی،تو پانچ سو رکعت میں پڑھتا رہوں گا۔تو اسی کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان کو قائم اللیل،صائم الدہر بنایا اور پانچ سو رکعت کے ساتھ وہ جو بزرگوں کا معمول بتایا،تو ان کا معمول یہ تھا کہ پانچ دن میں افطار کرتے، پانچ دن مسلسل بلا کھائے پیئے روزہ۔ پانچواں دن ختم ہوا،غروب ہوا،تب جا کر وہ افطار فرماتے تھے،اس قدر انہوں نے مجاہدے کئے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کی خدمت میں

خواجہ فضیل بن عیاض جو ایک عام انسان تھے،اس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان کو اتنا نوازا، اتنا نوازا کہ جب یہ توبہ کر کے یہاں سے چلے ہیں،تو فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے ہیں،جیسے ابراہیم ادہم پہنچے تھے۔

یہ بھی حضرت امام صاحب کے شاگرد ہیں،فضیل بن عیاض۔اور پھر محدثین میں بہت اونچا ان کا مرتبہ ہے۔سلیمان الاعمش سے ان کی متعدد روایات ہیں،اور خود امام اعظم سے ان کی روایات ہیں کہ ان کے تلمیذ اور شاگرد ہیں۔اوران کے شاگردوں میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں،سفیان ثوری ہیں،سفیان ابن عیینہ ہیں۔

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْن

ان خدام پر کبھی ناراض ہوتے تھے، تو سفیان ابن عیینہ، کتنے عظیم محدث، تو ان کی ایک چیز ان کو پسند نہیں آئی، اپنے شاگرد سفیان ابن عیینہ کو فضیل بن عیاض نے ڈانٹا ہے۔

یہ طبقہ جو تھا صوفیہ کا، محدثین اور علماء کے دو طبقے تھے، ایک وہ کہ جن کو حکام سے کوئی تعلق نہیں تھا، نفرت کرتے تھے، نفرت دلاتے تھے۔ یہی حال ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، ایک نظر دیکھنے، ایک سلام کرنے کے لئے، تھوڑی دیر گفتگو کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، مگر انہی کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی قاضی القضاۃ کا عہدہ سنبھالا۔

یہ فضیل بن عیاض اپنے شاگرد پر بگڑے سفیان ابن عیینہ پر، ایک دفعہ ان کو ڈانٹا اور فرمایا کہ ”تم علماء تو چراغ تھے جس سے ساری دنیا روشنی حاصل کرتی تھیں، ظلمتیں دور ہوتی تھیں، تم تو ستارے تھے، تم محدثین اور تم علماء اور تمہارے ذریعہ **وَبِالنَّجْمِ هم يهتدون**، لوگ سنسان صحراء میں اور کالی رات میں راستے پاتے تھے، اور راہ ان کو ملتی تھی۔ اور تمہارا اب یہ حال ہو گیا کہ تم سلاطین اور حکام اور اہلِ حکومت کے دروازوں پر جاتے ہو، ان سے ملتے ہو، ان کے ہدایا قبول کرتے ہو، اور ان کے یہاں کھانا کھاتے ہو اور کھانا کھاتے وقت تمہیں اس کی بھی تمیز نہیں رہتی کہ اس نے جو ہمارے سامنے کھانا پیش کیا ہے، یہ حلال ہے یا حرام؟“ ان کو خوب ڈانٹا۔

کہاں تو ان کی زندگی کیا تھی اور اللہ تعالی نے صوفیاء کے رہبر اور ان کا امام ان کو بنایا، محدثین کا امام ان کو بنایا۔

۶۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

مولد: بلخ

تاریخ وفات: یکم شوال سنہ ۱۸۷ھ یا سنہ ۱۶۱ھ یا سنہ ۱۶۲ھ یا سنہ ۱۶۶ھ
مدفن: درشام علی الاصح، مدینہ منورہ عند البعض

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، آپ کو بلخ کے بادشاہ نے اپنا متبنیٰ بنایا تھا۔ بادشاہ کے محل میں پرورش پائی۔ انہوں نے پھر اپنا جانشین بنایا، بادشاہ بنے، تو طبیعت نیک تھی، تو اللہ تعالی کی طرف سے، ان کے لئے غیب سے انتظام ہوا۔

مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ اپنے محل میں آرام فرما ہیں، بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، بیڈروم (bedroom) میں ہیں، اوپر چھت پر چلنے کی آواز آئی ہے۔ پوچھا بھئی، دیکھو کون ہے؟ کوئی آدمی ہے۔ اس کو لایا گیا۔ ارے بھئی، یہاں محل میں تو کیسے آیا؟ کیوں آیا؟ کہا کہ میرے اونٹ کھوئے گئے۔ اونٹ کھوئے گئے تو اونٹ صحراء میں، جنگل میں تلاش کرتے ہیں۔ یہاں محل میں؟ تو فرمایا کہ اچھا، یہاں اونٹ نہیں ملے گا؟ کہا نہیں، یہاں کہاں ملے گا، صحراء میں ملے گا۔

فرمایا کہ پھر یہ جو تم ہر وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہو کہ اے خدا! مجھے تیرا وصال چاہئے، تیرا قرب چاہئے، تو یہاں تختِ شاہی پر بیٹھ کر خدا کا قرب مل جائے گا؟ اس کے لئے تو دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ فرمایا کہ اسی وقت اپنی بادشاہت اور سلطنت کو ٹھوکر مار کر کے، ترک کر کے نکل پڑے ہیں۔

محل یا مسافر خانہ؟

دوسری ایک روایت یہ ہے کہ تمام پہرہ داروں کو کاٹ کر کے غیبی رجال جو ہوتے ہیں، وہ تو

پہنچ سکتے ہیں، تمام پہرہ دار چاروں طرف محل پر کھڑے ہوئے ہیں اور اچانک کوئی آدمی آپ کے سامنے دربار میں، سب کے بیچ میں آکر نمودار ہوگیا۔ ارے بھئی، تو کیسے یہاں پہنچ گیا؟ کہا کہ نہیں، میں تو جا رہا تھا، مسافر آدمی ہوں، میں نے سوچا کہ مجھے وقت گزارنا ہے، آج کی رات گزارنی ہے، تو مسافر خانہ میں پہنچ گیا۔ تو کہا مسافر خانہ تو فلاں جگہ ہوگا، یہ تو شاہی محل ہے۔

فرمایا اچھا؟ یہ مسافر خانہ نہیں ہے؟ پھر کتنے برس ہوگئے اس محل کو بنے ہوئے؟ کہا کہ اس کو تین سو چار سو برس اس کو ہوگئے ہوں گے۔ کس نے بنایا تھا؟ فلاں نے بنایا تھا۔ وہ یہاں رہے؟ کہا ہاں، اتنی مدت رہے۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ کہتے ہیں اس کے بعد فلاں بادشاہ ہوئے وہ رہے۔ اس کے بعد فلاں بادشاہ بنے وہ رہے۔ کہا اچھا، یہ چار پانچ گزر گئے، تو ان کے بعد پھر آپ کا نمبر آیا، اب آپ ہیں۔ تو یہ محل ہوا یا مسافر خانہ ہوا؟ فوراً تنبہ ہوا۔ اللہ! نکل پڑے۔

بلخ، بخارا، سمرقند کے علاقہ میں تھے، تو بلخ کے بادشاہ یہاں سے نکل کر کے چلے، چلے، اللہ کی قدرت کہ وہاں کوفہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں آپ کی خدمت میں کافی عرصہ رہے اور پھر یہاں سے آپ بصرہ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض سے آپ نے بیعت کی ہے، ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور یہاں سے پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اپنے شیخ کی وجہ سے کہ شیخ بھی وہاں مکہ مکرمہ میں تھے۔

بحر و بر پر حکومت

بڑے ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے۔ جب یہ بادشاہت ترک کر کے چلے ہیں، تو اب سارا لشکر، حکام، وزراء آپ کے پیچھے، پیچھے تلاش کرتے پھرتے تھے، خوشامدیں کرتے کہ حضرت! آپ کو جس حال میں رہنا ہو، لیکن ہمارے سلطان اور بادشاہ بن کر تو رہئے، ہمارے سر پر آپ کا سایہ تو رہے گا۔ آپ تو ہمیں چھوڑ کر آگئے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ وہ سمندر کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی وہ گدڑی سی رہے ہیں۔ تو جو سوئی ہاتھ میں تھی وہ انھوں نے پھینکی سمندر میں اور کہنے لگے میری سوئی! کہتے ہیں، ہزاروں مچھلیاں منہ میں سوئی لے کر نمودار ہوئیں۔ فرمایا کہ وہ تم پر میری حکومت بہتر ہے یا میری یہ حکومت بہتر ہے؟

مکہ مکرمہ میں پہنچے، اپنے شیخ کی وجہ سے وہاں پہنچے گئے۔ وہاں جبلِ ابی قبیس پر ہیں۔ سلفی مذاق اڑاتے ہیں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ولو رمیٰ بِاَبَا قُبَیْس کی وجہ سے۔ تو جبلِ ابی قبیس پر پہنچے، تو وہاں خدام ساتھ ہیں، اور کسی نے پوچھا بزرگوں کی کرامات کے متعلق۔

ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ یہ جبلِ ابی قبیس کتنا عظیم الشان پہاڑ، اس کو اگر حکم کریں تو وہ چلنا شروع کرے۔ یہ کلمہ منہ سے نکلنا تھا کہ اس میں جنبش شروع ہوگئی اور اس نے چلنا شروع کیا، تو وہ پیر مار کر فرماتے ہیں کہ ارے! میں تو ان کو مثال کے طور پر سمجھا رہا تھا، میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا کہ تو نے چلنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالی ان کی روحانیت سے ہمیں مستفید فرمائے۔

غیبی ندائیں

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات عرض کئے۔ اخیر میں ان کے انتقال کا قصہ باقی رہ گیا تھا۔ جب آپ کا وصال ہوا، تو آسمان سے آواز آئی۔

میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ جیسے جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہم دور ہوتے جا رہے ہیں، سب چیزیں آہستہ، آہستہ، آہستہ اٹھتی گئیں، کم ہوتی چلی گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، تو جنت و جہنم گویا ہمارے بالکل سامنے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں اور روز معجزات دیکھتے تھے۔ فرشتوں کو اترتا ہوا دیکھ رہے ہیں، فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ رہے

ہیں، کیا مسلم، کیا صحابہ کرام، کیا غیر مسلم، جنگوں میں وہ بھی دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیطان کو صدقات کی کھجوریں اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریاں ہیں، صحابہ کرام سن رہے ہیں اس کی تسبیح۔ پکا ہوا کھانا سامنے رکھا ہے، اس میں سے سبحان اللہ، سبحان اللہ کی صحابہ کرام تسبیح سن رہے ہیں۔ یہ روزمرہ کی چیزیں ہوتی تھیں۔ ایک معمول ہو گیا تھا۔

ان سب واقعات کے متعلق جو محروم القسمۃ ہوتے ہیں، تو وہ تو کہیں گے کہ یہ ویسے ہی کہانیاں ہیں، اپنی عقیدت کی وجہ سے گھڑ لی گئی ہوں گی، لیکن میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ یہ سب چیزیں ہم نے ہمارے بزرگوں سے آنکھوں سے دیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنا نوازا کہ اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شیطان آتا ہے، کھجوریں لے رہا ہے، پھر اس پر اس نے آیۃ الکرسی بتائی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے آخری دنوں میں خدام حضرت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اچانک فرمایا، یہ، اسی طرف، داہنی طرف، کونہ تھا ادھر۔ حضرت تو اخیر عمر میں اور زیادہ ضعیف ہو گئے تھے، مگر پورے دائیں طرف مڑ گئے حضرت اس طرح۔ فرمایا، مارو اس کو! ایک دفعہ، دو دفعہ، ہم تو کچھ دیکھ نہیں رہے ہیں، تو ہم نے پوچھا حضرت، کس کو ماریں؟ پھر دوسری دفعہ، پھر تیسری دفعہ، مارو اس کو! تو ہم نے تیسری دفعہ سوال پھر دہرایا، کس کو ماریں؟ تب حضرت ہنس پڑے۔ فرمایا ابلیس آیا ہوا تھا۔ تو خدام کا ذہن کام نہیں کر رہا ہے کہ یہ حضرت کا آخری وقت شروع ہو گیا ہے۔

اور انہی دنوں میں حضرت کو استنجے، پیشاب کا تقاضا ہوا، پیشاب دانی ہوتی تھی، تو وہ مولانا نجیب اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے، ابھی حضرت کو دینے جارہے ہیں، اتنے میں زور کی، زبردست آواز آسمان سے سنی، تو میں حضرت کی اس خدمت کو چھوڑ کر بھاگ کر باہر نکلا، اور دروازہ پر پہنچا اور دروازہ کھول کر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی؟ بعد میں فارغ ہوئے، تو مولانا

نجیب اللہ کہنے لگے کہ یہ کیا آواز تھی؟ میں نے کہا کہ کوئی نہیں تھا، اُدھر تو سناٹا ہے، کچھ نہیں۔ مگر آواز ضرور تھی۔

پھر یہ تو ہم خدام تک یہ محدود تھی۔ اوپر مستورات کو اس قصہ کا کچھ پتہ نہیں۔ اماں جان وغیرہ اوپر تھیں، تو انہوں نے کسی اور وقت میں اسی طرح کی زبردست آواز انہوں نے بھی سنی۔

امام الارض قد مات

یہ میں نے عرض کیا تھا کہ جو چیزیں اس طرح کی تھیں اب کم ہوگئیں، تو اسی طرح یہ ندا آتی تھی آسمان سے، براہِ راست انسان سنتے تھے۔ میں نے جو واقعات ہمارے بزرگوں کے سنائے کہ وہ قائم اللیل، صائم الدہر، قائم اللیل، صائم الدہر، کہ ساری زندگی کے روزے، کبھی رات کو سونا نہیں، جیسے ان چیزوں میں اشتراک تھا، تو اس چیز میں بھی اشتراک ہے کہ ان کے لئے بھی آوازیں، ہر ایک کے لئے ندا آئی۔ کسی کے لئے آئی ہے کہ خواجہ مرعشی کے پاس جا کر بیعت ہو جاؤ۔ اور سب بزرگوں کے قصے میں آتی رہی۔ یہ آوازوں کے قصے بھی بہت سارے ہیں۔

ان کے لئے، ابراہیم بن ادہم کا جب انتقال ہوا ہے، تو آسمان سے آواز آئی **امام الارض قد مات**، جس طرح انڈیا میں آپ نے سنا ہوگا میت کے انتقال کی آواز دیتا ہے، ہر اسٹریٹ میں جا کر کہتا ہے، فلاں مر گیا۔ اب یہاں آسمان سے اس ندا کا نعی کا انتظام ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ **امام الارض** یا **امان الارض قد مات**۔ کسی نے امام کو امان سنا ہوگا یا وہ آواز لگانے والا الگ الگ الفاظ میں دہراتا جاتا ہوگا کہ اس روئے زمین کا امام آج چل بسا۔

میں نے اس پر عرض کیا تھا کہ ابھی آوازیں تو موقوف ہوگئیں، خواب تو کم از کم رہ گئے ہیں۔ یہاں وہ حاجی فقطجی ہیں، بولٹن کے ابوبکر حاجی فقطجی۔ تو انہوں نے ایک خواب لکھ کر دیا، تو میں نے پڑھ کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر ہے، اس پر میں نے کہا کہ کسی متبع سنت بزرگ کے انتقال کی خبر ہے۔

انہوں نے مجلس میں وہ پرچہ دیا تھا اور دوسرے دن صبح اطلاع آئی ہندوستان سے کہ ہمارے ترمذی کے استاذ مفتی مظفر حسین صاحب کا انتقال ہوگیا۔ آوازیں بھی اس طرح سنی جاتی تھیں، ملائکہ صحابہ کرام دیکھتے تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خدام نے ملک الموت سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سنا۔ ہمارے اکابر، اللہ تعالی نے ان کو کتنا عروج عطا فرمایا تھا، کیا مرتبہ تھا ان کا۔

۷۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۴ یا ۲۴ شوال ۲۰۲ھ یا ۲۰۷ھ یا ۲۵۲ھ مدفن: بصرہ عند البعض

حضرت حذیفہ مرعشی، یہ بھی سولہ سال کی عمر میں جمیع علوم سے فارغ ہو گئے۔ جس طرح میں نے بتایا کہ یہ فقراء کے معنی یہ نہ سمجھیں کہ یہ ننگ دھڑنگ ملنگ لوگ، نہ دین دنیا، کسی چیز کا پتہ نہیں، بلکہ بہت بڑے زبردست علامہ ہوتے تھے۔ تحصیل علوم، پہلا کام یہی ہوتا تھا۔ تو سولہ سال کی عمر میں اپنے تمام علوم سے فارغ ہو گئے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے یہ۔ تو ان سے جو چیز ورثہ میں ملی تھی، دیکھتے تھے کہ یہ روزہ ہمیشہ رکھتے ہیں، تو یہ بھی ہمیشہ صائم الدہر، ساری عمر روزہ سے رہے۔

اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مثال دی تھی کہ ان کے پیر و مرشد اگر ہم نے ان کو دیکھا نہ ہوتا، تو شک ہوتا کہ شاید ویسے ہی لکھ دیا ہوگا۔ ہم نے ان کو آخری عمر میں، جب ان کی عمر اسّی، پچاسی برس کی تھی، تو مکہ مکرمہ میں دیکھا، تو وہ جو بچپن سے ہم سنتے تھے کہ وہ صائم الدہر ہیں، تو ان کو اسی طرح پایا۔ اس عمر میں بھی ان کے اسی طرح روزے جاری تھے۔

اور یہ خواجہ مرعشی صائم الدہر بھی اور پانچ دن کے بعد افطار کرتے تھے۔ صومِ وصال رکھتے تھے۔ آج پورے دن کا روزہ پھر افطار نہیں کیا، پھر روزہ رکھا، پھر افطار نہیں کیا۔ کس قدر مجاہدے ان لوگوں نے کیئے۔ اور ایک کام ان کا ہر وقت کا تھا، ہر وقت روتے رہنا۔

گریہ وزاری

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا میرے والد صاحب کو، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا رونا۔ ہم نے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کعبہ کے سامنے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے مسلسل دریا جاری ہے۔ ابھی آپ گزریں، پھر

ایک گھنٹے کے بعد گزریں گے، دو گھنٹے کے بعد گزریں گے، تو وہی حال ان کا، رو رہے ہیں۔

ان کا کام بھی یہی، تو کسی نے پوچھا کہ حضرت، کسی چیز کی کوئی حد ہوتی ہے۔ سالہا سال سے ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ ہر وقت آپ روتے رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ایک آیت مجھے رلاتی ہے۔ قرآن کہتا ہے **فریقٌ فی الجنۃ و فریقٌ فی السعیر**، کہ ایک جماعت کی جماعت ساری وہ جنت میں اور ایک جماعت دوزخ میں ہوگی۔ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ پتہ نہیں میں کدھر ہوں گا۔ الٰہی! تو یہ آیت مجھے رلاتی ہے ہر وقت۔ اسی کا مراقبہ، ساری عمر کے لئے ایک آیت کا مراقبہ ان کے لئے کافی ہوگیا۔ ہم سارا قرآن پڑھ جاتے ہیں، مگر کہیں کوئی اثر نہیں ہوتا، کسی آیت کا اثر نہیں لیتے، کوئی عبرت نہیں ہوتی۔

انہوں نے پوچھا کہ حضرت، کیوں روتے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ آیت رلاتی ہے۔ کسی نے غلطی سے چھیڑ دیا اور کہہ دیا، پوچھ لیا کہ حضرت! پھر آپ تو صاحبِ سلسلہ ہیں۔ آپ تو اتنے ہزاروں کو بیعت کرتے ہیں جو بیعت کے لئے آتے ہیں، تو پھر آپ ان کو بیعت کیوں کرتے ہیں جب آپ کو اپنا خود پتہ نہیں؟

یہ سننا تھا، آہ کی، بے ہوش ہو گئے۔ اتنا اثر ہوا اس شخص کے پوچھنے کا کہ مجھے خود اپنا پتہ نہیں اور میں بیعت کیوں کر رہا ہوں؟ تو اب انہوں نے تو کوئی جواب نہیں دیا، زبان کو بند رکھا، اس شخص کے سوال کا جواب دینے کے بجائے چپ سادھ لی اور وہ ساتھ ہی بے ہوش ہو گئے۔

ولکن تعمی القلوب

یہاں بھی میں نے بتایا کہ غیب سے آواز آتی ہے

بطواف کعبہ رفتم بحرم رحم نہ دادند

آوازیں آتی تھیں۔ ابھی بھی آواز دیتے بھی ہوں گے ہمیں، لیکن یہ سب ڈاٹ کان میں ہم نے بھر لی ہے گناہوں کی۔ کوئی چیز سامنے کی نظر نہیں آتی، فرشتے ہیں، اتر رہے ہیں، رحمتیں ہیں،

کوئی چیز نظر نہیں آتی، ہمارے دل اندھے ہوگئے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں

بطوافِ کعبہ رفتم بحرم رحم نہ دادند
بیرونِ در چہ کردی کہ درون خانہ بیائی

میں جارہا تھا مکہ مکرمہ کہ جا کر طواف کروں گا، تو کہتے ہیں معروف راستہ، مگر میں کھویا گیا، راستہ ہی نہیں مل رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک آواز آرہی ہے، ادھر سے جاتا ہوں، اُدھر سے جاتا ہوں، تو ایک ہی آواز

بطواف کعبہ رفتم بحرم رحم نہ دادند
بیرونِ در چہ کردی کہ درون خانہ بیائی

کہ حرم کے باہر رہ کر تم نے کیا کیا دھندے کئے ہیں کہ پھر اندر بھی آتے ہو، کس منہ سے آتے ہو؟ تو جب یہ بے ہوش ہوگئے اور جواب نہیں دے سکے، کوئی جواب نہیں دیا۔

کہتے ہیں فوراً آسمان سے آواز آئی، اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے آپ کو جنت کی بشارت ہے۔ ان کو کہہ دیجئے سننے والوں کو کہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے آپ کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

اللہ تعالی کی طرف سے آسمان سے آواز آپ نے سنی، سارے مجمع نے سنی اور اس کی اتنی شہرت ہوئی کہ ہزاروں آدمی اس قصہ کی وجہ سے اسلام لائے۔ ہر شخص پوچھتا تھا کہ آپ بھی موجود تھے وہاں؟ کہا ہاں، قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے آسمان سے یہ آواز سنی۔ تو کہتے ہیں ہزاروں آدمی اس قصہ کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔

جب یہ بزرگ پہنچتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں، تو پھر وہاں بھی جو آواز یہاں آئی تھی، اس کے ایک مدت کے بعد جب وہاں دربارِ نبوی میں حاضری ہوتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے جواب کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں

انتَ معی فی الجنّة، اللہ نے جو فرمایا کہ جنت ملے گی، جنت بھی وہ ملے گی جہاں میں ہوں گا، میرے ساتھ تم جنت میں ہوں گے۔۔ اللہ اکبر!

۸۔ حضرت خواجہ ہبیرہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۱۶۷ھ — مولد: بصرہ

تاریخ وفات: ۷ شوال ۲۷۵ھ یا ۲۷۹ھ یا ۲۸۷ھ — مدفن: بصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ،

عِنْدَ ذِكْرِ الأَبْرَارِ تَنْزِلُ الرَّحْمَة

مجھے تو ان حضرات کے حالات پڑھنے میں، بیان کرنے میں نہایت لطف ولذت محسوس ہوتی ہے کیوں کہ ان کے تذکرہ کے وقت، کہتے ہیں کہ تنزل الرحمۃ۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کے قصوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے عبرت رکھی ہے۔ جب ہم پڑھتے ہیں کہ وہ تین دن صومِ وصال رکھ کر افطار کرتے تھے، تو ہمارے لئے تو ایک روزہ مشکل اور وہ ساری عمر، تین دن، کوئی پانچ دن، کوئی سات دن، کیسے کرتے ہوں گے؟ تو کم از کم ہمیں عبرت تو ہو۔

یہ ہمارے آج کے بزرگ ہیں حضرت خواجہ ہبیرہ۔ جو ہمارا معمولات کا پرچہ ہے، اس میں جو نظم ہے، سلسلہ کے اسماء کو نظم کیا گیا ہے، اس میں ہبیرہ نامور آتا ہے۔ تو حضرت شیخ ہبیرہ نور اللہ مرقدہ جمیع علومِ ظاہرہ سے اور علومِ شریعت سے سترہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد ان کا معمول اپنے طور پر انہوں نے بنا لیا تھا روزانہ دو ختمِ قرآن۔ ہمارے لئے کتنی بڑی عبرت ہے! ساری عمر کے لئے دو ختم کا ان کا معمول ہے۔ وہ نہ کسی سے بیعت ہیں، مگر اساتذہ ان کو ایسے ملتے تھے، صحبت ایسی ملتی تھی جس سے کام بن جاتا تھا۔

یحییٰ الجلاّء

جیسے عرض کیا تھا یحییٰ الجلاّء۔ بس، جو ان کی گفتگو سنتا تھا، تو دل میں جلاء ان کی گفتگو پیدا کرتی

تھی۔اسی لئے ان کا قصہ تو بتایا تھا،مگراس کا تتمہ رہ گیا ہے کہ جب ان کو لاتے ہیں،تختہ پر لٹاتے ہیں غسل کے لئے،تو ہاہاہا،ہنس رہے ہیں۔پھر چھوڑ دیتے ہیں،طبیب کو بلاتے ہیں،تو پھر لاشہ، مراہوا جسم۔تو لوگوں نے سوچا کہ اب کیا کریں؟ تو ان کے بہت خاص،والد صاحب کی میں نے مثال دی تھی کہ ہمارے والد صاحب کے خاص دوست نے پوچھا کہ آپ نے آنکھ یہ کیسے نکالی؟ تو ان کے دوست سے کہا گیا کہ بھئی،تم کچھ کرو۔تو وہ آئے،غسل دیتے گئے اور بولتے گئے کہ تو چاہے ہنستا رہے،میں تو اب تجھے نہلاتا ہوں۔چونکہ وہ بے تکلف رہے ساری عمر،تو وہ ایسا کر سکتے تھے،ورنہ ساری دنیا ڈرتی تھی کہ یہ تو زندہ معلوم ہوتے ہیں،ان کو کیسے ہم غسل دیں اور کفنائیں اور دفن کریں؟

جنت کے مالک کا طالب ہوں

ان کے مصاحب تھے خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ۔تو ان کا بھی آخری وقت ہے۔جیسے اخیر وقت میں سکرات کی حالت میں تکلیف محسوس کر کے دعا دیتے ہیں،تو نزع کا عالم ہے اور ان کو جو عیادت کے لئے پہنچے،انہوں نے دعا دی کہ اللہ آپ کو جنت عطا فرمائے۔آپ کے اعمال تو ایسے ایسے تھے،تو نزع کی تکلیف اپنی جگہ پر چھوڑ وہ ہنس پڑے۔

پوچھا دعا دینے والوں نے کہ حضرت،کیا بات پیش آئی؟ کہنے لگے کہ تمہاری دعا پر مجھے ہنسی آ رہی ہے کہ اللہ تمہیں جنت دے۔فرمایا تیس برس ہو گئے،جب میں دعا میں ہوتا ہوں،عبادت سے فارغ ہوتا ہوں،تو جنت میرے سامنے پیش کی جاتی ہے اور میں نے ایک نظر بھر کر اس کو کبھی دیکھا بھی نہیں کہ تجھ سے مجھے کیا لینا دینا۔مجھے تو تیرے مالک کی چاہت،اس کا طالب ہوں، مجھے تیرا مالک چاہئے۔

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

اسی لئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ دہرایا کرتے تھے

نہ دنیا دوست می دارم　　نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید　　بجز دیدار یا اللہ

کہ مجھے نہ آخرت چاہئے، نہ وہاں کی نعمتیں چاہئے، نہ جنت چاہئے، الٰہی! مجھے تو تو چاہئے۔

اسی لئے پہلے بھی سنایا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا شعر کہ وہ مستی میں جب جوش میں ہوتے تھے، تو شعر پڑھتے تھے، اے جنت! جنت سے لڑائی، اے جنت! جس طرح ان کو جنت پیش کی گئی، مگر اس کو دیکھتے بھی نہیں خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ، تو انہی کے سلسلہ کے ہمارے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالبِ علم، جنت کو خطاب کرتے ہیں

اے جنت! تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں　　اے جنت تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں
ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر　　اس میں حضور رہتے ہیں

یا تو اللہ کو، اس کے رسول، دونوں کو بیک وقت بسالو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ مرتبہ عطا فرمائے۔

مجاہدات

خواجہ ہبیرہ تو ابھی ٹین ایج (teenage) کے ہیں، فارغ ہوئے ہیں ابھی، سترہ برس کے۔ اور فارغ ہونے کے بعد ہی، ساتھ ہی، انہوں نے اپنا معمول بنالیا تھا روزانہ دو ختم۔ نہ کسی سے بیعت، نہ کوئی سلسلہ، تیس برس تک یہ مجاہدہ کرتے رہے۔ پھر یہ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے صاحبِ احوال لوگ ہوتے ہیں اور میں تو تیس برس گزر گئے، خالی خولی ہوں، کچھ ہے ہی نہیں، کچھ پتہ ہی نہیں چلتا، تو غیب سے آواز آئی۔

نداءِ غیبی

اب بہت سی چیزیں جو اس وقت موقوف ہوگئیں، پہلے زمانہ کی، وہ ایک بنائی ہوئی اسٹوری (story) لوگوں کو معلوم ہوتی ہوگی کہ ندا، آواز آتی ہے، لوگ بیٹھے سن رہے ہوتے ہیں، آسمان سے آواز آرہی ہے، سب سن رہے ہیں، بکثرت یہ واقعات ہوتے تھے۔ اب یہ خواب، اچھے خواب رہ گئے ہیں۔

حضرت ہبیرہ بہت پریشان کہ الٰہی! تیس برس گزر گئے اور میرا کام نہیں بن رہا ہے، تو غیب سے آواز آئی کہ اگر تمہیں فقیری چاہئے، تو خواجہ حذیفہ مرعشی سے بیعت کرو۔ تب جا کر ان کی خدمت میں پہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں تک نوازا، یہاں تک نوازا، فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ مرعشی مجھے خلافت کے کلمات فرما رہے ہیں کہ میری طرف سے تمہیں بیعت کی اجازت ہے اور خلافت ہے، تو میں سامنے اس دنیا کے بجائے تمام ارواح کو دیکھ رہا ہوں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاکیزہ جماعت کے ساتھ تشریف فرما رہے ہیں اور ہمیں مبارک باد دے رہے ہیں کہ اس خلافت پر تمہیں مبارک باد۔ کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں!

۹۔ خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۴ محرم ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ یا ۲۹۹ھ مدفن: دینور

خواجہ ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ ممشاد دینوری، ان کے متعلق لکھا ہے کہ بہت بڑے متموّل گھرانے کے، اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی وجاہت بہت زیادہ عطا فرمائی تھی۔ اپنے علاقہ کیا، دور دور کے علاقوں تک کے سب سے بڑے مالدار اور تاجر تھے، مگر ایک ہوک اٹھی کہ سب براہِ للہ خرچ کر کے، فقراء میں تقسیم کر کے، ہجرت کر کے، مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے اور کیوں ایسا نہ ہوتا کہ ان کو جو مصاحب ملے، جن کی صحبت انہیں ملی، ان میں ایک نام ہے یحییٰ الجلاّء۔

یحییٰ الجلاّء

یحییٰ الجلاّء کو جلاّء کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جو کلمات ان کی زبان سے نکلتے تھے، وہ جلاءِ قلوب ہوتے تھے، سیدھے دل پر پہنچتے تھے، دل کی مکمل صفائی ہو جاتی تھی۔ اور یحییٰ الجلاّء کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کا وصال ہوا، اب ان کو غسل کے لئے تختہ پر لٹایا گیا، ابھی پانی ڈالنے جا رہے ہیں، اتنے میں زور سے قہقہہ لگایا، سب ڈر گئے۔ اب تک بالکل بے جان، بے حس و حرکت تھے، سب ڈر گئے۔ پھر جا کر دیکھا کہ ابھی آواز تو موقوف ہے، مگر اسی طرح دانت کھلے ہوئے ہیں، ہنس رہے ہیں۔

طبیب کو بلایا گیا۔ انہوں نے نبض دیکھی، کہا یہ تو وفات پا چکے ہیں۔ کہتے ہیں ایک سے زائد دفعہ انہوں نے کوشش کی۔ تھوڑی دیر انتظار کیا کہ چند گھنٹے دیکھتے ہیں، ممکن ہے کہ کوئی سانس رک گیا ہو، دوبارہ حرکتِ قلب جاری ہو جائے، تو پھر اسی طرح ہوتا، قہقہہ اور ہنسی۔ تو اس کے بعد جب کافی وقت گزر گیا تو سوچنے لگے کہ کیا کریں؟

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ تہجد کے وقت اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہیں اور ہمارے بھائی مرحوم بھائی محمد علی پہنچے، تو دیکھا کہ والد صاحب نے اپنی آنکھ نکال کر سامنے رکھی ہے طشتری میں۔ وہ ڈر گئے، چلاّئے۔ ہماری دادی پہنچ گئیں، خاندان سارا جمع ہو گیا۔ دیکھا کہ آنکھ اپنی جگہ پر نہیں ہے، طشتری میں رکھی ہوئی ہے۔ لمبا قصہ ہے۔ تو بعد میں ہمارے والد صاحب کے ایک قریبی عزیز تھے، انہوں نے پوچھا، وہ بے تکلف تھے والد صاحب سے، کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ کیوں ایسا ہوا؟ تو کہنے لگے کہ یہ اعضاء تو کئی دفعہ الگ ہو جاتے تھے، یہ تو اس دفعہ کسی نے دیکھ لیا۔

جیسے بتایا تھا حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، کوئی ضرورت تھی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی، تو وہ گئے، تو بتایا کہ آرام فرما رہے ہیں۔ فرمایا بہت ضروری کام ہے، میں دیکھ لیتا ہوں۔ اب مولانا فخر الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کھڑکی سے جھانکا تو دیکھا کہ تمام اعضاء الگ الگ پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قدر ہمیں عطا فرمائے۔

۱۰۔خواجہ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: چشت

تاریخ وفات: ۱۴ ربیع الاول یا ربیع الاخر ۳۲۹ھ　　　　مدفن: عکہ از بلاد شام

حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ، میں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج سات قسم کے الوان کھائے ہوں گے، ابھی اور بھی دستر خوان لگ رہا ہے، اور ان کا معمول تھا کہ وہ پرسوں والے جو بزرگ تھے، ان کا معمول تیسرے دن افطار کا کہ تین دن پورے کر کے افطار کرتے تھے، خواجہ ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سات دن کے بعد افطار کرتے تھے، پورے سات دن کے بعد۔ اور اپنے پیر و مرشد سے خلافت اور اجازت ملنے کے بعد ان کے پاس سات برس رہے، بڑے مجاہدے کئے۔ اللہ تعالیٰ یہ نفس کشی ہمیں بھی عطا فرمائے۔

۱۱۔ خواجہ ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶ر رمضان ۲۶۰ھ　　　　مولد: چشت

تاریخ وفات: ۳ر جمادی الاخری ۳۵۵ھ　　　　مدفن: چشت

خواجہ ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ، جس طرح میں نے بتایا کہ ہمارے تمام اکابرین علوم اور فنون کے ماہر، مگر انہوں نے اپنے آپ کو اس طرح مٹا رکھا تھا، اپنی شکل وصورت، ہیئت اس طرح بنا رکھی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو مٹا رکھا تھا۔

ہر چیز، کھانا، پینا، لباس، کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں، حالانکہ یہ بڑے زبردست علوم اور فنون کے ماہر تھے۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے تمام کتابیں پڑھی ہیں، انہیں سے بیعت ہوئے، اور اس کے بعد اتنا فرق ہے کہ یہ جو خواجہ ابو محمد کا حال ہم نے بیان کیا، تو وہ بھاگتے ہی رہے مخلوق سے۔ یہ لوگوں میں بھی رہے، شریعت بھی لوگوں کو سکھائی، شریعت کا بھی درس دیا، روحانیت کا بھی درس دیا۔

ایک دفعہ کسی بڑے تاجر کے یہاں پہنچ گئے۔ شراب کے مٹکے رکھے ہوئے ہیں، توڑنا شروع کیا۔ تو پہلے تو زبان سے انہوں نے منع کرنا شروع کیا کہ بھئی، یہ کیا حرکت؟ آپ حکومت کے کوئی محتسب تو ہے نہیں؟ پھر دیکھا کہ یہ تو باز نہیں آتے اور یہ کتنی قیمتی دولت ہماری ضائع ہو رہی ہے، تو انہوں نے پتھر مارنے شروع کیے۔ تو کہتے ہیں جو پتھر مارا جاتا، وہ ہوا میں معلق رہتا۔ تو مجمع نے آ کر پیر پکڑے کہ حضرت، معاف کیجئے، ہم سے گستاخی ہوئی۔

۱۲۔ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: محرم ۳۳۱ھ

تاریخ وفات: ۴؍ربیع الاول یا شروع رجب ۴۱۱ھ مدفن: چشت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ، پھر خواجہ ابو یوسف چشتی، ان کے پیرومرشد خواجہ ابو محمد چشتی، ان کے پیرومرشد خواجہ ابدال چشتی، ان کے پیرومرشد خواجہ ابو اسحاق چشتی، تو یہ سب چشت کا سلسلہ ہے۔

چشت ۔ فیروزہ کوہ ۔ جام

جس زمانہ میں افغانستان افغانستان تھا، کہتے ہیں ہر چیز کو نظر لگ جاتی ہے، بڑا زرخیز علاقہ تھا، علمی، روحانی اعتبار سے، بڑے بڑے مراکز تھے وہاں۔ تو اسی افغانستان ہی کے علاقہ میں یہ چشت بھی تھا، بڑا وسیع علاقہ تھا۔ تو یہاں یہ جو میں نے نام گنوائے، کئی پشتیں اکابر اولیاء اللہ کی، ساری دنیا میں روحانیت اس سے پھیلی۔ اور ایک جگہ تھی فیروزہ کوہ، تو وہاں سے فاتحینِ ہند پیدا ہوئے۔

سلطان غوری وہاں کے، بڑی عظیم مملکت ان کے ہاتھوں قائم ہوئی۔ اس کے بعد چل کر مغلیہ امپائر وجود میں آیا۔ اسی علاقہ میں تہذیب اور تمدن کے اعتبار سے بڑی عظیم جگہ تھی جام۔ کہتے ہیں کہ دہلی کے کھنڈرات جو اس وقت کچھ آپ کو دکھائے جاتے ہیں، تو وہ تو اس کے مقابلہ میں بہت ہیچ۔ عظیم عمارتیں انہوں نے بنائیں۔ قطب صاحب کے لاٹ دلی میں مشہور ہے۔ اس سے بہت پہلے وہاں جام میں اس سے کئی گنا طویل اونچی لاٹ ہوا کرتی تھی۔

آج خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہے۔ یہ مادرزاد ولی، پیدائشی ولی تھے۔ جیسے ہی اس جہان میں تشریف لائے، تو فوراً بولنا شروع کیا، لا اِلٰہ الا اللہ، لا اِلٰہ الا اللہ، سات دفعہ دہرایا۔

جب یہ بات پھیلی، یہ کرامت کہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے منکر دنیا میں پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں، تو اللہ تعالی ان معجزات کے اثبات کے لئے ان کرامات کو ظاہر فرماتے ہیں بزرگوں کے ذریعہ۔ تو لوگ جوق در جوق، مسلم، غیر مسلم پہنچتے۔ تو اس کے بعد پھر اس کے متعلق شبہ ہوسکتا تھا کہ چلیئے، کوئی ابھی نوزائیدہ بچہ ہے، اس کا دماغ تیز ہوگا، یا کسی وجہ سے ایک کلمہ زبان پر آ گیا، تو اللہ کی قدرت کہ جیسے جیسے لوگ آنے شروع ہوئے، تو پھر اور کلمات شروع ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مختلف کلمات آپ سے لوگ سنتے اور اسلام قبول کرتے۔ تو ان کے لئے، ان کے گھر والوں کے لئے جینا دوبھر ہوگیا، ہر وقت مجمع رہتا تھا۔

جب یہ بڑے ہوئے، ہوش سنبھالا، تو انہوں نے عزلت اختیار کی، بھاگے لوگوں سے۔ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بتایا تھا کہ پندرہ، سولہ برس ایک گھر میں محبوس رہے، اپنے آپ کو انہوں نے بند رکھا تھا۔ چھوٹا سا مکان صرف ایک کمرے کا، اور اس میں پندرہ سولہ برس تک باہر قدم نہیں رکھا۔ ادھر انہوں نے بھی کئی برس تنہائی میں گزارے۔ اس کے بعد پھر جب یہاں سے نکلے تو بھاگے۔

ہر سال غارِ حرا کا اعتکاف

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیہقی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا، ہر سال کا معمول تھا، آپ تو ایک ہفتہ کے لئے وقت نکال سکتے ہیں، دس دن نکال سکتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت معمول تھا کہ غارِ حرا میں ہر سال پابندی سے ایک مہینہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے تھے۔

یہ خلوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خلوت سکھائی، کہ لوگوں سے بھاگ کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔ اسی لئے ابراہیم بن ادہم بھاگ کر سمندر کے کنارہ کہیں پہنچ گئے، تو مخلوق وہاں بھی پہنچ جاتی ہے۔ بادشاہ نے خود اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جا کر منت سماجت کی، آپ آبادی میں آ کر رہیں، آپ سے استفادہ ہو سکے۔ فرمایا کہ مجھے ان سے کیا لینا؟ تو ادھر نگاہ کی سمندر کی طرف، ابراہیم بن ادہم کی طرح سے مچھلیاں منہ نکالے ہوئے ہیں، سب کے منہ میں ہیرے دکھا رہی ہیں، ایک سے ایک بڑھ کر۔ تو یہ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح منا کر کے سلطان محمود غزنوی اپنے ساتھ سومنات لے گئے۔ یہ گجرات بھی آئے ہیں۔ گجرات کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ یہ ہمارے چشتی بزرگ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

۱۳۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: چشت

تاریخ وفات: عندالاکثر ۳/رجب ۴۵۹ھ یا یکم جمادی الاولی ۴۰۰ھ

مدفن: چشت

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ اور ان کے پیر و مرشد خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کو اللہ تعالیٰ منتخب فرماتے ہیں، تو بچپن ہی سے ان کے لئے انتظام ہوتا ہے۔ جیسے ابھی پرسوں بتایا کہ قطب الدین بختیار کاکی تختی لے کر پہنچے، خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ کیا لکھوں تختی پر؟ تو فرمایا کہ **سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ** کہ میں نے ماں سے سن کر پندرہ پارے یاد کر لئے ہیں۔ تو ماں کتنا قرآن پڑھتی ہوں گی کہ بچپن میں ماں کے پاس کھیلتے ہوئے جو کان میں پڑتا رہا، وہ یاد ہوتا چلا گیا۔

بچہ کی امامت

ایک دفعہ ایک جماعت آئی، تو وہ کہنے لگی کہ ایک حدیث کی تلاش ہے وہ بخاری شریف میں کس جگہ ہے کہ وہ ایک صحابی تھے، وہ ان کا قبیلہ، ان کا خاندان مشرک تھا اور ان کا قبیلہ آباد تھا لبِ سڑک، جہاں سے قافلے گزرا کرتے تھے۔ تو جب وہ قبیلہ اسلام لایا ہے تو ایک بچہ کو امام بنا دیا گیا۔ کیوں؟ کہ سارا قبیلہ، سارے قبیلہ نے اسلام قبول کیا، چھوٹے، بڑے سب اسلام میں داخل ہوئے، تو بچہ کی عمر آٹھ، دس سال کی ہے، اور نماز تلقین کی گئی تو نماز میں امام اس بچہ کو بنایا۔ کیوں؟

کہتے ہیں کہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس راستہ سے گزرا کرتے تھے، تو ان

سے یہ پارۂ عم کی سورتیں، ان سے سن سن کر ان کو غیر مسلم ہونے کی حالت میں یاد ہوگئی تھیں۔ اس بچہ کے سوا اور کوئی ان کے پاس قرآن شریف پڑھنے والا نہیں تھا اور اتنا قرآن یاد نہیں تھا کسی کو کہ جس سے وہ امامت کر سکے، تو بچہ کو امام بنایا۔

وہ خود فرماتے ہیں امام صاحب اپنے متعلق، حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے امام بنایا، تو میں تو ننگا، تھوڑا سا اوپر کا جسم ڈھکا ہوا ہے، باقی سارا بدن ننگ دھڑ نگ، تو بعضوں نے شکایت کی کہ ارے، امام صاحب کے لئے کوئی انتظام تو کرو! تو فرماتے ہیں کہ پھر ان کو کہیں سے ایک کرتہ لا کر دیا گیا، تو وہ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوئی تھی جب وہ کرتہ میں نے پہنا ہے کہ ساری زندگی ننگے پھرتے رہے، آج اللہ نے کرتہ دیا۔

عمرو بن سلمہ کی طرح خواجہ قطب الدین بختیار کا کی نے اپنی ماں سے جو قرآن کی کثرت سے تلاوت کرتی تھیں، سن کر پندرہ پارے یاد کر لئے تھے اور باقی پندرہ پارے صرف چار دن میں انہوں نے حفظ کر لئے۔

جس طرح اس پر تعجب ہے کہ باقی سارے پندرہ پارے چار دن میں انہوں نے کیسے یاد کر لئے ہوں گے، تو یہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ وہ علوم سے فارغ ہو گئے، مگر افسوس رہا کہ مجھے بچپن میں پہلے حفظ شروع نہیں کرایا گیا اور بڑی عمر میں تھوڑا مشکل ہوتا ہے، اگر چہ پھر بھی اگر انسان لگا رہے، حافظ ہو جاتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں کڑھتا رہا دل میں، کڑھتا رہا، بہت پریشان۔ تو ایسی کڑھن کی حالت میں اور پریشانی کی حالت میں، تنہا میں ایک جگہ اکیلا بیٹھا ہوا ہوں، تو دیکھا کہ سامنے ہمارے پیر و مرشد جو مرحوم ہو چکے تھے، خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، وہ سامنے نمودار ہوئے، تشریف لائے، پوچھا کہ اچھا، آپ اس پر پریشان ہیں؟

مرحومین سوتے ہوؤں کو جگاتے ہیں

اس طرح ارواح کے آنے کی اوران کی امداد کے اوران کے ملاقات کے بہت کثرت سے واقعات ہیں ۔ابھی اس سفر میں ہم لوگ وہاں پرتگال(Portugal) میں تھے، تو ایک الارم(Alarm) رکھ کر سوئے ۔مگر کسی وجہ سے الارم نہیں بجا، یا کیا ہوا، چند منٹ جب سحر کے ختم میں رہ گئے، پندرہ بیس منٹ تقریباً باقی تھے، تو میں نے اہلیہ کو آواز دی۔ میں نے کہا کہ ہم تو آج سوئے رہ گئے ۔تو جلدی سے انہوں نے کچھ انتظام کیا اور فارغ ہوئے۔

اس کے بعد پھر میں نے سنایا کہ پتہ ہے، میں کیسے جاگا ہوں؟ میں نے ان سے کہا کہ یہاں جو صدیوں پہلے، صدیوں اسلام رہا ہے اور یہاں مسلمانوں کی بستیاں ہر جگہ تھیں، تو کوئی جگہ، کوئی چپہ یہاں کا ایسا نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کے قدم نہ پڑے ہوں، ان کی آبادی نہ رہی ہو، تو میں نے کہا کہ ہماری یہاں آمد سے اور یہاں رہنے سے اور جو کچھ اللہ کا نام لیا جاتا ہے، تو اس سے یہاں کی ارواح اتنی خوش ہیں کہ آج ہم سوئے رہ گئے ، تو میں خواب دیکھ رہا تھا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سڑک پر کھڑا ہوا ہوں، تو ایک خاتون آئی اور خاتون بھی جس طرح یہ موسکو(Moscow) اور یہ یوگوسلاویا(Yugoslavia) کے اطراف میں ایک خاص لباس عورتیں پہنتی ہیں کہ صرف چہرہ کھلا ہوتا ہے اور پورا سر وغیرہ وہ اچھی طرح ڈھکا ہوا ہوتا ہے، اس طرح کی خاتون کھڑی ہوئی ہے اور گھر کی طرف اشارہ کر کے زور سے چلّا کر کہتی ہیں کہ دیکھو! یہ اٹھتے بھی نہیں ہیں، سوئے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں اٹھ کر کے، نہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نے یہ کہا اور میری فوراً اسی وقت آنکھ کھلی اس کی ڈانٹ پر۔ جلدی سے میں نے اہلیہ کو جگایا۔ بہت کثرت سے ایسے واقعات ہیں۔

ایک سو دفعہ الحمد شریف کی برکت

خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پریشان رہتا تھا، میں نے حفظ نہیں کیا

اوراب مشکل ہے، ہونہیں رہا۔تو کہتے ہیں کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے جومرحوم ہو چکے تھے ہمارے پیرومرشد خواجہ ابومحمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، وہ سامنے کھڑے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اچھا تم پریشان ہو کہ تم حفظ نہیں کر سکے؟ ایسا کرو کہ ایک سو دفعہ الحمد شریف پڑھ لو۔فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میری آنکھ کھلی ، میں نے جھٹ سے پڑھنا شروع کیا، سوویں دفعہ کی الحمد شریف کی **ولا الضالین، آمین** ختم ہوئی اور پورا قرآن حفظ و مستحضر ہوگیا۔کتنی بڑی کرامت!

مجمع البحرین

جولوگ تصوف کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں ویسے ہی گھڑ لئے ہیں اور جب ہم بتاتے ہیں کہ یہ علومِ ظاہرہ اورعلومِ باطنہ کے جامع تھے،ان کی فلاں،فلاں،فلاں کتابیں ہیں اور اللہ کے فضل سے ساری نہ سہی ،تو کسی کی ایک ،ایک دو، دو تین نمونہ کے طور پر اللہ تعالی نے کہیں نہ کہیں اس کو باقی رکھا ہے،نمونہ کے طور پر مل جاتی ہیں،تو میں نے ان سے کہا کہ یہ من گھڑت واقعات نہیں ہیں، یہ بڑے بڑے علماء تھے،مشائخ تھے،علومِ ظاہرہ اور باطنہ کے سمندر تھے۔

یہ جو خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مصنف، بہت بڑے عالم اور اب اسی کرامت کے نتیجہ میں وہ حافظ ہوگئے ۔تو اب ان کا دورہ ہوتا تھا، ہر جگہ لوگوں کی ارشاد اور تلقین کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے،تو عرصہ تک انہوں نے نکاح نہیں کیا۔

ایک جگہ پہنچے،تو جو استفادہ کرنے والے تو سینکڑوں،مگر جو خاص میزبان تھے،تو میزبان کی بیٹی نے خواب دیکھا۔اس نے یہ خواب دیکھا کہ چاند اتر رہا ہےاور چاند ان کی گود میں آ گیا۔

معبر سے تعبیر پوچھی گئی، انہوں نے کہا کہ بھئی ، یہ جو آج آپ کے یہاں جن کا قیام رہا، وہ مہمان ہیں چاند اور آپ کی گود میں آنا، یہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے خواب کی طرح، نکاح اس کی تعبیر ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی جاتی ہیں۔ جب خلوت ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حسین چہرے پر، بہت حسین تھیں، ایک نشان ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا؟ کوئی چوٹ لگی ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں، ابھی آپ کی خیبر میں تشریف آوری سے پہلے ہی، اتنے دن پہلے میں نے خواب سنایا میرے ابا کو کہ آج میں نے خواب دیکھا کہ چاند اتر کر میری گود میں آ گیا۔

کہتے ہیں اٹھا کر زور سے تھپڑ اور طمانچہ مارا میرے منہ پر اور اس نے کہا کہ عربوں کے نبی کو تم اپنی گود میں لینے کی تمنا رکھتی ہو اور ان کی گود میں بیٹھنا چاہتی ہو؟

وہ سمجھ گیا اس کی تعبیر کہ اس وقت روئے زمین پر چاند سوائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہوسکتا ہے؟ تو اس کی تعبیر بھی صحیح نکلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا، یہ قید ہو کر جو قیدی لائے گئے، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اور ایک صحابی نے مانگ لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام نے عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا کہ ان کے بدلہ میں اور آپ جو چاہیں قیدیوں میں سے، جن کو باندی کے طور پر آپ رکھنا چاہیں، ان کو لے لیجئے۔ اس طرح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں پہنچیں۔ وہ خواب چاند والا پورا ہوا۔

اس واقعہ میں بھی اسی طرح یہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عزلت ٹوٹی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح نکاح کا انتظام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا ہمیں اتباع نصیب فرمائے، ان کے قدر کی توفیق عطا فرمائے، ظاہری علوم سے بھی ہمیں محبت دے، باطنی علم کی طرف بھی ہمیں رغبت دے۔ جس طرح انہوں نے مجاہدے کیے، مجاہدے تو نہیں کر سکتے، مگر اس کی تمنا، طلب، دعا ضرور کرنی چاہیے۔

۱۴۔ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۴۳۰ھ

تاریخ وفات: اوائل رجب ۵۲۷ھ یا ۵۷۷ھ مدفن: چشت

خواجہ شریف زندنی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ اب یہ جو ہمارے یہاں سلسلہ کو چشتی کہا جاتا ہے کہ تین چار مسلسل بزرگ ہیں ایک ہی جگہ کے، چِشت کے رہنے والے، اس لئے اس سلسلہ کو سلسلۂ چشتیہ کہا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ سات سال کی عمر میں حضرت حافظ قرآن ہوئے اور سولہ سال کی عمر ہوئی اور تمام علوم ِ ظاہرہ سے، قرآن، حدیث، تفسیر، عربیت، ادب، تمام علوم سے فارغ ہوگئے۔ اور نہ صرف فارغ ہوئے، عالم ہوئے، بلکہ لکھا ہے کہ حضرت کی ایک بہت عظیم تصنیف ہے، بہت مشہور کتاب ہے، منہاج العارفین، تصوف کی عظیم الشان کتاب۔ فرماتے ہیں کہ اس عمر میں لکھی ہے، سولہ سال میں، جب فارغ ہوئے ہیں۔ اسی طرح احکامِ شریعت کی ایک عظیم الشان کتاب، خلاصۃ الشریعۃ، وہ بھی اسی عمر میں لکھی۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جب اس عمر میں، سولہ سال کی عمر میں ایسی عظیم کتابیں لکھی ہوں گی، تو پھر ساری عمر کیا کیا ہوگا، جب قدم رکھا ہے علوم ِ ظاہرہ سے فراغت کے بعد روحانیت کے سلسلہ میں؟

اپنے پیر و مرشد خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے انیس برس کی عمر میں خلافت ملی ہے اور اس کے بعد ساری عمر اس سلسلہ کو حضرت نے پھیلایا۔ اور ظاہری علوم کی تدریس کے ساتھ، یہ ہمارے جتنے اکابرین ہیں یہ جامع ہوتے تھے، علوم ِ ظاہرہ اور علوم ِ باطنہ دونوں کے جامع ہوتے تھے۔

۱۵۔حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۴۹۲ھ　　　　مولد: زندنہ

تاریخ وفات: ۳یا۱۰/رجب ۶۱۲ھ یا ۵۸۰ھ یا۵۸۴ھ　　مدفن: قنوج یازندنہ یاشام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسے حدیث بیان کرنے سے پہلے محدثین اپنی سند بیان کرتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ یہ حدیث ہم تک کیسے پہنچی۔ پوری سند آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک بیان کی جاتی ہے کہ یہ معتبر حدیث ہے۔ تو یہ ہمارے سلسلہ کے مشائخ کے حالات بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ہمیں پتہ چلے کہ یہ اکابر جن کے ذریعہ یہ روحانی سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک چل رہا ہے، کتنے بڑے بڑے لوگ ہیں۔

اوجز المسالک

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی سو کتابوں میں سے ایک کتاب، اوجز، قرآن شریف جو بڑی سائز کا ہوتا ہے، اس سائز کے تقریباً آٹھ، دس ہزار صفحات میں ہے۔ اوراگر اس کا اعلان کیا جائے کہ اس کو پڑھانے کے لئے ہمیں استاذ چاہئے، جو وہ تنخواہ مانگیں گے، سہولت مانگیں گے، ہم سب دینے کے لئے تیار ہیں، کوئی تیار نہیں ہوگا، نہ ہندوستان سے، نہ پاکستان سے، کہ جگہ جگہ وہ اٹکے گا کہ پتہ نہیں، یہ، اس کو حل کرنے کے لئے دماغ چاہئے۔ تو وہ کتاب حضرت نے لکھی ہوگی کیسے؟ ایسی عظیم الشان کتاب۔

کاش کہ ہمیں قدر ہو کہ ہمارے سلسلہ میں کتنی بڑی بڑی عظیم الشان ہستیاں ہیں، جن سے ہمیں یہ روحانی سلسلہ ہم تک پہنچا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے

پیرومرشد کا حال کل بیان کیا تھا خواجہ عثمان ہارونی، ان کے پیرومرشد حضرت خواجہ شریف زندنی، زندن کے رہنے والے، ۴۹۳ھ میں ان کی ولادت ہے، چارسوترانوے۔ اور، یہ جس طرح سب، تمام بزرگوں کے حالات میں آپ دیکھتے ہیں مجاہدات ہی مجاہدات، ان کو جو کچھ ملا، مجاہدوں سے ملا۔

زائد چیزوں کا ترک

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ وہ میرا زائد چیزوں سے پرہیز کا زمانہ تھا۔ جس سے زندگی باقی رہے، اتنا تھوڑا سا کھالیا، بس۔ آگے نہ زیادہ کھانا ہے، نہ زائد چیزیں کھانی ہیں۔ اسی میں بتایا تھا کہ حضرت کو مرض کی طرح سے ہوگیا تھا کہ اگر حضرت کو کوئی میٹھی چیز ذرا سی چکھا دی جائے، تو حضرت کو اُبکائی آتی تھی کہ ایک چیز چھوڑ دی ساری عمر کے لئے، تو اس سے ایک طرح کی نفرت ہوگئی۔

حضرت خواجہ شریف کے مجاہدات

یہ حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ، بڑی مشہور ہستی، مگر سب چھوڑ چھاڑ کر کے جنگل میں چلے گئے۔ کتنے برس؟ چالیس برس رہے جنگل میں، چالیس برس۔

ہمارے یہاں خودسورت میں ایک لال مسجد تھی، وہاں ایک بزرگ رہتے تھے۔ تو وہ کچھ مدت کے بعد چلے جاتے تھے، چند سال کے لئے فلاں جگہ کے جنگل میں چلے گئے۔ ایک عرصہ کے بعد واپس آتے۔ انہوں نے بھی بڑے مجاہدات کئے۔

اور یہ حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ جنگل کے پتوں پر گزارہ کر کے روزے رکھتے تھے اور وہ روزے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صومِ وصال کا اتباع کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج روزہ رکھا، افطار نہیں فرمایا، دوسرے دن روزہ، افطار نہیں فرمایا، تیسرے دن دیکھا کہ یہ سب صحابۂ کرام میرے ساتھ روزہ شروع کئے ہوئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی

کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہر چیز میں کیوں میرا بغیر پوچھے اتباع کرتے ہو؟ **اِنَّمَا یُطْعِمُنِی رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِی۔**

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاطر تیسرے دن افطار فرمالیا، **کَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ**۔ تو یہاں تک پہنچ کر وہ بھی تین دن صومِ وصال رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام کو تین دن کی تو گنجائش تھی۔ اندازہ لگائیں مجاہدوں کا کہ چالیس سال اس طرح گزارے اور پھر صومِ وصال اور وہ بھی ایک ایک روزہ تین تین دن کا۔ ان کو لوگ تلاش کرتے رہتے تھے کہ اب اس جنگل میں کہیں ملیں گے۔

وہاں ساؤتھ افریقہ میں بھی ایک بزرگ کے متعلق بتایا گیا کہ وہ اس جنگل میں رہتے تھے۔ آپ کو دن کے وقت میں بھی جماعت کے ساتھ، چند افراد کے ساتھ جانے میں بھی وہاں خوف محسوس ہوگا، اس میں رہتے تھے۔

کسی کو ضرورت پڑی شدید، تو انہوں نے حضرت خواجہ شریف کو تلاش کیا۔ تلاش کرتے کرتے کہیں اتفاق سے ملاقات ہوگئی، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میری سات بیٹیاں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ

اور ان بیٹیوں کا بھی والدین کو فکر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی، سکرات کے عالم میں ہیں، آخری چند گھڑیاں باقی ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ بھئی، ہماری بیٹی کے رشتہ کی بات چل رہی تھی اور یہ خِطبہ بھی ایک وعدہ کی طرح ہے میں نے اس کا ان سے نکاح کر دیا۔ اتنا فرمایا اور یہ جاوہ جا، روح پرواز کر گئی، آخری گھڑی میں نکاح پڑھ دیا۔

ان بیٹیوں کا باپ تلاش کرتے ہوئے پہنچا جنگل میں، ملاقات ہوگئی تو عرض کیا کہ حضرت! میری سات بیٹیاں ہیں اور ان کے نکاح کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ میں فقیر آدمی ہوں، میرے لئے

ان کے نکاح کا انتظام ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا، کل اسی جگہ میں تم سے ملوں گا، کل اس وقت آ جانا۔

وہ واپس جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک غیر مسلم، ایک یہودی پر گزر ہوا، تو اس نے پوچھا، کہاں گئے، کیا ہوا؟ تو بتایا کہ میں اس مقصد کے لئے ان کو تلاش کر رہا تھا، آج ملاقات ہوئی۔ تو کہا کہ کیا فرمایا؟ کہا کہ کل بلایا ہے۔ تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ ان کے پاس کیا ہے؟ کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ وہ تمہیں کل بلا کر کیا دیں گے؟ ان سے جا کر کہو کہ وہ میرے یہاں اگر سات سال تک ملازمت کرنے کے لئے تیار ہیں، تو میں دیتا ہوں سات ہزار دینار۔

اب یہ اللہ کا بندہ آئندہ کل کے وعدہ پر حضرت کے پاس جانے کے بجائے، اسی وقت واپس لوٹ کر جا کر نقل کرتا ہے کہ فلاں یہودی ملا، اس نے یہ کہا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا، ان سے جا کر سودا کر لو، میں تیار ہوں سات سال تک اس کے یہاں ملازمت کروں گا۔ تو حضرت تشریف لائے اور براہِ راست خود اس یہودی سے بات کی۔ تو اس نے سات ہزار دینار دے دئے اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح سے اب ان کے ملازم، ان کے نوکر بن کر کام شروع کر دیا۔

اب اس قصہ کی شہرت ہو گئی کہ حضرت فلاں جگہ ہیں۔ ساری مخلوق تو ان کی تلاش میں تھی، حتیٰ کہ حکومتِ وقت بھی، بادشاہ بھی ان کا متلاشی تھا۔ بادشاہ کے آدمی پہنچے پیغام لے کر اور حضرت سے عرض کیا کہ یہ جو آپ نے رقم لے کر بیٹی کے باپ کو دی ہے، تو ہم آپ کو پیش کرتے ہیں، یہ رقم ہے۔ تو حضرت نے رقم لی اور غرباء میں ساری تقسیم فرما دی، چھٹی ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا تو ان کے ساتھ ایک معاہدہ ہو چکا ہے سات برس کا، وہ مجھے پورا کرنا ہے۔

جب یہودی نے دیکھا کہ او ہو! یہ تو کوئی اور قصہ ہے کہ سات ہزار دینار ان کے ہاتھ میں آئے اور اسی گھڑی تقسیم ہو گئے فقراء میں، تو اس کو عقل آئی۔ اس نے کہا کہ حضرت، مجھ سے غلطی ہو گئی، میرا اور آپ کا جو معاہدہ تھا وہ ختم، آپ آزاد ہیں۔ آپ اس کا خیال نہ کیجئے کہ آپ نے

سات سال کے لئے میرے پاس رہنے کا معاہدہ کیا ہے۔تو حضرت نے فرمایا کہ بہت بہت شکریہ، جس طرح تم نے اپنی ملازمت سے مجھے آزاد کیا، اللہ تمہیں دوزخ کی آگ سے آزاد کرے۔ یہ سننا تھا کہ فوراً اس نے کلمہ پڑھا، **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ**۔

اب یہ کتنے بڑے انسان کہ حکومت تلاش کرتی ہے، بادشاہ ان کے تلاش میں ہیں، ساری مخلوق ان کو ڈھونڈ رہی ہے ہر وقت، مگر وہ جنگل میں۔ کتنے بڑے انسان ہوں گے، کتنے مشہور، مگر انہوں نے اپنا حال یہ بنا رکھا تھا۔

۱۶۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۲۶ھ مولد: ہارون

تاریخ وفات: ۵رشوال ۶۱۷ھ یا ۶۰۳ھ یا ۶۳۳ھ یا ۵۶۷ھ یا ۵۹۷ھ

مدفن: مکہ مکرمہ متصل مکان شریف صاحب

حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہیں، بڑے صاحبِ کشف و کرامات۔ اگرچہ کشوف و کرامات کی ان کے یہاں ذرہ بھر اس کی نہ کوئی اہمیت، نہ اس کی طرف کوئی توجہ۔ وہ تو اللہ تعالی کے لاڈلے بن جاتے ہیں، تو ہر مخلوق ان کے تابع بن جاتی ہے۔

خواجہ ہارونی آگ میں کود پڑے

ایک دفعہ سفر میں کہیں سے گزر رہے ہیں، راستہ میں کہیں سفر میں ضرورت پیش آئی کھانا وغیرہ پکانے کے لئے، تو خادم سے فرمایا کہ بھئی، یہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں آتش پرست، ان سے کچھ شعلہ لے کر آؤ۔ وہ گئے تو انہوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں دے سکتے اور نہیں دیں گے۔ دوبارہ درخواست کی کہ ہم مسافر ہیں، ہمیں ضرورت ہے۔ مزید انکار پر ان کے مجمع میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا، اس کو گود میں اٹھایا اور آگ میں تشریف لے گئے۔

جب یہ منظر انہوں نے، ہزاروں کے مجمع نے دیکھا کہ وہ جو آگ کے گرد طواف کر رہے تھے، اس کی عبادت کر رہے تھے، تو اللہ تعالی نے حضرت کی اس کرامت کے نتیجہ میں، ان سب کو اسلام سے نوازا، سارا مجمع مشرف بہ اسلام ہوتا ہے۔

آتش پرستی کی ابتداء

اور یہ ان کے یہاں، جو آتش پرستوں کے یہاں، ایرانیوں کے یہاں آگ کی عبادت کا

تصور ہے، یہ حکومت کا پیدا کردہ ہے۔ جیسے متعدد جگہوں پر حکومتوں نے مذاہب تبدیل کیئے، خود اسلام میں بھی، عیسائیت میں بھی، تو وہ ملوک اور سلاطین نے بنائے مذاہب، اور سب کو پتہ ہے، تاریخ میں لکھا ہے، پڑھتے ہیں، مگر یہ توفیق اوپر سے ہے، پھر بھی اس کے پیچھے چلنے والے ملینوں کی تعداد میں ہیں۔

یہ آتش پرستوں کے یہاں آگ کی پوجا ہے، یہ کیسے شروع ہوئی؟ کہ ان کے کوئی پیغمبر تھے، اللہ کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر، ان کے پیچھے چلتے تھے، ان کی کتاب کے مطابق عمل کرتے تھے، رعایا بھی، حکومت بھی، بادشاہ بھی، مگر نفس وشیطان ہر ایک کے ساتھ ہے۔

ان کے، ایرانیوں کے بادشاہ نے، جو صحیح مذہب پر تھے، اس نے نفسانی خواہش کی بنا پر اپنی بہن کو چھیڑا، اس سے تعلق پیدا ہوا، اور تعلق کے نتیجہ میں غلط کاری ہوئی ہوگی اور اس کی کسی طرح عوام کو اطلاع ہوگئی۔ اب جب یہ راز فاش ہوگیا، بعض قصے یہاں بھی سنے گئے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، اللہ تعالی توفیق عطا فرمائے، ہدایت دے، نفس اور شیطان کے پیچھے انسان جب چلنا شروع کرتا ہے، تو وہ کہاں سے کہاں پہنچا کر چھوڑتے ہیں، اپنی ہمشیرہ اور بہن اور غیر میں فرق نہیں رہتا۔

جب یہ راز فاش ہوا، تو وہ دونوں مشورہ کرتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے، یہ تو لوگوں کو معلوم ہوگیا، تو لکھا ہے کتابوں میں کہ اس عورت نے، اس کی بہن نے، بادشاہ کی، جس کے ساتھ غلط کاری ہوئی تھی، اس نے اس کو دلیل بتائی۔ بہت آسان دلیل۔ وہ کیا؟ کہنے لگے آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں نہیں تھا کہ جو جڑواں پیدا ہوتے تھے، وہ تو حقیقی بھائی بہن شمار ہوتے تھے، تو جو آگے پیچھے پیدا ہوئے، تو وہ ان کے ساتھ نکاح ہوسکتا تھا۔ تو بہن کے ساتھ تو حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں نکاح جائز تھا، نکاح ہوتے تھے۔

ان کے حاکم کو، بادشاہ کو بھی دلیل مل گئی۔ اس نے اعلان کردیا کہ ہم نے کیا غلط کیا؟ ہم تو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان کے پیروکار ہیں، جب ان کے مذہب، ان کی شریعت

میں جائز تھا، تو ہم نے کونسا غلط کام کیا؟ تو یہ اس اصرار کے نتیجہ میں ساری رعایا مخالف ہوگئی، وہ حق پرست لوگ تھے، تو اس نے آگ جلائی کہ اصحاب الاخدود کی طرح سے ان کو سزا دی جائے۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے حادثہ کا پیشگی خواب

میں نے اپنے یہاں طلبہ کو اسی وقت خواب سنایا تھا، ان کے حادثہ سے پہلے، وہ ہمارے طلبہ جو بخاری شریف والے نوٹ کرتے ہیں، کہیں کہیں ڈائری میں، تو انہوں نے وہ تاریخ بھی لکھی ہوگی۔

میں نے پہلے خواب دیکھا کہ ہمارے بیرسٹر صاحب مرحوم کے ساتھ میں کہیں جنازہ میں شرکت کے لئے جا رہا ہوں اور جنازہ میں شرکت کے لئے ہم گئے ملتان، ملتان پہنچے۔ تو جس طرح آبادی سے باہر عید گاہ ہوتی ہے، اس عید گاہ کی چار دیواری ہے۔ جب ہم عید گاہ یا پریڈ کے میدان میں داخل ہوئے تو وہاں جنازہ کی نماز ہے۔ اور جنازہ کی نماز کے شرکاء کون ہیں؟ بڑے بڑے اولیاء اللہ جو مرحوم ہو چکے ہیں، تمام ارواح وہاں موجود ہیں اور صفیں لگی ہوئی ہیں۔

میں جیسے ہی داخل ہوا، تو سب صف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو اگلی صف میں بہت آگے حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہوں نے پہلے تو بیٹھ کر اشارہ فرمایا، جب میں ہلا نہیں، کھڑا رہا، مجھے حجاب مانع ہوا کہ میں کیسے آگے بڑھوں، اتنے مجمع کو، اکابرین کو، پھلانگ کر کے کیسے جاؤں، تو وہ اصرار فرماتے رہے، پھر کھڑے ہوگئے۔ میں نے سوچا کہ تماشا بن رہا ہوں میں، تو میں نے چلنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنے ساتھ وہاں سامنے بلایا، نماز ہوئی ہوگی، اس خواب کو بہت برس ہوگئے۔

جب میں وہاں پہنچا، تو اس کے بعد، نماز کے بعد چلنے لگے، تو میں نے دیکھا کہ بیرسٹر صاحب اور ہم دونوں ایک پہاڑ پر کھڑے ہوئے ہیں اور پھر دیکھ رہے ہیں کہ چاروں طرف سے مجمع۔ یہاں تو نمازِ جنازہ ہو چکی، پھر میں دیکھ رہا ہوں کہ عوام پہاڑوں پر سے اتر رہے ہیں، پیدل

اور سواریوں پر، مجمع بہت بڑی تعداد میں، لاکھوں کی تعداد میں اکھٹا ہو رہا ہے نمازِ جنازہ کے لئے۔ بس آنکھ کھل گئی۔ میں نے سوچا کہ یہ کیا؟ بعد میں جب پتہ چلا کہ اوہو! جنرل ضیاء الحق مرحوم کی نمازِ جنازہ جو فوج نے اپنے طور پر، خصوصی طور پر، اپنے طور پر پڑھی، وہ ملتان میں پڑھی گئی تھی اور جس میں عوام نے، پبلک نے شرکت کی بہت بڑے مجمع کے ساتھ، وہ اسلام آباد میں پڑھی گئی تھی۔

پھر کئی دن تک اس کا افسوس رہا کہ اچھا، نیک آدمی تھا۔ کیا ہوا ہوگا؟ حادثہ ہوگا یا سازش ہوگی، سوالات رہے دل میں۔ تو پھر میں نے دوسرا خواب دیکھا کہ کوئی مقرر کھڑے ہو کر جس طرح تقریر کرتے ہیں، مجھے سنا رہے ہیں، **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ، وَالیَوْمِ المَوْعُوْد، وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْد، قُتِلَ اَصْحَابُ الاُخْدُوْد،** کہ وہاں بھاولپور میں بھی جب جہاز سے وہ چلے ہیں، تو برجوں پر فوجی متعین تھے، کون سازش میں شریک تھا، نہیں تھا، اللہ جانے۔ اور **والیوم الموعود** جو انہوں نے دن متعین کیا تھا کہ اس دن ان کو مارا جائے، **و شاھدٍ و مشھود** ؟ کپتان مشہود تو تھا ہی، کوئی شاہد بھی ہوگا شریک اس میں اور جو یہ جلے ہیں، مرے ہیں جہاز میں، تیس چالیس بڑے بڑے جنرل فوجی اور حکام اس میں شہید ہوئے، تو ان کو جلنے کی وجہ سے کونسا مرتبہ ملا؟ **قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد،** جو مرتبہ اصحابِ اخدود کو ملا۔

میں نے اسی دن، اسی وقت طلبہ کے سامنے شرح کی تھی پورے خواب کی، اخیر میں **قُرْآنٌ مَّجِیْد، فِی لَوْحٍ مَّحْفُوْظ،** کہتے ہیں کہ کوئی چیز باقی بچی نہیں، پورے جہاز میں سے، اتنے لوگ، ان کے سامان میں سے صرف، جنرل ضیاء الحق کے جیب میں جو قرآن شریف جیبی رہتا تھا وہ محفوظ رہا۔

اصحاب اخدود کی طرح ایران میں ان کو، رعایا کو، آگ میں جلایا جا رہا ہے۔ تو ایک بچہ کے ساتھ ماں ہے۔ یہاں ظالموں نے ہاتھ میں بچہ کو لیا کہ تو اپنے مذہب اور ضد کو چھوڑتی ہے یا

نہیں؟ کہ ہم جو جس مذہب کی طرف دعوت دے رہے ہیں کہ بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، آدم علیہ السلام کی شریعت اس کی دلیل ہے۔ وہ کہتی ہے کہ نہیں۔ کہتے ہیں بچہ کو پھینکتے ہیں آگ میں؟ تو اس کو تھوڑا سا بچہ کی وجہ سے پس و پیش ہوا، تو بچہ نے کہا کہ ماں! آگ میں کود جانا بہتر ہے ایمان کو کھونے کے بجائے۔

ان کا بھی اصحابِ اخدود کی طرح کا واقعہ ہے۔ اس طرح وہاں سے ان کا یہ مذہب شروع ہوا، اس ظالم حکومت نے جس طرح ایک حکم تبدیل کیا نکاح کا کہ بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، اس ضد میں پورا مذہب تبدیل کر دیا۔ وہ آگ، جس کے ذریعہ مظلوموں کو جلایا گیا تھا، اسی کی عبادت کا آرڈر جاری کیا گیا کہ اس کی اب عبادت کی جائے۔ اس دن سے آج تک ان کے یہاں آتش پرستوں کے یہاں آگ کی پرستش جاری ہے۔

ماشطة فرعون

جس طرح خواجہ عثمان ہارونی آگ میں کود گئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے جا رہے ہیں، جبرئیل امین ساتھ ہیں، گزر ہو رہا ہے۔

نسائی کی وہ روایت بھی سنائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں کہاں کہاں نیچے اتر کر نماز پڑھی ہے۔ بیت اللحم میں، کوہِ طور پر۔ تو اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خوشبو محسوس فرما رہے ہیں۔ پوچھا جبرئیل، یہ خوشبو کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل امین عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! یہ جو نیچے قبر ہے اس قبر سے یہ خوشبو آ رہی ہے۔ یہ قبر ہے کس کی؟ ماشطۃ فرعون کی، فرعون کے محل میں جو خادمہ تھیں، بچوں کو کنگھی کرنے والی، اس کی قبر کی یہ خوشبو ہے۔ اور اس کا قصہ بھی اسی طرح کا ہے۔

وہ فرعون کی بچی کو کنگھی کر رہی ہیں، بال اس کے سنوار رہی ہیں، کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی، تو اس کی زبان سے نکلا، **بسم اللّٰہ ربی اللّٰہ**، تو فرعون کی بچی پوچھتی ہے کہ یہ رب

کون؟ **بسم اللّٰہ ربی**، اللہ کے نام سے جو میرا رب ہے، میرا باپ؟ فرعون؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، جو تیرے باپ فرعون کا بھی رب ہے، میرا بھی رب ہے، تیرا بھی رب ہے، وہ رب، **بسم اللہ ربی** سے میری مراد ہے۔

وہ پوچھتی ہے کہ میرے باپ کو معلوم ہے؟ وہ تو خود کہتا ہے **انا ربکم الاعلیٰ**، کہ میں خود رب ہوں۔ کہا کہ اس کو معلوم تو ہوگا۔ کہا آپ کی اجازت ہے؟ میں اس کو بتا سکتی ہوں باپ کو؟ ماشطۃ کتنی نڈر، بے خوف، ہم تو ذرا سی دھمکی سے، ذرا سی، کوئی کسی چیز سے ڈر جاتے ہیں۔ فرعون اور اس کی حکومت اور اس کا دبدبہ، جو اس کی پرستش کرتے تھے، رب اعلیٰ اس کو مانتے تھے، تو ماشطۃ فرعون کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کرے گا میرے ساتھ؟ تو پوچھتی ہے کہ میں ابا کو، اس کو بتا سکتی ہوں؟ کہا ہاں، بتا سکتی ہو۔

اس نے جیسے ہی بتایا، فرعون نے کہا ماشطۃ کو بلاؤ۔ کہنے لگے، کون ہے تیرا رب؟ کہا کہ جو آسمان اور زمین اور ساری مخلوق کا جو رب ہے۔ تو جب اس کے نتیجہ میں اس ماشطۃ کے لئے آگ جلائی گئی اور اس میں اس کو ڈال رہے تھے، تو اس وقت اس کے پاس کئی بچے تھے، ایک ایک کر کے ایک ایک کو ڈالا گیا۔ اسے پوچھتے تھے کہ تو باز آتی ہے اپنے مذہب سے اور اپنے رب کو چھوڑ کر مجھے ربِ اعلیٰ مانتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں، میرا رب وہ ہے۔ ایک کو ڈالا، دوسرے کو ڈالا، تیسرے کو ڈالا۔

حدیث میں لکھا ہے کہ جس بچہ کو وہ دودھ پلا رہی تھی، جب اس کو چھین کر وہ ڈالنے لگے، اب ماں کا دل پسیجتا ہے دودھ پیتے بچہ کی وجہ سے، تو جب اس بچہ کو پھینکا گیا آگ میں، تو آگ میں سے وہ بچہ بولتا ہے، **یا اُمی اصبری فانکِ علی الحق**، کہ اماں! حق پر جان دینے میں تو بڑا مزہ آتا ہے۔ دیکھئے، میں تو آگ میں سے بول رہا ہوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خوشبو سونگھی، اس کی خوشبو معراج کے سفر میں آپ کو پہنچی۔

اللہ تعالیٰ حق پر ہمیں قائم رکھے، ہماری نسلوں کو قائم رکھے، قیامت تک کے لئے ہماری نسلوں کو دین ایمان پر قائم رکھے۔ ان کا ایمان کوئی ہلا نہ سکے، نہ مظالم، نہ مصائب، نہ حکومتیں ہلا سکیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو اس طرح مضبوط فرمائے۔

۱۷۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۳۷ھ مولد: سیستان، قصبہ سجز، ایران

تاریخ وفات: اس میں اختلاف ہے۔ ۶، رجب ۶۳۲ھ یا ۶۳۳ھ یا ۶۳۶ھ یا ۶۳۷ھ

مدفن: اجمیر شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج تذکرہ ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً حکم فرمایا کہ انہیں خلافت دی جائے، تب جا کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ تو یہ سارا روحانی سلسلہ ہے، جب یہ روحانی سلسلہ بھی دنیا داری بن جائے، تو پھر اس چیز کی قیامت آجاتی ہے اور وہاں روحانیت کا نام و نشان نہیں رہتا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عام طور پر غلط فہمی کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں حضرت کی وجہ سے، حضرت کے ذریعہ سے اسلام پھیلا۔ حضرت کی ولادت تو پانچ سو سینتیس ہجری میں ہے اور اس سے پانچ سو تیس، بتیس برس پہلے ہندوستان میں اسلام آچکا تھا۔ اس سے کتنا پہلے؟ پانچ سو تیس، بتیس برس پہلے۔

ہندوستان میں اسلام

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور ابھی پانچ سال نہیں گزرے کہ سن پندرہ ہجری میں دو بھائی ہیں، عثمان ابن ابی العاص، حکم ابن ابی العاص، ایک بھائی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین کا گورنر بنایا، تو انہوں نے اپنے دوسرے بھائی کو اس مہم پر

بھیج دیا اور یہ مہم، بحرین چونکہ ہندوستان کے بمبئی کے علاقہ سے قریب ہے، تو جس طرح بحری بیڑا اسائپرس پہنچا تھا، جس طرح بحری بیڑا اسپین میں پہنچا تھا، وہ تو بہت بعد میں، لیکن یہ تو صرف پانچ برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو ہوئے، ہر جگہ، جہاں کہیں، اس طرح کی فوجیں پہنچتی تھیں، داعی پہنچتے تھے، تو اکثریت صحابۂ کرام کی ہوتی تھی۔

اسی لئے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم لکھتے ہیں کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کو صرف پانچ برس ہوئے ہیں، اور اس میں اکثریت صحابۂ کرام کی تھی، اس لئے اس ساحل کی پٹی پر اس مہم میں شامل صحابۂ کرام محوِخواب ہیں۔

اور یہ مہم بمبئی کے قریب پیش آئی۔ آپ ٹرین میں سفر کرتے ہیں، تو ایک اسٹیشن آتا ہے تھانے۔ تو تھانے جو اسٹیشن آتا ہے، تو وہاں پر یہ بحری بیڑا پہنچا تھا اور باقاعدہ اس علاقہ میں اس وقت سے مسلمانوں کی بستیاں تھیں۔ اور وہاں سے لے کر سورت، راندیر تک کا علاقہ، یہ دو دفعہ، سن پندرہ ہجری اور اس کے سال دو سال کے بعد، دوسرا بیڑا آیا، اس نے پھر اور یہ ساحلی علاقہ میں اس علاقہ کو فتح کر کے وہاں اقامت اختیار کی۔ تو وہاں اس علاقہ میں مسلمان ڈیڑھ ہزار برس سے آباد ہیں۔ اس علاقہ کے مسلمان، ڈیڑھ ہزار برس سے، جہاں سب سے پہلے اسلام پہنچا، ان میں سے یہ علاقہ ہے۔

اس کے بعد جب تابعین کا دور آیا، تو تابعین کے آخری دور میں ۱۶۰ھ میں، بھروچ کے پاس بھاڑبوت، بارہا وہاں حضرت ربیع ابن صبیح رضی اللہ عنہ کے مزار پر ہم حاضر ہوئے، تو وہ فوج ایک مقامی طاعون اور وباء کا شکار ہوگئی، اسی میں سب اکثریت شہید ہوگئی تھی۔ تو یہ وہاں پہنچے اسی لئے تھے کہ اس علاقہ میں پٹی پر جو مسلمان آباد تھے، ان کے ساتھ جو کچھ زیادتیاں کی جاتی تھیں، تو اس کی سرکوبی کے لئے، اور ان مسلمانوں کی مدد کے لئے، یہ ایک سو ساٹھ ہجری میں پہنچے تھے۔ اور اس سے ایک سو پچپن برس پہلے گویا آبادی اس پوری پٹی پر شروع ہوگئی تھی۔

دور فاروقی

یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا کہ ابھی پورے دو بڑے امپائر موجود ہیں، رومن امپائر اور پرشین امپائر، ان کے خاتمہ سے پہلے، ادھر ادھر دور تک جانا دانشمندی نہیں ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے پھر اس طرح کے مہم کو روک دیا اور بالخصوص اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بحری سفر کے حق میں نہیں تھے۔

موسیٰ بن نُصَیر اور طارق بن زیاد

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور کے بعد، جن حضرات کے ذہنوں میں اس کی تڑپ تھی، تمنا تھی کہ اس بحری سفر کے ذریعہ، دور دور اسلام کو پہنچایا جائے، تو اسی میں یہ پہلی صدی ختم ہونے سے پہلے مسلمان اسپین میں داخل ہوئے، اور وہ بھی بڑے عجیب طریقہ سے۔

مراکش، مغرب میں تو اسلام مستحکم ہو چکا تھا۔ وہاں کے گورنر تھے موسی ابن نُصَیر، فوجی کمانڈر، ان کی ماتحتی میں حضرت طارق بن زیاد تھے۔ تو حضرت طارق بن زیاد نے ایک دفعہ غنیمت سمجھا کہ ان کے کمانڈر اپنی گھریلو مصروفیت کی وجہ سے، والدین میں سے کسی کے فوت ہونے پر دور سفر پر گئے ہوئے ہیں، تو اچانک انہوں نے فوج ساتھ لے کر یہ جو خلیج ہے، کروس کر لی۔ وہاں سے، مغرب سے لے کر، جو جبرالٹر، وہاں کروس کر کے، یہ سمندر کروس کر کے، وہاں کنارے پر اتر گئے۔ اور اترنے کے بعد انہوں نے یہ کیا کہ جن جہازوں میں، کشتیوں میں وہ آئے تھے، حکم دیا کہ ان سب کو جلا دیا جائے۔ اگرچہ احراق سفن کے واقعہ میں نقل کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

فوج حیران کہ ہم اس کی بدولت تو یہاں پہنچے ہیں، ابھی ان کی ضرورت ہے، اور فوج کو آگے پیچھے ہونے کے لئے بھی کبھی ضرورت پڑتی ہے، تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! اس کو جلا دو تا کہ آپ کے ذہنوں سے واپسی کی سوچ ختم ہو جائے۔ اس تصور کو ختم کرنے کے لئے

فرمایا کہ کشتیاں جلادو۔

جلاڈالی تھیں تم نے کشتیاں اندلس کے ساحل پر

یہ جواندلس اوراندلس سے آگے، بڑھتے بڑھتے آدھا فرانس، یہ جوساؤتھ فرانس کا علاقہ ہے، آدھے فرانس تک، صرف دس سال میں پہنچ گئے۔ پورا یہ اسلامی ملک تھا، اور مدت تک رہا۔ اور وہاں جوروکا گیا، تو پورا یورپ اکٹھا ہوکران کے خلاف جب لڑ رہا تھا، تو کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے وہ۔ صرف انگلینڈ کی فوج نے کنٹرول کیا اوران کی پیش قدمی روک سکی تھی۔ اوران کو وہاں روکا، آدھے فرانس پر۔ تو وہاں صدیوں اسلامی حکومت رہی۔

خواجہ اجمیری کی ہند میں آمد

ہندوستان کے حالات کا ذکر تھا، جو کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اسلام پھیلا۔ تو میں نے عرض کیا کہ وہ تو ان کی ولادت ہے پانچ سوسینتیس میں اور اس سے پانچ سو بتیس برس پہلے تھانے، سورت، راندیر کے علاقہ میں اسلام پہنچ چکا تھا۔ اگر چہ حضرت کا یہ جوسفر ہوا تھا، وہ بھی اسی سلسلہ کا کہ اتنی صدیوں میں جو مسلمان آباد ہوگئے تھے وہاں ہندوستان میں، تو ان کے ساتھ زیادتی، زیادتیاں ہوتی تھیں، یا ان میں جو دینی طور پر بے دینی پھیل رہی تھی، تو ان کی اصلاح کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اجمیری کو حکم فرمایا، ورنہ حضرت کی ولادت تو سیستان، سجستان کی ہے، سجستان ہی کی طرف نسبت کر کے سَجَزّی کہا جاتا ہے۔

حضرت معین الدین چشتی اجمیری سجزی۔ مگر ہمارے جو قوّال ہیں، انہوں نے قوالیاں، اشعار بنائے ہیں سَنْجرِی، سنجر۔ سنجر تو کوئی چیز نہیں ہے، کوئی جگہ نہیں ہے۔ سجزی، یہ نون کا نقطہ آگے پیچھے ہوگیا، سجزی کو انہوں نے پڑھ لیا سنجری۔ تو یہ سیستان، جو حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا علاقہ، تو وہاں آپ کی ولادت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی۔ اور آپ کی

تعلیم ہے سمرقند بخارا کی۔

وہاں سے فارغ ہوکر کے روحانی علوم کی تکمیل کے لئے آپ نے سفر فرمایا، عراق پہنچے، تو عراق میں ایک جگہ ہے قصبہ ہارون۔ تو وہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بیعت ہوئے۔ تو روحانی طور پر، طبعی طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مجتبیٰ اور مصطفیٰ بنایا تھا، منتخب فرمایا تھا۔ اس اجتبائیت اور اصطفائیت کی وجہ سے جیسے ہی پہنچے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کو کیا ضرورت کسی مصلح کی؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو نواز رکھا ہے۔

پہلے ہی دن حضرت کی طرف سے خلافت تو مل گئی تھی، مگر پھر بھی اپنی اصلاح کے خاطر حضرت اپنے پیرومرشد کے پاس رہے۔ کتنا رہے؟ بیس برس۔ تو جس کو یہ پہلے دن سند مل چکی ہو، تو ان کا بیس برس تک رہنا کس قدر کسرِ نفسی اور تواضع کی علامت۔ اس کے بعد پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا اور ہندوستان کا سفر فرمایا اور اجمیر کے علاقہ میں آپ کے دستِ حق پرست پر (۳۵) پینتیس لاکھ انسانوں نے اسلام قبول کیا۔

خواجہ اجمیری اور پرتھوی راج

ایک جگہ میں نے یہ پورا سفرنامہ، جہاں جہاں سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا گزر رہا ہے، پڑھا ہے۔ صاحبِ کشف المحجوب شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس سفر میں ملاقات ہوئی اور پھر وہاں پرتھوی راج، ایک بڑا زبردست ہندوؤں میں بادشاہ گزرا ہے، راجہ گزرا ہے، اس کی حکومت تھی اور وہاں اجمیر میں جا کر آپ نے قیام فرمایا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت دلّی کو لوگ نہیں جانتے تھے۔

ہندوستان کا بڑا شہر، بڑی جگہ، دارالخلافہ اجمیر ہوا کرتا تھا، تو حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ چونکہ مسلمان پہلے سے آباد تھے، خود پرتھوی راج کے وزراء میں اور حکام میں بھی تھے، تو ان میں سے کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی، اور وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے

متوسلین میں سے تھے، حضرت سے خاص تعلق تھا، تو حضرت نے پرتھوی راج سے جا کر بات کی، تو جو بات کا انداز تھا، اسے ذرا کڑوا معلوم ہوا اور اس نے حضرت سے بدتمیزی سے باتیں شروع کی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جانتے ہو، آپ کو میں اس وقت پکڑ کر کے سلطان غوری کے حوالہ کر رہا ہوں۔ لیکن وہ کیا اس کا مطلب سمجھتا؟

اور واقعۃً ایسا ہوا، ابھی چند مہینے نہیں گزرے کہ سلطان غوری کا زبردست ایک حملہ ہوتا ہے، جس کو، ان کا ایک بڑے پروفیسر ہیں، پروفیسر پَرَشاد، انہوں نے تاریخ لکھی ہے پرتھوی راج کی۔

اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی جنگ جو لڑی گئی، وہ تھانیسر کی جنگ۔ اور اس میں جتنے اس وقت کے چھوٹے بڑے راجہ تھے، جتنی حکومتیں تھیں، سب نے حصہ لیا۔ اور لکھا کہ تین ہزار یا تیس ہزار صرف ہاتھی تھے اس میں۔ اور جو گھوڑ سوار فوج تھی اس کی تعداد اس نے لکھی ہے تین لاکھ۔ تو جب گھوڑے سوار اتنے ہوں، تو وہاں اس سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے پیادہ فوج۔ تو بے شمار، انہوں نے کہا کہ ملینوں کی تعداد میں پیادہ فوج تھی پرتھوی راج کی۔ اور جو دوسری دفعہ جنگ لڑی گئی، ایک دفعہ میں فیصلہ نہیں ہوسکا، دوسری دفعہ میں پھر واقعی پرتھوی راج کو جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، اس کے دربار میں بالمشافہہ، کہ ہم نے تجھے پکڑ کر کے سلطان غوری کے حوالہ کر دیا، تو سلطان غوری کے ساتھ جنگ میں پرتھوی راج پکڑا گیا اور حضرت کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔

مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو

حضرت کی روحانیت آج تک بھی اسی طرح ہے۔ افسوس یہ ہے کہ وہاں ابھی بدعت کا شور ہے، ورنہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کے خلیفہ کو حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے، اس زمانہ میں دلّی کی شہرت نہیں تھی، تو اس علاقہ میں حضرت نے

بھیج دیا تھا کہ آپ وہاں قیام کرو، تو وہاں سے اجمیر حاضری دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حاضر ہوتے ہوئے سفر میں سوچ رہے ہیں کہ میں ہر دفعہ آتا ہوں، پتہ نہیں حضرت کو میرے آنے کی اطلاع بھی ہوتی ہے، پتہ بھی چلتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ سوچتے ہوئے جب پہنچے قبر پر، تو دیکھا کہ حضرت سامنے ہیں اس طرح زندہ، بالمشافہہ، اور حضرت فرمارہے ہیں

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

کہ جس طرح تم زندہ ہو، چل پھر سکتے ہو، آتے ہو دلّی سے ہمیں ملنے کے لئے

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

فرمایا کہ مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو، فرق اتنا ہے کہ تم اپنے اس خاکی جسم سمیت میرے پاس آتے ہو، اور میں اپنی جان، روحانی طور پر تمہارے یہاں آیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی ان کی روحانیت سے استفادہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

۱۸۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۸۲ھ مولد: قصبۂ اوش

تاریخ وفات: ۱۴ یا ۲۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ مدفن: دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بیعت سے پہلے تعلیمی سلسلہ انہی سے شروع کیا تھا اور فقہ میں النافع ان سے پڑھی تھی۔ اور پھر استاذ اتنے پسند آئے کہ بیعت کر لی اور ہمیشہ ساتھ رہنے کے خاطر درخواست کی کہ حضرت! میں آپ کے ساتھ ملتان سے اب دہلی جاؤں گا اور وہیں آپ کے پاس پڑھوں گا۔ تو حضرت نے منع فرمایا کہ آپ اپنی یہیں تعلیم مکمل کریں، پھر اس کے بعد اور کوئی فیصلہ ہوگا۔

یہ ہمارے سلسلہ کے تمام اکابرین روحانی اور ظاہری علوم کے امام ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو ان سے یہ کتابیں پڑھ رہے ہیں، ساری عمر ان کے ساتھ رہنے کی درخواست کر رہے ہیں۔ اور ان کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ من جانب اللہ وہ مجتبٰی ہوتے ہیں، منتخب ہوتے ہیں، اوپر سے ان کا انتخاب ہوتا ہے۔

تختیوں پر حفظ و تدریس کا سلسلہ

اسی لئے بچپن میں جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے خود پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا، تو تختی لے کر اپنے استاذ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

افریقہ میں اب تک بھی، تختی پر اساتذہ لکھ کر دیتے ہیں قرآن شریف کی آیتیں۔ وہاں ماضی میں تو انتظام نہیں ہوتا تھا، پریس وغیرہ، کتابیں، قرآن شریف چھپنے کا، تو اس لئے وہ تختی پر قرآن کی آیات لکھ دی جاتی ہیں، اس کو یاد کر کے اگلے دن طالبِ علم سنا دیتا ہے۔

تختی لے کر ہم بھی اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جب پہلا یا دوسرا سال تھا جامعہ حسینیہ راندیر میں، تو ہمارے استاذ تھے حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ۔ اردو، فارسی، عربی، ادب کے بہت بڑے امام اور فنِ خطاطی کے امام۔ مگر وہاں، نہ اردو زبان تھی گجرات میں، نہ فارسی تھی، نہ ادب کا کوئی ذوق تھا اور فنِ خطاطی کے امام تھے، مگر ان سے استفادہ کسی فن میں کما حقہ نہیں کیا جا سکا۔ تو میں ان کی خدمت میں تختی لے کر حاضر ہوا۔

باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت

یہ جو امامِ فن ہوتے ہیں، ہمارے یہاں جب سکول ہمیں شروع کرنا تھا دارالعلوم میں، تو وہاں جدہ میں پاکستانی سفارت خانہ کے ماتحت ایک سکول پرائیویٹ چلایا جاتا تھا، اس کے پرنسپل تھے ماسٹر منظور صاحب، وہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ تو وہ جدہ سے ہر جمعرات کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس پہنچتے اور چوبیس گھنٹے حضرت کے پاس گزارا کرتے تھے۔

یہاں دارالعلوم میں جب ہم سیکنڈری سکول شروع کرنے جا رہے تھے، اس وقت اتفاق سے یہاں ان کے علاقہ کے کچھ لوگ ہڈرزفیلڈ میں تھے، لیڈز میں تھے، تو ان کے یہاں بطور مہمان آئے ہوئے تھے۔ ہم نے دعوت دی، یہاں تشریف لائے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ ماسٹر صاحب! آپ کی ساری عمر اس تعلیمی سلسلہ میں گزری ہے، آپ پرنسپل رہے ہیں وہاں اسکول کے، تو ہمیں نصاب کے بارے میں کوئی ہدایت؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بس ایک ہی بات ہے۔ میں نے کہا کوئی کتاب ہے، کوئی نصاب؟

فرمایا کہ نصاب اور کتابیں کوئی کام نہیں دیتیں۔ کتنا ہی اچھا نصاب ہو، کتنی ہی عمدہ کتابیں ہوں، پڑھانے والا استاذ باصلاحیت نہ ہو، تو وہ بے کار ہے، نہیں پڑھا سکے گا۔ اور اگر وہ ماہرِ فن ہے، تو اسے کتاب کی ضرورت ہی نہیں، بغیر کتاب کے شروع کر دے گا۔ اس کو کتاب کی کیا ضرورت؟ وہ تو خود کتاب لکھ سکتا ہے، فن کا امام ہے۔

فنِ خطاطی آدھی سطر میں

جب تختی لے کر ہم پہنچے کہ رسم الخط، اردو درست کرنے کے لئے تو حضرت نے فنِ خطاطی کو ایک کلمہ میں بیان کر دیا، آدھی سطر میں۔ فرمایا کہ یہ طولاً لکیر لمبی اور یہ عرضاً لکیر اور تیسرا دائرہ، گول دائرہ، تین چیزیں درست ہو جائیں، تو وہ اس کی تحریر نہ صرف درست ہوگی بلکہ وہ فنِ خطاطی میں اور آگے بڑھ سکتا ہے۔ اب یہ امام فن کے سوا کوئی نہیں سکھا سکتا ہے کہ صرف تین چیزیں درست کرو، سیدھی لکیر تحریر میں اور عرضاً لکیر با، تا، ثا، فا، سب اس میں اس کی ضرورت ہوتی ہے اور لام، جیم، حا، خا، نون سب میں دائرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

فنِ شاعری ایک سطر میں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ کا کلام بہت سنا ہے اور میں بھی کچھ وزن ادھر ادھر جوڑنے کی کوشش کرتا ہوں، تو شعر کے متعلق کچھ ہدایت فرمائیں گے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ صرف تین چیزیں ہیں۔ اب فنِ شعر کتنا بڑا فن ہے۔ جیسے فنِ خطاطی کہ سیدھی لکیر اور عرضاً لکیر اور دائرہ تین، درست تو سب کچھ درست۔ اسی طرح پورے ایک فن کو تین چیزوں میں حضرت نے سمیٹ لیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ نہیں، شعر جس کا نام ہے، صرف تین چیزیں درست ہو جائیں تو شاعر بن گیا۔ پوچھا کیا تین چیزیں؟

فرمایا کہ ایک تو یہ کہ وزن درست ہو، یہ اشعار کے لئے وزن متعین ہے، فعولن، مفاعلن،

مفاعیلن ، فاعلات وغیرہ اوزان ،تو ان اوزان کے مطابق ہو،اور وزن درست ہو۔

دوسرے فرمایا کہ زبان صحیح ہو، اگر عربی زبان میں شعر کہنے جارہے ہیں آپ ،تو زبان درست ہو، زبان اورلسان کی اس میں کوئی غلطی نہ ہو، اردو میں ہوتو اردو زبان، فارسی میں ہوتو فارسی زبان ،انگلش میں ہوتو انگلش زبان ،تو وزن درست ہو، زبان صحیح ہو۔

اور تیسری چیز فرمایا کہ ایک شعر میں کم از کم ایک تشبیہ ہو۔ ورنہ ہو سکے، تو شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک تشبیہ ہونی چاہئے کہ کوئی مصرعہ تشبیہ سے خالی نہ ہو۔ گویا شعر کے یہ تین رکن ہیں ۔ایک چیز نہ ہو، مثلاً تشبیہ پورے شعر، دونوں مصرعوں میں نہیں ہے، تو شعر نہیں کہلائے گا۔اب کتنا بڑا یہ فن ہے، اس کو ایک سطر میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمادیا۔

تصوف کی تعریف دو کلموں میں

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا پچھلے سال قصہ سنایا تھا کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ بہت بڑے لیڈر ہندوستان کے، حکومتیں کانپتی تھیں جس جلسہ میں ان کا نام ہوتا تھا کہ ان کا بیان ہونے والا ہے۔ رئیس الاحرار، سب سے زیادہ سخت ہندوستان کے آزادی کے سلسلہ میں جن کا رول تھا، وہ احرار پارٹی تھی، ہر وقت کلہاڑی ان کا شعار تھا، اس کو ساتھ رکھتے تھے، بہت بڑے علامہ۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تصوف پر بہت زیادہ مطالعہ کیا اور پھر میں نے سوچا کہ میں رائے پور حاضری دوں گا، تو راستہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے سوال کروں گا کہ تصوف کی تعریف کیا ہے؟

اگر وہ یہ تعریف کریں گے تو یہ میرا اعتراض ہوگا۔ وہ یہ جواب دیں گے تو اس پر یہ میرا اعتراض ہوگا اور اگر وہ دوسری تعریف کریں گے تو اس پر میرا یہ اعتراض ۔ پورا مطالعہ کر کے پہنچے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کتب خانہ میں اوپر پہنچ چکے تھے، وہاں پہنچے کہ حضرت، صرف مجھے رائے پور جانا ہے ابھی، مصافحہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور مصافحہ کے ساتھ صرف ایک سوال دے کر جاتا ہوں، دو کلمہ کا، اور اس کا جواب آپ سوچتے رہیے۔ میرا ایک ہفتہ وہاں قیام رہے گا۔ واپسی میں مجھے اس کا جواب بتا دیجئے کہ یہ جس چیز کا نام تصوف ہے وہ کیا چیز ہے؟ تصوف کیا چیز ہے؟ اتنا سوال ہے میرا۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں نہیں، جواب لے کر جائیں۔ انہوں نے کہا نہیں، آپ آرام سے۔ فرمایا کہ نہیں، جس چیز کا نام تصوف ہے وہ اخلاصِ نیت کا نام ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں چکرا گیا کہ جتنا میں نے مطالعہ کیا تھا، اس میں کہیں اس کا ذکر نہیں تھا۔ اور یہ جو حضرت نے تعریف کی، اس کے اوپر جتنا میرا مطالعہ تھا اور میرا علم تھا، کہیں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا تھا کہ میں یہ کہوں کہ فلاں نے یہ لکھا ہے اور فلاں نے یہ۔ تو یہ امام فن ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے یہ تعریف اپنی طرف سے فرمائی، کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گی یہ تعریف۔

چار دن میں آدھا قرآن حفظ

یہ اپنی تختی پر سے میں وہاں پہنچا، تو خواجہ قطب الدین تختی لے کر پہنچے حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کہ ابھی ناظرہ کے لئے یا بہت زیادہ تو حفظ کے لئے تختی لے کر جاتے ہیں، استاذ اس پر لکھ دیتے ہیں وہ آیات۔ تو حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ پوچھنے لگے کہ تختی پر میں کیا لکھوں؟ یعنی پہلے کوئی الف، با، تا، ثا، کہاں تک آپ کا سبق پہنچا ہے؟ کتنا آپ پڑھ سکتے ہیں یا پارۂ عم میں کونسی آیت پر ہیں؟ کیا لکھوں؟

فرمانے لگے کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً۔ میں نے کہا کہ تم تو پڑھتے ہو، تختی لے کر آئے؟ فرمانے لگے کہ میں نے وہاں سے آدھا قرآن حفظ کرلیا ہے، تو پھر حضرت حمید

الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے باقی آدھا حفظ کرنا شروع کیا اور صرف چار دن میں حفظِ قرآن مکمل فرمالیا۔

نوے دنوں میں حفظ مکمل

پچھلے سال بتایا تھا کہ مانچسٹر سے ابراہیم بھائی سلو، ان کا خاندان، اور وہ اس دفعہ نظر نہیں آرہے ہیں، شاید سفر میں ہوں، تو وہ ان کے صاحبزادہ دارالعلوم سے فارغ ہوئے، عالم ہوگئے، حافظ نہیں تھے۔ تو اس کے بعد انہوں نے حفظ کرنا شروع کیا، تو نوے دن ninety days میں حفظ کرلیا تھا۔

تین مہینے میں قرآن پاک حفظ

ایک اور قصہ سنایا تھا گلاسگو کا کہ وہاں میں پہنچا تو ایک دکتور سے، پی ایچ ڈی اسی وقت نئ نئ انہوں نے مکمل کی تھی، سوڈانی تھے، تو ان سے ملاقات ہوئی، تو حافظ حنیف صاحب کہنے لگے کہ انہوں نے صرف تین مہینے میں، انہوں نے بھی نائینٹی ڈیز میں، تین مہینے میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ تو پھر میں نے ان سے تفصیل پوچھی۔

پورا علاقہ حفاظ کا

فرمانے لگے کہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں تعلیم کے سلسلہ میں میرے علاقہ سے خرطوم چلا گیا تھا اور میرا سارا خاندان فلاں علاقہ میں، دیہاتی علاقہ میں آباد ہے۔ اور کئی گاؤں ہیں ہمارے ایک ہی خاندان کے، ایک ہی رشتے کے، ایک ہی سلسلہ کے ہیں، ہمارے آباء واجداد سب کے ایک ہی ہیں۔ تو ان میں بہت چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر کے سمجھدار بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں میں بھی، اور مردوں میں بھی کوئی غیر حافظ نہیں ہیں، پورا علاقہ حفاظ کا ہے۔ اور چونکہ تعلیمی سلسلہ میں مجھے بھیج دیا گیا تھا خرطوم، تو میں اس نعمت سے محروم رہ گیا۔

اب میں نے یہاں پی ایچ ڈی کی، مجھے شرم آرہی ہے کہ میں وہاں جاؤں گا، تو پی ایچ ڈی کو دیکھ کر وہ کیا کریں گے، حافظ نہ ہونا ان کے نزدیک تو عیب ہوگا کہ جو ہماری خاندانی روایت ہے کہ سب کے سب اس علاقہ میں حافظ ہیں، اس لئے پھر میں نے یہ سوچا کہ مجھے جانا ہے تو میں اپنا حفظ مکمل کرلوں۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی، انہوں نے تو صرف نوّے دن میں حفظ مکمل کرلیا۔

اسّی دن میں قرآن پاک کا حفظ

ابن شہاب زہری، بہت بڑے امام ہیں فنِ حدیث، ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اسّی دن میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔

ہر شب ایک ختم قرآن

ابھی میں وہاں سفر میں تھا تو میں نے وہاں اوڈی ویلا کی مسجد میں پوچھا کہ آپ کے یہاں کچھ اس مجمع میں کچھ لوگ ہیں کہ جو مطالعہ رکھتے ہوں کہ اسلام آپ کے یہاں پرتگال میں کب آیا، اسپین میں کب آیا۔ اس کے بعد پھر میں نے ان کو بتایا کہ آپ کے یہاں اوڈی ویلا میں خلف ابن فتحون بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔

پھر ان کے واقعات اور بزرگوں کے سنائے کہ وہ جس طرح ہم یہاں ہندوستان پاکستان سے بزرگوں کو بلایا جاتا ہے، جلسہ میں شرکت کے لئے اور بیان کے لئے اور بخاری شریف شروع کرانے، ختم کرانے کے لئے، تو میں نے کہا کہ کسی زمانہ میں یہاں سے وہاں بخارا اور سمرقند میں بلایا جاتا تھا، یہاں سے جاتے تھے اسپین سے تیسری صدی میں۔ تو تیسری صدی میں یہاں یورپ سے سمرقند اور بخارا جا کر حدیث کا انہوں نے درس دیا۔ پھر ان کے واقعات، ان کے معمولات بتائے کہ ایک ایک رات میں ساری عمر کا ان کا معمول تھا کہ ہر رات قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

ایک رات میں پندرہ پارے

اسی کے ذیل میں پھر بتایا کہ ہمارے یہاں دارالعلوم میں اخیر عشرہ میں جو اعتکاف ہوتا ہے، تو اس میں مولوی بلال ناخدا نفل میں پڑھتے ہیں، پیچھے مجمع ہو جاتا ہے۔ تو وہاں والوں کو شوق ہوا، تو ابھی وہ وہاں پہنچے ہوئے ہیں، اور گذشتہ رات انہوں نے ایک مسجد میں پندرہ پارے ایک رات میں سنائے۔ تو میں نے پوچھا، کیا؟

کہنے لگے، یہاں تو عید ہے، اتنا بڑا مجمع ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور ہم نے اشتہار کیا تھا کہ ایک رات میں پندرہ پارے پڑھنے والے ہیں، تو ہم سوچتے تھے کہ پندرہ بیس آدمی سے زیادہ چھوٹی راتوں میں شریک نہیں ہوں گے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ مسجد اوپر، نیچے، اندر، باہر اور دروازے کے باہر بھی مجمع، علاقہ سارا مصلیوں سے بھر گیا، اب جگہ نہیں رہی۔ ہم سوچتے تھے کہ اور مجمع آ گیا تو کیا کریں گے؟ سڑک تک لوگ پہنچ جائیں گے۔ اب آج دوسرے باقی پندرہ پارے، وہ وہاں کے دارالعلوم میں سنا رہے ہیں۔

پھر یہاں آنے سے پہلے تین دن تک ہم لوگ تراویح آسمان کے نیچے کھلے میدان میں پڑھتے رہے وہاں دارالعلوم میں تاکہ ہم یہاں تراویح پڑھ کر دیکھیں کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی۔ مجمع کے ساتھ آپ اگر یہاں شبینہ پڑھیں، تو الحمد للہ وہاں کا موسم بھی اچھا ہوتا ہے، اور گرم راتیں ہیں، تو وہاں آج وہ باقی دوسرے پندرہ پارے پڑھ رہے ہیں۔

حفظ اور تعلیم، بیعت اور خلافت

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چار دن میں باقی دوسرے پندرہ پارے حفظ کر لئے اور باقی علوم کی تکمیل کے بعد وہ دہلی پہنچے اور دہلی پہنچ کر وہ یہاں اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت ہوئے، جو حضرت نے سلوک کے معمولات بتائے، اس کے مطابق عمل کرتے رہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا کہ سلسلہ کی خلافت ان کو دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے بعد ان کو خلافت ملی۔

یہ ہمارے سارے ظاہری علوم اور باطنی علوم سارے روحانی طور پر چلتے ہیں۔ ابھی وہاں مولوی بلال کے سلسلہ میں ہماری گفتگو ہوئی کہ وہ ایک یا دو رات میں یا تین رات میں قرآن پاک سنائیں۔ تو پھر جب میں نے فون کیا، پریسٹن ہماری بیٹی خدیجہ کہتی ہیں کہ سنا ہے کہ یہاں کسی نے خواب دیکھا اور اس کی وجہ سے مولوی بلال وہاں جا رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ وہ تو ایک سرسری گفتگو ہوئی تھی اور اس کے بعد سے اس وقت تک تو کوئی حرکت نہیں ہے، سب طرف سے خاموشی ہے، کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا خواب ہے؟ بعد میں پتہ چلا کہ مولانا الیاس ڈیسائی صاحب نے خواب دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے، مولوی بلال نماز پڑھا رہے ہیں اور شبینہ ہو رہا ہے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور اکابر وہاں جمع ہیں۔

یہ سارا پرتگال اور اسپین کا علاقہ، صدیوں وہاں اسلام رہا ہے، اور قال اللہ، قال الرسول کی صدائیں وہاں لگتی رہیں، تو وہاں کی ارواح کتنی تڑپتی ہوں گی جو وہاں محوِ خاک ہیں، زمین کے نیچے آرام فرما ہیں، ان کو اس مجمع سے کتنی خوشی ہو رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرمائے۔

۱۹۔ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۸۴ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ　　　　مولد: کوٹوال، مضافات ملتان

تاریخ وفات: ۵ محرم ۶۶۰ھ یا ۶۶۴ھ ۶۶۸ھ یا ۶۷۰ھ یا ۶۹۰ھ یا ۶۹۷ھ

مدفن: پاک پٹن، ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے آج کے بزرگ حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

یہ جتنے نام آرہے ہیں، فرید الدین، جلال الدین، تو یہ سب القاب تھے۔ ان کے یہاں بزرگوں کی طرف سے لقب ملتا تھا۔ اور وہ بھی ویسے اپنی طرف سے بنائے ہوئے نہیں بلکہ **الالقاب تنزل من السماء**، ان کا اصل نام تو تھا مسعود، اور ان کا لقب فریدالدین ہے۔ گنج شکر ایک کرامت سے بنے۔ کنکر یا ریت یا نمک، مختلف روایات ہیں کہ وہ سارا شکر بن گئی تھی، اس لئے ان کو گنج شکر بھی کہا جاتا ہے۔

اصل ان کا خاندان کابل میں رہائش پذیر تھا۔ ان کے دادا تھے قاضی شعیب، علمی گھرانہ تھا۔

تاتاری فتنہ

ایک مصیبت آئی، آسمان اور زمین نے ایسی مصیبتیں کم دیکھی ہیں، یہ مصیبت تاتاریوں کی طرف سے جب آئی ہے مسلمانوں پر اور اسلام پر، تاتاریوں کا یہ فتنہ چند حکام اور سلاطین کی غلطی کی وجہ سے پیش آیا کہ منگولیا Mongolia کے لوگوں کی طرف سے شکایت لے کر کوئی قاصد پہنچتا ہے، تو اس سفیر کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

اس پر ان کے بادشاہ نے تین دن کھانا، پینا، سونا، سب ترک کر کے ایک کام کیا، دعا کی، اور

دعا اپنے طریقہ اور انداز سے کی، ایک پہاڑ کی چوٹی پر کی۔ جس طرح بزرگ پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاتے ہیں اور خلوت گزیں ہو جاتے ہیں، جنگل، بیابان، ساحل کے کنارے تلاش کرتے ہیں خلوت کے خاطر، تو یہ پہنچتا ہے پہاڑ کی چوٹی پر اور اپنے ایک پیر پر، دوسرے پیر کے سہارے کے بغیر، مسلسل دعا میں مصروف ہے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا دعا کا انداز یہ تھا کہ اس نے ہمارے ہی خدا سے مانگا اور دعائیں کی اور کہا کہ اے مسلمانوں کے خدا! اگر تو ان کا اور ہم سب کا خدا ہے، تو یہ ظلم جو ہمارے ساتھ ہوا ہے اس کا ہم بدلہ چاہتے ہیں۔

لکھا ہے کہ تین دن کے بعد اسے باقاعدہ آسمان سے جواب ملتا ہے، آواز آتی ہے۔ یہ ندا کے بہت سارے واقعات ہیں، کسی وقت بیان کریں گے۔ تو یہ ندا آتی ہے کہ تمہاری نصرت ہوگی، جاؤ، تم بدلہ لے سکتے ہو۔

مٹھی بھر لوگ تھے یہ منگولین، اور یہاں سے لے کر کے روم تک اور یورپ کے کنارہ تک اور یورپ کے آدھے فرانس تک، تمام اسلامی ملک تھا، پورا ایک عالم اور جہاں تھا۔ مگر اللہ کی شان کہ اس کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ چنگیز خانی فتنہ، ہلاکو کا فتنہ جہاں کہیں پہنچا ہے، تو وہاں والوں پر زمین تنگ ہوگئی، جینا دوبھر ہو گیا۔

ان کے دادا قاضی شعیب بھی کابل سے اسی بناء پر ہجرت کرتے ہیں۔ جہاں کہیں اس کی اطلاع پہنچ جاتی تھی، تو لوگ دعا کرتے تھے کہ کاش! کہ ہم اس قبرستان والوں کی جگہ ہم آباد ہوتے، زمین کے نیچے ہوتے۔ اب کہاں جائیں؟

ان کا خاندان وہاں سے ہجرت کر کے لاہور آیا، قصور آیا، اور ہوتے ہوتے اس زمانہ میں ملتان بڑا آباد تھا، علمی اعتبار سے، انتظامی اعتبار سے، علمی، روحانی اعتبارے بہت بڑا مرکز تھا۔ تو وہیں پر ان کی، فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوتی ہے ایک بزرگ سے، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ یہ دہلی سے سفر کر کے ملتان پہنچے ہوئے تھے۔ وہاں

ملاقات ہوئی، تعارف ہوا، تو ابتدائی اپنی کچھ تعلیم وغیرہ بھی ان سے شروع کی یہاں تک کہ لکھا ہے کہ فقہ کی کتابوں میں النافع خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے۔

یہ اکابرین تو تمام علوم اور فنون کے جامع ہوا کرتے تھے۔ لیکن منکرین تصوف کے یہاں جب اہلِ تصوف کا ذکر کیا جاتا ہے، تو جوگیوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ کہتے ہیں جوگیوں کی طرح سے اور چرسیوں کی طرح سے لگے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایسے گردن جھکائے کون بیٹھ سکتا ہے؟ ایک دن، دو دن۔ یہ سالہا سال گذار دیتے ہیں۔

خواجہ مخدوم کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ سالہا سال استغراق ہی استغراق میں گذارے۔ جیسا پرسوں بتایا تھا کہ وہ کسی کو پہچانتے ہی نہیں تھے۔ تو یہ نہ جوگی تھے، نہ چرسی تھے، یہ تو بہت بڑے نادرۃ الزمان اہلِ علم ہوا کرتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے آپ کو کس طرح فنا کیا جاتا ہے، اس فنائیت کو بھی علم کے ساتھ سیکھ لیا تھا۔

بیعت، تکمیلِ تعلیم، خلافت

حضرت سے انہوں نے فقہ میں کتاب النافع پڑھی۔ اور پھر استاذ اتنے پسند آئے کہ بیعت بھی ہوئے۔ بیعت ہو کر انہوں نے درخواست کی کہ حضرت! میں تو اب آپ کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔ تو فرمایا کہ جب تک یہاں قیام ہے، تم رہ سکتے ہو۔

جب جانے لگے تو اصرار کیا کہ میں دہلی آپ کے ساتھ چلتا ہوں، وہاں میں اپنی تعلیم مکمل کروں گا۔ تو منع فرمایا کہ آپ اپنی تعلیم یہیں مکمل کریں، جب آپ کی تعلیم مکمل ہو جائے گی، تب دیکھا جائے گا۔ دیکھئے، کتنا لحاظ ہے شریعت کا، اسلامی علوم کا، فنون کا۔ فرمایا کہ اس کو پہلے مکمل کرو۔ اس کی تکمیل کے بعد پھر یہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔

پھر حضرت نے اس زمانہ کے اعتبار سے، ان سے مجاہدے کروائے ہیں، سالہا سال۔ ایک جگہ دہلی کے ایک کونہ میں ان کو بٹھا دیا اور وہاں کسی طرح کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا۔ بس، خدا

دے تو کھالو اور ہمیشہ کے روزے سے رہنے لگے۔

فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد کے حکم سے مجاہدے کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو نوازا، روحانی اعتبار سے تکمیل ہوگئی، تو حضرت کی طرف سے نہ صرف خلافت عطا ہوئی، بلکہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہونے لگا، تو ان کو یاد فرمایا۔ فرمایا کہ ان کو بلا کر لاؤ۔ ہر وقت کے حاضر باش خدام اور قریب کے جو لوگ تھے، ان کو چھوڑ کر ہانسی سے ان کو بلا کر حضرت نے فرمایا کہ یہ سجادہ آپ کے حوالے، یہ ہماری گدی آپ کے حوالے کرتے ہیں اور ہم جاتے ہیں اور وہ اللہ کے پیارے ہوگئے۔

اس کے بعد وہاں چند روز مقیم رہے، لیکن چونکہ اتنا عرصہ خلوت میں گزارا تھا، تو ان کو اتنا ہجوم اور لوگوں کا آنا جانا، ملنا جلنا گوارا نہ ہو سکا اور فرمایا کہ ہم واپس ہانسی چلتے ہیں۔ تو سب نے گھیر لیا کہ حضرت! آپ کو تو آپ کے پیرومرشد نے یہاں بٹھایا ہے۔ آپ کیسے جاسکتے ہیں؟ فرمایا نہیں، جو انہوں نے حوالہ کیا ہے، وہ کام تو میرے ذمہ ہے، جو دولت حوالہ کی وہ بھی میرے پاس ہی رہے گی، لیکن مجھے وہاں زیادہ سہولت رہے گی، تو پھر وہاں وہ ہانسی منتقل ہو جاتے ہیں۔

مسواک کی لکڑی

لکھا ہے حالات میں کہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ یہ ترکِ تنعّمات اور مجاہدہ اخیر تک تمام بزرگوں کے یہاں ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو آپ کی غذاء ہوتی تھی، ابھی مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سفر میں ہمارے ہاں تشریف لائے، تو میں نے ان سے کہا کہ یہ زیتون کے درخت یہاں بہت ہوتے ہیں، تو اس کی مسواک کاٹ کر لے جائیں۔ کیوں کہ مسواک کے بارے میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے پیلو کی مسواک، یہ مسنون ہے، **ثم الزیتون، ثم المُرّ**، کہ سب سے پہلے پیلو اور اس کے بعد زیتون کی لکڑی کی مسواک، اور تیسرے نمبر پر کسی بھی قسم کی کڑوی لکڑی ہو، اس کی مسواک مفید ہے، وہ کرنی چاہئے۔

پیلو کا پھل اور گولر

وہ پیلو کا جو پھل ہوتا ہے، بچپن میں ہم بھی پیلو کے درخت سے توڑ کر لایا کرتے تھے۔ یہاں تو آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا، وہ تو ایک جنگل کا پھل ہے، دیہات میں رہنے والے لوگوں کی چیز ہے گولر کی طرح سے۔ جیسے حضرت خواجہ مخدوم کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملتان سے میرے پیر و مرشد کے بھیجے ہوئے مہمان آئے ہیں، تو خادم سے فرمایا کہ ہمارے گولر میں ذرا سا نمک ڈال دینا، تو یہ اعلیٰ قسم کی تواضع شمار ہوئی کہ گولر اور اس کے اندر ذرا سا نمک ڈال دیا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی افطاری میں صرف گولر پر گذارہ رہتا تھا۔ بزرگوں نے انہی سے یہ سب چیزیں لیں۔ جس زمانہ میں ہم نے بہت قریب میں نظام الدین کو دیکھا، سکسٹیز (sixties) میں، تو اس وقت بھی نظام الدین کے چاروں طرف آپ دیکھیں، تو صرف جنگل معلوم ہوتا تھا۔ اور اسی سے اس کا نام ہی تھا بستی نظام الدین، بستی تھی، شہریت نہیں تھی، اور چاروں طرف خالی علاقہ تھا، پرانے کھنڈرات تھے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی شہر سے، رمضان المبارک میں کچھ حضرات گئے، تو وہ دہلی شہر کے رہنے والے اور رمضان المبارک میں ہر ایک سے مجاہدہ نہیں ہوتا، تو انہوں نے سوچا کہ حضرت کے پاس چند روز قیام کریں گے۔

جب افطار کا وقت ہوا تو دیکھا کہ سناٹا ہے، افطار میں تو چند منٹ رہ گئے اور یہاں تو کوئی شور، ہنگامہ نہیں ہے۔ تو جب غروب کا وقت قریب ہوا، تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ بھئی، مہمان ہیں، جلدی سے گولر لے آؤ، جو کل کے رکھے ہیں۔ یہ تواضع ہوگئی۔

علیکم بالاسود

ان کے یہاں بھی، حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پیلو کے پھل پر گذارہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام کے ساتھ صحراء میں کہیں قیام ہے۔ دیکھا کہ صحابۂ کرام نے دیکھا کہ پیلو کا درخت ہے، تو اس کے پھل توڑنے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **علیکم بالاسود**، تم پکے ہوئے کالے رنگ کے ہوں، وہ توڑو کہ وہ لذیذ ہوں گے۔ صحابۂ کرام تعجب سے پوچھنے لگے یارسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم کہ اس میں سے کونسی قسم کے پھل اور کون سے رنگ کے کھانے چاہیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، **کُنْتُ اَرْعٰی الْغَنَمَ لِأَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ**، مجھے چند قیراط دیتے تھے۔ تو میں نے بکریاں چرائی ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے اسماءِ گرامی گنوائے کہ فلاں فلاں، حضرت موسی علیہ السلام نے، شعیب علیہ السلام نے، ان سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ تو میں بھی صحراء میں رہا ہوں، میں بکریاں چراتا تھا۔ اس لئے مجھے یہاں کے درخت، یہاں کے پھلوں کا علم ہے، اس لئے **علیکم بالاسود**، کہ تم کالے پھل توڑ کر کھاؤ۔

حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اسی پیلو پر گزارہ ہے۔ ایک دفعہ خادم نے دیکھا کہ بہت دن سے یہ پیلو کے پھل ویسے ہی ہم کھا رہے ہیں، تو ان کو ذرا سا تبدیلی کا شوق ہوا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کہیں تشریف لے گئے، تو حضرت جس جگہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اور وہاں ایک چمڑا سا بچھا ہوا رہتا تھا، تو خدام گھر والوں نے سوچا ہوگا کہ ذرا اس کی صفائی کرلیں، اس کو بدل لیں۔ تو جب حضرت واپس آئے تو بہت ناراض ہوئے، صرف اس کی تبدیلی پر کہ اتنی تبدیلی بھی اچھی نہیں لگتی۔

نمک کیوں ڈالا؟

خادم نے سوچا کہ اتنے دن ہوگئے، زمانہ ہوگیا، حضرت اسی طرح کے پیلو کے پھل کھا رہے

ہیں کہ جسم کا حق ادا کرنے کی نیت سے ڈال دیئے، چبا کر اتار لئے۔تو انہوں نے سوچا کہ اس میں ذرا سا نمک ڈال دیتے ہیں، ذائقہ کی تبدیلی کے لئے۔تو وہ قریب سے کہیں سے جا کر کے ادھار نمک لے آئے اور ڈال دیا۔جیسے ہی حضرت نے پیلو منہ میں رکھا، فرمایا کہ ارے بھئی! یہ بے اصولی آج کس نے کی؟ حضرت نے ڈانٹا، اتنی تبدیلی بھی گوارا نہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مجاہدے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے کیا کیا مجاہدے فرمائے، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ایک دفعہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فلاں جگہ سے ایک دفعہ ٹوکرا پھلوں کا آیا اور کچھ چیزیں آئیں، تو میں نے فلاں سے کہا کہ تم لے جا کر اس طرح اس کو تقسیم کر دو۔کیوں؟

فرمایا کہ اس لئے کہ وہ زمانہ میرا زائد چیزوں سے پرہیز کا زمانہ تھا۔زائد چیزوں سے پرہیز کا زمانہ تھا۔ یہ جملہ بہت کچھ بتا رہا ہے کہ کتنے زمانہ تک حضرت نے ان چیزوں سے پرہیز کیا۔ اور زائد کے معنی یہ کہ جو جسم کی جتنی حاجت اور ضرورت ہے، اس سے زائد کوئی چیز استعمال نہ کی جائے، کھانے پینے میں بھی نہیں، نہ لباس میں، نہ فرش میں۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ چیزیں جو حضرت نے اس وقت ترک فرمائی تھیں، جب ہم نے حضرت کو دیکھا ہے، اس وقت پھل تو نوش فرما لیتے تھے، مگر کوئی میٹھی چیز، کسی طرح کی بھی ہو، حضرت منہ میں رکھ نہیں سکتے تھے۔اتنی نفرت ہوگئی تھی کھانا چھوڑنے کی وجہ سے۔کوئی بہت زیادہ اصرار سے عرض کرتا کہ حضرت! ذرا ایک چمچ۔فرمایا مجھے اُبکائی آئے گی، میں نہیں کھا سکتا۔

یہ ان حضرات کے مجاہدے تھے کہ صرف پیلو پر گزارہ ہو رہا ہے، کہ صرف گولر پر گزارہ ہو رہا ہے۔ اور فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ہمیشہ کے روزے رکھتے تھے، صائم الدہر تھے۔

اللہ تعالی ہمیں بھی ان حضرات کی برکات سے نوازے اور ان کے اتباع کی توفیق عطا

فرمائے۔ اگرچہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں تو شاہی دسترخوان ہوتا تھا، ہزاروں مہمانوں کے لئے انواع واقسام ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ دوستو! ہم ان حضرات کی اتباع کی حرص بھی نہیں کرسکتے، بلکہ تمنا بھی نہیں کرسکتے۔ ان کے جیسے مجاہدے ہم کب کرسکتے ہیں، لیکن کم ازکم اپنے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ الٰہی! تو نے ان بندوں کو ان مجاہدوں کے نتیجے میں کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہماری اس ٹوٹی پھوٹی عبادت کو، پڑھنے پڑھانے کو قبول فرمائے۔

رمضان کی خاص دعاؤں میں، پاکستان میں ملینوں سیلاب زدہ مسلمان کس طرح رمضان گزارتے ہوں گے، ان کو یاد رکھ کر ان کے لئے بھی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔

۲۰۔ حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۵۹۲ھ مولد: کوتوال، ملتان

تاریخ وفات: ۱۲ یا ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ مدفن: پیران کلیر شریف متصل رڑکی ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات چل رہے تھے۔ ان سب کے یہاں قدرِ مشترک ایک چیز ملتی ہے، استغراق، کہ وہ ایسے کھو جاتے ہیں، ایسے کھو جاتے ہیں کہ انہیں کسی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

میں نے مثال ایک بیان کی کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے پیر صاحب مولانا طلحہ صاحب کچھ پوچھتے ہیں، جا کر کوئی بات عرض کرتے ہیں، تو حضرت پوچھتے ہیں، کون؟ اپنے بیٹے کو، دیکھ رہے ہیں، نظر بھی اس وقت ٹھیک تھی، پھر بھی پوچھتے ہیں، کون؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ طلحہ۔ پھر پوچھتے ہیں، کون؟ تین چار دفعہ کے بعد نزول ہوتا تھا۔

میں نے مثال بیان کی تھی کہ فیصل آباد میں قرآن شریف، میں اعتکاف کے پردے میں حضرت کے پاس پڑھ رہا ہوں۔ تو حضرت نے گردن اٹھائی مراقبہ سے، پوچھا کون؟ عرض کیا یوسف۔ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ قرآن شریف ہے۔ تو پوچھا کونسا قرآن شریف؟ قرآن شریف نام کس چیز کا ہے، ادھر ذہن جا ہی نہیں رہا۔ وہ نیچے اتریں تو جائے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تبتل

اسی لئے غالباً اسی کے ساتھ میں نے حضرت مولانا اشرف صاحب پشاور یونیورسٹی کے لکچرار

(lecturer) اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور جنرل ضیاء صاحب نے جو ایک اسلامی قوانین کے لئے کونسل بنائی تھی، اس کے وہ رکن تھے، ان کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات ہم جمع کرر ہے تھے، تو پوچھنے لگے کہ کہاں تک سلسلہ پہنچا؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت کی کاپی ہے، اس میں کچھ اقتباسات ہیں جو بخاری شریف میں جگہ جگہ سے ہم نے کچھ منتخب کئے ہیں۔ اس میں باب الاضطجاع قبل صلوۃ الفجر، صحیح بخاری میں ایک باب آتا ہے، تو وہاں کا اقتباس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد سے فارغ ہو کر، فجر کی سنت پڑھ کر فرض سے پہلے لیٹ جاتے تھے۔

یہ اضطجاع اور فرض سے پہلے اور سنت کے درمیان لیٹنا، بتایا تھا کہ ابن حزم کے نزدیک فرض ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ شرطِ صحت صلوٰۃ اللیل ہے کہ اگر یہ اضطجاع نہ ہو، تو رات کی تہجد اور تراویح سب باطل۔ کسی نے کہا کہ واجب ہے، کسی نے کہا سنتِ مؤکدہ ہے، کسی نے کہا کہ سنت ہے، ہمارے یہاں مستحب ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعت ہے۔

یہ تمام اقوال وہاں آتے ہیں۔ پھر آگے اس کی علتیں سب الگ الگ بیان کرتے ہیں کہ جن کے یہاں اس کا فرض کا یا شرطِ صحتِ صلوۃ کا درجہ ہے، یا وجوب کا درجہ ہے، یا سنیت کا درجہ ہے، تو کیوں اضطجاع ہے؟ فلاں نے یہ بیان کیا، فلاں نے یہ بیان کیا، کرتے، کرتے، میں نے جب ان کو یہ سنایا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے چکی کا پاٹ، حضرت کی اپنی رائے کو چکی کے پاٹ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے، اس کا بھی شانِ نزول ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ میری رائے یہ ہے کہ ساری رات مناجات مع الرب، اللہ تعالی کے ساتھ مناجات میں گزری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اوپر پہنچ جاتے تھے کہ نیچے آنے میں بہت دیر لگتی تھی۔

چٹان سرمہ بن جاتی

پھر اس پر واقعات سنائے حضرت نے بزرگانِ دین کے کہ جب وہ فارغ ہوتے تھے اپنی عبادت سے، تو دیکھنے والے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے تھے۔ تو ایک بزرگ کا قصہ بیان کیا تھا کہ ان کے حجرہ کے سامنے چٹان رکھ دی جاتی تھی۔ جیسے ہی وہ فارغ ہوکر دروازے کی طرف ایک نگاہ فرماتے، تو پتھر کی وہ زبردست چٹان سرمہ بن جاتی تھی۔ وہ اگر کوئی انسان سامنے اس وقت آجائے تو ہلاک ہوجاتا۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کا اثر

خود حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی ہم نے اس کو بہت دیکھا۔ پھر وہاں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ جب رائے پور تشریف لے جاتے، تو معمول یہ تھا کہ اسی حجرہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی ایک کونہ میں ہوتی تھی، تو جو حضرات وہاں کا معمول جانتے ہیں، ان کو تو پتہ ہے کہ کس وقت حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی جاسکتی ہے، کس وقت پہنچ سکتے ہیں، کس وقت نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت اپنے مراقبہ میں مشغول اور اچانک کوئی نو وارد دروازہ کھول کر پہنچ گیا، تو جیسے ہی کھڑکا ہوا تو حضرت نے، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہ فرمائی، تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت کی نگاہ سے لے کر اس شخص تک، اس دروازہ تک ایک زبردست نور۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ وہ تو اس شخص کا مقدر کہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، تو حضرت نے اس کو بچالیا۔ ورنہ وہ جو ایک نگاہ سے جو جلال نور کی شکل میں نکل رہا تھا، جس طرح ان بزرگ کے یہاں چٹان سرمہ بن جاتی تھی، تو پتہ نہیں اس شخص کا کیا حال ہوتا۔

خواجہ صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا تحفظ

آج جن کا تذکرہ ہے، خواجہ صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات کے بعد کا قصہ ہے، اللہ تعالی کی طرف سے انتظام ہے، وَ تِلْكَ الايَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ،کبھی کعبہ میں بت رکھے ہوئے ہیں، کبھی وہ شیعے آتے ہیں، حجرِ اسود نکال کر کے لے جاتے ہیں، پھر آجاتا ہے۔تو یہ اتار چڑھاؤ دنیا میں ہوتا رہتا ہے، تو اس علاقہ میں بھی کسی زمانہ میں مسلمان تھے اور حضرت کی خانقاہ آباد تھی۔ پھر حضرت کا مزار یہاں پر ہے۔ عرصہ بعد وہاں انقلاب آیا اور صرف ہندو آباد ہو گئے، تو کسی نے حضرت کے مزار کے ساتھ گستاخی کی کوشش کی۔

فرماتے ہیں کہ ایک ظاہری انتظام تو یہ ہوا کہ وہاں جب کوئی شخص جاتا تھا برے ارادے سے، تو دور سے دیکھتا کہ ایک شیر چکر لگا رہا ہے۔ اور یہ تو اسی شخص کے لئے تھا کہ جو کوئی بری نیت سے پہنچتا۔

لیکن مسلم، غیر مسلم، دوست، دشمن، سب کے لئے ایک قدرِ مشترک جو چیز اس کے بعد وہاں پیدا ہوگئی تھی، وہ یہ کہ رات ہو، دن ہو، کسی وقت بھی ہر وقت ایک شعلہ آگ کا نظر آتا تھا، جس طرح آگ جل رہی ہو اور اس کی لپیٹیں اوپر تک، آسمان سے باتیں کر رہی ہوں، اس طرح شعلے نظر آتے تھے۔ اب جو جانا چاہتے تھے وہ بھی ڈرتے تھے، دل سے سمجھتے تھے کہ یہ حضرت کی کوئی کرامت ہے۔ مگر وہ جا نہیں سکتے، ڈرتے ہیں۔

مزارات کی مٹی کی مہک

برسہا برس یہ سلسلہ رہا۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ تشریف لے گئے، جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد قصہ مشہور ہے کہ ان کی قبر پر جو مٹی ڈالی گئی، تو ابھی ڈال کر فارغ نہیں ہوئے کہ اس میں سے خوشبو شروع ہوئی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تدفین کے بعد قبر کی مٹی سے خوشبو آتی تھی۔ حضرت مولانا طلحہ

صاحب کے کپڑوں میں یہ خوشبو بسی ہوئی تھی۔ شیخ عبداللہ دہلوی کے کپڑے اب تک بھی وہاں دہلوی خاندان میں، مدینہ منورہ میں ہوں گے۔ تو یہ خوشبوؤں کا سلسلہ تدفین کے بعد قبر کی مٹی سے ابتداء سے لے کر آج تک چل رہا ہے۔

یہ خوشبو مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے آئی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد عرصہ تک آتی رہی۔

نور کے عمودی ستون

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی کی خوشبو کی تو شہرت ہے۔ مگر ایک دوسری ان کی کرامت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد رات دن ہر وقت آپ کی قبر سے لے کر آسمان تک نور کے عمودی ستون نظر آتے تھے۔ دور سے، سینکڑوں میل دور کسی کو پہنچنا ہو، تو وہ نور، اس کی سمت میں وہ چل کر پہنچ سکتا تھا۔ ایک طویل مدت کے بعد کسی کی دعا سے یا حکمتِ الٰہیہ کہ وہ موقوف ہوا۔

اسی طرح حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو شعلہ ہر وقت نظر آتا تھا، تو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ جا کر مراقب ہوئے اور مراقبہ میں جب ملاقات ہوئی، تو درخواست کی کہ حضرت، ایک درخواست ہے۔ پوچھا کیا؟ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو کرامت ہے، یا حکمتِ الٰہی ہے، یہ جو شعلہ نظر آتا ہے، کہتے ہیں یہ اگر موقوف ہو جائے تو بہتر ہے۔ تو اس دن سے وہ موقوف ہوا۔ وہ دن اور آج کا دن، وہ شعلہ موقوف ہو گیا۔

انقطاع الی اللہ اور استغراق

جیسے سب کے یہاں خوشبوئیں، نور، شعلے، کرامتیں ایک جیسی، اسی طرح ان سب کے یہاں، ہر وقت استغراق رہتا تھا۔ اور اس درجہ کا استغراق کہ ایک دفعہ آپ کے ایک پیر بھائی ملتان میں

اپنے پیر و مرشد سے اجازت مانگتے ہیں کہ حضرت، آپ کے یہاں ہر وقت ہم تذکرہ سنتے ہیں آپ کے خلفاء میں سے، خواجہ صابر پیا کا بہت خصوصی تذکرہ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جب ہم لوگ تھے، تو حضرت کی توجہ ہم محسوس کرتے تھے کسی کی طرف گفتگو میں، خطوط میں، تذکرے میں، تو اسے ہم نمبر دے سکتے تھے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، حضرت کی نگاہ میں سب سے مقرب کون کون ہیں؟ نمبر دو، تین، چار، پانچ دے سکتے تھے۔ خصوصی خدام میں یہ معروف تھا۔

اسی طرح وہاں خدام سنتے تھے کہ حضرت کے یہاں بڑا تذکرہ ہے خواجہ صابر پیا کا، تو ایک دفعہ اجازت مانگی کہ حضرت کی اجازت ہو، تو میں ملتان سے سفر کر کے کلیر جاؤں۔ فرمایا جا سکتے ہو۔ وہ کلیر پہنچے۔ جب پہنچے، سلام کیا۔ جواب ملا وعلیکم السلام۔ پوچھا بھی نہیں کہ آپ کون؟ کہاں سے آئے؟ فرصت کہاں ان سب جھگڑوں کی۔

انہوں نے جب عرض کیا کہ میں ملتان سے آپ کے پیر و مرشد کا ایک مرید حاضر ہوا ہوں، صرف اتنا پوچھا میرے حضرت کیسے ہیں؟ عرض کیا اچھے ہیں۔ اس کے بعد پھر گردن جھک گئی۔ وہ کئی دن رہے، مگر نہ بات چیت، نہ کوئی گفتگو ہے۔

ہاں، پہلے دن صرف اتنا فرمایا اپنے خادم سے، جب یہ معلوم ہوا کہ میرے پیر و مرشد کے خادم ملتان سے مہمان آئے ہیں، فرمایا کہ گولر میں آج ذرا نمک ڈال دینا، مہمان آئے ہیں۔ گولر جس کو صاحبِ مال لوگ پھل کے طور پر پسند نہیں کرتے، غرباء کا پھل ہے۔ پھر یہ ملتانی خادم حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوئے۔

جب یہ طویل سفر کے بعد واپس ملتان جب پہنچے، تو شیخ نے پوچھا کہ جا کر آئے؟ کیسا پایا ان کو؟ فرمایا، وہ تو بس ہر وقت مراقبہ میں ہوتے ہیں، نہ کوئی گفتگو کر سکتا ہے، نہ کوئی پوچھ سکتا ہے، نہ استفادہ کر سکتا ہے۔

فرمایا کہ ہمارے متعلق بھی کچھ پوچھا؟ فرمایا نہیں۔ فرمایا، کچھ بھی نہیں؟ صرف اتنا پوچھا تھا

کہ میرے حضرت کیسے ہیں؟ تو جب یہ سنا میرے حضرت کیسے ہیں؟ تو پیر خود اپنے مرید کے اس سوال پر رو پڑے اور چیخ کر روتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس مقام پر پہنچے ہیں کہ جہاں سے ان کا صرف اتنا پوچھ لینا کہ میرے حضرت کیسے ہیں، یہ بہت غنیمت ہے۔

جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لیٹنا اس لئے تھا کہ زمین کے اوپر تھوڑی دیر لیٹتے تا کہ ارضیت پیدا ہوجائے کہ ملأِ اعلیٰ کے ساتھ، ذات حق کے ساتھ اس قدر اتصال ہوگیا تھا کہ صحابہ کرام استفادہ نہیں کر سکتے تھے، اور تا کہ ان کے ساتھ گفتگو فرماسکیں، نیچے آجائیں۔ اس لئے ارضیت پیدا کرنے ،ملکوتیت میں کمی کی غرض سے زمین پر لیٹتے۔ اللہ تعالی ہمیں بھی اپنی ذاتِ عالی کے ساتھ اس قدر لو لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۱۔ حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۹/۱۹ شعبان یا ۱۰ جمادی الاولی / جمادی الاخری ۷۱۵ھ یا ۷۱۶ھ یا ۷۱۸ھ

مدفن: پانی پت

حضرت شیخ شمس الدین ترک، ماوراء النہر، نہر کابل کے اس پار کے علاقے بلخ، بخارا، سمرقند کے تھے۔ اس لئے ان کے نام کے ساتھ ترک ہے، شمس الدین ترک۔ یہ اپنے علاقہ سے چل کر یہاں شمالی ہند، ہندستان کے شمالی حصہ میں کلیر شریف ہے، وہاں آ کر حضرت علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔

یہ جو تمام بزرگوں کی صفات میں آپ سن رہے ہیں کہ وہ ہر وقت استغراقی کیفیت میں رہتے تھے، گردن جھکی ہوئی رہتی، ہم تو چند منٹ میں محسوس کرتے ہیں کہ پیچھے درد ہو گیا اور ان کے تو گھنٹے اور دن، مہینے اور سال اسی طرح استغراق میں گزر جاتے تھے۔

ہر چیز میں حسد

اور منکرین و ناقدین صوفیاء کرام، جن کو ان مجاہدات سے کوئی آشنائی نہیں ہوئی اور اس کی چاشنی انہوں نے چکھی نہیں، ہر چیز میں حسد ہوتا ہے۔ جب انسان دیکھتا ہے کہ اوہ ہو ہو! یہ اتنا بڑا امیر ہے، میں اتنا امیر نہیں بن سکا، تب اس پر ہزاروں تہمتیں جڑ دیں گے کہ اس نے حرام کا اکٹھا کیا، اس نے میراث کا اکٹھا کیا، اس نے فلاں کا مال کھایا۔ صرف اس لئے کہ وہ خود اس نعمت سے عاری ہے، اور خود دولت جمع نہیں کر سکا۔

یہ صوفیاء کے جو معترضین ہیں ان کا حال بھی یہی ہے۔ جب وہ سارے واقعات دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، تو ان کی عقل کام نہیں کرتی کہ مجاہدہ اس قدر بھی کیا جا سکتا ہے، تو طرح طرح کے الزام

دھر دیتے ہیں۔

ایک بادام پر گزارہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں لکھا ہے کہ کافی عرصہ ایسا گزرا کہ ہر روز ایک بادام کھاتے تھے، پورے چوبیس گھنٹے میں ایک بادام۔ اب اس پر گزارہ آسان ہے؟ ایک بادام کھا کر ہفتے، مہینے گذارے جاسکتے ہیں؟

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا معمول

ہم نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو دیکھا کہ پورے رمضان شریف میں مشکل سے مغرب کے بعد آدھی پیالی چائے پیتے، اور یہی حال سحر میں تھا۔ مغرب کے بعد تو میں پلاتا تھا، تو ابھی آدھی بھی نہیں ہوئی، فرماتے تُو پی لے۔ میں کہتا نہیں، ابھی تو بہت ہے۔ تو زبردستی اور تھوڑی اور میں پرچ میں ڈالتا، پھر اس کے بعد دوسری دفعہ میں نے اگر اصرار کیا کہ نہیں، ابھی تو اور ہے۔ فرماتے کہ تجھے پینا نہ ہو تو کسی اور کو دے دے۔

اب اسی طرح سحر میں وہ آدھی پیالی چائے اور ایک انڈے کی زردی مشکل سے اور چونکہ دانت نہیں تھے، کھجور نہیں کھا سکتے تھے، تو کھجور نرم کی ہوئی، ایک کھجور کے برابر مشکل سے افطار میں لیتے اور زمزم کا ایک گلاس نوش فرماتے، ایک کپ چائے۔ پورے دن میں ایک آدھ انڈے کی زردی اس پر کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟ ہم لوگ تو تیسرے دن حال سے بے حال ہو جائیں گے۔

اس سے حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ مجاہدہ کیسے کرتے ہوں گے؟ اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا اس مجاہدہ کے ساتھ پھر روز ایک قرآن شریف کا معمول ساری زندگی رہا۔ اور دیگر معمولات اور ہزاروں مہمانوں کا انتظام اور ہزاروں کو توجہ دینا اور ساری دنیا کا انتظام، انصرام، یہ سب مزید برآں۔

اس لئے ناقدین نے ان صوفیاء پر تہمت لگادی کہ یہ جو گردن جھکا کر بیٹھتے ہیں استغراق میں رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ طریقہ جوگیوں سے انہوں نے لیا۔

کم بختوں کی عقل ماری گئی ہے۔ صرف صوفیاء کی دشمنی میں اسلام کو جھٹلا دیا، قرآن کو جھٹلا دیا۔ قرآن میں نہیں پڑھا ہوگا؟ انہوں نے بھی پڑھا ہوگا، آپ سے زیادہ وہ اس کی تفصیل سے واقف ہوں گے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بیت المقدس تعمیر کروا رہے ہیں، ہیکلِ سلیمان جس کی تلاش ہے یہودیوں کو، اس کے لئے گرانے کی کوشش ہے بیت المقدس، مسجد صخرۃ وغیرہ کو، تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام بیت المقدس کی مسجد تعمیر کروا رہے ہیں اور کام ایسا ہے کہ عام انسان نہیں کرسکتا، اس لئے جناتوں سے کروا رہے ہیں، وہ سمندروں سے بڑی بڑی چٹانیں، پورے پورے ستون نما مرمر وغیرہ نکال کرلاتے ہیں، تراشتے ہیں اور لگا رہے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خلوتیں

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک معمول تھا کہ وہ خلوت میں، تنہائی میں چلے جاتے تھے۔ اب جو خطوط میرے نام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ہیں، تو اس میں آپ کئی جگہ پڑھیں گے کہ حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ تمہیں اس سے پہلے بھی لکھا، بار بار میں نے لکھا، اب بھی لکھواتا ہوں کہ اپنے لئے دن بھر میں سے زیادہ نہیں تو کم از کم دو تین گھنٹے کا وقت ایسے نکال لیا کریں کہ جس میں کوئی آس پاس بھی نہ ہو اور تمام دنیا سے فارغ ہو کر، یکسو ہو کر صرف ادھر لو لگا کر بیٹھیں۔

یہ خلوت سب کو چھوڑ چھاڑ کر ایک طرف لو لگانے کا نام ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ وہ خلوت میں تشریف لے جاتے، مگر ان کی خلوت بھی ان کی شایانِ شان، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خلوت، جیسا کہ سرورِ کونین فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حراء کو اس کے لئے منتخب فرمایا تھا، جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے میں نے عرض کیا کہ ان کی شایان شان اللہ نے خلوت کی جگہ منتخب فرمائی کہ کہاں پر؟ غارِ حرا۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو کوہِ طور پر جانے کا حکم ہوا۔ اسی لئے میں نے کہا

کہ یہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں، وَوَاعَدْنَا مُوْسىٰ ثَلاثِیْن تو کہاں بھیجا؟ کوہِ طور پر۔ جہاں کوئی دور دور تک نہ کوئی آواز، نہ کوئی مخلوق، نہ کوئی انسان، تو وہاں جا کر، ابھی موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو توریت نہیں ملی، کوئی حکم نہیں شریعت کا کہ یوں عبادت کرو، یہ کرو، یہ نہ کرو۔ تو کیا عبادت ہوتی تھی؟ یہی مراقبہ، تفکر میں مشغول بحق رہتے۔

ہر سال کے ماہِ مبارک غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں گزارتے۔ ابھی تو قرآن بھی نہیں اترا تھا، اِقْرأ بِاسْم تو اسی خلوت کے دوران کئی برس بعد نازل ہوئی۔ تو اس سے پہلے قرآن کی تلاوت بھی نہیں، نماز بھی نہیں اور دوسری عبادتیں نہیں، احکام نہیں، تو کیا کرتے تھے؟ وہی مراقبہ، تفکر عبادت تھا۔

صوفیاء نے یہاں سے لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غارِ حراء سے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور سے کہ جس کے بعد انہیں توریت ملی، جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا، **اقرأ باسم**، حضرت سلیمان علیہ السلام سے یہ مراقبہ ہمیں ملا۔

حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ وہ بیت المقدس کی مسجد تعمیر کروا رہے ہیں، جناتوں سے کام لے رہے ہیں اور ان کی خلوت کا وقت آ گیا۔ خلوت میں اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اس طرح کہ جہاں کام ہو رہا ہے وہاں سے جنات دیکھ سکتے ہیں کہ یہ حجرہ ہے ہمارے نبی کا، حضرت سلیمان کا، اور اس حجرہ میں تخلیہ میں ہیں۔ وہاں خلوت ان کی کئی دنوں کی نہیں، کئی مہینوں اور سالوں کی ہوتی تھی۔

قرآن کہتا ہے کہ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَه کہ اب جنّات کام کر رہے ہیں کہ ابھی خلوت سے باہر آئیں گے، نکلیں گے، ہماری حاضری لیں گے، کتنا کام ہوا؟ کہاں ہم نے چھوڑا تھا خلوت میں جانے سے پہلے؟ تو جلدی جلدی سب کام میں لگے ہوئے ہیں۔ تو وہاں کوئی کھڑکی بھی ہوگی جہاں سے وہ کام کو ملاحظہ فرماتے ہوں گے۔

جب طویل زمانے تک یہ کام کرتے رہے، ایک دن دیکھا کہ روز ہم دیکھتے تھے کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام اپنی کرسی کے اوپر تشریف فرما ہیں اور لاٹھی پر گردن ٹیکے ہوئے مراقبہ میں ہیں، استغراق میں ہیں۔

ایک دن دیکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کرسی پر تو نہیں ہیں، تو جھانک کر دیکھا تو نیچے زمین پر گرے ہوئے ہیں۔ کیسے گرے؟ کہ وہ لاٹھی جس کے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام، اس کو دیمک نے کھالیا اور اس سے وہ لکڑی ٹوٹ کر گری اور سہارا ختم ہوگیا، تو آپ بھی نیچے گر گئے۔ تب اندر جا کر دیکھا کہ یہ تو مدتوں پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو اس مسجد کی تعمیر منظور تھی، اس کی تکمیل منظور تھی، اس لئے ایک وقتِ موعود پر اس کیڑے نے دیمک نے لکڑی کو کھایا اور لکڑی ٹوٹی اور سلیمان علیہ السلام کی میت زمین کے اوپر گر گئی۔ تب ان کو پتہ چلا کہ ان کا تو انتقال ہوگیا ہے۔

کتنی لمبی خلوت؟ کتنا لمبا مراقبہ؟ تو یہاں سے صوفیاء کرام نے یہ مراقبے لئے اور اس میں بھی وہی تفکر اور مراقبہ، اللہ تعالیٰ کی ذات کو انسان اتنا دل میں بسائے، اتنا بسائے کہ اپنے آپ سے بھی کھو جائے اس کو پتہ نہ رہے کہ میں کہاں ہوں اور یہ مسجد ہے، یہ دیوار ہے، یہ فرش ہے، آپ ہیں، میں ہوں، کسی چیز کو نہ پہچانے، اپنے آپ کو نہ پہچانے۔

اس پر مجھے ہمارے بزرگ یاد آئے۔ پانچ سو برس پہلے کی کتاب ہے، وہاں ایک مزار سورت میں ہے، خوب صاحب کی مسجد میں ہے، جہاں ہمارے قاری یعقوب صاحب امام بھی رہے ہیں، تو وہاں مزار ہے خوب صاحب کا۔ تو شاید یہی ہوں یا یہ ان کا جن کی یہ کتاب ہے خوب ترنگ، پندرہ سو اٹھتر (۱۵۷۸ء) میں کتاب انہوں لکھی، 1578 عیسوی انگلش تاریخ کے حساب سے۔ تو پانچ سو برس پہلے انہوں نے یہ خوب ترنگ کتاب لکھی تھی۔ ان کا، خوب محمد صاحب کا انتقال ہوا تھا احمد آباد میں، تو ممکن ہے کہ وہاں سے سورت لا کر دفن کیا ہو یا انہیں کے سلسلہ کے پوتے، نواسے خاندان کے کوئی دوسرے ہم نام بزرگ ہوں۔

شیخ چلی

بہرحال وہ اس اپنی کتاب میں شیخ چلی کا ایک قصہ لکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ شیخ چلی ہر وقت استغراقی کیفیت میں رہتے تھے۔ اگر کوئی مراقبہ میں ہو، گردن جھکا کر تنہائی میں بیٹھا ہو، وہاں تو کوئی آدمی جا سکتا ہے، مگر یہ چلتے پھرتے تھے، پھر بھی ان کو کوئی پتہ نہیں ہوتا تھا اطراف اور ماحول کا کہ میں کون ہوں، کہاں پر ہوں۔

چار کمرے تھے ان کے گھر کے۔ تو ایک کمرے کی چھت کے اوپر وہ کھڑے ہوئے ہیں اور وہاں سے گنتے ہیں، اچھا ایک، دو، تین۔ جس چھت پر وہ کھڑے ہوئے تھے، اس کو بھول گئے اس کو نہیں گن رہے ہیں۔ تو پھر اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ میرے مکان کے تو چار کمرے ہیں، چوتھا کدھر گیا؟ اوہو! وہ کہیں روٹھ کر چلا تو نہیں گیا۔

اسی حال میں بے خودی میں اوپر سے نیچے اترے، بھاگ رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت، کدھر جا رہے ہیں؟ فرمایا کہ ہمارا ایک مکان روٹھ کر چلا گیا، اس کی تلاش میں ہوں۔ تو شریر لوگ بھی ہوتے ہیں، بزرگوں کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ تو کسی شریر نے کہا کہ ادھر میں نے جاتے ہوئے دیکھا تھا، تو اُدھر گئے۔ اب وہ بھاگتے دوڑتے روٹھے ہوئے مکان کی تلاش میں ہیں۔

تلاش کرتے کرتے جب تھک گئے اور گرمی کی وجہ سے پریشان ہو کر سامنے مسجد تھی اس میں تشریف لے گئے اور حوض پر وضوء کے لئے بیٹھے، تب پانی میں اپنا عکس نظر آیا۔ شیشہ اور آئینہ کی طرح جس طرح ہم آئینہ روز دیکھ کر سنورتے ہیں، تو اپنی صورت دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ تو کون؟ اگر تو میں ہوں، تو میں کدھر؟ اپنا بھی پتہ نہیں کہ تو کون اور میں کون؟ اپنی تصویر سے پوچھ رہے ہیں کہ تو کون؟

زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی تصویر دیکھی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ پہلے بھی سنایا ہوگا کہ جب حضرت کے دانت ڈینٹسٹ

dentist بنا کر سہارنپور لے کر آئے اور چوکٹھا حضرت کے منہ میں رکھا، پوچھا کہ آپ کو کوئی الجھن تو نہیں، یہ ٹھیک ہے؟ اس کے بعد انہوں نے کپڑے کے تھیلہ سے آئینہ نکالا۔ جب آئینہ حضرت کے سامنے کیا تو حضرت نے فرمایا اوہو! حضرت نے زندگی میں پہلی مرتبہ آئینہ میں اپنی تصویر دیکھی۔ اب اپنے آپ سے کتنے بے تعلق؟ اپنے آپ سے کتنی نفرت؟ اور اپنے وجود سے کتنے متنفر حضرت؟ تو میں نے کہا تھا کہ معترضین اشکال کریں گے کہ حضرت مونچھ تو بناتے ہوں گے؟ کیسے بناتے ہوں گے؟

وہاں سہارنپور میں نائی جمعہ کے روز آتا تھا۔ سب مجمع کے سامنے، مجلس ہو رہی ہے گاؤں والوں کی، ساڑھے گیارہ بجے تک کا وقت متعین ہوتا تھا، مجلس کا وقت، گیارہ سے ساڑھے گیارہ جمعہ کے دن کا تھا، پوری سہ دری اور مسجد بھری ہوئی ہوتی تھی سب عمامے والوں سے، سب گاؤں کے لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے سینکڑوں کی تعداد میں آتے تھے، ان کے یہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں گاؤں میں، تو شہر میں آ کر سہارنپور میں حضرت کے یہاں جمعہ پڑھتے تھے۔

نماز کے بعد پھر کھانا کھا کر جاتے تھے۔ تو وہ سب بیٹھے ہوئے ہیں، اور نائی آجاتا تھا، وہ حضرت کی حجامت بناتا تھا۔ ساری دنیا میں آئینہ کا استعمال ہے، اور حضرت بھی بڑے شہر میں رہ رہے ہیں، کوئی جنگل میں نہیں، قدم قدم پر سہارنپور میں دکانیں ہیں، مگر زندگی میں پہلی دفعہ تصویر دانت کے ڈاکٹر کے آئینہ میں دیکھی۔

شیخ چلی کا قصہ خوب ترنگ میں لکھا ہے کہ پانی میں عکس دیکھ کر سوال کرتے ہیں کہ اگر تو میں ہوں تو میں کدھر؟ ہو بہو یہ قصہ مولانا روم نے بھی لکھا ہے ایک ہی طرح کا ہے۔

ایک علاقہ روم نامی ترکی میں بھی ہے۔ اور ان کی کتاب ''مثنوی'' ہے۔ تو اس میں انہوں نے ایک ترک بزرگ کے نام سے قصہ لکھا ہے کہ وہ سفر پر تھے، سفر کرتے ہوئے ایک جگہ قیام کیا۔ جس طرح آج کل ہوٹل ہوتے ہیں، تو سرائے میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ سرائے میں بھیڑ ہے، کافی لوگ ہیں۔ تو کچھ پریشان ہوئے کہ میں کہاں آ گیا؟ پھر ان کو اپنا فکر ہو گیا کہ یہ اتنا بڑا

مجمع ہے، اس کے اندر اگر میں کھو گیا تو کیا ہوگا؟ تو انہوں نے پھر اس کی تدبیر یہ سوچی کہ ایک کدّ و لمبا سا لیا (دودھی)، کدّو لے کر اپنے پیر کے ساتھ باندھ دیا، تا کہ اگر میں اس مجمع میں کھو گیا، تو میری پہچان ہوگی کہ پیر پر کدّو بندھا ہوا ہے۔

آج کل کی طرح جیسے ہوٹل ہوتے ہیں الگ الگ کمرے تو ہوتے نہیں تھے۔ سرائے کے معنیٰ وہ پورا ایک ہال ہے جس میں ایک چارپائی آپ کے لئے ڈال دی، ایک ان کے لئے ڈال دی، سب وہاں پڑے ہوئے ہیں۔ تو کوئی ان کو دیکھ رہا تھا کہ وہ گئے، کدّو لائے اور کدّو اپنے پیر سے باندھ رہے ہیں۔ تو بیچارے تھکے ہارے، دور کی مسافت طے کر کے آئے تھے، وہ تو پڑے اور سو گئے۔ یہ سب کچھ جس نے دیکھا اس کو شرارت سوجھی۔ اس نے کیا کیا؟

جب اچھی طرح سو گئے، خراٹے لینے لگے، تو اس شخص نے رسّی کھولی آہستہ، آہستہ، آہستہ اور کدو نکال لیا اور اپنے پیر کے ساتھ باندھ کر پاس والی چارپائی تھی، اس کے اوپر وہ لیٹ گیا۔

جب ترک بزرگ کی آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو دیکھتے ہیں، تو اپنی پہچان کے لئے دیکھا کہ پیر میں کدو تو نہیں ہے۔ پاس والے کو دیکھا کہ اس کے پیر میں کدو بندھا ہوا ہے۔ تو پوچھتے ہیں کہ وہ اگر تو میں ہوں تو پھر میں کون ہوں؟

یہ ہو بہو وہی سوال، اللہ والے کتنے قصوں سے ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں اے پاگلو! تم اپنے خودی میں کیوں اتنے مست اور مگن ہو کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھے ہو؟ بھلا دو اپنی خودی کو بھی۔ اپنے آپ کو بھی جب بھلا دو گے، تب تم اس ایک اللہ کو پہچان سکو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معرفت نصیب عطا فرمائے۔

حضرت شمس الدین ترک اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہما

یہ جو ہم نے یٰسین پڑھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں سالہا سال یہ معمول رہا ہے۔ حضرت کے یہاں عشاء کی نماز کے بعد اس کا معمول تھا اور حضرت کی مسجد میں عام دنوں

میں مہمان کم ہوتے تھے اور اس ختمِ یٰسین کی تعداد چالیس دفعہ ہے کہ چالیس دفعہ یٰسین پڑھی جائے اس کے بعد دعا کی جائے، تو چالیس یٰسین ہوئی یا نہیں اس کے لئے خدام میں سے کوئی گنتا تھا، تو سب پڑھنے والے اشارہ کرتے تھے۔ کوئی ایک انگلی اٹھاتا تھا کہ میں نے ایک دفعہ پڑھی، کوئی دو، کوئی تین۔ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کہتا کہ ابھی پانچ کم ہیں، تو الحمدللہ اِس بڑے مجمع میں تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، چالیس سے زیادہ ہی ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کے طریق پر ہمیں رکھے۔

عاشق اور معشوق

آج کا موضوع ایک مرشد اور ایک مرید، عاشق اور معشوق۔ حضرت شمس الدین ترک، یہ مرید، اور ان کے پیر پیرانِ کلیر حضرت علاءالدین احمد کلیری، کلیر شریف میں آپ کا مزار ہے۔
یہ رشتہ ارادت جس طرح کہ میں نے بتایا عاشق اور معشوق سے بھی بہت آگے کا ہے۔ ابھی یہاں آنے سے پہلے عصر کے وقت میں نے بھائی صاحب کو، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کو فون کیا کہ آپ کا تو اعتکاف شروع ہو جائے گا، میں تو ویسے ہی آوارہ ہوں، تو اعتکاف اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے میں تو نہیں کر سکوں گا، مگر آپ شاید فون پر ملیں، نہ ملیں، اس لئے میں نے فون کیا، تو پھر دیر تک سہارنپور کی باتیں ہوتی رہیں۔ جب بھی فون ہوتا ہے تو ماضی کی پرانی باتیں یاد آجاتی ہیں۔

گفتگو میں ذکر آیا کہ بھائی صاحب کہنے لگے کہ ایک دفعہ میں پہنچا حضرت کے پاس، تو سلام مصافحہ ہوا، دعائیں ملی اور حضرت بڑے خوش ہوئے۔ اور اس کے بعد پھر شام کو حضرت نے ایک فقرہ فرما دیا کہ بھئی، تم کہاں رہے؟ اب بھائی صاحب فکر میں، پریشان، کہ حضرت نے کب طلب فرمایا، کب میں موجود نہیں تھا؟

اب ان کی تو اگر تشبیہ دی جائے بادشاہوں کے جلال کے ساتھ، اور شاہی نزاکتوں اور نخروں

کے ساتھ، تو یہ تو ان کی توہین ہے، وہ بھی ان کے سامنے کچھ نہیں ہوتے۔ اِن کو تو پوچھ بھی نہیں سکتے کہ کیوں ناراض ہیں؟ اسی لئے جب کبھی ایسا ہوتا تھا تو پھر منانے کے لئے لگے رہنا پڑتا تھا۔

ہمارے حضرت صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑا اچھا جملہ ایسے موقع پر فرماتے تھے کہ آپ ناراض رہنا چاہتے ہیں، لیکن ہم آپ کو ناراض نہیں رہنے دیں گے۔ یعنی بالکل قریب جا کر نہیں، مگر ایسے کہ ذرا سی آواز ادھر بھی پہنچ جائے، سن بھی لیں۔ تو ایسے ہی بھائی صاحب کیا کرتے تھے۔ جب ذکر ہوا تو ذکر میں کبھی ان کی عادت ہے، ترنم سے اشعار پڑھنے کی، تو اُس میں آٹھ دس اشعار خطاب کر کے پڑھ دیئے:

تمہارا پیار کا وعدہ کیا ہوا

وہ زور زور سے روتے جاتے، پڑھتے جاتے۔ جب ذکر ختم ہوا تو حضرت نے پھر بلایا کہ عبدالرحیم کو بلاؤ۔ گئے۔ حضرت نے فرمایا، میں نے تجھے تلاش کروایا تھا۔ حضرت، میں تو اپنے ہی بستر پر فلاں جگہ تھا۔ حضرت نے فرمایا، میں نے تو ڈھنڈوایا تھا، تو تھا ہی نہیں۔ جواب دیا، نہیں، یہیں تو تھا میں۔ حضرت نے فرمایا، میّا کے پاس چلا گیا تھا؟ اہلیہ بھی ساتھ تھی، اس کو میّا فرماتے ہیں۔ میّا کے پاس چلا گیا تھا؟ تو یہ بڑی پر لطف زندگی ان لوگوں کے ساتھ گذرتی ہے، بڑی پر لطف۔ اسی لئے میں نے مرشد اور مرید کو عاشق اور معشوق سے تعبیر کیا۔

عالم استغراق

اور اسی تعلق سے وہ ساری چیزیں پھر منتقل ہوئیں کہ حضرت پیرانِ کلیر حضرت علاء الدین صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، تو یہ آپ بار بار سن رہے ہیں استغراق، غلبۂ حال، کہ نہ دیکھتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ کوئی حاجت ہے، ہر وقت اوپر لو لگی ہوئی ہے۔

اور میں نے کل اشارہ کیا تھا کہ جو اس دولت سے محروم ہوتے ہیں، جو اس کو سمجھ ہی نہیں پاتے

کہ اتنا لمبا استغراق، لمبا غلبۂ حال ایک دن، دو دن، ایک مہینہ، سالہا سال کیسے کرتے ہوں گے؟ توکسی نے کہہ دیا، جوگیوں سے لیا، کسی نے اور کچھ کہا۔

کل میں نے ایسے لوگوں کے ایک دو جملے نقل کئے تھے۔ اور کسی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ پنک میں رہنے والے، یہ چرسی، انہوں نے اپنی طرف سے الزامات تراش لئے دل میں کہ بھئی، اتنا لمبا مراقبہ تو جب ہی کیا جا سکتا ہے کہ کچھ کسی وقت پی لیتے ہوں گے، بھنگ پیتے ہوں گے، چرس پیتے ہوں گے کہ جس سے گردن جھک جاتی ہوگی۔ ان کم بختوں کو کیا پتہ کہ یہ نشہ تو اترتا ہی نہیں، اور بھنگ کا نشہ تو کتنی کوئی تیز سے تیز پی لے تو کسی نہ کسی وقت اتر سکتا ہے، یہ تو اترتا ہی نہیں مرنے کے ساتھ ہی اترے گا۔

یہ حضرت صابر پیا کلیر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ چیز تھی سالہا سال استغراق میں ہیں۔ پھر ان سے یہ دولت حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو ملی۔ ان پر بھی یہی غلبۂ حال تھا، حالانکہ بڑے زبردست علامہ تھے۔ پھر ان سے یہ نسبت منتقل ہوئی حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں۔ ان کو نماز کے لئے جگایا جاتا تھا۔ خود ان کو بھی حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نماز کے لئے، نماز، نماز، بار بار ان کو ہلا کر کان میں خادم کہتا تب جا کر بہت دیر کے بعد ان کو احساس ہوتا تو کہتے کہ اچھا اچھا، نماز تو بھئی پڑھنی ہی ہے۔

اگر یہ اعتراض کرنے والے تھوڑا سا انصاف کی نظر سے اس کو دیکھتے، تب سمجھ پاتے۔ لیکن وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو اس درجہ کا استغراق کہ دنیا کا پتہ نہیں، دنیا مافیہا سے بالکل بے خبر، کیسے ہو جاتے ہوں گے؟

وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ شریعت ہم سے خشوع کا دومنٹ کے لئے مطالبہ کرتی ہے۔ نماز میں اللہ اکبر نیت باندھی کہ ہاتھ سے اشارہ اس طرف کہ الٰہی! میں نے دنیا کو پیچھے پھینک دیا۔ کسی نے کہا کہ یہ میں نے دنیا و مافیہا سے ہاتھ اٹھا دئے ہیں۔ آپ کا غلام، تابعدار سب چھوڑ کر حاضر ہوں۔ جس طرح آپ مجھ سے کہیں، میں خدمت کے لئے تیار ہوں۔

یہ تمام تعبیرات اس کی کہ دنیا اور مافیہا کو خیر باد کہہ کر کے کہا، اللہ اکبر۔ تو وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم تو اتنی دو منٹ کی نماز میں اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتے، اپنے دل کو مشغول نہیں کر سکتے۔ ادھر نیت باندھی اور ہر چیز کا خیال آئے گا، دکان کا، تجارت کا، بیوی کا، بچہ کا، دوست کا، گناہ کا، شیطانی اور نفسانی تمام وسوسے اور خیالات دل میں پہلے سے زیادہ آنے شروع ہوں گے جو نماز سے پہلے نہیں تھے۔ ہم تو اتنی دیر نہیں صبر کر پاتے اور ان کو، سالہا سال کہتے ہیں کسی چیز کا پتہ نہیں۔ تو کچھ چرس ورس کھائے پیئے بغیر تھوڑے ہی اس طرح رہ سکتے ہیں کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔

وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ یہی مطالبہ ہر عبادت میں ہے۔ نماز میں تو چند منٹ بھی لگتے ہیں، مگر یہی مطالبہ زکوٰۃ میں بھی ہے، صدقات میں بھی ہے کہ صرف دینا اور لینا ہے۔ ایک لمحہ آپ نے دیا، اس نے لے لیا۔ تو اتنی دیر کے لئے شریعت نے شرط لگائی کہ وہ جو کچھ دے صرف اللہ کے لئے دے، اور نہ ریا ہو، نہ دکھاوا ہو، نہ کسی کو دکھانا، نہ اپنی سخاوت کا اظہار، نہ اس پر جس کو دے رہے ہیں اس پر ترفّع کا خیال و اظہار ہو۔

تینوں رات کا صدقہ قبول

اسی لئے جب یہ سنا کہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ یہ صدقات اور زکوٰۃ کا ادب یہ ہے کہ اس طرح اس کو دیا جائے کہ کسی کو پتہ نہ چلے، صرف اللہ کے ساتھ اس وقت لو لگی ہوئی ہو، اس کو بتا رہا ہو کہ الٰہی! میں تجھے خوش کرنے کے لئے دے رہا ہوں اور بس۔

اسی لئے ایک آدمی اس پر عمل کرنے کی نیت سے رات کے وقت رقم لے کر چلا۔ تو اس نے راستہ چلتے کسی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ صبح بڑا مشہور چور اور ڈاکو جو تھا اس نے شور مچایا، وہ کہنے لگا، کہ آج تو حد ہو گئی۔ میں تو نکلا تھا کہیں شکار کے لئے، چوری کے لئے اور چپکے سے مجھے کوئی اتنی بڑی رقم میرے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ تو لوگ کہنے لگے واقعی کمال ہو گیا، تُصُدِّقَ عَلٰی

سَــارِق۔تواب وہ اسی آبادی میں وہ صدقہ دینے والا بھی، اس نے جب سنا تو اس نے لاحـول پڑھی کہ لاحول، یہ صدقہ تو بیکار چلا گیا۔

پھر دوسری رات پھر نکلا۔ اس نے سوچا کہ یہ مرد چور ہوتے ہیں، عورتیں چوری نہیں کرتی ہوں گی۔ گھر توڑ کر گھر میں چوری کے لئے داخل ہوں، اتنی بہادر اور جری عورتیں کم سنی گئیں۔ حرم شریف میں تو اس چوری وغیرہ کا مستورات میں بھی بڑا خطرہ رہتا ہے۔ اس نے سوچا کہ مرد عام طور پر چوری کرتے ہیں، عورتیں نہیں سنی گئیں، تو اس نے اندھیرے میں دیکھا کہ کوئی خاتون جارہی تھی اس کو تھما دیا۔ پھر صبح شور ہو گیا کہ وہ عورت کہنے لگی میرا حال تو سب کو معلوم، وہ رنڈی مشہور تھی۔ اس نے کہا کہ میں تو زانیہ مشہور ہوں اور مجھے آج رات کوئی رقم دے گیا۔ تو وہ آدمی سوچنے لگا کہ الٰہی، میں کیا کروں؟

پھر اس نے کوشش کی کہ ایسی جگہ پر کہ جہاں ایسے غلط ہاتھ میں جانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس نے تیسری رات پھر چپکے سے کسی کو دے دیا۔ تو صبح پھر شور ہوا، کوئی مالدار آدمی کہنے لگا کہ چلتے ہوئے جلدی میں کسی نے مجھے کوئی چیز تھما دی۔ میں نے دیکھا کہ مجھے کسی نے صدقہ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ تینوں رات کا صدقہ اس شخص کا قبول ہے اور ہم نے خود اس کا انتظام کیا کہ پہلی رات چور کے ہاتھ میں اس لئے پہنچایا تا کہ وہ اپنی اس عادت سے توبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ حلال طریقہ سے باعزت طریقہ سے بھی دیتے ہیں، میں پھر کیوں چوری کروں۔ اور یہ زانیہ کے لئے پیغام تھا کہ وہ اپنے اس پیشہ سے باز آجائے کہ اللہ تعالیٰ اس ناجائز طریقہ اور حرام کاری کے بجائے عزت سے بھی دیتا ہے۔ اور مالدار کے ہاتھ میں ہم نے پہنچایا تو اس کے لئے پیغام تھا کہ میرے پاس اتنی دولت ہے اور میں تو کسی کو دیتا نہیں ہوں۔ اور اللہ کے نیک بندے مال والے ایسے ہیں کہ چپ چاپ کسی کو پتہ نہ چلے۔ اس طرح سخاوت کرتے ہیں۔

باپ بیٹے کا قصہ

صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو اس پر بھی عمل کرنے کی انہوں نے کوشش کی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ حضرت معن ابن یزید اپنے گھر پہنچے، فجر کی نماز پڑھ کر انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے تو ابھی فجر کی نماز کے وقت اندھیرے میں کسی نے یہ ہدیہ دیا اور اتنی بڑی رقم مجھے دی۔ تو ابا جان کہنے لگے کہ لاؤ، وہ تو میں ہی تھا، میں نے ہی دیا تھا کہ اس میں اخفاء مطلوب ہے کہ چپکے سے دینا چاہئے۔ تو مجھے کیا پتہ کہ اندھیرے میں کہ میں اپنے بیٹے کو دے رہا ہوں؟

انہوں نے کہا، ابا جان، میں نہیں دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں قصہ پہنچا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ بیٹے دونوں کی فریاد سنی۔ ارشاد فرمایا **لَکَ مَا اَخَذْتَ یَامَعْنُ وَلَکَ مَانَوَیْتَ یَا یَزِیْد**، ابا جان سے فرمایا کہ بھئی، تم نے جس نیت سے دیا تھا، وہ ثواب مل گیا چپکے سے دینے کا اور بیٹا اس کا مالک ہو گیا۔

اب یہ معترضین اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ ہم کوئی چیز اول تو دے نہیں سکتے اور دیتے ہیں، تو یہ جو دنیا اپنے سے جدا کرتے وقت، نکالتے وقت جو اس کے آداب ہیں، صرف ایک لمحہ کے لئے وہ ادب اختیار کر لیں یہ مشکل بن جاتا ہے۔ اور سالہا سال جنہوں نے استغراق میں گزارے، ان کا یہ حال ہے کہ ان کے لئے ساری دنیا لٹانا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ جو کچھ ہے لے جاؤ

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے جب ان پر غلبۂ حال ہوا تو اعلان کر دیا کہ یہ جو کچھ دوکان کا سامان ہے، بہت بڑی تجارت تھی، فرمایا سب کچھ لے جاؤ۔ جس کا جو جی چاہے لے جائے۔

سب چیزیں جا رہی ہیں، سب چیزیں لوگ لے گئے اور زمین رہ گئی، کافی بڑی زمین تھی،

فرمایا کہ جو چاہے وہ زمین بھی لے سکتا ہے۔ پھر کسی نے چپکے سے دستخط کروالئے ، اپنے نام زمین کروالی۔

چہار گوشہ ٹوپی : چہار ترک

معترضین سوچتے ہیں کہ کیسے دنیا سے اس قدر ان کو نفرت ہو جاتی ہے، بے تعلق ہو جاتے ہیں؟ تو یہ ایسے کہ حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بیعت ہوئے۔ان کے بعد پھر ان کے خلیفہ سے بھی، حضرت علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت کی۔

انہوں نے اس زمانہ میں جب کوئی طریق میں داخل ہوتا تھا، تو ترکِ دنیا کے لئے اگر اس کے بال ہوئے تو بال کٹوائے جاتے تھے، سر منڈوایا جاتا تھا، اور اس کے بعد ٹوپی عنایت ہوتی تھی۔ تو یہ آپ نے دیکھی ہوگی کہ ایک قسم کی ٹوپی آج کل لوگ پہنتے ہیں اس کے چار حصے ہوتے ہیں، چار ٹکڑے جوڑ کر سئے ہوئے ہوتے ہیں اور کوئی پانچ جوڑ والی استعمال کرتے ہیں، تو اس کو تو وہ جانے پانچ والا، لیکن یہ جو چار والی ہے تو اس کو کہتے ہیں چہار ترک والی، چار چیزوں کے ترک کرنے کی طرف اشارہ ہے، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، اور ترکِ اختلاط کردن۔

ا۔ کہ ترکِ خوردن: ترک طعام، کھانا بند۔ میں نے کل قصہ بتایا تھا کہ چالیس دن میں چالیس بادام، ایک دن میں صرف ایک بادام کھاتے۔ اور پھر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی غذا کل عرض کی تھی۔

۲۔ اور ترکِ گفتن: کہ بولنے پر پابندی، زبان بند رکھو۔ پچھلی شریعتوں میں ان کے یہاں باقاعدہ چپ کا روزہ ہوتا تھا، جس طرح ہمارا روزہ اکل، شرب اور جماع کو ترک کرنے کا نام روزہ، تو ان کے یہاں چپ کا روزہ تھا۔ صمت کا حکم تھا، ہر وقت چپ رہو۔

۳۔ترکِ خفتن: ترکِ منام کہ نیند چھوڑ دو جاگتے رہو۔کہ کھانا پینا چھوڑ دو، اس کی وجہ سے سستی پیدا ہوتی ہے، آدمی پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔اور

۴۔ترکِ اختلاط: ترکِ اختلاط مع الانام۔مخلوق کے ساتھ میل جول ترک کر دینا، تو ان کے یہاں یہ تمام چیزیں ترک کروائی جاتی تھیں۔

مگر ہمارے بعد کے مشائخ نے دیکھا، اس کو ہماری شریعت کے ساتھ منطبق کیا اور ان کو ترک کرنے کے بجائے اس میں کمی تجویز کی، اس لئے انہوں نے تعبیر بدلی کہ

۱۔قلتِ طعام

۲۔قلتِ منام

۳۔قلتِ اختلاط مع الانام،

۴۔قلتِ کلام۔تو پہلے دن سے وہ ٹوپی دے کر کے ان چیزوں کی پابندی کروائی جاتی تھی اور پھر اس کی نگرانی ہوتی تھی کہ یہ تمام چیزیں انہوں نے چھوڑی یا نہیں، ان میں کمی ہوئی یا نہیں۔

صرف ایک چیز کی پابندی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان المبارک میں روز اعلان فرماتے تھے کہ میرے پیارو! میرے یہاں کسی چیز کی پابندی نہیں، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، نہ سونے کی۔صرف ایک چیز کی پابندی ہے، وہ یہ کہ بے ضرورت کسی سے بات مت کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان مشائخ کے طریق کا اتباع ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

ترک اور تقلیل خواہشات

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کس کس طریقہ سے بزرگوں نے کوشش کی، مختلف طریقوں، مختلف علاج، مختلف تدابیر کے ذریعہ کہ کس طرح دل کو مالکِ حقیقی کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ اور اس کی یاد میں مشغول کیا جائے؟ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کی طرف سے چہار گوشہ ٹوپی عنایت ہوئی اور اس کا مطلب بتایا گیا کہ چہار گوشہ کہ چار ترک:

۱۔ترکِ طعام،

۲۔ترکِ منام،

۳۔ترکِ اختلاط مع الانام،

۴۔ترکِ کلام۔

بزرگوں نے پھر ترک کے بجائے قلت تجویز فرمائی:

۱۔قلتِ طعام،

۲۔قلتِ منام،

۳۔قلت کلام،

۴۔قلت اختلاط مع الانام۔ مشائخ نے زمانہ کے اعتبار سے پھر نسخہ بدلا کہ ہمارے قویٰ بالکل چھوڑنے کے متحمل نہیں، ورنہ انہوں نے خود تو بالکل چھوڑا تھا، ترک پر عمل کیا تھا۔

حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ علیہما السلام کی خلوت

حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلوت تو ہوتی تھی کئی دنوں اور مہینوں کی نہیں، سالوں کی۔ اسی لئے تو جنّات کام کرتے رہے۔ وہ خلوت میں ہیں، مراقبہ میں ہیں۔ اور وہ جب دیمک نے ان کے عصا کو کھالیا، اور وہ ٹوٹ کر عصا گرا اور وہ خود بھی گرے، تب جنّاتوں نے سمجھا کہ یہ تو مدتوں پہلے انتقال کر چکے تھے۔

اسی لئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے کہ کہاں دور سب چھوڑ چھاڑ کر کے کوہِ طور پر جانے کا حکم ہوا کہ وہاں کلام بھی نہ ہو، طعام بھی نہ ہو، اختلاط بھی نہ ہو، پھر وہاں منام اور نوم کا تقاضا بھی نہیں ہوگا۔ کھانا، پینا ہی اس کا اصل سبب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت حیات طیبہ کا حال بتایا تھا کہ غارِ حراء میں ہر سال ماہ رمضان کے اعتکاف کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

اس زمانہ کا غارِ حراء جنگل بیابان میں، اور پہاڑ کی چوٹی پر، وہاں نہ کھانا، نہ پینا، اور حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کبھی لے کر جاتیں اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود لینے کے لئے تشریف لاتے، وہ بھی کئی کئی دنوں کے بعد، کئی کئی دن تو ویسے ہی گزرتے ہوں گے۔

یہاں سے صوفیاء نے خلوت کو لیا۔ اب یہ ہماری نماز جس میں حکم ہے کہ سب کو بھلا دو، ایک اللہ کے لئے پڑھو۔ تو ہم کیوں نہیں پڑھ سکتے؟ اور تھوڑی دیر کے لئے بھی ہم سے خشوع کا مطالبہ پورا نہیں ہوتا۔

ایک رکعت، ایک سجدہ

جیسا کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھا کہ جیسی نماز مطلوب ہے، زندگی بھر کوئی ایک رکعت بھی ایسی نصیب نہیں ہوئی، دعا فرمائیں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم تو ایک رکعت کو لکھتے ہو، ہمیں تو کوئی ایسا ایک سجدہ بھی نصیب نہیں ہوا، زندگی بھر میں ایک سجدہ بھی نہیں۔ تم ایک رکعت کو روتے ہو، ہم سے تو ایک سجدہ بھی نہیں ہوا کہ جس پر ہم اعتماد کر سکیں کہ شاید یہ زندگی میں ایک سجدہ ایسا ہو گیا ہے جو وہاں کام آئے گا۔

زکوۃ کے لئے بتایا تھا کہ اس وقت تھوڑی دیر کے لئے، ایک لمحہ کے لئے دیتے وقت، دل کو خالی کرنا ہے مگر وہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی لئے فرمایا گیا **اوَّل مَنْ تسجّر بهم نار جهنم، اللہ اکبر!** تو اس میں سب سے پہلا عالم کو پھینکا جائے گا، سب سے پہلے مجاہد کو پھینکا جائے گا، سب سے پہلے اس سخی کو پھینکا جائے گا کہ تم نے جس لمحہ زکوۃ دی تھی تو اس وقت تمہارا ارادہ اور نیت تمہاری

کیا تھی؟ تو اتنی دیر کے لئے ہم فارغ نہیں کر سکتے اپنے دل کو غیر اللہ سے، تو یہ ہماری نماز کا حال، یہ زکوٰۃ کا حال ہے۔

مقبولانِ بارگاہِ ایزدی

حج کے متعلق لکھا ہے کہ فلاں سن میں اتنے لاکھ حجاج عرفات میں جمع تھے۔ وہاں اللہ کے ایک بندے کو ندا آئی کہ یہ لاکھوں جو رو رہے ہیں، جمع ہیں، کسی کا حج مقبول نہیں!

اب کیا ان میں کمی اور کوتاہی بظاہر رہی ہوگی، لیکن لکھا ہے کہ ندا آئی کہ سب کا حج مردود، سب کا حج مردود ہو جاتا اگر ایک شخص نہ ہوتا۔ اس ایک شخص کی وجہ سے اور وہ ایک شخص بھی لکھا ہے کون؟ کہ وہ حج کے لئے نہیں آئے۔ اور شام میں فلاں جگہ، فلاں گاؤں میں، فلاں یہ ان کا اتہ پتہ ہے، وہ وہاں ہیں۔ ان کی وجہ سے، ان کی برکت سے سب کا حج مقبول ہو گیا۔

اب یہ جب حج سے واپس ہوئے تو جا کر انہوں نے تحقیق کی۔ اس پتہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک عامی آدمی، نیک دیندار آدمی۔ تو پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہو، کیا عمل ہے؟ کہا کچھ بھی نہیں۔ میں تو اس کا ایک گناہ گار بندہ ہوں۔

پھر بہت کچھ کھود کرید کے بعد ان کو جب کچھ نہیں ملا، تو پھر بتانا پڑا کہ ہم نے تمہارے متعلق یہ ندا سنی وہاں عرفات میں کہ تمہاری برکت سے ان لاکھوں کا حج جو مردود ہو گیا تھا مقبول ہو گیا۔ تو ایسی کیا تم میں خوبی ہے؟ تمہارا کیا عمل ہے؟ بتاؤ۔

تب ان کو بتانا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ اصل میں میں نے حج کے لئے تیاری کی تھی اور اس کے لئے سواری، نفقہ، اخراجات سب کچھ جمع کئے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کو اس حال میں چھوڑ کر تم حج کے لئے جا رہے ہو؟

بس کہتے ہیں جب میری صبح آنکھ کھلی تو میں نے وہ سارا جو کچھ اکٹھا کیا تھا، فقراء کو صدقہ کر دیا

اور میں اس طرح ہماری ماں ہیں گھر میں، ان کی خدمت میں لگا ہوا ہوں۔تو ان کی برکت سے سب کا لاکھوں کا حج جو مردود ہو گیا تھا،مقبول ہو گیا۔کیوں؟ ان کا حج مردود تھا، کیا کمی رہی ہوگی لاکھوں رونے دھونے والوں میں؟ کتنے عبادت گزار ان لاکھوں حجاج میں رہے ہوں گے؟

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ ایک فوجی ملازم

اس لئے صوفیاء نے سوچا کہ پہلے اسی کو ٹھیک کیا جائے، اس کے لئے پیر ومرشد نے ٹوپی عنایت فرمائی تھی حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو۔انہوں نے اس ٹوپی کا کتنا لحاظ کیا ہوگا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ کے مقبول ترین بندوں میں سے ان کو بنایا یہاں تک کہ پھر ہر قدم پر کرامتیں ظاہر ہونے لگیں۔

انہوں نے دعا کی کہ الٰہی! میں یہ شہرت بزرگی والی نہیں چاہتا اپنے لئے کہ وہ اس کو فضیحت اور رسوائی سمجھتے تھے۔ہم لوگ تو اس کی طلب وتلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی عمل ایسا مل جائے کہ جس سے یہ القاء ہونے لگے، یہ ہونے لگے۔اس کو وہ اپنے لئے فضیحت اور رسوائی سمجھتے تھے۔چنانچہ گمنامی کے لئے انہوں نے استخارہ کیا اور اس کے بعد اپنے لئے عام فوجی کی حیثیت سے ملازمت منتخب کی۔سلطان بلبن، غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔جس طرح عام ملازم ہوتے ہیں، ایک ملازم آپ بھی ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کو اس طرح کہیں چھوڑتے نہیں ہیں۔بہت بڑی فوج پڑی ہوئی ہے، کہیں سفر میں منزل کئے ہوئے ہے، سب ٹھہرے ہوئے ہیں، بادشاہ سلامت بھی ساتھ ہیں۔رات کے وقت زبردست آندھی چلی۔اب ہمارے زمانہ کی طرح انتظامات تو تھے نہیں، اگرچہ وہ لوگ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ تھے، مگر ان کے یہاں جو بجلی اور پانی گرم کرنے کا اور ان چیزوں کا انتظام وہ پرانے طرز پر ہوتا تھا تو شمعیں جلی ہوئی ہیں۔جب آندھی چلی تو شمعیں کہاں رہ سکتی ہیں؟

شمع سے شمع روشن ہوتی ہے، دل سے دل روشن ہوتا ہے۔ تو انہوں نے کوشش کی کہ چقماق کے ذریعہ پھر دوبارہ روشنی کریں۔ بادشاہ سلامت کا خیمۂ خاص بھی اندھیرے میں ہے۔ مگر وہ برف والی سردی، تو کسی طرح چقماق کی آگ بھی جل کر نہیں دیتی، اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ تو یہ جو خدام تھے بادشاہ سلامت کے وہ تلاش میں نکلے۔ ارے بھئی، کسی کے پاس کوئی روشنی کا انتظام ہو۔ تو سینکڑوں خیمے لگے ہوئے ہیں، سب کو چھان مارا، ہر طرف اندھیرا ہے۔ مگر ایک خیمہ میں جب پہنچے تو دیکھا کہ کونے میں ایک چراغ ٹمٹما رہا ہے۔ ایسی آندھی میں، ہوا، طوفان میں چراغ کیسے ہے؟

قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک فوجی ملازم بادشاہ سلامت کا وہ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف ہے۔ تو وہاں سے اپنا کام تو کر لیا جلدی سے کہ شمع روشن کر لی، ان کو چھیڑا نہیں، مگر اپنے دل میں سوچا کہ یہ چاروں طرف قیامت خیز ہوائیں ہیں، اتنا طوفان ہے، اور یہ دیا کیسے جل رہا ہے؟ یہ شمع کیسے روشن؟ یہ کیوں بجھی نہیں؟ تو ضرور کوئی نہ کوئی اس میں راز ہے۔

یہ جاسوس کے طور پر، سی آئی ڈی کے طور پر پیچھے لگ گئے، اس ٹوہ میں کہ یہ کہاں جاتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ دوسری تیسری رات خدام شاہی پیچھا کئے ہوئے تھے، تو انہوں نے دیکھا کہ دریا کے اوپر پانی جما ہوا ہے۔ جیسا ہمارے یہاں بھی برف جم جاتی ہے، دریاؤں میں بھی پانی کی اوپر کی تہہ برف بن جاتی ہے جب سردی مائنس درجہ انجماد پر ہوتی ہے، تو دیکھا کہ برف اوپر جمی ہوئی ہے اور یہ آرام سے اس میں وضوء کر رہے ہیں۔ تو خود بھی انہوں نے دیکھا کہ ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہوگی اتنے برف میں وضوء کر رہے ہیں۔ جب شاہی خدام نے ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ پانی تو گرم گرم ہے۔

بادشاہ سے جا کر عرض کیا کہ چلو، ایک کرشمہ آپ کو دکھاتے ہیں۔ سلطان بلبن کو لے گئے۔ انہوں نے جا کر خود بھی دیکھا۔ اس فوجی نے دعا کی اور اللہ سے فریاد کی یا اللہ! تو نے یہاں بھی میرا راز فاش کر دیا۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے عجیب عجیب انسان بنائے ۔ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں برکتیں ہوں ۔

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد حضرت علاء الدین صابر کلیری ہیں اور ان کے پیر فرید الدین گنج شکر ۔ تو دونوں سے حضرت شمس الدین کو خلافت ہے، اپنے مرشد سے بھی اور دادا پیر سے بھی خلافت ہے ۔

ملتان سے کلیر شریف

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم نے ایک دفعہ ہندوستان کے سفر کی اجازت چاہی ۔ حضرت کے مزار پر ہم نے حاضری دی ہے ۔ وہاں ملتان میں حضرت کا مزار ہے ۔ حضرت مولانا عتیقی صاحب کے ساتھ وہاں حاضری ہوئی تھی ۔ سہروردیہ سلسلہ کے مؤسس ہیں، ان کا بھی وہیں مزارہ ۔ اجازت مانگی حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خادم نے کہ حضرت، سنا ہے کہ وہاں ہند میں آپ کے خلفاء کی بڑی بڑی خانقاہیں ہیں اور ہزاروں ان کے مریدین ہیں ۔

دو بڑے حضرات تھے حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ۔ ایک خلیفہ تھے سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ایک حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ ۔ چنانچہ ملتانی خادم پہلے کلیر شریف پہنچے کہ ملتان سے، پنجاب سے نزدیک پڑتا ہے کلیر شریف ۔ وہاں حاضری دی، تو دیکھا تو وہاں سناٹا، نہ کوئی زیادہ آنے جانے والے اور جب ملاقات کے لئے پہنچے، سلام کیا تو جواب کے بعد نہ کوئی لمبی گفتگو، نہ وصایا، نہ نصائح، نہ ہدایات ۔

حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ جملہ سنا کہ آپ کے پیرو مرشد کا سلام لے کر آئے ہیں، تو حضرت صابر آنکھ کھول کر پوچھتے ہیں ہمارے مرشد خیریت سے ہیں؟ کہا خیریت سے ہیں اور سلام عرض کیا ہے ۔ تو حضرت شمس الدین ترک کو ایک جملہ صرف فرمایا کہ مہمان بہت

دور سے آئے ہیں، آج گولر میں نمک ڈال دینا۔ گولر ایک پھل ہوتا ہے، وہاں کا عام پھل جس کو میں اور آپ کھانا پسند نہیں کریں گے، دیہاتی قسم کی چیز، بچے اس کو تفریح کے طور پر کھاتے ہوں گے۔ تو فرمایا کہ ہمارے گولر میں آج مہمان کے خاطر تھوڑا سا نمک ڈال دینا۔ بس یہ ہوگئی خاطر، ضیافت مہمان کی۔

جب شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ آج گولر میں نمک بھی ڈال دینا۔ پھر وہ ملتانی مہمان یہاں سے فارغ ہوکر کے دلّی پہنچے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں۔ دیکھا کہ بہت بڑی خانقاہ ہے، ہزاروں کے لئے روزانہ کا لنگر ہے، قسما قسم کے کھانے ہیں، امراء کے لئے ان کی خواہش کے مطابق، فقراء جس طرح رہنا چاہتے ہوں، ان کی خواہش کے مطابق، اور جاتے ہی بڑا استقبال، آؤ بھگت کہ ہمارے پیرومرشد کے یہاں سے، ملتان سے، آئے ہیں۔

خادم جب واپس ملتان پہنچے حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں، تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تو بہت تعریف کی کہ بہت بڑا کام ہورہا ہے وہاں، بہت بڑی خانقاہ ہے۔ اور وہاں کلیر بھی گئے، مگر وہاں تو کوئی خاص کام تو نہیں دیکھا۔

فرمایا کہ وہ کس حال میں تھے؟ کہنے لگے استغراق میں تھے۔ پس گردن اوپر اٹھتی ہی نہیں، مشکل سے تو ہمارے پہنچنے کی اطلاع انہیں دی گئی۔ کچھ بھی کہا یا نہیں؟ فرمایا نہیں، کچھ نہیں۔ پھر پوچھا، انہوں نے کچھ کہا تو ہوگا؟ ہمارا سلام پہنچایا تھا؟ تو کہا ہاں، سلام پہنچایا کہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمانی کی تھی کہ آپ کے پیرومرشد کا سلام لے کر یہ آئے ہیں۔ تو صرف اتنا پوچھا تھا کہ ہمارے مرشد خیریت سے ہیں؟

فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا جملہ سن کر ایک چیخ ماری، حال طاری ہوگیا، رونے لگے اور فرمانے لگے کہ ابھی تو وہ اس حال میں ہیں کہ اتنا پوچھ لینا بہت بڑی غنیمت ہے، ورنہ وہ نیچے آتے ہی نہیں۔ تو یہ اس درجہ کی محویت جو ان حضرات کو ملتی تھی وہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ

والسلام کی سنت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر وہ عمل پیرا ہیں، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح کی، کوہِ طور کی خلوت کا اتباع ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دل کو بھی ان تمام لغویات سے اور اپنی مخلوق کے پھندوں سے فارغ کرے، اس جھنجھال سے ہمیں بھی نکالے۔

جس طرح کل عرض کیا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی چاہت ہر وقت یہی رہتی تھی کہ بس مشغول رہیں، مشغول رہنا ہے۔ ایک ہفتہ ہم نے فارغ کیا، تو اس کی قدر و قیمت پہچان کر ہر وقت مشغول رہیں، اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔ جتنا انتظام ہوسکتا ہے الحمدللہ ساتھی کر رہے ہیں۔

اور ایک خاص بات یہ کہ انتظام کھانے پینے وغیرہ کے سلسلہ میں کسی طرح کی کمی اور زیادتی کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے تو کبھی کوئی معتکف ساتھیوں میں سے یہ کہتا کہ آج ہماری طرف سے دعوت ہے، اس کی بھی قطعاً ضرورت نہیں، نہ دعوت کی ضرورت، نہ نقد رقم دینے کی ضرورت۔ وہ سارا انتظام پہلے سے موجود ہے اور ان شاء اللہ وہ انتظام ٹھیک چلتا رہے گا۔

اگر کسی کی نگاہ میں کسی چیز کی کمی اور ضرورت ہو یہ تو یہ جو طلبہ خدمت کرنے والے ہیں ان کو ہم نے یہ اختیار دیا ہے کہ بعضوں کو کسی چیز کا الگ سے تقاضا ہوتا ہے، تو آپ کے لئے وہ انتظام بھی کر سکتے ہیں، لیکن نقد یا کھانے پینے کی، دعوت وغیرہ کے سلسلہ کے ان تمام جھگڑوں سے فارغ ہو جائیں۔ بس جتنا، ہم الحمدللہ پورا سال اپنی چاہت کے مطابق سب کچھ کھاتے پیتے رہتے ہیں، تو یہاں ہفتہ بھر صرف ایک طرف ہماری لو لگی رہے اس کی کوشش ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

یہ مبارک راتیں چل رہی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میں آپ لوگوں کا مبارک وقت ان مبارک گھڑیوں میں ضائع کروں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ میں تو اس کہنے اور سننے کو بھی وقت ضائع کرنا سمجھتا ہوں کہ اتنی مبارک راتیں ہیں، ستائیسویں شب کا تو مشہور قول ہے، اس کے بعد سب سے زیادہ تیئیسویں اور اکیسویں کے متعلق علماء کے اقوال ہیں، تو اس میں آپ کے اور خدا کے

درمیان میں حائل کیوں بنوں؟ لیکن کچھ دنیا اللہ نے ایسی بنائی ہے کہ ذوق، جیسے آپ لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام ہے، اسی طرح آپ حضرات کو کچھ کہنے سننے کا شوق بھی ہے، اس کی بھی کچھ چاشنی چاہئے۔ ایک ذوق ہے، اپنا نفع ونقصان سوچے بغیر۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے، آپ کو بھی۔

اسی لئے میں نے متعین کر رکھا ہے کہ بس چند منٹ آپ لوگوں کی چاہت بھی پوری ہو جائے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اہم ترین فرض نماز کو بنایا، اور اس میں وقت متعین کر دیا، دعائیں متعین کر دیں۔ اب ہزاروں تسبیحات ہو سکتی ہیں **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ** کے علاوہ، احادیث کو دیکھیں، قرآن پاک کی آیات کو دیکھیں کہ **سُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ، سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ** کہ یہ تمام تسبیحات پڑھی جا سکتی ہیں، لیکن شریعت نے متعین کر دی بس ایک مختصر سی تسبیح، پھر اس کے بعد سورہ فاتحہ متعین کر دی، ایک چھوٹی سی سورت، اور اس کے بعد پھر پابند کیا اماموں کو کہ طوالِ مفصل ان نمازوں کے لئے، اوساطِ مفصل ان نمازوں کے لئے، قصارِ مفصل (چھوٹی سورتیں) مغرب کے لئے کہ کم سے کم وقت صرف ہو اور اس کے خلاف جو امام کرے اس کے لئے کتنی بڑی وعیدیں ہیں۔ بلکہ تطویل کے بجائے اس کے برعکس حکم کہ جب تم میں سے کوئی امام ہو تو ہلکی پھلکی نماز پڑھائے۔

فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن پر اللہ کا غضب اور غصہ ہے۔ ان میں سے ایک جو امامت کرتا رہے، لوگ ناپسند کرتے ہوں، پھر بھی امام بنا رہے، بوڑھا زانی اور ایک تیسرا ہے۔ حالانکہ نماز میں کوئی لمبی قرأت امام کرتا رہے، کتنا اچھا کام، لیکن وہی غضب کا مورد بن جاتا ہے۔

اس سے ہمیں سبق ملا کہ نماز جیسی اہم ترین عبادت اس کے لئے بہت کم وقت رکھا گیا ہے، پانچ منٹ سے لے کر دس منٹ تک۔ اس کے خلاف جو کرے تو اس کے لئے اس طرح کی سخت وعید **اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَا مُعَاذُ**؟ تو میرے اس بکواس کے لئے میں نے سوچا کہ اتنا ہی وقت

ہمیں متعین کرنا چاہیئے، اسی لئے میں نے ساتھیوں کو پابند کیا کہ مجھے اشارہ کر دیا کریں۔

اللہ کی یاد

موضوع چل رہا تھا کہ اللہ کی یاد۔ یہ اللہ کے بندے اپنے دل میں اللہ کو کس طرح بساتے ہیں اور اسی میں کھو جاتے ہیں۔ یہ کیسے؟ میں نے بتایا کہ انہوں نے نماز سے لیا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں ہمیں اس کا پابند کیا کہ اس کی کوشش کرو کہ شروع سے اخیر تک کوئی خیال نہ آنے پائے۔ ورنہ یہی نماز، جیسے ہی سلام پھیرا، تمہارے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

اور وہاں زکوٰۃ کے لئے بتایا کہ یہی زکوٰۃ جنت دلاسکتی ہے اور اس میں خلاف ورزی ہوئی تو **اوّل من تسجّر بھم نار جھنم**، سب سے پہلے جہنم میں جن کو ڈالا جائے گا وہی زکوٰۃ دینے والا۔ کیوں؟ کہ تم سے اتنا نہیں ہوسکا کہ اس وقت مجھے خوش کرنے کے لئے میری رضا کے لئے تم دیتے۔

اسی لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ، یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃ**، نماز، زکوٰۃ، نماز، زکوٰۃ، کیوں کہ ایک بہت مختصر وقت کے لئے ہمیں بتایا گیا کہ اللہ ہی کو اپنے دل میں رکھو، نماز میں اور زکوٰۃ میں۔ ورنہ اور باقی جو دو فرض ہیں روزہ اور حج، اس سے انسانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ اللہ کو یاد کرنا ہے لا الہ الا اللہ سے اور نماز اور زکوٰۃ سے کہ ہر وقت تمہارے دل میں اللہ بسا رہے۔ جیسے تم نماز پڑھتے ہو، جیسے زکوٰۃ دینے کا لمحہ ہوتا ہے، وہ کیفیت نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی ہر آن، ہر ساعت، ساری عمر کے لئے ہونا چاہیئے۔

ایمان کے بعد دو کام

ایمان کے بعد دو کام ہیں ہر انسان کے لئے، ایک گناہ سے بچنا، اور ایک نیک عمل (عمل صالح)، ایک فعل اور ایک ترک۔ تو حج میں فعل ہے، کرنا ہے۔ کچھ زیادہ پڑھنے کے لئے نہیں بتایا گیا کہ عرفات میں جو سوتا سوتا گزر جائے، بیہوشی کی حالت میں گزر جائے، اس کا حج ہو گیا۔ اسی

کو چکّر لگوا دیئے طواف زیارت کے، نہ کچھ پڑھنا ہے کہ اس کا پڑھنا چھوٹ جائے گا، نہ کوئی دعا، کچھ نہیں! تو وہاں بتایا گیا کہ ساری زندگی انسانوں کو نیک عمل اور اعمال صالحہ کرنے ہیں۔ اور روزے میں ترک ہے، اللہ تعالیٰ جن چیزوں سے ناراض ہوتا ہے، جسے گناہ کہتے ہیں اس کو چھوڑا جائے۔ ایسے حج میں فَلا رَفَثَ وَلا فُسُوْقَ وَلا جِدَالَ فِی الْحَجِّ۔

ساری عمر کے لئے تین سبق

ساری عمر کے لئے یہ تین سبق نماز اور زکوٰۃ سے دئے گئے کہ اللہ کی یاد ہر وقت دل میں بسی رہے، جیسا کہ نماز، جیسا کہ زکوٰۃ، اور کبھی کوئی گناہ تم سے سرزد نہ ہو جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہو، جیسا کہ تم روزے کی حالت میں ان تین چیزوں کو چھوڑتے ہو کھانا پینا اور جماع، تو اس طرح ساری عمر ان تمام گناہوں کو چھوڑے رکھو، اپنے سے دور رکھو، اور حج سے یہ سبق ملا کہ عمل صالح ہی مطمح نظر رہے۔

اسی لئے صوفیاء کرام نے دیکھا، ان ارکانِ اربعہ کے فلسفہ پر غور کیا، تو انہوں نے اس کو لیا کہ اللہ کی یاد دل میں بسائے بغیر تو نماز ہو ہی نہیں سکتی، جو روز پانچ وقت پڑھنی ہے۔ زکوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ تو اس کے لئے وہ مشق کرتے ہیں اور کیسی مشق کہ بڑے بڑے لوگ، ان کی تاریخ آپ پڑھیں گے تو ساری عمر وہ نمازیں پڑھتے رہے، مگر اپنے متعلق یہی رونا وہ رو رہے ہیں کہ اس میں اللہ کی یاد تو ہم نے دل میں بسائی نہیں، کوئی نماز کیا، ایک رکعت، ایک سجدہ ہم سے نہ ہو سکا جیسا مطلوب ہے۔

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ساری عمر لمبے لمبے سجدے کر کے پھر روتے ہیں۔ مولانا پالنپوری صاحب کو لکھواتے ہیں کہ تم تو ایک رکعت کے لئے روتے ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی نہیں۔ تو یہی رونا پھر حال بنتا گیا اتنا بنا، اتنا بنا کہ جب میں وہاں تھا سہارنپور میں، تو حضرت پر ایک قسم کا حال

طاری ہوا، تو روز ایک ہی ذکر، ایک ہی تذکرہ، ایک ہی بات فرماتے۔

حضرت فرماتے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ چھوڑ چھاڑ کر کے کہیں سب سے دور الگ تھلگ کہیں جا کر پڑ جاؤں، مگر کیا کریں معذوری بھی بری بلا ہے، ایک دو اٹھانے والے تو چاہئیں۔ان کی تو مجبوری ہے، ورنہ سب کو ایسا کر دیتا (اشارہ سے)۔تم لوگوں کو میں کہہ دیتا کہ جاؤ، یہاں سے بھاگو۔اور پھر ایک شعر پڑھتے اور شعر ایک حال میں پڑھتے، روتے ہوئے پڑھتے، آنسو جاری ہوتے، اور یہ شعر پڑھتے کہ

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو

ہم نفس کوئی نہ ہو، ہم نوا کوئی نہ ہو

گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار

گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار

گر مر جائیں، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

یہ پڑھتے اور روتے۔اور ایک دفعہ، ایک مجلس میں نہیں، بار بار حضرت پر یہ حال طاری ہوتا، وہی تذکرہ، رو رہے ہیں، اور ایک ہی دھن میں ہیں، ایک دن، دو دن، حضرت کے کم از کم تین سال سے زیادہ اسی حال میں گزرے۔اور پھر اس کے بعد حضرت نے سفر فرمایا مدینہ طیبہ کا، اسی کا نتیجہ یہ سفرِ مدینہ منورہ تھا۔

ہمارے ان بزرگوں کی طرح سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال ہے، بلکہ انہیں سے ہمارے بزرگوں نے یہ لیا، بلکہ شریعت کی طرح طریقت میں بھی انہیں کا اتباع کرتے ہیں کہ ان متاخرین صوفیاء کی طرح سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **مَا اَعْدِلُ بِالفَقْرِ شَیْئًا**، کہ فقر اور تصوف کے ہم پلہ میرے نزدیک کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

یہ تو تصوف کے بارے میں فرما رہے ہیں، لیکن اس کی ایک خاص صفت کا جو تذکرہ ہو رہا ہے

کہ ترکِ دنیا اور ترکِ اشغال دینیہ اور خدماتِ دینیہ کہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے سب کچھ چھوڑا، امام غزالی نے چھوڑا، حضرت شیخ پر بھی یہی حال طاری تھا کہ میرا بس چلتا تو میں سب کو اس طرح کر دیتا۔ تو بالکل یہی الفاظ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی فرما رہے ہیں کہ

مَا اَعْدِلُ بِالفَقْرِ شَيْئًا وَلَوْ وَجَدْتُ السَّبِيْلَ لَخَرَجْتُ حَتّٰى لا يَكُوْنَ لِيْ ذِكْرٌ

کہ اس جھنجھال سے نکلنے کا راستہ مجھے ملتا، تو میں نکل کھڑا ہوتا کہ نہ کسی کو میرا نام ونشان ملتا اور نہ کوئی میرا تذکرہ سن پاتے۔

اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بھی بخاری شریف ایک شان سے پڑھاتے تھے۔ بڑے بڑے علماء درس میں شرکت کے متمنی رہتے تھے کہ حضرت سارے سال میں کبھی کبھی بخاری شریف کھولتے تھے، ورنہ بند رہتی تھی، حفظ پڑھاتے تھے۔

اب ساری عمر جس پر محنت کر کے اس کو یہاں تک پہنچایا اور ابھی وہ پک کر تیار ہے اور ساری دنیا سے لوگ آ رہے ہیں فیض حاصل کرنے کے لئے، مگر ان سب کو لات مار کر حضرت جانے کی سوچ رہے ہیں، چھوڑنے کی سوچ رہے ہیں، اور چلے بھی گئے سب کو چھوڑ کر مدینہ شریف چلے گئے، بخاری شریف بھی چھوڑ دی، عظیم خانقاہ بھی چھوڑ کر چلے گئے۔ اور جب وہاں پہنچے ہیں، وہاں جاتے ہی فوراً روزے شروع فرما دئے۔ اب یہ بڑھاپا ہے، سترّ پچھتر برس کی عمر ہے اور حضرت نے روزے شروع فرمائے، ایک دن، دو دن، تین دن، ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے۔

یہاں تک کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ حضرت، ذرا بات کریں آپ کہ روزے سے بڑا اثر ہو رہا ہے طبیعت پر۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب آئے، ان سے ہم نے کہا، ہر وقت رونا دھونا، گھنٹوں حرم میں رونے کا کام۔ ہم تو بار بار اٹھ کر قیام گاہ پر آتے، استنجے کے لئے، پھر وضوء کر کے واپس جاتے، لیکن حضرت حرم شریف میں بیٹھے ہوئے ہیں، دو گھنٹے، تین گھنٹے، چار گھنٹے، گردن جھکی ہوئی ہے اٹھتی ہی نہیں اور روئے جا رہے ہیں۔

اور وہ جو ایک دفعہ کسی معترض کا قصہ میں نے سنانا شروع کیا تھا، کسی نے آکر پوچھا تھا، ذکر کر رہے تھے اس پر، مراقبہ پر اور ذکر پر اُسے اعتراض تھا، تو اس کو سمجھانے کے لئے میں نے جو بتایا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق، میں نے اُسے بتایا تھا کہ دیکھو، آپ کو یاد ہے کل کیا ہوا تھا مغنیہ ام کلثوم کے حرم میں آنے پر؟ یہاں حرم میں مغرب کے بعد، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اس نے رونے جیسا منہ بنایا اور بار بار لاحول پڑھتا تھا کہ ساری زندگی یہ تو قصہ یاد رہے گا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا استغراق

وہاں مواجہہ شریفہ پر ہوا یہ تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر عشاء تک حضرت تو مشغول رہتے تھے، اور ہم لوگ پھر اپنی نفلوں میں یا صلوۃ وسلام میں یا کسی کو اپنا قرآن پارہ سنانے کے کسی کام میں، مشغول رہتے تھے۔

حضرت جب نماز مغرب سے فارغ ہوکر مشغول ہو گئے تو میں صلوۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا، صلوۃ وسلام پڑھتے وقت تو صرف اتنا احساس ہوا کہ ذرا آگے اور پیچھے سے معمول سے زیادہ مجمع ہو گیا ہے، حالانکہ جب سلام پڑھنے کے لئے اس وقت جاتے تھے تو اس زمانہ میں پانچ دس آدمی ہوتے تھے، تو میں نے سوچا کہ ابھی میں حاضر ہوا اس وقت تو کوئی نہیں تھا، ابھی اتنا پیچھے ہجوم ہو گیا کہ اور آگے اور پیچھے چاروں طرف انسان ہی انسان ہیں۔

پھر اسی الجھن میں میں نے سلام ختم کیا اور صلوۃ وسلام کے بعد میں مڑنے لگا تو دیکھا کہ کوئی خاتون وہاں کھڑی ہے، سلام پڑھ رہی ہے، حالانکہ مغرب کے بعد سلام کے لئے خواتین نہیں آسکتی تھیں۔ اور بے پناہ ہجوم تھا، جانے کی کوئی جگہ نہیں، نکل بھی نہیں سکتے، اور آنے جانے کا راستہ وہی تھا۔ صلوۃ وسلام پڑھ کر نکلتے تھے باب جبرئیل سے اور حضرت کی نشست ہوتی تھی اقدام عالیہ میں۔ باب بقیع اس وقت نہیں بنا تھا اس لئے سارا مجمع وہیں سے، باب جبریل سے گزرتا تھا اور آتا جاتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ خاتون فارغ ہوکر جانے لگی، مجمع پیچھے پیچھے، ہزاروں کی تعداد میں لوگ پیچھے جارہے ہیں۔ تو میں نے کسی سے یہ پوچھا کیا ہے؟

وہ بیچارہ وہ بھی رونے لگا، لاحول پڑھتا جاتا۔ کہتا، چھوڑیئے، یہ وہ گانے والی مغنیہ ام کلثوم آئی ہے، اس کے لئے جس طرح کسی ملک کے سربراہ کے لئے انتظام ہوتا ہے، عورتوں کے لئے صلوۃ وسلام کا اس زمانہ میں وقت تھا عصر کی نماز کے فوراً بعد، تھوڑی دیر کے لئے ایک آدھ گھنٹے کے لئے ہوتا تھا، تو اس وقت نہیں پہنچ سکی ہوگی، مصروف ہوگی، تو مغرب کی نماز میں آئی، تو اس کے بعد خصوصی انتظام اس کے لئے کیا گیا۔

اس معترض سے میں نے کہا کہ ہمارے حضرت شیخ جہاں بیٹھے ہوئے ہیں، وہاں سے لوگ گزرے ہوں گے؟ کہا ہاں۔ یہ تو جالی مبارک کو پکڑ پکڑ کر لوگ اس پر ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر اس خاتون کو دیکھنے کی کوشش کررہے تھے کہ کدھر ہے امّ کلثوم؟ تو میں نے کہا کہ یہ جو کچھ تماشہ ہوا، حضرت کو کوئی پتہ نہیں تھا۔

جب نماز سے فارغ ہوکر وہاں پہنچے ہیں، تو ذرا کسی نے ذکر چھیڑنے کی کوشش کی کہ وہ حضرت کو بھی حرج ہوا ہوگا۔ تو حضرت نے پوچھا کیا؟ کیا حرج؟ تو پھر بتایا گیا کہ اس طرح وہاں مغنیہ آئی تھی سلام پڑھنے کے لئے، اس کو دیکھنے کے لئے ہزاروں وہاں سے، آپ کے پاس سے گزرتے رہے، مگر حضرت کو کوئی پتہ نہیں۔ تو وہ عرب کہنے لگے، واللہ؟ میں نے کہا ہاں، بالکل۔ یہ کل کا قصہ ہے، ان کو کوئی پتہ ہی نہیں چلا۔ اوپر ان کی لو لگی ہوئی ہے تو یہ کیسے؟ اوپر کی تار ٹوٹتی ہی نہیں۔ ہزاروں کا آنا جانا سر کے اوپر سے گزر رہے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلا۔

ایک خاتون کا ایک عظیم جملہ

جیسے کہ رابعہ بصریہ مشغول تھیں، تو کسی نے جا کر پوچھا کہ آپ اتنے برسوں سے اس طرح مراقبہ میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتی ہیں، ہم تو ایک نماز دو منٹ کی نہیں پڑھ سکتے۔ فوراً

خیالات شروع ہو جاتے ہیں، ہم تھک جاتے ہیں، شیطان بہکانے لگتا ہے۔ تو شیطان آپ کے دل میں وسوسہ نہیں ڈالتا کہ آپ اس طرح سالہا سال سے اس طرح مراقبہ میں اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتی ہیں؟

کیسا عظیم جملہ اس عظیم خاتون نے فرمایا! رابعہ کہتی ہیں کہ میں دوست کی یاد سے فارغ ہوں، تو دوست کی یاد چھوڑ کر میں اس کے دشمن کی یاد میں مشغول ہوں گی؟ کب میں میرے محبوب کی یاد سے فارغ ہوں کہ اس کے دشمن کو یاد کرنے لگوں؟

اللہ کرے کہ اس کو ہم دشمن سمجھیں۔ اللہ ایسی ہمیں استعداد نصیب فرمائے اور اپنے محبوب کو محبوب سمجھ کر یاد کرنے کی ہمیں توفیق دے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت نے ساری عمر تعلیم، تدریس، تدریسِ حدیث خاص طور پر، بالاخص بخاری شریف، سالہا سال پڑھا کر ثمرات پھر چننے کا وقت آیا کہ ساری دنیا سے منتخب، چنندہ افراد، کیا افریقہ، کیا عرب، نہ صرف علم کے خاطر بلکہ شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کے حصول کے لئے حضرت کے پاس پہنچنے لگے، ہزاروں کا مجمع ہو جاتا تھا، ابھی اس کو چار پانچ برس بھی نہیں گزرے اور حضرت ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ ایک دھن لگ گئی کہ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر کے چلے جانا ہے۔

اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو، ہم نوا کوئی نہ ہو
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیمار دار
گر مر جائیں، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

بار بار پڑھتے اور روتے۔ اور ہم اٹھا رہے ہیں، تو وہ ہاتھ اس طرح زور سے غصہ میں جھٹکتے ہیں، پھر کہتے ہیں میرا بس چلے تو تمہیں بھی دھکا دے دوں، بھگا دوں یہاں سے۔ تو یہ کیفیت بڑھتی رہی، بڑھتی رہی، اور واقعتاً سب چھوڑ چھاڑ کر کے مدینہ کا سفر فرما ہی لیا اور مدینہ کے باسی

بن گئے۔

پینتیس سال کے بعد حرم کی حاضری

حرمین بہت پیارے اور ہر مسلمان کو اس جگہ سے محبت، خواہش اور تمنا کہ جو لمحات زندگی کے وہاں گزریں، وہی زندگی کے صحیح لمحات ہیں۔ لیکن حضرت تو جب اپنے پیرومرشد کے ساتھ وہاں تھے اور واپس ہندوستان آئے اور اس کے بعد جب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا، تو پتہ ہے آپ کو کتنے برس واپس حرمین نہیں گئے؟ پینتیس برس! اب حضرت کو کیا کمی رہی ہو گی کسی ٹکٹ کی اور کسی سفر کے انتظامات اور اخراجات کی؟

ہمارے سامنے دہلی کے عتیق صاحب جو حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے تھے، تھیلا لے کر آئے۔ اس زمانے میں یہ بینکنگ نظام اور یہ ڈرافٹ اور چیک وغیرہ کا سلسلہ کم تھا، تو نقد ہی پورا تھیلا لے کر آئے کہ حضرت، آپ کے اور آپ کے خدام کے ٹکٹ کے لئے یہ ہدیہ ہے، مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا، بلکہ یہ کہ آپ تشریف لے جائیں کہ حضرت نے ذرا مناسب انداز میں پہلے منع فرمایا، پھر جھڑک کر زور سے کہ بھئی، میں نے کہہ دیا اسے لے جاؤ۔ تو ان سب کے باوجود حرمین نہیں گئے، پینتیس برس تک نہیں گئے۔ مگر جب حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصرار سے زبردستی لے گئے، تو وہ پینتیس برس کی حلف اور قسم کی طرح کی کوئی روک ٹوٹی ہے۔

پھر دوسری دفعہ کا جب حضرت کا سفر ہوا ہے تو وہ اس طرح ہوا ہے کہ ہوک اٹھی کہ او ہو! نمازیں، درسِ حدیث، درسِ شریعت و طریقت سب کچھ ہے مگر۔۔۔ حالانکہ نمازیں بھی حضرت کی ہوتی تھیں سب سے انوکھی۔ دنیا کے منتخب افراد میں سے جن کی نماز کی نقل کوئی کر نہیں سکتا۔

حضرت کی نماز کے متعلق سینتالیس کے فسادات کا حال ذکر کرتے ہوئے سہارنپور کے شیخ انعام اللہ نے ہم سے کہا کہ ہم ان دنوں آتے تھے حضرت کو دیکھنے کے لئے، تو ہر جگہ فسادات ہو

رہے تھے،صوبے کے صوبے مسلمانوں کے وجود سے خالی ہوگئے، لاکھوں مسلمان قتل ہوگئے،املاک لوٹ لی گئیں۔تو ہم دیکھتے تھے کہ پوری پوری رات حضرت نماز میں کھڑے ہوتے تھے، پھر ہم خدمت کے لئے حاضر ہوتے تھے،تو پیر ہاتھی کی طرح ورم کر جاتے نماز میں کھڑے ہونے کی وجہ سے۔حدیث پاک میں ہے حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک ورم کر جاتے تھے،تو کیا نمازیں نہیں تھیں؟

نماز بھی تھی، روزانہ کے ختم کی تلاوت بھی تھی، تدریس بھی تھی، دنیا میں سب سے ممتاز اعلیٰ درجہ کی تدریسِ حدیث تھی، بخاری حفظ پڑھا رہے ہیں، طریقت بھی تھی، بیعت اور سلوک کا سلسلہ بھی تھا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانہ میں جب حضرت کے سفر سے پہلے کہیں مضمون لکھا تھا،اس میں لکھا تھا کہ یہاں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی یاد تازہ ہوگئی۔تو ان سب کو لات مار کر چھوڑ کر نکل رہے ہیں،اور جب وہاں حرمین پہنچے ہیں اور یہاں سہارنپور سے کسی نے اس زمانہ میں خط لکھا ہے کہ یہاں سہارنپور کے حالات متقاضی ہیں کہ حضرت واپس تشریف لے آئیں،تو جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ وہاں جاتے ہی،حضرت نے روزے شروع کئے،ایک روزہ،دو،تین،ایک مہینہ،دو مہینے،تین مہینے، پانچ، چھ،سات،سال بھر ختم ہو گیا روزے ہی نہیں بند ہوتے۔روزہ،اور وہاں کی گرمی میں، پچاس ڈگری گرمی چل رہی تھی،اس ضعیف العمری میں۔تو حضرت نے جب سہارنپور سے خط آیا تو اس کے جواب میں لکھوایا کہ۔۔

پہلے میں ایک واقعہ بیان کردوں۔حضرت کے وصال کے بعد سہارنپور میں جب مدرسہ میں ہنگامہ شروع ہوا اور دو پارٹیاں ہوکر کے مدرسہ بند ہو گیا،تو میں نے ایک دفعہ وہاں مدینہ شریف میں حضرت کے خدام کے سامنے کہا کہ یہ حضرت نے سب کچھ کیا ہے۔تو وہ سوچ میں پڑ گئے۔ حضرت شیخ نے؟ میں نے کہا،ہاں۔کہا کیسے؟

میں نے کہا کہ ایک دفعہ خط آیا تھا کچھ عرصہ پہلے، اس میں مدرسہ کے کسی قضیہ کا ذکر کیا تھا، تو حضرت نے خط کا جواب جو شروع کیا اس کے سرنامے پر اوپر سب سے پہلے شعر لکھوایا

بلبل نے آشیاں چمن سے اٹھا لیا

بلا سے اپنی ہما رہے یا بوم بسے

حضرت کا مقام اس وقت یہ تھا کہ جو کلمہ زبان سے نکلتا تھا وہ اسی طرح ہو کر رہتا تھا، ''بلبل نے چمن سے آشیاں اٹھا لیا''، کہ ہم تو مظاہر العلوم کے بلبل تھے اور وہاں سے آشیاں اٹھا کر ادھر آ گئے، اب ''بلا سے اپنی ہما رہے یا بوم بسے''، اب بلبل تو ہے نہیں وہاں اب کون رہے گا اُدھر؟ تو یا تو ہما رہے، کاش کہ ہما کا کوئی دنیا میں وجود ہوتا۔ ہما ایک خیالی پرندہ ہے جس کا دنیا میں وجود نہیں ہے، تو اب تیسری چیز متعین ہوگئی یا بوم بسے، اُلو۔ اور اُلو کے متعلق مشہور ہے کہ الّو جہاں بولتا ہے، کہتے ہیں وہاں ویرانی آتی ہے۔

یہ کلمات اسی طرح ہو بہو پورے ہو گئے۔ وہاں پارٹیاں ہوگئی، جھگڑا ہو گیا، اور وہ بوم بھی، الو بھی بسنے لگا، مدرسہ بند۔ تو میں نے کہا جو شعر حضرت نے لکھوایا تھا یہ پورا ہو کر رہا۔ حضرت کی زبان سے جو نکلا، اس کو پورا ہونا ہی تھا۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں کی، نہ مظاہر علوم کی، نہ مدرسہ کی، نہ بخاری کی، نہ طریقت کی، نہ سلوک کے سالکین کی، اور مریدین کی، بس ایک ہی دھن۔ کیا دھن؟ یہی دھن تھی: اب جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو

عصرِ حاضر کے غزالی

بالکل یہی حال حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر گذرا ہے۔ ہمارے بیرسٹر صاحب مجھے ایسے موقع پر بہت یاد آتے ہیں۔ انہوں نے بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کا جو انہیں میسر آسکیں انگلش ترجمہ کی۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا بھی انہوں نے بہت مطالعہ کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ میں، جب میں نے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان بھی ایک، مواد اور مٹیریل بھی ایک اور موضوع بھی وہی۔ کہتے تھے کہ صدیوں پہلے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جن چیزوں پر لکھا، حضرت بھی اسی پر لکھتے ہیں۔ کہتے کہ زبان دونوں کی ملاؤ تو ایک جیسی، اور کہتے سب سے بڑی چیز ہے، تاثیر۔

کہتے ہیں میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں، ان کی تحریر میں جو اثر محسوس کرتا ہوں، وہی اثر صدیوں بعد حضرت کی کتابوں میں ہے۔ کہتے ہیں یہ کیا ہے؟ بار بار پوچھتے کہ یہ کیوں ایسا ہے؟

حضرت نے بھی سب کچھ اس حق کی تلاش میں، خدا کی طلب میں، یہ سوچ کر کہ ہم تو کہاں پھنس گئے ہیں، میں نے اپنے آپ کو کہاں پھنسالیا ہے، یہ سوچ کر اس حق کی طلب اور جستجو میں ان سب کو لات ماردی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا امام ہے اور حکومت مانتی ہے، بادشاہ، وزراء، حکام، دنیا بھر کے سلاطین آ کر سلام کرتے ہیں، غنیمت سمجھتے ہیں کہ ایک کلمہ ہمیں فرما دیں، ہمیں پہچان لیں، امام غزالی۔ وہ خدمت کے لئے ہر وقت تیار، اور تمام انتظامات جس طرح وہ چاہیں کرنے کے لئے تیار، مگر سب چھوڑ کر کے صحرا نورد بن گئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حالانکہ ان کے علوم کا حال یہ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ زبردست محقق تھے اور تحقیق کے معنیٰ ان کے نزدیک یہ تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے صرف کتابوں سے پڑھ کر نہیں لکھا، مثلاً شوافع کے متعلق جو لکھا ان کی کتابوں سے پڑھ کر یا حنابلہ کی کتابوں سے پڑھ کر، حنفیہ کی کتابوں سے پڑھ کر نہیں لکھا۔

مجوسی اور دوسرے فرق اور مذاہب کی مثال دی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہودیوں کے متعلق، نصاریٰ کے متعلق، ملحدین کے متعلق، زندیق تک کے لئے، ان کے متعلق جو کچھ لکھا، کسی

سے سن کر اور کسی کتاب سے پڑھ کر نہیں لکھا۔ میں نے خود تحقیق کی کہ اس مذہب کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ آج کل زندیقیت سب سے بڑا فتنہ ہے تو اس فتنہ کا بانی اور مؤسس کون ہے؟ میں اس سے جا کر ملتا تھا۔ یہودیوں کا بڑا عالم کون ہے؟ اس سے جا کر ملتا تھا، اس سے پوچھتا تھا کہ تم اپنے مذہب کے بارے میں بتاؤ۔ اس درجہ کی تحقیق تھی، تو اسی تحقیق کے سلسلہ میں ان کو تمام روحانی سلاسل وطرق کی جستجو میں جو اہل طریقت تھے، روحانی سلاسل تھے، ان کے پاس بھی جانا پڑا۔

خود تو بیعت تھے، جس طرح کہ رسمی طور پر ساری دنیا بیعت ہوتی ہے۔ اور طریقت کے معمولات کے بھی پابند، سب کچھ تھا۔ مگر ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرح سے انہوں نے سوچا کہ اوہو! یہ تو صرف الفاظ ہیں ہمارے پاس۔ یہ دولت تو ان کے پاس ہے یہ حضرات جن سے میں ملا ہوں اہلِ طریقت، مشائخ سلوک، روحانی سلسلے والے، اللہ والے، اور ان کا علم صرف میرے پاس ہے، میں نے ان کی کتابوں کو پڑھا، ان سے پوچھا، ان سے معلوم کیا تو صرف مجھے تو علم ملا، لیکن انہوں نے جس طرح مجاہدہ کیا، مجھے بھی کرنا چاہئے۔ تو اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلق جب فیصلہ کیا کہ اب ان کے طریق پر مجاہدے کرنے ہیں۔

جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے، امام غزالی نے جب فیصلہ کیا کہ سب کچھ چھوڑنا ہے تو ساری دنیا رو رہی ہے لاکھوں انسان، حکومت رو رہی ہے کہ اب اسلام کا کیا ہوگا، کہیں دنیا کے کسی کونے سے کوئی چیلنج ہوتا کسی مذہب کی طرف سے کوئی مناظر، کوئی سوال، کوئی فتویٰ پوچھتا، تو امام غزالی کے پاس اس کا جواب تیار پاتے تھے۔ اب کس کے پاس جائیں گے؟

ایک دفعہ ساؤتھ افریقہ میں ایک جگہ علماء جمع تھے، تو وہ کہنے لگے کہ آپ کے یہاں سے مولانا ریاض الحق تشریف لائے تھے۔ کہتے ہیں کہ بڑے عجیب آدمی۔ میں نے کہا کیا عجیب چیز دیکھی؟ کہنے لگے کہ جو بات بھی پوچھو، تو اس پر جب بولنا شروع کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابھی قریب میں اس چیز کا پورا مطالعہ کیا ہے اور مدتوں اس کی تحقیق کر کے اب بول

رہے ہیں۔ کہتے ہیں جو بھی ہم نے آزمانے کے لئے، کہتے ہیں، اِدھر اُدھر کی دوسری باتیں پوچھنی شروع کی، تو ہر چیز کا صحیح جواب موجود تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہر چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار۔ اب دنیا رو رہی ہے کہ جا رہے ہیں سب چھوڑ چھاڑ کے، بہت زیادہ اصرار ہوا، پھر بھی چھوڑ چھاڑ کر چل دیئے۔ اور کہاں تو وہ شاہی ٹھاٹھ کے ساتھ رہتے تھے اور حکومت کی طرف سے جو انتظام تھا ان کے لئے، حکومت کی طرف سے وظائف متعین تھے، یہ وزیر سے بڑھ کر ان کو وظیفہ ملتا تھا۔ ان سب کو لات مار کر جب نکلے ہیں، دیکھنے والا بیان کرتا ہے کہ اس کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہی محل میں رہا کرتے تھے، شاہی ٹھاٹھ سے جن کی زندگی گزرتی تھی، ہر وقت ہزاروں تلامذہ چاروں طرف قلم اور دوات لے کر ان کے فرمودات کو لکھنے کے کے لئے تیار رہتے تھے، تو میں نے دیکھا کہ جنگل بیابان میں ایک دریا ہے، وہاں سے پانی لینے کے لئے ایک چادر پھٹی پرانی جسم پر پڑی ہوئی ہے اور ہاتھ میں ایک چھاگل ہے اور پانی لے کر آرہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میں ان کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگا کہ یہ کہاں ناز پروردہ انسان اور اس حال میں اپنے آپ کو انہوں نے رکھا ہے۔ اور اس حال میں ایک دن، دو دن، چند مہینے نہیں، دس برس سے زیادہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے گزارے۔

وہاں سے، بغداد سے سب شاہی ٹھاٹھ کو چھوڑ چھاڑ کر نکلے ہیں مولدِ عیسوی کی طرف، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہاں ولادت ہوئی، کئی دفعہ جی بھی چاہا کہ وہاں حاضری دینی چاہئے کہ وہاں جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے وہ کلمات فرمائے تھے **اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ**، تو زمین نے بھی اس کو محفوظ کئے ہوں گے، اپنے اندر ٹیپ کئے ہوں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قدس اور صخرۃ میں کئی سال رہے۔ دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر اوپر چڑھ جاتے تھے دروازہ بند کر کے، کوئی آ نہیں سکتا۔ ایک دفعہ دمشق میں جب وہاں کی جامع

دمشق میں نماز کے بعد گزر رہے ہیں، ایک حلقہ میں مدرس پڑھا رہے ہیں، تو ان کے کلمات کانوں میں پڑ گئے، سن لیا کہ وہ کہتے ہیں کہ **قال الامام الغزالی**، فوراً وہاں سے بھاگے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر میں اسی طرف آرہا ہوں، اور بھاگ کر یہاں سے الخلیل، مزار سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی طرف نکل گئے۔

اب تو بہت کچھ بن چکے تھے، بہت پا چکے تھے۔ تو وہاں جب حاضری ہوئی تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ حضرت دہلی اکابر کے مزارات پر جب حاضری دیتے تھے، گنگوہ، تھانہ بھون تشریف لے جاتے، بارہا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت نے گھنٹوں، آدھا آدھا دن مراقبہ میں گزارا ہے۔ اس کے بعد حضرت رفقاء سے پوچھتے، کیوں پیارو، کسی نے کچھ دیکھا؟ تو وہاں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرے فلاں تین مکتوب شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ مکاتیب حضرت نے اسی بناء پر شائع فرمائے تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی بالکل اسی طرح فرماتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مزار پر حاضر ہوا، تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے باقاعدہ عہد کیا جس طرح کہ آپ کسی سے بیعت ہوتے ہیں، عہد کرتے ہیں، میں نے ان سے عہد کیا کہ حضرت، میں اب کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں جاؤں گا۔

۱۔ جس طرح ہم توبہ کرتے ہیں کہ کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، اس طرح عہد کیا۔

۲۔ دوسرے فرمایا کہ کسی بادشاہ کی طرف سے، حاکم کی طرف سے شاہی عطیہ کبھی قبول نہیں کروں گا۔

۳۔ اور تیسری چیز اب علم کو بھی خیر باد کہہ رہے ہیں، اور تیسرا میں نے عہد کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ میں اب کسی سے کوئی علمی مباحثہ نہیں کروں گا۔

جس طرح انہیں عشق الٰہی اور حبّ الٰہی کا چسکا لگا، اس کی تلاش میں ایسی ایسی سچی، پکی مسلّمہ دولتیں تھیں، دینی دولتیں ان سب کو لات مار کر وہ نکل پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی سچی طلب نصیب فرمائے۔

سلسلہ تو ہمارا چل رہا تھا شروع رمضان سے کہ روز ہمارے سلسلہ کے مشائخ میں سے ایک کا ذکر ہوتا رہے گا، سلسلہ چلتا رہا، مگر یہاں حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیرومرشد شمس الدین ترک، ان کے پیرومرشد علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ کر رک اس لئے گیا کہ ان کے حالات میں ہم نے سنا کہ وہ سالہا سال گردن نہیں اٹھاتے تھے، سالہا سال انہیں دنیا کا پتہ نہیں، اور نماز کے لئے بھی اطلاع کی ضرورت پیش آتی، جس طرح سوئے کو مشکل سے جگاتے ہیں، اٹھایا جاتا ہے، پتہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ تو کیوں انہوں نے اس قدر دنیا کو لات ماردی اور گردن جھکالی۔ اور دنیا سے منہ موڑ لیا؟

ایک ہوک اٹھی

میں نے بتایا کہ ایسے ہی کیا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے، ایسے ہی کیا ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اور حضرت نے جب چھوڑا اس وقت کے حالات بتائے کہ کیا نہیں تھا وہاں؟ ہر چیز تھی، سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں، صدیوں میں ایسی کتابیں نہیں لکھی گئیں جیسی حضرت شیخ نے لکھیں۔ ان سب کے لکھنے کے بعد ایک ہوک اٹھی کہ یہ سب تو ہو رہا ہے، مگر وہی ایک ذات جس نے یہ سب کچھ دیا وہ چاہئے بس۔ اب اور کچھ نہیں چاہئے تو سب کو لات مار کر چل دئے۔

جب روکا جا رہا ہے کہ ادھر مظاہر العلوم مدرسہ، تو اچھا ہوا کہ وہاں کی سہارنپوری زبان میں یہ نہیں فرمایا کہ مدرسہ بھاڑ میں جائے، ورنہ آگ لگ جاتی، جل جاتا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ شعر لکھوایا کہ وہاں اُلو بسے، تو واقعی کچھ عرصہ کے بعد وہ الو کے بسیرے کا دور آ گیا۔ حضرت کا مقام وہ تھا کہ جو زبان سے نکلتا تھا وہی ہو کر رہتا تھا، تو اب وہاں جھگڑا ہوا، مدرسہ بند، مدتوں بند، اور اُلّو کا بسیرا۔

وہی کلمات پورے ہوئے   اب بلا سے اپنی ہمارہے یا بوم بسے

’’فقیری میں بہت مزہ آ رہا ہے‘‘

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس جوان بیوی ہے، دو سال کا بچہ ہے، بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب، دوسرا ابھی آنے کی تیاری میں ہے، حالانکہ اولاد کے اتنے منتظر ومشتاق تھے کہ انہیں تاخیر محسوس ہو رہی تھی۔ بھائی کی آمد سے پہلے بزرگ کسی فقیر کو لے آتے ہیں، دعا کراتے ہیں، وہ انگوٹھی دیتے ہیں، ان کی ولادت ہوتی ہے۔ پھر آتے ہیں، دعا دیتے ہیں، دوسری انگوٹھی دیتے ہیں کہ دوسرا ابھی اللہ دے گا۔ تو اتنی خوشیاں اور امنگیں تھیں، مگر سب کچھ چھوڑ کر خلوت گزیں ہو گئے۔

میں کہا کرتا ہوں جب کوئی ساتھی آ کر کہتا ہے کہ میرے گھر میں اللہ نے امید دی ہے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ لمبی خوشی ہے۔ اب سالہا سال خوشی میں گزرتے ہیں، اب نو مہینے تک خوشی کہ بیبی (Baby)، بچہ آنے والا ہے۔ مگر ہمارے ابا نے ان سب کو لات مار کر ایک ہی جملہ ماں سے، والدہ سے، کہہ دیا کہ میں نے دنیا چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

پھر سچ مچ سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا۔ بیوی کو بھی گھر بھیج دیا، بچوں کو بھی نانا کے یہاں بھیج دیا، چیزیں بھی ساری خیرات، اختیار دے دیا جس کا جو جی چاہے لے جائے۔ تو ہماری دادی کہا کرتی تھی کہ سلیمان، تو تو فقیر ہو گیا، اللہ نے اتنا دیا تھا۔ تو قہقہہ لگاتے تھے کہ ماں، ’’اس فقیری میں بہت مزہ آ رہا ہے‘‘۔

یہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ والد صاحب نے تو صرف دنیا ترک کی۔ انہوں نے، امام غزالی نے پورا ایک عالم کا عالم چھوڑ دیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے صرف ایک ہندوستان نہیں، ایک انٹرنیشنل مرکز چھوڑا، پوری دنیا کی دنیا چھوڑی، علمی دنیا، روحانی دینا، کتنا لمبا چوڑا خاندان۔ تو ان کو ایک ہوک اٹھتی تھی، ایک ہوک، ایک افسوس ہوتا تھا کہ ہم کا ہے میں پڑ گئے، ہم

نے تو اسی کو بہت کچھ سمجھ لیا۔ داڑھی آ گئی، نماز پڑھ لی، بس الحمد للہ بہت کچھ اللہ نے دیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! وہ اسی کو سمجھتے تھے کہ اوہو! یہ تو فریب دھوکہ ہے، ہم نے اسی مالک کو بھلا دیا اور ہم کن چیزوں میں لگ گئے۔ کتنے عقلمند وہ لوگ ہوتے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عقلمندی

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا انتقال کا وقت ہے، آخری گھڑیاں گنی جا رہی ہیں اور لوگ تلقین کر رہے ہیں لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، تو جیسا میں نے عرض کیا کہ سب سے زیادہ یہ لوگ عقلمند ہوتے ہیں کہ جنید بغدادی کے متعلق لکھا ہے کہ اگر دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل کو انسان بنایا ہوتا اور مرد بنایا ہوتا تو وہ جنید بغدادی ہوتے۔ سبحان اللہ۔

کتنے عقلمند ہوں گے، کتنا تجربہ لوگوں کو ہوا ہوگا تو ان کی دانائی کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ جب انہیں تلقین کی جا رہی ہے لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ، تو وہ مشغول ہیں اللہ، اللہ، اللہ! پھر ملقن کہتے ہیں لا الہ الا اللہ، تو غصہ ہو گئے۔ کہا، چپ کرو۔ اگر میں نے کہا لا الہ اور میرا سانس بند ہو گیا تو؟ تو میں یہ کہہ کر مرا کہ معبود کوئی ہے ہی نہیں دنیا میں۔ کتنے عقلمند ہوتے ہیں یہ حضرات!

اس لئے صوفیاء کرام نے اللہ اللہ کا ذکر اس حدیث سے کہ قیامت نہیں ہوگی **حَتّٰی یُقَالُ فِی الارْضِ اللّٰـه اللّٰه**، اس حدیث سے اور رئیس الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جہاں سے رخصت کے وقت کے آخری عمل سے لیا کہ میں اللہ اللہ کا ورد اس لئے کر رہا ہوں۔

یہ اعقل الناس، اذکیاء الناس میں سے یہ طبقہ ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے سب کچھ ہوتے ہوئے سب کو لات ماری اور چل دیئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہاں تو شاہی ٹھاٹھ سے رہا کرتے تھے اور کہاں وہ کل والا قصہ جو میں نے بتایا تھا کہ پھٹی چادر جسم پر ہے اور چھاگل ہے۔ عورتیں جس طرح پانی بھرتی ہیں اس چھاگل کو لے کر دریا سے پانی لے کر امام غزالی آ رہے ہیں۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے عہد

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی انسیت کے لئے دوسرا عالم کھول دیا۔خود اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار پر حاضر ہوا، تو وہاں میں نے ان سے یہ عہد کیا، بات چیت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ادھر کے دروازے کھول دیئے۔ جب ہی تو اپنے عہد کا ذکر کرتے ہیں کہ عہد یہ کیا کہ میں بادشاہوں کے دربار میں نہیں جاؤں گا، ان کے عطیات قبول نہیں کروں گا، اور تیسرے علمی بحث ومباحثہ کے ترک کی بیعت کی اور عہد کیا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ کیوں کہ جو حکمران طبقہ، یہ بڑا عجیب وغریب کہ علماء کو کس میں مشغول کردیا جائے، کاہے میں ان کو پھنسا دیا جائے؟ اور آپس میں علماء کو لڑانے اور لالچ طمع میں گھیرنے کے کیسے حربے حکام نے استعمال کرر کھے تھے۔

حکام کہتے کہ یہ مناصب ہیں شہر کا قاضی اور جامع مسجد کا امام، پورے علاقہ کی سب سے بڑی جامع مسجد کا امام، عدالت کا چیف جسٹس، فوج کا امام، ان تمام مناصب کو تم کیسے حاصل کر سکتے ہو؟ اس کے لئے تمہیں ایک امتحان پاس کرنا ہوگا۔ امتحان ممتحن کے سامنے نہیں، ایک عام مجلسِ مناظرہ ہوگی۔ جتنے آنا چاہتے ہیں علماء وہ اس موضوع پر مناظرہ کریں۔ اس میں جو کامیاب ہوگا، وہ یہ منصب لے گا، کتنا ذلیل کیا علماء کو؟

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس طریقہ سے مناصب پر وہ خود پہنچے ہوں گے، تب انہوں نے عہد کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ علمی مباحثہ نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے انتظام فرمایا۔

جب یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح دنیا کو خیر باد کہہ کر یہاں سے نکلے ہیں، تو عجیب اتفاق ہے، اب دنیا رو رہی ہے، سارا عالم پریشان کہ اب کیا ہوگا اسلام کا؟ اتنے بڑے آدمی نے درویشی اختیار کرلی۔ اب اس علم کا کیا ہوگا؟ اس علمی مسند کا کیا ہوگا؟ حدیث اور تفسیر کا کیا بنے گا؟

لکھا ہے حالات میں کہ ادھر اللہ تعالیٰ نے انتظام یہ فرمایا کہ بغداد سے جس وقت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نکل رہے ہیں، قریب قریب اسی عرصہ میں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تیار ہوکر بغداد میں داخل ہورہے ہیں۔ جس دینی دنیوی جاہ پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو افسوس ہوا اور جس کے لئے انہوں نے دنیا کو لات ماری، ان تمام مراحل کو طے کر کے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ واپس بغداد میں داخل ہورہے ہیں۔

کیسے انہوں نے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دس سال سے زیادہ گزارے تنہائی میں؟ کبھی دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر چڑھ جاتے ہیں، دو سال وہاں رہتے ہیں۔ صخرۃ میں اعتکاف کر لیتے ہیں، دو تین سال وہاں گزارتے ہیں۔ اسکندریا کے برج پر چڑھ گئے، وہاں دو سال گزارے۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی صحرانوردی

یہی حال حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کا ابتداءِ جوانی میں ہوگیا تھا کہ انہوں نے ساری دنیا کو چھوڑ دیا۔ پڑھنے کے بعد فارغ ہوئے تو زبردست عالم تھے، تمام علوم پر اللہ تعالیٰ نے دسترس عطا فرمائی تھی۔ مگر سب چھوڑ چھاڑ کر کے خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحرانوردی اختیار کی، جنگل بیاباں میں اکیلے ہوتے۔

میں نے کہا تھا کہ یہ پاگل پن نہیں ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس جگہ کو مسکن بنایا تھا؟ غارِ حراء پہاڑ پر، دور مکہ سے باہر جنگل میں، کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ تو حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے صحرانوردی شروع کی اور وہاں نہ کھانا، نہ پینا، نہ کوئی انسان، نہ کوئی مونس، نہ مددگار۔ تو اس میں ان کو مزہ آتا تھا کہ اب کوئی نہیں ہے، ایک اللہ، تو اور میں، آجا تو، اب تو آجا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جوش میں ارشاد فرمایا کہ پیارے، یہ نماز، روزہ،

تلاوت، یہ سب کچھ کاہے کے واسطے، پتہ ہے؟ پھر فرمایا کہ تاکہ بندہ اور اللہ دونوں ایسے ہو جائیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عشقِ الٰہی

اب وہاں جنگل بیابان میں خطاب اسی ایک ذات سے، بھوک لگے تو، پیاس لگے تو۔ ہمارے حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ، حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں بھی بیان فرمایا، بالمشافہہ ان سے ہم نے سنا، کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ عہد کرلیا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے، یہ عہد کیا، آپ رزاق ہیں، کھانا دیتے ہیں، ہم کھاتے ہیں، لیکن آپ تو نہیں دیتے، آپ کسی کو واسطہ بناتے ہیں، آئندہ سے آپ خود کھلائیں گے تو ہم کھائیں گے، اللہ تعالیٰ سے ناز ہو رہا ہے۔

ایک وقت کا فاقہ، دو وقت، تین وقت، ایک دن، دو دن، تین دن۔ لوگ لا رہے ہیں، مگر نہیں کھا رہے ہیں۔ اب قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فاقہ میں کتنے دن گزرے ہیں، معلوم؟ سترہ دن۔ اب یہ ٹھان لی ہیں کہ اللہ خود کھلائیں گے، تو ہم کھائیں گے۔

کتنا پیار اپنے پیدا کرنے والے سے، اپنے مالک سے، اپنے رب سے۔ اور ہم لوگ کتنے دور، اس لئے ہم کہتے ہیں ہم تو وہ ایک نماز ہی ہم کو دی گئی کہ اتنی دیر اس کا تصور کرو، وہ ہم سے نہیں ہوسکتا، ہزار خیالات اور تصورات آجاتے ہیں۔

ایک اللہ والے نے نیت باندھی امام کے پیچھے، سلام پھیرنے کے بعد ہنسنے لگے اور امام صاحب سے فرمایا کہ بھئی، ہمیں تو اپنی نماز دوبارہ دہرانی ہوگی۔

پوچھا، کیا غلطی ہوگئی؟ تو فرمایا، میں تمہارے پیچھے کہاں کہاں دلّی اور کابل اور گھوڑے کا خرید وفروخت؟ ایک گھوڑا پسند نہیں آرہا ہے، دوسرا، پوری نماز میں کہاں کہاں، میں تمہارے پیچھے پیچھے گھومتا رہا۔ اور یہ کہہ کر کھڑے ہوگئے اللہ اکبر، اپنی نماز دہرانے لگے۔

یہاں ایک نوجوان آتے تھے، سالوں پہلے کی بات ہے، ایک طالب علم یونیورسٹی سٹیوڈنٹ تھے، بریڈفورڈ کے تھے۔ بیعت کے بعد ان کا بہت اچھا حال تھا۔ ایک دن کہنے لگے، زاروقطار رو رہے ہیں اور کہنے لگے کہ میرے لئے دعا کریں کہ یہ حال مجھ سے دور ہو جائے کہ میں امام کے پیچھے نیت باندھتا ہوں، امام کے دل میں جو تصورات آتے ہیں وہ میرے سامنے آئینہ کی طرح سے میں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ اور ہم کتنے دوران چیزوں سے اور ہماری نمازیں کیسی؟ جنہیں ہم پڑھ کر مطمئن ہیں۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عہد کیا کہ اللہ خود کھلائے گا تو کھاؤں گا۔ اس میں ایک دن، دو دن، تین دن۔ پھر ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ دروازہ بند ہے، تمام دروازے بند ہیں، اور اوپر سے ناشتہ دان اترا۔ تو خیال ہوا کہ یہاں تو ظاہری واسطہ لانے والا کوئی نہیں ہے اور چھت پھاڑ کر جو اتر رہا ہے، تو اللہ کی طرف سے ہے۔ مگر کھول کر پھر بند کر دیا کہ نہیں، آپ تو نہیں کھلا رہے ہیں، نہ معلوم کون جنات لایا ہوگا، کون مخلوق لائی ہوگی، تو غیب سے آواز آئی کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے، کھالو، یہ ہماری طرف سے ہے۔

ایک بزرگ ہیں، ابوسعید مبارک۔ انہوں نے، بالکل یہی نذر انہوں نے بھی مانی کہ اے خدا! تو کھلائے گا تو میں کھاؤں گا۔ تو ان کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ چالیس دن گزرے فاقہ میں، چالیسویں دن حضرت خضر ان کے لئے کھانا لے کر آتے ہیں۔

پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ اور ابلیس

پیرانِ پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق خود بیان فرماتے ہیں کہ جب صحرانوردی میں بھوک اور پیاس کی ایک دفعہ انتہا ہوگئی اور چالیس دن گزر گئے، تو چالیسویں دن اوپر سے اتر رہے ہیں۔ پوچھا، کون؟ کہا، خضر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ بھیجا ہے۔ کہا کہ نہیں، ہم تو وہ کھلائے گا تو کھائیں گے۔ اسی میں بڑے امتحانات ہوئے پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ

کے بھی۔

ایک دفعہ بادل میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر! تم نے بڑے مجاہدے کئے، آج سے تمہارے لئے تکالیفِ شرعیہ ہم نے اٹھا دی ہیں، ہر حرام آپ کے لئے حلال۔ آپ جو چاہو کر سکتے ہو۔ فوراً فرمایا اِخْسَـأْيَـا اِبْلِيْـس! دور ہو جا یہاں سے منحوس! مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ تو اس نے دوسرا وار کیا۔ اس نے کہا کہ آج آپ اپنے علم کی برکت سے بچ گئے۔ تو فرمایا کہ خبیث! یہ تیرا دوسرا وار ہے میرے اوپر۔ میں بچ نہیں گیا ابھی، اس دنیا سے آخری سانس تک میں میرے ایمان کو بچا لوں گا، تب میں بچ کر جاؤں گا۔ وہاں تک میں خطرے میں ہوں۔ تو اسی خلوت وصحرا نوردی میں یہ امتحان پیش آیا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی انتظام

پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر کھانا لے کر آئے اور کہا کہ سنت اللہ یہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اسی طرح بھیجتے اور انتظام فرماتے ہیں۔ آپ کو پیاس بھی لگی ہوگی۔ دیکھئے، آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خود کھلائیں، پلائیں تو ابھی بارش شروع ہوتی ہے، آپ لیٹ جایئے۔ اب منہ کھول کر لیٹے ہیں، بارش سیدھی آسمان سے منہ میں گر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حق کی سچی طلب نصیب فرمائے کہ ہم اپنے مالک کو جو بھلا بیٹھے ہیں، اس کی یاد کو دل میں بسانے کی کوشش کریں۔

بزرگانِ دین کا ذکر ہو رہا تھا جنہوں نے اللہ کی طلب میں، معرفت کے حصول کے لئے اپنی جانیں لگا دیں۔ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ، ان پر جذب طاری تھا اور ہر وقت جذبی کیفیت میں رہتے تھے۔ اس لئے ایک آدھ دفعہ کے سوا ان سے کبھی کوئی نہ دین کی بات سنی، نہ قرآن سنا، نہ اس طرح کا اور کوئی تذکرہ سنا، نہ انہوں نے کبھی ہم سے یہ پوچھا کہ تم حافظ ہو گئے، عالم ہو گئے، یا کیا پڑھ رہے ہو، کچھ نہیں۔

کبھی ہم تذکرہ کرتے تھے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا، تو فرماتے کہ آپ کے مولانا صاحب بہت اچھے آدمی ہیں۔ بس اتنا ہی ایک جملہ ہوتا تھا (تمارا مولی ساب بوسارا مانس چھے۔) ہم سے کسی چیز کی کبھی فرمائش نہیں کی۔

صرف آخری دن جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، تو آدمی آتا ہے گھوڑے پر سوار بلانے کے لئے کہ والد صاحب بلا رہے ہیں۔ تو اس وقت فرمائش کی میرے پاس بیٹھ کر یٰسین پڑھو۔ بہت لمبا قصہ ہے، تو انہوں نے صرف زندگی میں جو اس طرح کی باتیں کی ہیں، صرف ایک دفعہ، تصوف کی لائن کا ساری عمر میں ہم نے ان سے ایک جملہ سنا۔ فرمایا کہ ہزاروں اللہ کے بندے، ہزاروں مشائخ، اللہ کی معرفت کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہے، مگر بہت کم ان میں سے کامیاب ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو الیبلی ہے۔

ایک شعر سے کام بن گیا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، جب اپنی تحقیق کے دوران صوفیاء سے ملے، ان کی کتابیں دیکھیں، اوران کا علم دیکھا، تو انہیں اس کا احساس تو تھا ہی، مگر اللہ تعالیٰ جب کسی کو نوازنا چاہتے ہیں تو کوئی بہانہ بنا دیتے ہیں۔ تو ایک دفعہ خود ان کے بھائی جو صوفیاء میں سے تھے، تو وہ شعر گنگنا رہے ہیں

؎ اِلیٰ مَتیٰ تُسمِعُ وَلا تَسمَعُ

اِلیٰ مَتیٰ تَھدِیُ وَلا تُھدیٰ

کہ کب تک تم لوگوں کو خود سناتے ہی رہو گے اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھتے رہو گے۔ اب تم بھی سنو، لوگوں ہی کو سناتے رہو گے۔ الیٰ متیٰ تَھدِیُ ولا تُھدیٰ، یہی منصب کہ لوگوں کو راستہ دکھاتے رہو، یہ اچھا لگتا ہے، بلکہ تم تو خود محتاج ہو کہ تمہیں کوئی ہاتھ پکڑ کر کھینچ کر راستہ پر لائے۔

آگے شعر میں الیٰ متیٰ کے بعد شاعر کہتا ہے کہ ہندوستان، پاکستان میں آپ نے دیکھا

ہوگا کہ چھری کُند ہو جاتی ہے، تو اس کو تیز کرنے کے لئے پتھر پر اس کو گھستے ہیں۔ اور وہ پتھر پر تیز کرنے والے کبھی شہروں، میں دیہات میں آواز دیتے ہیں۔ اس کے پاس چھوٹی سی موٹر سے چلنے والا بڑے وہیل کے ساتھ ایک چھوٹا پتھر گول گھومنے والا ہوتا ہے درزی کی مشین کی طرح، جس سے وہ پتھر گھومتا ہے، اور چھری وہاں رکھتے ہیں تو وہ چھری تیز ہوتی ہے۔

سورت چی چی فارمسی والوں کو جو ''حکیم چی چی'' کہا جاتا ہے کہ ان کے آباء واجداد میں سے کسی نے یہی پیشہ اپنے روزگار کے لئے اختیار کیا تھا۔ تو جہاں گاؤں میں گئے، بچے شور مچاتے تھے کہ چی چی والے بابا آ گئے، چھری تیز کرنے والے۔

شاعر یہ کہتا ہے کہ کب تک تم دوسروں کے لئے کام کرتے رہو گے؟ ان کی چھری تو تم نے تیز کر دی۔ وہ آپ سے کام لے رہے ہیں، آپ پتھر بنے ہوئے ہیں اور ان کی چھری تیز ہو رہی ہے، وہ واصل الی اللہ ہو رہے ہیں، اور آپ اسی طرح پڑے ہوئے ہیں، آپ کے اپنے کلام سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں، دوسری مخلوق فائدہ اٹھا رہی ہے، ان کی چھریاں تیز ہو رہی ہیں۔

جب یہ اپنے بھائی کی زبانی جو عارف باللہ تھے ان کی زبانی جب یہ کلمات انہوں نے سنے تو دل کو لگے۔ فوراً اسی وقت سب چھوڑ چھاڑ کے نکل پڑے۔ پہلے سے ذہن تو بنا ہوا تھا، تیار تو ہو چکے تھے، ایک دھکےّ کی ضرورت تھی، چل پڑے۔ دس بارہ برس گھومتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا کام بنا دیا۔

اسی سفر میں بغیر کسی کتاب کے اور بغیر کسی کتب خانہ کے، جو اپنی یادداشت سے جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے احیاء العلوم۔ اسی لئے اس میں اتنی تاثیر ہے کہ یہ کبھی تو قدس میں لکھی جا رہی ہے، کبھی صخرۃ میں لکھی جا رہی ہے، کبھی اسکندریہ میں لکھی جا رہی ہے، کبھی جامع مسجد کے منارہ پر دمشق میں لکھی جا رہی ہے۔ تو اسی طرح معرفت کی تلاش کے لئے جب یہ نکلے ہیں، تو اسی وقت حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ داخل ہو رہے ہیں۔ تو یہ امام غزالی نکلے ایک شعر سن کر کے اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے آگے ان کا کام بنا دیا۔

سچی طلب

اس پر مجھے شیخ سعدی کے ہم وطن، شیخ طباینی شیرازی یاد آئے۔ وہ امّی محض تھے، کچھ نہیں جانتے تھے، بہت بھولے بھالے۔ ایک دفعہ کسی مدرسہ میں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ طلبہ اپنے درس میں مصروف ہیں، مطالعہ میں ہیں، بحث مباحثہ ہورہا ہے، کتاب یاد کی جارہی ہے، تو یہ ان کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ یہ آپ لوگ پڑھ رہے ہو، مجھے بہت اچھا لگتا ہے یہ آپ لوگوں کا پڑھنا، آپ کا علم شریعت، تو مجھے بھی یہ علوم پڑھنے ہیں۔

اب وہ طلبہ ہم عمر اور جب کوئی نگراں بھی نہ ہو، ان کی جماعت میں کوئی پہنچ جائے اور پھنس جائے تو اس کا اللہ ہی حافظ۔ تو یہ بیچارے پہنچ گئے، ان طلبہ سے جو سوال کر دیا تو طلبہ کیا جواب دیتے ہیں؟

وہ کہتے ہیں کہ اس کے لئے تو اوندھا لٹکنا پڑے گا، علم شریعت اور علم طریقت کا حصول ویسے تھوڑا ہی ہوگا؟ اوندھا لٹکنا پڑتا ہے۔ یہ تو میں نے کہا امّی محض تھے، بھولے بھالے، تو انہوں نے پوچھا کیسے؟ کہنے لگے کہ تم گھر جاؤ اور رسّی کے ساتھ اوندھے لٹک جاؤ اور ساری رات یہ پڑھتے رہو، وظیفہ ہم بتاتے ہیں آپ کو۔ تو وظیفہ ان کو سکھایا۔ کیا وظیفہ؟ کہ **کُزبُرہ عُصفُرہ، کُزبُرہ عُصفُرہ، کُزبُرہ عُصفُرہ**، یہ رنگین دھنیا۔ ایک مہمل لفظ۔

ویسے ہی شرارت میں طلبہ نے تو کہہ دیا، مگر طلب سچی تھی۔ تو سچ مچ یہ گئے اپنے گھر اور کہہ دیا گھر والوں سے کہ مجھے ایک وظیفہ کرنا ہے، مجھے لٹکا دو۔ اوندھے لٹک گئے، ساری رات پڑھ رہے ہیں، ان کا کام ایک رات میں بن گیا۔ صبح گھر والوں سے کہتے مجھے کھولو اور اسی مدرسہ میں پہنچے اور رو رہے ہیں کہ بہت شکریہ تم لوگوں کا کہ تم نے مجھے علومِ شریعت اور علومِ طریقت سے نواز دیا۔

طلبہ پھر ہنستے ہیں۔ تو پھر وہ شرارت میں پوچھتے ہیں کہ اچھا **کتاب الطہارۃ** کا ایک مسئلہ

بتاؤ۔تو جوانہوں نے پڑھنا شروع اور بولنا شروع کیا،تو کیا ان کا محدث اور کیا ان کا حافظ اور کیا ان کا فقیہ اور مفتی۔شریعت کا جو باب چھیڑ دیتے وہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ سچی طلب پر ایک رات میں کام بن گیا۔

امام غزالی اور پیرانِ پیر رحمہما اللہ کی صحرا نوردی

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طلب کا تو کیا کہنا،تو ان کا کام بنا دس بارہ برس میں۔اور ادھر میں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین کا محافظ ہے۔تو مخلوق رو رہی ہے بغداد کا کیا ہوگا، ہمارا کیا ہوگا؟

یہ جا رہے ہیں اور اسی عرصے میں پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ تیار ہو کر داخل ہو رہے ہیں، جن کا قصہ بتایا تھا کہ پچیس برس انہوں نے صحرا نوردی کی، جنگل کی خاک چھانی، اور مخلوق سے بھاگتے رہے۔

یہ رہبانیت نہیں ہے۔لوگ تو مذاق اڑاتے ہیں، کہتے ہیں یہ تو ممنوع ہے اسلام میں، **لا رھبانیة فی الاسلام** ۔ جو چاہے الزام لگاتے رہو،مگر ان کی تو لو لگی ہوئی تھی اوپر کو تار جوڑنے کے لئے ،اس کو مضبوط کرنے کے لئے ،معرفت کے حصول کے لئے ،پچیس برس لگے رہے اور بہت بڑے محدث ،اور محدث بھی کٹّر حنابلہ کے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ،ان کو کیسے کہو گے کہ رہبانیت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کیا پچیس برس؟ اور اس میں وہی عہد کیا ہے کہ الٰہی! تو خود مجھے کھلا۔پھر کوئی لے کر آتا ہے،تب خضر لے کر آتے ہیں۔

جو کل ابلیس کا قصہ سنایا تھا،تو اس میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ دیکھا کہ کوئی انسان سونے کے برتن میں پیالہ میں پانی لا کر پیش کرتا ہے۔پوچھا یہ کیا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے ہے۔تو پیالہ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے منہ پر مار کر فرمایا،**اِخْسَأ یَا اِبْلِیْس** ۔ سونے کا پیالہ،سونے کا برتن،تو حضرت خضر جب آسمان سے طباق لے کر اترے اور پیش کیا،

کھانا کھایااوراس کے بعد بارش براہ راست آسمان سے برستی ہے،ادھر سیراب ہوتے ہیں۔اس کے بعد حضرت خضر ہاتھ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بغداد میں جا کر بیٹھئے اور مخلوق کو ہدایت کیجئے اوران کو اللہ کی طرف بلانے کا اور دعوت کا کام کیجئے۔

پھر جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا کہ یہ پچیس برس کی صحرانوردی کے مجاہدوں سے معرفت کے کس منصب پر یہ فائز ہوئے ہوں گے کہ بڑے عجائبات ہیں،سب سے زیادہ اگر دیکھا جائے تو عجائبات اور کرامات حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

ایک مرتبہ خود سنانے لگے کہ جب میں وہاں صحرانوردی میں تھا پچیس برس تک، تو وہاں میرے ساتھ رجالِ غیب کبھی ہوتے تھے، کبھی جنّات ہوتے تھے۔ آج ہمارے حاجی اجمل صاحب بھی آئے ہوئے ہیں،ان کے ساتھ بھی وہاں زکریا مسجد میں جنات ہوتے تھے۔ یہاں دارالعلوم میں بھی جناتوں کا ذکر یہ سنتے تھے۔تو پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارواح میری تسلی کے لئے آتی تھیں اور حضرت خضر بار بار آتے تھے۔اخیر میں وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آئے کہ بغداد جا کر ہدایت خلق کا کام کرو۔

او اسرائیلی، آجا! محمدی کا خطاب سن لے!

ان کے درس کا یہ حال تھا کہ کبھی درس ہورہا ہے،ستّر ستّر ہزار کا مجمع ہوتا تھا۔ پہلے تو اپنی مسجد میں شروع کیا، پھر جامع مسجد میں منتقل ہونا پڑا، پھر آپ کا منبر عید گاہ میں لے جایا گیا۔ جب کوئی جگہ کافی نہیں ہوسکی،تو پھر جنگل میں درس کی مجلس لگانی پڑی۔ ہزاروں مشائخ اور علماء آپ کے بیانات نوٹ کرتے تھے اور لکھتے تھے۔

بیان ہورہا ہے اوراسی اثناء میں فرماتے ہیں آجا آجا،او اسرائیلی، آجا،محمدی کا کلام سن لے۔ کہ حضرت خضر سے صحرانوردی میں بار بار ملاقات ہوئی ہے، تو جب دوبارہ آتے ہیں تو انہیں خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ او اسرائیلی آجا! اسی جملہ پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے

ہمارے کئی قصے ہیں کہ مجلس میں فرمایا آجا، پیارے آجا!۔

ایک دفعہ عشرۂ ثانیہ کے آخری ایام کی بعد مغرب کی مجلس کے دوران کسی نے مجھے حوض پر کہا کہ حضرت تمہیں یاد فرمارہے ہیں۔ میں بھاگا ہوا گیا۔ بیٹھنے سے پہلے حضرت نے فرمایا ارے یوسف! میں نے زور سے کہا جی حضرت! اس پر ساری مسجد مشائخ کے قہقہوں سے گونج گئی، یہاں تک کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہر چند سیکنڈ کے بعد ہنسی روکنے کے لئے چہرہ اور ڈاڑھی پر ہاتھ ملتے تھے۔ میں حیرت زدہ کھڑا ہوں کیوں کہ یہ مجھے خطاب نہیں تھا۔ یہ تو کسی قصہ کے دوران حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت کوئی حکایت فرمارہے تھے۔

مختلف آراء ہیں حضرت خضر کے بارے میں کہ یہ لمبی عمر جو پائے ہوئے ہیں، کب سے ہیں؟ کسی نے کہا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس روئے زمین پر تھے، اسی وقت سے ہیں۔ اور کسی نے کہا کہ اس کے کچھ عرصہ بعد کے ہیں۔ کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ تو حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس سے معلوم ہوتی ہے جو خطاب کرتے ہیں او اسرائیلی، آجا! محمدی کا کلام سن لے۔ اس جملہ سے ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔

اور کبھی غصہ میں ہوتے تھے، جلال آتا تھا، علماء مشائخ کو ڈانٹتے تھے۔ تو چونکہ وہ ایک سلسلہ تھا، بڑے بڑے منصب بیچاروں نے پائے ہوئے تھے، مسجد میں امام ہیں، بڑی بڑی تنخواہیں مل رہی ہیں، تو ایک مادّی ذہن بنا ہوا تھا، تو ان کی اصلاح کے لئے فرماتے تھے کہ او عالمو! اے صوفیو! اس کے بعد غصہ میں فرماتے کہ تمہارے عماموں کو آگ نہیں لگ جاتی؟ یہ کوئی الفاظ نہیں ہوتے تھے۔ تو سچ مچ آپ کے سامنے جو آپ کے بیٹے ابھی پڑھ رہے تھے، عالم بن رہے تھے، بیٹھے ہوئے ابا جان کا خطاب سن رہے تھے، تو انہیں کے عمامہ میں آگ لگ گئی۔

ہر دفعہ ایسا ہوتا تھا۔ جو کلمہ نکلا، تو ایک آدھ واقعہ اسی جگہ پر مخلوق دیکھ لیتی تھی، جس سے وہ سمجھتے تھے کہ کوئی یہ لفّاظی نہیں ہے۔ کبھی فرماتے تھے کہ تمہاری خانقاہیں زمین میں دھنس نہیں جاتیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو نقشہ کھینچتے ہیں کہ کیا حالات تھے اس وقت کے کہ حکومت نے لوگوں کو اور عوام الناس کو اور علماء اور خواص کو بگاڑ رکھا تھا۔ دیکھئے، اس علماء ہی کے طبقے کو اس طرح خراب کیا کہ منصب کا حصول موقوف رکھا گیا مناظروں پر کہ جو مناظرہ میں کامیاب ہو، وہی مسجد میں امام ہوگا۔ اس سے بڑے مناظرہ میں جو کامیاب ہوگا وہ جامع مسجد کا امام ہوگا۔ اس سے بڑے مناظرہ میں جو سب علماء کو مات کر دے گا وہ قاضی بنے گا۔ اور سب سے بڑا چیف جسٹس بننا ہے تو سب کو مات دے دے۔ تو یہ ایک ذہن بنا رکھا تھا، اس لئے یہاں سے کام شروع کیا حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کی اصلاح فرمائی۔

محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اور اسی لئے فرماتے ہیں، اپنے حالات خود بیان فرماتے ہیں پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ۔ فرمایا کہ میں ایک دفعہ گزر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص بہت ناتواں، لاغر، کمزور، صرف سانس جاری ہے، تو مجھے اس پر بڑا رحم آیا۔

میں اس کے پاس پہنچا، میں اس کے قریب جا کر میں بیٹھ گیا اور میں نے اس کو دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ آہستہ آہستہ جو سانس بالکل آخری گنے جا رہے تھے تو وہ سانس تیز ہونے شروع ہوئے، اب حرکت شروع ہوئی، اب آنکھیں اس نے کھولی، تو میں خوش ہوا۔ لیکن تعجب بھی ہو رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن جب وہ گلا، سڑا جسم صرف ہڈی اور چمڑا، اس پر گوشت کا نام نہیں تھا، جب وہ گوشت بننے لگا اور ہاتھ گول گول ہونے لگے، پیر گول گول ہونے لگے، وہ صحت مند انسان بننے لگا، تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ یہ کیا بلا ہے؟

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا کہ نہیں نہیں، آپ گھبرائیں نہیں۔ میں کون ہوں؟ آپ مجھے پہچانتے ہو؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔

فرمایا کہ میں آپ کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں۔ کیوں کہ حضرت پیرانِ پیر

سادات میں سے ہیں۔ فرمایا کہ میں آپ کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں۔ آپ نے مجھے زندہ کیا، اس لئے آج آپ محی الدین ہو۔ تو یہ صحرانوردی، جس کو ہم رہبانیت کا نام دیتے ہیں، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اتنا نوازا، اتنا نوازا کہ دنیا کو دین سے اور علم سے اور عمل سے بھر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی زندہ کرے۔

حضرت پیرانِ پیر سیدنا عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح پچیس برس تک جنگل اور صحراء کی خاک چھانی اللہ کی طلب میں کہ تو کدھر ہے؟ اور اسی میں پھر اللہ تعالیٰ نے جب انہیں نوازا اور ان سے وہ کام لیا گیا جس کی وجہ سے حضرت امام غزالی کو اپنا سب کچھ چھوڑنا پڑا تھا اور جس مدرسہ اور جس مدرسہ کی پڑھائی اور جس طریقۂ کار اور سارے سلسلہ سے انتہائی متنفر ہو کر وہ نکلے تھے کہ یہ تو سارا کا سارا جال ہے، نفس اور ہوا کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے، تو پھر کیا مدارس، کیا مساجد، کیا نمازیں، کیا زکوٰۃ، روزہ، حج، اور کیا طریقت کے سلاسل، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ، ایک شخص واحد کی برکت سے ان سب کو زندہ کر دیا۔

الالقاب تنزل من السماء

بزرگوں کے یہاں کے القاب **الألْقَابُ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ**، القاب دیکھنے ہوں، تو تنظیموں اور مدارس کے جلسوں کے اشتہار دیکھ لیں۔

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم ریونین پہنچے، تو حضرت نے فرمایا کہ جو یہاں کا چوبیس گھنٹے کا نظام الاوقات ہے مجھے بھی سنا دو، جو انہوں نے چھپوایا ہے۔ تو میں نے پڑھنا شروع کیا کہ قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا۔

یہاں پہنچا، حضرت نے فرمایا اس کو کاٹ دو۔ میں نے سوچا حضرت ویسے ہی فرما رہے ہیں۔ اتنے میں فرمایا کہ 'پیارے، اس کو کاٹ دے'۔ اور اس کی جگہ لکھ دے **ربُّ السَّماوات والارض**۔ تو اس کے بعد فرمایا 'ارے پیارے، مولوی زکریا لکھ دیتے، مولانا زکریا لکھ دیتے،

ان تمام القاب کے لکھنے کی کیا ضرورت۔

'شیخ الحدیث' کا لقب

حالانکہ وہ سب لقب ہمارے بنائے ہوئے نہیں تھے، مولانا محمد زکریا، اس سے پہلے شیخ الحدیث، وہاں مدینہ طیبہ میں ایک سے زائد مرتبہ خط آیا ہے کہ شیخ الحدیث مدینہ منورہ، پہنچ گیا۔ ایک دفعہ خط آیا شیخ الحدیث ،بقیع ، مدینہ منورہ، پہنچ گیا۔ مکہ مکرمہ میں خط آتا ہے شیخ الحدیث مکہ مکرمہ، اور وہ پہنچ گئے۔ پہلے دارالحدیث جاتا تھا اور وہ دارالحدیث والے یہاں بھیجتے تھے، تو شیخ الحدیث بھی غلط نہیں تھا۔

تمہیں قطب الاقطاب بنا دیا گیا

قطب الاقطاب، میں جب حضرت کے یہاں، حضرت کے وصال سے پونے دو برس ڈیڑھ برس پہلے مدینہ طیبہ پہنچا، تو مصافحہ اور ملاقات کے ساتھ ہی فرمانے لگے، وہ خواب تو نے سن لیا؟ میں نے کہا، نہیں۔

فرمایا کہ ابھی میں نے تین چار روز پہلے خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف رکھتے ہیں اور یہاں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شاہ صاحب کو فرمارہے ہیں کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں قطب الاقطاب بنا دیا گیا اور لوگوں کو یہ بتا دیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ خواب ہی میں میں دل میں سوچنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں، میں سامنے حاضر ہوں، مجھے خود ارشاد کیوں نہیں فرمارہے ہیں؟ شاہ صاحب کو فرمارہے کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں قطب الاقطاب بنا دیا گیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ میرے ذہن میں آئی کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں جب میں پڑھا کرتا تھا، انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واقعات صرف ایک جگہ پر چالیس لکھے ہیں "**الدُّرُّ الثمین فی مبشّرات النبی**

الامین'' کہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات جو حضرت شاہ صاحب کو ہوئے۔

اس میں کہیں فرماتے ہیں کہ میں قائم الزمان ہوں کہ تمہیں قائم الزمان بنا دیا گیا۔ تو مجھے اشکال ہوتا تھا کہ یہ چیزیں تو چھپائی جاتی ہیں۔ تو انہوں نے مستقل کتابی شکل میں اس کو کیوں لکھا ہوگا؟

یہ چیز دل میں کھٹکتی تھی۔ تو اب اس کا جواب یہاں ملا کہ جس طرح یہاں حضرت شاہ صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطہ بنایا کہ گویا تمہیں ان کے متعلق اشکال تھا، تو جس طرح ہم آپ کو فرما رہے ہیں کہ تم اس کو چھپاؤ نہیں کہ تمہیں قطب الاقطاب بنا دیا گیا، بلکہ لوگوں کو بتا دو، تو اس طرح یہ جو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے قائم الزمان بنایا گیا، تو یہ بھی مامور ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، اللہ عزوجل کی طرف سے ان کو حکم ہوا ہوگا۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو محی الدین کہا جاتا ہے، اس دن سے آپ کا یہ لقب ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا اور پھر اس نے کہا کہ تمہیں آج سے محی الدین بنا دیا گیا۔ پھر وہ غائب۔ میں چل کر جیسے مسجد میں پہنچا، تو دور سے ایک آدمی نے اشارہ کیا، آجاؤ! آجاؤ! یہ محی الدین آگئے۔ اب ان کو کیسے پتہ؟ عوام، وہاں کی پبلک کے دل میں اوپر سے ڈالا گیا، **الالقاب تنزل من السماء**.

اسی لئے یہ جو ہمارے اکابرین میں جن کے حالات آپ نے سنے، ان کے، نظام الدین تھانیسری، حضرت جلال الدین، اور صابر پیا کلیری، حضرت علاء الدین، یہ ان کے مرید حضرت شمس الدین ترک، یہ سارے کے سارے علاء الدین، جلال الدین، نظام الدین، شمس الدین نام نہیں ہیں، یہ القاب ہیں، نام ان کے کچھ اور ہیں۔ جیسے حضرت شاہ عبدالحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تو ہے احمد۔ مگر جیسا بتایا کہ ان پر حال ہر وقت غالب رہتا تھا اور اس دنیا میں آتے ہی نہیں تھے، نماز کے وقت حق حق کہہ کر جب خادم چلنا شروع کرتا، تو اس کی آواز کے پیچھے وہ چلتے تھے۔ تو وہیں سے ان کا لقب عبدالحق ہوگیا۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے روحانی سلسلہ کو دوبارہ زندہ کیا۔ اسی طرح ہمارے یہاں بھی ہمارے اکابرین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس سلسلہ کو زندہ فرمایا، ورنہ یہ سلسلہ خرافات کا مجموعہ بنتا جارہا تھا۔ یہ دین، یہ طریق اور یہ سلسلہ اور یہ تصوف، سب کو ہمارے اکابر نے سنت کے سانچہ میں ڈھالا۔ جیسا کہ رسالہ ہفت مسئلہ کے بارے میں حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، پیرومرشد سے شریعت کے مسئلہ کی بناء پر اختلاف کیا۔

شریعت اور طریقت کا توازن

اپنے پیرومرشد سے اختلاف کر کے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے شریعت وطریقت کا توازن برقرار رکھا اور اس سے ان کے مرتبہ کو اور عروج ملا، حالانکہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو مرشد سے فنائیت کے درجہ کا تعلق تھا۔

تصورِ شیخ کے ذیل میں بتایا تھا کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید پر جو حال طاری ہوا تھا، وہ چاروں طرف جدھر دیکھتا ہے ادھر سید احمد بریلوی صاحب، ادھر بھی، ادھر بھی، چاروں طرف، تو وہ پریشان کہ میں نماز کیسے پڑھوں، چلوں کیسے، چاروں طرف سے، جدھر نگاہ کرتے، آنکھ کھولتے ہیں، سید صاحب موجود۔

سید صاحب کے پاس لے گئے تو سید صاحب نے کیا پڑھ کر دم فرمایا، حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ مجھ کتے کا تصور کرتا ہے! چھوڑ مجھ کتّے کے تصور کو! یہ کہتے ہی ان کی وہ کیفیت ختم، تصورِ شیخ کا جو غلبہ ہو گیا تھا وہ ختم ہو گیا۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے تشریف لے گئے مکہ معظّمہ، تو برسوں ان کی شبیہ میرے قلب میں رہی، کوئی کام ان کو پوچھے بغیر میں نے نہیں کیا۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ اور آگے بتا دوں؟ ارواح ثلاثہ میں حضرت امیر خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اور آگے بتا دوں؟ خادم نے عرض کیا کہ فرمایئے۔تو فرمایا کہ اس کے بعد برسہا برس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی رابطہ رہا۔کوئی کام میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں کیا۔

جب یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری کے لئے میں نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ پیارے! تجھے تو ہمارا معمول معلوم ہے کہ مجھے کہنے کے بجائے وہاں عرض کرو روضۂ اقدس پر، جو وہاں سے حکم ہوگا۔اسی لئے شعر میں حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کا اٹھنا، بیٹھنا، سفر، حضر، نقل، حرکت ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذن کے بعد ہوتی تھی۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ برسہا برس یہ حال رہا، اس کے بعد جوش میں اور زیادہ جوش میں فرمانے لگے کہ اور بتاؤں؟ اور آگے بتاؤں؟ فرمایا کہ اس کے بعد تو میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے پھر اس کے بعد مرتبہ احسان عطا فرما دیا، ہر وقت اللہ تعالیٰ۔

نَافَقَ حَنْظَلَة

یہ اس کے حصول کے لئے پچیس برس صحرا نوردی کی حضرت محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور سالہا سال حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدے کئے۔

اور یہ جو ہم اپنی ان نمازوں پر، اپنے ذکر و اذکار پر، اس موجودہ دین پر ہم قناعت کئے بیٹھے ہیں دوستو! یہ کافی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ جو اس وقت میں آپ سے کچھ کلمات عرض کر رہا ہوں، بول رہا ہوں، یہ بھی سب نفاق ہے۔ جو الفاظ ہیں وہ اندروں کے مطابق نہیں ہے اور نفاق اسی کو کہا جاتا ہے کہ الفاظ کچھ اور ہوں، اندر کچھ اور۔

نَـافَقَ حَنْظَلَه فرما کر صحابۂ کرام روتے ہیں اپنے بارے میں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت حنظلۃ الغسیل رضی اللہ تعالی عنہ آ کر کہتے ہیں کہ میں تو منافق ہو گیا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ پوچھتے ہیں، کیسے؟ تو بتاتے ہیں کہ ایسے کہ ہمارا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کچھ حال اور ہوتا ہے، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کچھ سنتے ہیں اور جب وہاں سے اٹھتے ہیں، تو میرا حال کچھ اور ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرا حال بھی میں ایسا ہی پاتا ہوں۔ چلو جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں۔ تو دوستو! یہ اس کا موازنہ نہ کریں کہ ہمارا اندر اور باہر ایک ہے یا نہیں۔ یہ جو ہم پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ، تو اس کی کوئی حقیقت ہے ہمارے دل میں یا صرف الفاظ ہیں اور اس کی حقیقت کوئی نہیں۔ پھر تو یہ الفاظ اور اندرون دونوں میں مطابقت نہ ہو، وہ تو منافقت ہے۔ ہمارے اکابر نے جو ایک جادہ اور طریق اور راہ مستقیم ہمیں چل کر دکھایا، عمل کر کے دکھایا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور آج کی رات بہت مبارک ہے۔ جس طرح میں نے بارہا کہا یہ ہماری لفاظی سے آگے کچھ نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے ایک کام سے خوش ہے۔ امام اپنے کام سے خوش ہوتا ہے کہ میں نے آج بہت اچھا پڑھ دیا، مجھے بہت اچھا یاد تھا۔ مقرر جب بیٹھ جاتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ یہ سارے کے سارے بڑے گناہ گار ہیں۔ ان کے لئے اللہ نے مجھے مصلح بنا کر بھیجا ہے۔ وہ جو مصلح اور دین کا احیاء کرنے والے تھے، وہ تو تھے حضرت پیرانِ پیر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کا تصرف کیسے چلتا ہے؟ روحانیت کیسے کام کرتی ہے؟ اس کے بڑے واقعات ہیں۔

اکابر کا تصرف

پہلے آپ کو بتایا تھا کہ ۱۹۸۴ء ہے۔ اور میں خواب دیکھتا ہوں اور صبح حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ یہاں راشدیہ سلسلہ کے بزرگ، پیر

راشدی فرما رہے ہیں کہ یہاں ہمارے پاس آؤ۔ تو مولانا یوسف لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں کہ بہت دور سندھ میں اندرونِ سندھ ان کا مزار ہے، آپ کمزور آدمی ہیں، کچی سڑک ہے، پانچ سات گھنٹے کا سفر ہے، آپ جا نہیں سکتے۔ تو خواب بیان کر دیا، ان کا جواب ہو گیا، بات ختم ہو گئی۔

دو تین سال کے بعد مجھے حرم شریف میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب تلاش کرتے ہیں کہ حضرت درخواستی تمہیں یاد فرما رہے تھے۔ تو وہاں جب میں خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو وہی کلمہ حضرت درخواستی فرماتے ہیں کہ گذشتہ کل میں جب صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا، تو مجھے وہاں سے حکم ہوا کہ میں تمہیں ہمارے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اجازت دوں۔

اب یہ دو تین برس پہلے وہاں سندھ میں مجھے طلب کیا گیا کہ وہاں میں حاضر ہوں، وہی راشدیہ قادریہ سلسلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں حکم ہوتا ہے اور وہی الفاظ بھی، ورنہ اپنی طرف سے وہ اپنے الفاظ میں بھی کہہ سکتے تھے، اس کے بجائے فرمایا کہ وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں، الفاظ بھی فرمایا کہ وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں ہمارے سلسلہ قادریہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں۔ تو بزرگوں کے یہ تصرفات ہیں۔

تصرف یہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر چلا، ان کے زمانہ میں دین کو انہوں نے دوبارہ زندہ کیا اور جو دین ختم ہو چکا تھا مدرسہ میں، خانقاہ میں، مسجد میں اور معاملات اسلامیہ، معاملات شرعیہ میں، ہر چیز میں جو ایک نئی روح اور نئی زندگی آئی، ان کی توجہ کی برکت سے اور ان کے تصرف سے۔ اور یہ تصرف ان کا پھر صدیوں چل رہا ہے، وہ روحانی فیض ان کا اب تک جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین کی خدمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا میں نے اس دن بھی عرض کیا کہ یہ مبارک راتیں ہیں۔ لفّاظی میں، کہنے سننے میں ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ خاص طور پر یہ بہت مبارک رات، اللہ تعالیٰ آج کی رات میں روئے زمین پر جہاں کہیں اہلِ

اسلام دعا میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرمائے، بالخصوص سب سے اہم ترین اس وقت جو قیامت گزر رہی اہلِ اسلام پر اور اہلِ اسلام نشانہ ہیں، اور دینی سلسلہ کو ختم کرنے تک کی ٹھانی جا رہی ہے، اللہ دین اسلام کی حفاظت فرمائے۔

ہر زمانہ کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ چنانچہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ فتنہ جو انہوں نے ذکر کیا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے، وہ ایک تعیُّش کا فتنہ تھا، مادیت کا فتنہ تھا، اس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا۔ اور آج ظلم و بربریت کی انتہاء ہے، مسلمانوں پر جگہ جگہ ظلم و ستم ہو رہا ہے، ان کے وجود سے، اس لفظ اسلام سے اور اسلامی شعائر سے دشمنوں کو چڑ اور نفرت ہو گئی ہے کہ ان کو کس طرح ختم کیا جائے، اس لئے آج کی مبارک رات میں خاص اس کے لئے گڑ گڑائیں اور دعا کریں۔

چہار ترک: ایک اور تعبیر

جیسا میں نے عرض کیا کہ چار کلیوں والی ٹوپی بزرگ عنایت کرتے تھے اور اس سے مطلب ان کا یہ ہوتا تھا کہ ترکِ گفتن، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ اختلاط کردن، کہ سونا چھوڑ دو، کھانا چھوڑ دو، ملنا چھوڑ دو، بولو نہیں۔ یہ اس طرح کسی نے اس کو تعبیر کیا کہ مجھے میرے پیر نے یہ ٹوپی عطا فرمائی اور اس کے ساتھ چار نصیحتیں فرمائی۔ چار نصیحتیں کیا تھیں کہ چھوڑنا سیکھو، ترک کرنا سیکھو۔

جس طرح انہوں نے جنگل میں جا کر سب کو چھوڑ دیا، صحرا نوردی کے بغیر ان تمام علائق کو ہم چھوڑ نہیں سکتے، اس لئے وہ جنگل میں بھاگ جاتے تھے۔ پچیس برس کے لئے پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ بھاگ گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کو چھوڑ کر غارِ حراء پر تشریف لے گئے۔ تو یہ چھوڑنا ان کے یہاں بڑا اہم اور ضروری تھا۔

ایک بزرگ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے میرے پیر و مرشد نے جب ٹوپی عطا فرمائی، تو پھر

ارشاد فرمایا کہ چار (۴) چیزیں چھوڑ دو۔ یہ چار اس کی کلیاں ہیں۔

۱۔ایک فرمایا کہ ترکِ دنیا۔ دنیا سے کسی قسم کی کوئی محبت، کوئی علاقہ تعلق، کسی طرح کا تمہارا نہ رہے، نہ تمہاری ملک میں دنیا رہے، نہ دنیا سے تم کسی طرح کا تمتع اور فائدہ اٹھاؤ۔ بالکلیہ اس کو چھوڑ دو۔ یہ تو سمجھ میں آتا ہے۔

۲۔اس کے بعد فرمایا کہ ترکِ عقبیٰ۔ آخرت کو بھی چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

وہ کہتے تھے اللہ کو خطاب کر کے الٰہی! نہ مجھے دنیا چاہئے، نہ مجھے حور وقصور اور جنت چاہئے، مجھے تو صرف تو چاہئے۔ تو ان نعمتوں کو بھی حارج سمجھتے تھے، عقبیٰ کو بھی، آخرت کو بھی، جنت کو بھی، نعمتوں کو بھی، حور وقصور کو بھی۔

۳۔اور آگے فرماتے ہیں کہ تیسری چیز جس کے ترک کے لئے میرے پیر ومرشد نے فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ ترکِ خودی۔ کہ جب تم تمہارے خدا کو یاد کرو، ایک مقام آتا ہے اللہ اللہ اللہ کرتے وقت۔ وہ کہتے ہیں کہ اتنا اللہ کو بساؤ کہ تم اپنے آپ کو بھی بھول جاؤ۔ جیسے وہ خوب محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جس بزرگ کا واقعہ بیان کیا کہ وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ وہ جب وضو کرتے ہوئے حوض میں اپنی تصویر دیکھتے، تو پوچھتے کہ تو کون؟ اپنے آپ سے نکل جاؤ، ترکِ خودی، تم اپنے وجود کے تمام تقاضوں کو بھول جاؤ، صرف اسی میں محو ہو جاؤ، صرف وہی رہ جائے۔

۴۔اب ایک چیز رہ گئی کہ اپنے وجود کو بھی بھلا دیا، مگر یہ طلب تو ہے کہ مجھے یہ ملنا چاہئے، خدا تو مجھے مل جا۔ تو فرمایا، ترکِ طلب۔ یہ طلب بھی تمہیں یاد نہ رہے کہ تم کچھ مانگ رہے ہو۔

ہوائے نفس

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کا رسالہ نکلتا تھا جس کا نام پہلے شاید کچھ اور تھا، بعد میں وصیۃ العرفان کے نام سے نکلتا تھا۔ میں پڑھا کرتا تھا، وہاں کوئلہ والے ہمارے اسمٰعیل بھائی دوست تھے راندیر میں، وہ منگوایا کرتے تھے۔ تو اس میں حضرت کے حالات تازہ بتازہ آیا کرتے تھے۔

حضرت جمعہ سے پہلے وعظ فرمایا کرتے تھے، تو جمعہ سے پہلے حضرت نے وعظ شروع فرمایا۔ یہاں سے شروع فرمایا، آج میں سوچ رہا تھا کہ کیا بیان کروں۔ راستہ میں جب میں مسجد میں داخل ہو رہا تھا، تو صحن میں حکیم صاحب ملے۔ اور حکیم صاحب اس طرح ہاتھ پیٹ پر پھیرتے ہوئے فرمانے لگے حضرت، دعا فرمائیں یہ ہوا نے، گیس نے، بہت پریشان کر رکھا ہے۔ تو فرمایا کہ اوہ ہو! میں نے سوچا کہ میں متلاشی تھا کہ کیا بیان کروں، مجھے موضوع مل گیا کہ سب سے بڑی مصیبت یہ ہوا، خواہش، طلب ہے۔ اس پر حضرت نے اس دن وعظ فرمایا۔

ٹوپی والے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے پیر و مرشد نے فرمایا کہ یہ چار ٹکڑے ہیں، جس سے یہ ٹوپی بنی ہے۔ تو اس سے:

۱۔ ایک ٹکڑے سے اشارہ ہے ترکِ دنیا کی طرف،

۲۔ ایک سے اشارہ ترکِ عقبیٰ کی طرف،

۳۔ اور ایک سے اشارہ ہے ترکِ خودی، اپنے وجود کو بھی بھول جاؤ،

۴۔ اور آخری چوتھی چیز فرمایا کہ ترکِ طلب اور ترکِ ہوا کہ اپنی نفس کی تمنا، خواہش اور طلب بھی کسی قسم کی باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک رات میں اس کا فیصلہ فرما دیں کہ دشمن اپنے عزائم میں ناکام ہو جائے، اور اسلام اور یہ ہمارا دین اور ترقی کرے، اسلامی مراکز کو اللہ تعالیٰ تا قیامت محفوظ رکھے۔

کچھ دوست کل اور آج نئے بھی آئے ہیں، تو میں نے سوچا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ کیا موضوع چل رہا ہے۔ ہم نے شروع رمضان سے یہ سلسلہ شروع کیا تھا کہ سلسلہ کے اکابر میں سے روز کسی ایک بزرگ کے حالات بیان کئے جائیں۔ جیسے حدیث کی کتاب کے شروع میں اپنی سند بیان کر دیتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے یہ کتاب پڑھی، انہوں نے فلاں سے پڑھی، تا کہ یہ اعتماد رہے کہ یہ باقاعدہ ہمارا مضبوط اور پختہ سلسلہ ہے حدیث کے پڑھنے کا۔

اسی طرح میں نے سوچا کہ دوستوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ جو کچھ ہمارے یہاں معمولات پڑھنے کے لئے بتائے جاتے ہیں، یہ ذکر، یہ تسبیح، یہ مراقبہ، تو یہ کسی کی شخصی ایجاد نہیں، بلکہ مسلسل پورا ایک سلسلہ ہے، تو اس کے لئے روز ایک بزرگ کے حالات بیان ہو رہے تھے، مگر آدھے کے قریب مشائخ کے حالات بیان ہوئے، تو اس میں مسلسل ایسے اکابر کا ذکر آنے لگا کہ جو ساری دنیا کو، سب اہل وعیال، مال ومنال، سب کو خیر باد کہہ کر کے اسی کی یاد میں ہر وقت محو اور مستغرق رہتے تھے۔ کیا ہمارا سلسلہ، کیا دوسرے سلسلے، سب میں یہ چیز قدر مشترک ہے۔

اس لئے پھر میں نے دوسرے سلسلوں کی بھی مثال دی کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے تو سب کچھ چھوڑ دیا اور کوئی ایک دو چلّہ نہیں، بلکہ دس بارہ برس تک کے لئے چھوڑ کر جنگل کی راہ لی، جن پر شافعی مذہب کا، ان کی کتابوں پر مدار ہے۔ جیسے ہمارے یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیر صغیر، سیر کبیر، جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، تو اس طرح ان کے یہاں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بسیط، وجیز، وسیط، تو ان کتابوں پر شافعی مذہب کا مدار ہے۔ اتنا بڑا امام اپنے مذہب کا، تو وہ کیسے یہ ساری چیزیں چھوڑ دیتا؟ اور چھوڑیں تو معلوم ہوا کہ بڑا اہم یہ کوئی فریضہ ہے، جس کی ادائیگی ضروری تھی۔

پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس سے بھی ڈبل جنگل میں پچیس برس لگائے۔ ہمارے والد صاحب کا حال بتایا تھا کہ انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا، بیوی کو، بچوں کو سسرال بھیج دیا۔

اور چار پیوند والی ٹوپی کے متعلق بتایا تھا کہ یہ چار ترک کی طرف اشارہ ہے، تو اس میں الگ

الگ تعبیرات ہیں۔تو کل ایک تعبیر بتائی تھی کہ جس میں ترکِ دنیا، ترکِ آخرت، ترکِ طلب، ترکِ خودی، اپنے آپ کو بھی چھوڑ دو، تو انہوں نے اپنے آپ کو بھی چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ والد صاحب کو، ہمارے بڑے بھائی محمد علی صاحب مرحوم، جو ہندی تھے، پھر مدنی بنے، پھر افریقی ہوئے، جن کا باب عمر پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی مجلس میں نکاح ہوا تھا اور اس بابرکت دعا، توجہات نبویہ کے نتیجہ میں مدنی بیٹا ملا جس کا نام ہی مدنی ہے۔تو بھائی صاحب نے دیکھا رات تین بجے کہ انہوں نے اپنی آنکھ نکال کر رکھ دی۔ پھر والد صاحب کے کسی خاص دوست نے جب والد صاحب سے پوچھا اور خود مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بارہا ہوتا تھا کہ سارے جسم کے اعضاء الگ الگ ہوجاتے تھے۔

ہر عضو کی اپنی اپنی تسبیح

حضرت مولانا فخرالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، کسی کام سے تشریف لے گئے، دیکھا دروازہ بند۔ ذرا سا کنڈی کھٹکھٹائی، جواب نہیں ملا، تو کہتے ہیں میں نے ادب کے خلاف کام کیا۔ باہر آ گیا اور تھوڑی سی کھڑکی کو ہاتھ لگایا، ذرا سی کھلی، کیا دیکھتا ہوں کہ جسم کے سارے اعضاء الگ الگ پڑے ہوئے ہیں۔

والد صاحب نے فرمایا کہ وہ سب اعضاء الگ ہوجاتے تھے، وہ اپنی اپنی تسبیح کرتے تھے۔ ہر عضو، کہتے ہیں ہر بُنِ مو سے، ہر ایک ایک بال سے الگ الگ تسبیح ہو، **وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ**، تو یہ کیسے؟ اپنے آپ سے کیسے الگ ہوجاتے ہوں گے؟ اپنے آپ کو بھی کیسے چھوڑ دیتے ہوں گے؟ اس پر ہم اٹک گئے۔ کئی روز سے یہی موضوع چل رہا ہے کہ کیوں ایسا کرتے ہوں گے؟ اور کیسے کرسکتے ہوں گے؟

یہ دل جل رہا ہے

مجھے مجنون کا قصہ یاد آیا۔ مجنون کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جگہ لیلیٰ کے مسکن کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا، جہاں سے اس کی کھڑکی، اس کا جھروکہ سامنے رہے اور وہاں سے وہ دیکھ سکے، پتھر تھا، جس پر وہ جا کر بیٹھ جاتا تھا، اور ٹکٹکی باندھے ہوئے۔ تو محلے کے لڑکوں کو شرارت سوجھی، انہوں نے شرارت یہ کی کہ یہ روز یہاں آ کر بیٹھتا ہے، ادھر تکتا رہتا ہے، تو بہت سارا کوڑا اکٹھا کیا، کوڑا اکھٹا کر کے پتھر پر آگ جلائی۔ اور انہوں نے کہا کہ اس کے آنے سے پہلے پتھر اتنا گرم کر دیتے ہیں کہ وہ یہاں بیٹھ ہی نہ سکے۔ آگ جلادی، پتھر بالکل آگ کے مانند گرم ہو گیا۔

اور کیا دیکھتے ہیں بچے کہ مجنون اپنے وقت پر آیا اور وہاں آ کر بیٹھ گیا، نہ کوئی حس، نہ حرکت، نہ آہ، نہ بکاء، نہ کوئی چہرے پر تغیر، نہ آنکھ میں کوئی آنسو۔ اسی طرح ٹکٹکی پھر شروع ہو گئی، تو لڑکے دوڑ کر آ گئے کہ انہیں بھی رحم آ گیا، بھاگے ہوئے آئے کہ اٹھو اٹھو، یہ کیا ہو گیا، اس نے کہا کیا ہو گیا؟ کہنے لگے کہ آپ کا بدن جل رہا ہے، تو اس نے کہا نا، نا، بدن نہیں جل رہا ہے۔

آتش عشق سوختہ قلب مرا

ادھر اشارہ کیا کہ یہ جل رہا ہے۔

ایسے کوئی آگ ہوک لگتی ہو گی ان کے دلوں میں، ہوک ایسی اٹھتی ہو گی ایسی آگ کہ جس سے ان کے لئے سب کچھ آسان ہو جاتا ہو گا۔ میں نے موازنہ کرنا شروع کیا تھا کہ وہ تو برسہا برس اس کی یاد میں ایسے گزار دیں، اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر، اور ہماری دو منٹ کی نماز ہم ٹکٹکی نہ باندھ سکیں اس ذات کی طرف۔ جیسے ہی نماز کے لئے اللہ اکبر کہا، اور سارا حساب و کتاب، ساری دنیا یاد آ جائے گی۔ اگر کسی کا گزر نہیں ہو گا، کچھ یاد نہیں آئے گا تو وہی ایک ذات یاد نہیں آئے گی۔

مولیٰ کی پہچان

شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے۔ شیخ عبدالواحد بن زید ایک دفعہ جوش

میں بیان فرما رہے ہیں۔ فرمایا اچھا بھئی، بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اللہ کے لئے اپنے مال منال، اہل وعیال سب کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوتا ہے؟ وہ خود بھی چھوڑتے تھے، چھڑواتے بھی تھے۔ سمجھتے تھے کہ یہ سب ان چیزوں کے بندے بنے ہوئے ہیں، جب تک ان سے نہیں نجات پائیں گے، تو ادھر مولیٰ کو پہچان نہیں سکیں گے۔ تو انہوں نے اعلان کیا کہ کون ہے؟

ایک صاحب خدام میں سے کھڑے ہو گئے، حضرت میں اس کے لئے حاضر ہوں، میں اس کے لئے تیار ہوں۔ وہ سامنے آنے لگے۔ فرمایا، ادھر نہیں، اُدھر جاؤ، پہلے عمل کر کے آؤ، اللہ! تو وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے کہ حضرت، ہم نے سب کو خیر باد کہہ دیا، جو کچھ تھا سب لٹا دیا راہ للہ میں، کچھ نہیں رہا ہمارے ساتھ۔ فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ بیٹھتے ہی سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، یہاں گردن جھکا دو۔

جیسے ہی حضرت نے ہاتھ رکھا اور مراقبہ انہوں نے شروع کیا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ عالم عقبیٰ، عالم آخرت منکشف ہے، تمام قسم کے جو نام سنتے تھے آج تک جنتوں کے، وہ ساری سامنے ہیں، وہاں کے تمام خدام، حور وقصور سب کے سب سامنے ہیں۔

حضرت نے جب ان کو مراقبہ میں بٹھایا تو فرمایا کہ تم عمل کر کے آئے، تو ہم بھی اپنا وعدہ پورا کر کے چھوڑیں گے۔ اور تم نے ہمارے کہنے پر سب کچھ لٹایا تو کیا کیا ملنے والا ہے ابھی دیکھ لو، دنیا میں، آخرت میں تو ملنے ہی والا ہے، اور وہاں تم نے اہل وعیال کو چھوڑا تو وہاں کے لئے چھوڑا، آپ کے لئے جو تیاریاں ہیں تو اس کو بھی دیکھ لو۔

گردن جھکاتے ہی دیکھتے ہیں وہ سارا، ملأ اعلیٰ کا عالم منکشف اور ایک جنت، دوسری، تیسری، دکھائی جا رہی ہے کہ یہ بھی آپ کی، یہ آپ کی ہے اور جو خاص جنت تھی اور خاص آپ کی بیوی بننے والی حور عین، تو وہ جب سامنے آئی ہے، تو ان کا تو حسن و جمال دیکھ کر حال خراب ہونے لگا۔

جنت کے احوال

جیسے ایک روایت بہت عرصہ ہوا سنی تھی، اس کے بعد میں نے بہت تلاش کی، مجھے ملی نہیں کہیں، مل جانی چاہئے کہ جنتی کو جب حق تعالیٰ شانہ حکم فرمائیں گے کہ جا، تو جنت میں بھاگا ہوا جائے گا کہ کہیں میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ اور جیسا ہی جنت کے اندر اس نے قدم رکھا کہ سامنے دیکھا کہ استقبال کے لئے حور کھڑی ہے، تو ایک قدم جنت میں ہے، ایک باہر ہے اور اس کا حسن وجمال دیکھ کر چلنا موقوف، ہر قسم کی طلب ختم۔ بس، اس کے دیدار اور اس کی زیارت اور اس کے دیکھنے میں محو ہو گیا۔

اسی حال میں کھڑا ہوا ایک قدم اندر ہے، ایک باہر ہے، کہتے ہیں پانچ سو برس دیکھتا رہے گا اس کو کہ کہیں میں ذرا سا قدم اٹھانے کی فکر کروں گا، پلک جھپکوں گا، تو کہیں یہ ادھر اُدھر نہ ہو جائے۔

پانچ سو برس کے بعد دوسرے پانچ سو برس گزریں گے، تو ادھر سے ایک سریلی آواز آئے گی، تو وہ آواز اتنی سریلی ہوگی، اتنی سریلی ہوگی کہ وہ اس کے حسن وجمال کو جو پانچ سو برس سے دیکھ رہا تھا وہ بھول جائے گا اور اس آواز کی طرف ایسے گردن پھیرے گا۔ ابھی ایک قدم جنت کے اندر ہے، ایک باہر ہے اور اس نے گردن اِدھر پھیری جدھر سے آواز آئی، تو دیکھا کہ ایک حور اس پہلی والی سے بھی زیادہ حسین اور جمیل اور وہ گا رہی ہے۔ تو پانچ سو برس اس کی آواز کی طرف، اس طرح چہرہ مڑا ہوا ہے، ایک قدم اندر، ایک باہر، اس طرح وہ دیکھتا رہے گا۔

اسی طرح یہ شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید مراقبہ میں جب دیکھ رہے تھے، ''حور العین''، قرآن میں جس کا ذکر آتا ہے کہ اس کے استقبال کے لئے کھڑی ہے، اسی بے خودی میں کھڑے ہو گئے، اور اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ تو وہ وہاں سے کہتی ہے کہ نہیں نہیں، ابھی نہیں، تم میں اور ہم میں تھوڑا فاصلہ باقی ہے، تھوڑا صبر کرو ابھی۔

اتنے میں وہ منظر ختم ہو گیا تو حضرت شیخ عبدالواحد بن زید ہنسنے لگے اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ بھئی، کیوں کھڑے ہو گئے؟ تو وہ چیخ رہے ہیں، چلاّ رہے ہیں، ایک حال طاری ہے ان کے اوپر۔ فرمایا کہ اس نے کہا نہیں کہ تھوڑا فاصلہ باقی ہے، اور فاصلہ آپ کا جلدی طے ہو جائے گا۔ ابھی صبر کرو، اتنے میں شام نہیں ہوئی کہ نفیر، نفیر، نفیر، ایک اعلان ہوا کہ فلاں جگہ لشکر جا رہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالواحد نے فرمایا کہ جاؤ، ان کے ساتھ تم ہو جاؤ۔ جا کر وہاں شہید ہوتے ہیں اور وہ اپنی مراد پا لیتے ہیں، تو ایسی ان حضرات نے بھی خواب یا بیداری میں کوئی وہاں کی حور، وہاں کے قصور کو دیکھ لیا ہو گا کہ جس کی لذت میں سب کچھ چھوڑ نا ان کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

کاش کہ ہماری حس جاگ اٹھے

اور ہمارے لئے تو جیسا میں نے بتایا کہ کوئی چیز ہم چھوڑ نہیں سکتے، نہ ایک چائے چھوڑ سکتے ہیں، نہ ایک وقت کا کھانا چھوڑ سکتے ہیں، ساری دنیا کے چھوڑنے اور ترک کرنے کا تو سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

اللہ کرے کہ جس طرح انہیں کوئی ایک دھکّا لگا، ہمیں بھی کوئی ایسا دھکّا لگ جائے کہ ہمارے لئے اس طرح سے ادھر توجہ آسان ہو جائے، کہ ہمارے ذکر میں ہمارا دل لگے، ہماری نمازوں میں ہمارا دل لگے، مراقبہ میں دل لگے۔ جس طرح ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا، یہ طلب سے بھی ہوتا ہے، مانگتے بھی رہنا چاہئے، اور شدت احساس سے بھی ہوتا ہے کہ کاش کہ ہماری یہ حس جاگ جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نماز کا وقت ہوا تو آپ کو نماز میں آگے کر دیا گیا کہ حضرت، نماز پڑھائیں۔

نماز سے فارغ ہوئے تو بڑا عجیب و غریب اعلان کیا۔ فرماتے ہیں کہ دیکھو، یہ میں نے آخری

نماز تمہیں پڑھائی ہے۔ یا تو اپنے لئے کسی امام کا انتظام کرلو آئندہ نماز سے یا تم خود اکیلے اکیلے اپنی نماز پڑھ لینا۔

اتنے بڑے صحابی، وہ جماعت کے بعد فرماتے ہیں کہ چاہے تو اپنے لئے کوئی امام دوسرا متعین کرلو، دوسرا امام ڈھونڈھ لو یا پھر تم اکیلے اکیلے نماز پڑھ لو۔ تم نے مجھے امام بنایا اور میں نے نماز کے لئے جب اللہ اکبر کہا تو میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ شاید میں ان میں افضل ہوں، اس لئے مجھے انہوں نے امام بنا دیا ہے۔

کتنا ذمہ داری کا احساس! اور ہمیں تو کوئی چیز اپیل نہیں کرتی ہے، نہ گناہ اپیل کرتا ہے، کبھی جھنجھوڑتا ہے، ہمیں تو نفس اور شیطان کھینچ کر لے جاتا ہے۔ وہ جدھر لے جاتا ہے، ہم چلتے رہتے ہیں۔

ہر وقت شیطان کی خوشامد

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، جس طرح میں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کیا تھا کہ ان کے متعلق آتا ہے کہ اتنے عقلمند انسان تھے کہ لکھا ہے کہ اگر عقل کو اللہ نے انسان بنایا ہوتا اور عقل مرد پیدا کی گئی ہوتی، تو وہ جنید بغدادی ہوتے۔

ایسے ہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ایک جملہ، کیا جملہ حضرت نے فرمایا اللہ اکبر! کہ ہماری بدعملی کا دوسرے پر ہم تو الزام لگاتے ہیں کہ یہ نفس گناہ کرواتا ہے، یہ شیطان گناہ کرواتا ہے، شیطان وسوسہ ڈالتا ہے ہم گناہ کر لیتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں نا، نا، ایسا نہیں، ہمارا حال تو یہ ہو گیا ہے، اب حضرت کا جملہ شروع ہوتا ہے، سنئے، حضرت فرماتے ہیں کہ ہم ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ!

کہ شیطان کے اوپر الزام ڈال کر تم بری ہونا چاہتے ہو، کتنی بڑی غلطی پر حضرت نے متنبہ فرمایا۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے سارا گند شیطان کے اوپر ڈال دیا، سارا نفس کے اوپر ڈال

دیا۔

فرمایا کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔اور خوشامد کے معنیٰ میں طلبہ کو سمجھایا کرتا ہوں کہ اگر کبھی کسی جگہ جانے کا ارادہ ہو، پروگرام ہو، ساتھی تیار نہ ہو، تو اس کو ہر تھوڑی دیر کے بعد کہیں گے چلنا ہے، چلنا ہے، چلنا پڑے گا، چل، چل، تو یہ جو اس کو بار بار کہہ رہے ہیں، تو حضرت فرماتے ہیں ہم تو خود شیطان کو تیار کر رہے ہیں، وہ تو فارغ ہو چکا ہے، آرام سے بیٹھا ہوا ہے، اس کو تو ضرورت ہی نہیں کہ مزید ہماری سرکشی کے لئے زور لگائے۔

پینتیس برس کی نماز کی قضا کی

یہ اللہ والے حضرات! اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سمجھ عطا فرمائی، اور انہوں نے ان چیزوں کو سمجھا اور جانا اور پہچانا۔اور اس کی وجہ سے ان کے لئے سب کچھ لٹانا، سب کو خیر باد کہنا آسان ہو گیا۔

ایک بزرگ جن کے کتابوں میں بہت تفصیلی احوال ملتے ہیں، بڑے مسلّم مشائخ میں سے، بڑا ان کا سلسلہ، ہزاروں ان کے مریدین۔اور جب یہ سلسلہ ہوتا ہے تو ہر وقت سب ساتھی تیار، تمام کام ٹائم ٹیبل کے مطابق چل رہا ہے، تو تیس برس تک ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

جیسے ہمارے مدرسہ کے ناظم صاحب حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مختار صاحب کے دادا جان، ان کی پینتیس برس تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔تو کتنی پابندی کی ہوگی؟ لیکن انسان ہے، ایک دفعہ کسی وجہ سے کچھ دیر ہوگئی، بشری تقاضے انسان کو رہتے ہیں۔

اسی طرح یہ بزرگ صرف ایک دفعہ نماز میں ایسے وقت میں پہنچے کہ ایک رکعت ہو چکی تھی۔ برسہا برس کے بعد ایسا ہوا۔تو وہ نماز تو انہوں نے اپنی پڑھ لی، پوری کر لی، ایک رکعت امام کے سلام کے بعد پڑھ لی اور اس کے بعد چلے گئے، اب سب خدام اور ساتھی سب انتظار میں، آتے ہی نہیں، کئی دن گزر گئے، اس کے بعد برآمد ہوئے، اس کے بعد آئے۔پوچھا، کیا بات تھی؟ کچھ

طبیعت خراب، کچھ طبیعت ناساز تھی؟ اور اتنے دن تک حضرت کہاں رہے؟

انہوں نے فرمایا کہ اس دن مجھے وہ جو قصہ ہوا تھا آپ کو یاد ہے کہ میری ایک رکعت چلی گئی تھی؟ کہا ہاں۔ فرمایا میں جب چھوٹی ہوئی اس ایک رکعت کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوا ہوں، تو مجھے دل میں ایک قسم کی شرمندگی محسوس ہوئی کہ میں ہمیشہ تکبیر اولیٰ کے وقت موجود رہتا تھا اور پہلی صف میں ہوتا تھا اور آج میں مسبوق بن گیا، میری رکعت چلی گئی، تو مجھے ایک قسم سے لوگوں سے جھجھک محسوس ہوئی، شرمندگی، تو میں نے سلام پھیر کر سوچا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون، میں یہ اس مخلوق کو خوش کرنے کے لئے پینتیس برس تک مرتا رہا اور پینتیس برس تک پابندی کرتا رہا۔ تب میں نے جا کر فوراً اپنی پینتیس برس کی نمازیں دہرانی شروع کی کہ میں ان سب کی قضا کروں گا۔

حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک ابن دینار، بہت بڑے مشائخ میں سے اور بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں، اور بہت اونچے اپنے زمانہ کے علماء میں سے بھی تھے۔ تو وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں بالکل صاف صاف، ہماری طرح سے منافقت نہیں ہوتی، یہ تو جو کچھ میں بول رہا ہوں، اندر کچھ، اور زبان پر کچھ ہے۔

لیکن وہ فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ جب یہ مسجد معاویہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عظیم الشان مسجد دمشق میں تعمیر فرمائی تھی، تو اس مسجد میں میں دیکھ رہا تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں مصلی، ہزاروں طلبہ اس مسجد میں پڑھنے والے، حلقے لگے ہوتے ہیں تو اس مسجد کا نظام اور انتظام یہ ایک چھوٹی سی حکومت کی طرح ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک دفعہ تمنا ہوئی کہ کاش کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مسجد کا متولی بنا دے۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کو مانگنا شروع کیا، پھر وہاں اس مسجد میں میں نے اعتکاف کیا۔ اعتکاف میں، ذکر و تلاوت میں مشغول رہتا، اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا اور اللہ سے

مانگتا کہ یا اللہ، اب کتنا مقدس کام، کتنی اچھی سوچ کہ الٰہی ! مجھے تو اس مسجد کی تولیت عطا فرما دے۔ پورے ایک سال تک لگے رہے۔

کہتے ہیں ایک سال کے بعد غیب سے ندا آئی کہ آپ نے بہت اچھا کام کیا۔ آپ نے ایک سال تک اعتکاف کیا، ایک سال تک نمازیں پڑھیں، ایک سال تک ذکر واذکار کئے، اللہ کو یاد کیا اور مسجد سے نکلے نہیں، ایک سال کا پورا اعتکاف کیا آپ نے، بڑا اچھا کام کیا، مگر کیا کس کے لئے آپ نے؟ مسجد کی تولیت کے لئے کیا۔ ہمارے لئے تو آپ نے نہیں کیا۔

اب پھر اعتکاف میں رو رہے ہیں، گڑ گڑا رہے ہیں اور اس گناہ پر رو رہے ہیں۔ یہ ایک سال تک جو کچھ کیا ہے جس طرح ان بزرگ نے پینتیس برس کی نمازیں قضا کی اس کو گناہ سمجھ کر کہ یہ گناہ کئے میں نے، تو اس کی معافی کے لئے رو رہے ہیں حق تعالیٰ شانہ کے سامنے۔ عرض کرتے ہیں، روتے رہے، پورا ایک سال جب گزرا ہے، ٹھیک ایک سال گزرنے پر جو وہاں کی منتظمہ ہوگی، حکومت کا شعبہ کوئی رہا ہوگا، ان کو ضرورت پیش آئی کہ ہم متولی، اب مسجد کا نظام کچھ خراب ہے، کسی کو ہم مسجد کا متولی بنائیں۔ تو سب نے سوچ کر ان کے بارے میں فیصلہ کیا حضرت مالک ابن دینار کے متعلق کہ یہ بڑے بزرگ ہیں، ہمیشہ معتکف رہتے ہیں، ان سے درخواست کرتے ہیں اور یہ منصب ان کو دیا جائے۔

حکومتی طبقہ اور تمام مصلی اور صلحاء وہاں آپ کی خدمت میں پہنچے۔ پوچھا، کیا بات؟ میں تو روز یہاں مسجد میں ہی ہوتا ہوں، آج سب اکٹھے ہو کر آئے؟ تو سب نے کہا حضرت، ہمیں ضرورت ہے اس مسجد کی تولیت کے لئے کسی نیک آدمی کی اور آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؟ تو چلّانے لگے، رونے لگے، الٰہی ! میں تجھ سے اس کو مانگتا رہا ایک سال، اس وقت تو تو نے یہ نہیں دی۔ اور جب اب میں نے ایک سال کا اعتکاف تیرے لئے کیا تو اب یہ تو اپنے آپ کو دینے کے بجائے یہ مسجد مجھے دیتا ہے۔ اب تو مجھے یہ تولیت نہیں، تو ہی تو چاہئے۔ اب اس تولیت اور شہرت سے بھاگ رہے ہیں اور دمشق سے بھاگ کر بصرہ آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری بھی کایا پلٹ دے، ہمارے دل کے قبلہ کو درست کر دے، ہر وقت اپنے مالکِ حقیقی کو دل میں بسانے کی اللہ ہمیں توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے، تراویح اور تلاوت کو قبول فرمائے۔ جو لغزشیں، کوتاہیاں ہوئیں، کمی رہ گئی، اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے۔

موضوع پورے مہینہ یہ رہا کہ ہمارے اکابر نے عملی طریقت کے سلسلہ کو اپنایا اور اس میں چشتیہ سلسلہ کے اکابرین کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بطور خاص ذکر ہوتا رہا کہ ان دونوں حضرات نے مختلف انداز اختیار کئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے بڑے قرآن وحدیث اور فقہ کے سب سے بڑے امام ہیں۔ سلاطین اور ملوک، حکام اور وزراء ہر وقت ان سے مصافحہ کے لئے ترستے ہیں۔ دنیوی وجاہت بھی عروج پر ہے، مگر ان سب کو ایک لات مار کر نکل کر جنگل کی راہ لیتے ہیں۔

اس کے برخلاف پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی ابتداء میں، علوم شرعیہ سے فراغت کے ساتھ ہی یہ کام شروع کر دیتے ہیں اور پچیس برس تک صحرانوردی اور جنگل کی راہ لیتے ہیں۔ اور جس زمانہ میں امام غزالی بغداد سے جا رہے ہوتے ہیں، پیران پیر بغداد میں آرہے ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت

تصوف کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا، کہا گیا، خلوت کے خلاف بھی، استغراق کے خلاف بھی۔ مگر جیسا میں نے بارہا عرض کیا کہ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے۔ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی مثال دی تھی کہ برسہا برس مراقبہ میں گزارتے ہیں۔ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَاب، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے فرستادہ رجالِ غیب جب پہنچتے ہیں، تو اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں، سب کچھ بند، خلوت میں ہیں، اپنی عادت کے مطابق تو دیوار پھٹتی ہے اور اس میں سے داخل ہوتے ہیں، ففزع، وہ گھبرا

جاتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ قرآن نے ذکر کیا **كُلَّمَا دَخَلَ عليْهازَ كَرِيَّا الْمِحْرَاب**، تو یہ سب خلوتیں ہیں۔ مگر کبھی خلوت سے کام نہیں چلتا ہے، جیسے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام خلوت ہی میں تھے، ہر طرف پہرے بٹھا رکھے ہیں، کوئی آ نہیں سکتا، جا نہیں سکتا، مگر دیوار پھٹی اور اس میں سے آ گئے۔ اس لئے پھر یہ صحرانوردی اور جنگل کی راہ لی گئی۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو سب سے دور کوہِ طور پر بھیجا گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے جنگل بیابان میں پہاڑ، غارِ حراء کو پسند فرمایا، جبل نور کو یہ شرف عطا فرمایا۔

آج جب معتکف کی جگہ بنائی جا رہی تھی نماز کے لئے بستر ہٹائے جا رہے تھے، تو مجھے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ سٹینگر کا رمضان یاد آیا کہ وہاں مجمع کی کثرت کی وجہ سے یہ سوچا گیا کہ ایسے بستر ہوں کہ نماز کے وقت اٹھانے کی ضرورت نہ پڑے، جس پر سجدہ کیا جا سکے، یہ ہمارے عام گدوں سے تھوڑے سخت ہوں، پتلے ہوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

یہ سب ہماری کمزوری اور ضعیفی اور ناتوانی کی بنا پر ہے اور ناز پروردہ ہم لوگ بنے ہوئے ہیں، اس کا نتیجہ ہے۔ ورنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلوت، جو طویل اعتکاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ کہاں ہے؟ جنگل میں، کوہِ نور پر، غارِ حراء میں فرمایا۔

اور غارِ حراء کے اعتکاف کے ساتھ ہمارے اس اعتکاف کا ذرا آپ موازنہ فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ مکرمہ کی سب سے مالدار ترین حویلی میں تھے، سب سے مالدار گھر میں تھے، سب سے بڑی تجارت تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اور تمام نعمتیں وہاں موجود تھیں۔ ان سب کو پھینک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں؟ جنگل میں، پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ اور اس پہاڑ کو اور اس غار کو سوچئے۔ تین چار دفعہ وہاں حاضری کی توفیق ہوئی۔ تو جو

حضرات وہاں جا سکے، انہیں اندازہ ہوگا کہ وہ پہاڑ، اس کی چڑھائی ڈیڑھ ہزار برس کے بعد آمدو رفت کی وجہ سے اتنی آسان ہوجانے کے بعد اب یہ حال ہے۔ تو اس زمانہ میں کیا حال ہوگا؟

ابھی بھی وہاں جب گرمیوں میں حاضری ہوتی ہے، تو نماز پڑھنا صحن میں مشکل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ان سرخ پتھروں پر جب گرمی پڑتی ہے، تو سورج ڈوبنے کے بعد آئندہ کل کی صبح تک وہ اس قابل نہیں ہو پاتے کہ آپ اس پر اپنا ماتھا ٹیک سکیں۔ تو کیا سابقہ قصہ والا مجنون کا گرم پتھر، اس سے بھی زیادہ گرم تپتے ہوئے یہ پتھر ہوتے ہیں، جس پر ہمارے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ماتھا نہیں ٹیکتے تھے، بلکہ اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا، سب کچھ ان گرم پتھروں پر ہے۔ جو مدت بیان کی جاتی ہے برسوں میں بیان کی جاتی ہے کہ کئی برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں اعتکاف کا یہ معمول تھا۔

اس غارِ حراء کے اس پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح آرام فرماتے ہوں گے؟ کس طرح لیٹتے ہوں گے؟ اور پھر ہمارے ان گدّوں اور ہمارے اس اعتکاف کے ساتھ اس کا موازنہ کیجئے۔

خیر! تو یہ اعتکاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، جو ہم ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر اس کی گرد کو پہنچنا تو درکنار، اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جس ماحول میں ہم پلے ہیں، بڑھے ہیں، جو ہمارا مزاج بن چکا ہے ہماری رگ و پے میں ہے، ہم ان مجاہدات سے کتنے دور ہو چکے ہیں کہ مشکل ہے کہ اس کے اوپر، ان پتھروں پر ہم ایک سجدہ کر پائیں۔ اور جن پر بار بار ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرماتے رہے۔

آگ لگ جاتی ہے۔۔۔۔

یہ کیا چیز تھی کہ جس نے یہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے لے کر ان کے امتیوں تک کے لئے ترک غیر اللہ کو آسان بنا دیا۔ اس کا میں نے کل ذکر کیا تھا کہ دل میں ایک ہوک اٹھتی تھی اور

اسی ایک ذات کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھی ہوئی ہوتی تھی، جیسے مجنوں کو گرم پتھر پر جب لڑکوں نے بٹھا دیا اور اس کا بدن جل رہا تھا، اسے کوئی پتہ نہیں، نہ تکلیف کا، نہ جلنے کا، تو اسی طرح ان حضرات کو عشق الٰہی میں اس کا پتہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم کس گرم پتھر پر پڑے ہوئے ہیں؟

ایک دفعہ یہ آگ لگ جاتی ہے اور یہ سارے احساسات ختم کر دیتی ہے۔ اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ صرف اسی پر اکتفاء نہیں کہ خلوت ہے، تنہائی ہے، جنگل ہے، پہاڑ ہے، غارِ حراء ہے، بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار بڑھا کہ وہ پیغام لے کر آیا تھا معشوق کی طرف سے، محبوب کی طرف سے، اتنا عرصہ ہو گیا، ابھی پھر دوبارہ قاصد کیوں نہیں آتا؟ انتظار میں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیسے انتظار میں؟

کہ ہماری کتب احادیث میں، صحاح میں حدیث آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہو جاتے تھے، مضطرب اور پریشان ہیں اور یہ جدائی اور یہ فراق اور یہ جو فترت، کچھ عرصہ کے لئے سلسلہ موقوف کیا گیا مالک کی طرف سے پیغام بھیجنے کا، یہ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شواہق الجبل، پہاڑ کی چوٹی کے اوپر تشریف لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ارادہ فرماتے کہ اب میں یہاں سے اپنے آپ کو گرا کر جان قربان کر دوں، لِکَیْ یَتَرَدّٰی عَنِ الْجَبَلِ.

فوراً جبرئیل امین آجاتے ہیں، تَبَدّٰی لَه جِبْرِیْل، جبرئیل منانے کو آتے ہیں، مناتے ہیں کہ آپ تو تمام انبیاء اور رسل کے سردار ہیں، ایسا نہ کریں۔ ایک دفعہ نہیں، بار بار ایسا ہوا۔

سچی طلب

ایک بزرگ ہیں شیخ محمدی بن یوسف البنا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طلب اور تلاش اور معرفت کی طلب میں خاک چھان رہے ہیں جنگل بیابان کی، پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں، تو اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں الٰہی! یا تو تو اپنی معرفت مجھے نصیب فرما یا یہ پہاڑ میرے اوپر گرا

دے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو گرانے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، یہ اللہ سے مانگتے ہیں کہ اس پہاڑ ہی کو میرے اوپر گرا دے۔ جب اسی سفر میں وہ مکہ معظّمہ پہنچتے ہیں، تو طواف کرتے ہوئے پھر وہی فریاد۔ یا اللہ! یا تو میری جان لے لے یا تیری معرفت دے دے۔ تو آجا میں تجھ سے تجھے چاہتا ہوں۔ تو غیب سے آواز آتی ہے کہ اچھا، ہمیں چاہتے ہو اور سچ مچ چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تین مہینے تک روزے رکھو، وَ وَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلاثِیْن، سے بھی تین گنا زیادہ، تین مہینے تک روزے رکھو اور پھر یہاں جب تمہارے روزے پورے ہو جائیں، تو ہمارا وعدہ ہے کہ چاہِ زمزم کے پاس، روزوں کے پورے کرنے کے بعد پہنچ جانا۔

ایک زمانہ میں چاہِ زمزم جس طرح کہ ہندوستان پاکستان میں کنوئیں ہوتے ہیں، اسی طرح کا کنواں ابھی قریب کے سالوں تک تھا۔ وہاں جب ہم حاضر ہوتے تھے تو چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زمزم کے کنویں سے ڈول میں پانی نکالا اور اس میں سے پیا اور بقیہ کو اس میں ڈالا، تو اس میں کئی قسم کی برکات ہیں، اس پر عمل کی کوشش کرتے۔ تو کبھی تو وہ آدمی جو وہاں متعین ہوتا تھا اجازت دے دیتا تھا اور ایک ہی آدمی وہاں متعین ہوتا تھا۔ کبھی دیکھا کہ وہ منع کر رہا ہے، تو انتظار کرتے کہ ابھی تھوڑی دیر میں وہ نماز کے لئے جائے گا، جیسے ہی وہ کھانے کے لئے، استنجاء کے لئے گیا، تو اس وقت جا کر ڈول ڈال کر کے پانی کھینچ کر پی لیتے تھے۔ تو وہاں کا، زمزم کے کنویں کا وعدہ ہوا شیخ البنّا سے۔

چنانچہ انہوں نے جب اپنے روزے پورے کئے تو چاہِ زمزم پر حاضر ہوئے، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا گیا، بِجَانِبِ الطُّوْرِ الأَیْمَن۔ اب یہ انتظار میں ہیں حق تعالیٰ شانہ کی معرفت کا سوال کیا تھا۔ اس کا جواب ملنے والا ہے۔

جب وہاں پہنچے تو زمزم کے کنوئیں سے آواز آتی ہے، آپ کیا چاہتے ہو؟ دو چیزوں میں سے ایک اپنے لئے پسند کرلو۔ یا تو مالدار مولانا بننا پسند ہے، تو یہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں، **العلم مع**

الغنیٰ۔ یہ آپ کو چاہیئے یا اگر یہ نہیں چاہیئے، تو دوسری چیز ہم آپ کو پیش کرتے ہیں **المعرفة مع الفقر**، کنگال صوفی بننا چاہتے ہو؟

یہی معرفت جس کے یہ طالب تھے، تو انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی! میں تو برسہا برس سے اسی کو رو رہا ہوں، مجھے تو تیری معرفت چاہیئے۔ مجھے تو نہ علم چاہیئے، نہ غنیٰ چاہیئے، نہ مالداری۔ میں تو صرف تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں، تیری معرفت مل جائے۔

مجلس صمت

یہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ حضرات بڑے عقلمند انسان ہوا کرتے تھے، جیسے معروف کرخی، ہمارے معروف بزرگوں میں سے ہیں۔ وہ ہر وقت چپ رہتے تھے، بولتے نہیں تھے، بالکل چپ۔ اسی لئے خدام کو ایک طلب اور خواہش رہتی کہ ہم کچھ نصیحت سن لیں۔ وہ کہتے بھی کہ ہمیں کوئی نصیحت فرما دیجئے، مگر وہ بالکل چپ، خاموش رہتے۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس کو ہماری چپ سے فائدہ نہ ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جب وصیۃ العرفان میں ان کی یہ مجلس پڑھی گئی، تو حضرت نے بارہا، پچاسوں دفعہ اس کو دہرایا کہ ہمیں تو ان کا، مولانا وصی اللہ صاحب کا یہ جملہ بڑا پسند آیا کہ ''جس کو ہماری چپ سے فائدہ نہ ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے''۔

حضرت معروف کرخی سے سوال کیا گیا کہ حضرت، کیا بات ہے؟ آپ چپ رہتے ہیں، بولتے ہی نہیں۔ کیا وجہ؟ کیا موت کا ڈر؟ کہ ہر وقت آپ پر موت کا غم، موت کا ڈر اور اس کا خوف سوار ہے، اس کی وجہ سے آپ چپ ہیں؟ یا مرنے کے بعد قبر میں جانا ہے، وہاں کی ہولناکی اور وہاں کی منکر نکیر، اور اس کے سوالات کا ڈر ہے، اس کی وجہ سے آپ کی زبان بند ہے؟ یا پھر حشر ونشر اور وہاں کی ہولناکیاں محشر کی، وہ ڈراتی ہیں، اس کے وجہ سے آپ چپ ہیں؟ یا پھر کدھر کا فیصلہ ہوگا، اہل یمین میں سے یا شمال والوں میں سے ہوں گے، جنتیوں میں سے،

جہنمیوں میں سے ہوں گے، اس کا ڈر آپ کو ستاتا ہے، اس کی وجہ سے آپ چپ ہیں؟

حضرت کرخی سنتے رہے۔ اخیر میں مسکراتے ہوئے فرمایا، کتنے عقل مند، کہنے لگے، یہ تو جتنے مقاصد بنائے جا سکتے ہیں موت، قبر، حشر ونشر، جنت اور جہنم، تو ان کو کیوں بطور مقصد اپنے لئے چنا جائے؟ ان کا جو خالق اور مالک اور بادشاہ ہے اس کو کیوں نہ لیا جائے؟ جب تمہاری بادشاہ سے اور مالک اور خالق سے جان پہچان ہوگئی، تو یہ سب چیزیں تمہارے قدموں میں ہیں۔

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب آپ کا وصال ہوا معروف کرخی کا، تو علی ابن موفق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ عرش الٰہی ہے اور خدا کے عرش کے بالکل سامنے معروف کرخی بیٹھے ہوئے ہیں اور ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے، پلک جھپکتے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مصروف ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علی ابن موفق سے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ کر اور کوئی چیز اپنے لئے پسند نہیں کی۔ اس لئے میں نے میرے دیدار، میری رؤیت کو ان کے واسطے ہمیشہ کے لئے مباح کر دیا۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ یہی مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے نہ جنت چاہئے، نہ وہاں کی نعمتیں۔ الٰہی، میں تو صرف تجھ سے تجھ ہی کو مانگتا ہوں۔

تین قسم کے عابد

حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ ہمارے فارسی کے اساتذہ میں سے تھے۔ اور فارسی کی طلبہ کی جماعت گویا بچوں کی جماعت، مگر اس زمانہ کے اساتذہ سارے کے سارے اہلِ معرفت۔

ایک دفعہ بوستاں پڑھاتے ہوئے فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کی جاتی ہے، تو اس کی عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں۔ کچھ لوگ اللہ کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے بیماریوں سے محفوظ رہیں، مصائب سے محفوظ رہیں، حوادث سے محفوظ رہیں، اور اللہ تعالیٰ دنیوی دولت، عافیت کی زندگی دے۔ تو فرمایا کہ یہ تو کتے ہیں۔ صرف انہوں نے دنیا کو مقصد بنایا اللہ کی عبادت کے لئے، سب سے گھٹیا چیز کو مقصد بنایا۔

اور فرمایا کہ دوسرے درجہ کے وہ ہیں جو اللہ کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ جنت کمائیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ تاجر ہیں، اللہ کو کچھ دینا چاہتے ہیں اور کچھ لینا چاہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ کے حقیقی بندے وہ ہیں تیسری قسم کہ جو صرف اللہ ہی کے لئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ مل جائے۔ اب یہ اللہ کیسے ملتا ہے؟

ہم اپنے مالک سے کتنے دور! ہر چیز ہر وقت ہماری سوچ میں، دل و دماغ میں گھومتی رہتی ہے، کوئی لمحہ خالی نہیں جاتا۔ کبھی اپنی ضروریات، اپنے تقاضے، اپنی راحت، بچوں کی، اطراف کی، ہر چیز کا فکر، تصور دل میں آئے گا۔ اگر ہم نے اپنے دل میں نہیں سمایا، کسی کو داخل نہیں کیا، تو وہ مالک، مالکِ حقیقی، اس سے ہم کتنے دور ہو گئے۔

نفس کو دھکّا دے دو

اس لئے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا حق تعالیٰ شانہ سے کہ الٰہی! ہم تجھ سے بہت دور ہو گئے۔ یہ سب چیزیں اپنے چاروں طرف اکٹھی کر کے ہم نے خود اپنے آپ کو ایک قید خانہ میں اپنے اختیار سے مقید کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، تمام بشری تقاضے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف دیکھئے، ہمارا اعتکاف دیکھئے۔ وہ پتھر

پر ہے اور پچاس ڈگری اور اس سے زیادہ گرمی میں جو تپ کر گرم ہوتا ہے اس پتھر پر، پہاڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف ہے۔ اسی پر نمازیں، اسی پر سونا بیٹھنا ہے۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ الٰہی! ہم تجھ سے بہت دور ہو گئے، ہم تیرے پاس آنا چاہتے ہیں۔ کیف الطریق الیٰ ذاتک، تیری ذات تک پہنچنے کا رستہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جواب ادھر سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بہت آسان۔ یہ جو تم نے اپنے آپ کو نفس کا قیدی بنا رکھا ہے، اس کو دھکا دے دو اور چھوڑ کر آ جاؤ۔

حضرت مولانا شمس الدین صاحب ہمارے استاذ، انہیں علم سے عشق تھا، تو اس علم کو چھوڑ کر کوئی عبادت میں مشغول ہو، یہ بھی انہیں پسند نہیں تھا۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ معرفت کا حصول تو بہت آسان ہے۔ ایک قدم اپنے نفس پر رکھو، دوسرا قدم تمہارا جنت میں ہے۔ کتنی آسان تعبیر؟ مگر یہ نفس پر ہم قدم رکھیں کیسے؟

زِ شر نفس امّارہ نگاہم دار یا اللہ
ہوائے حرصِ نفسانی زِمن بردار یا اللہ

جس طرح حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سب سے بڑی مصیبت ہی یہ ہوا ہے، ہوائے حرص نفسانی اور یہ نفس۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کو آسان فرمائے۔

نفس پر قابو

ہم تو جس طرح بہت کوئی پرانا، ساری زندگی جرائم کر کے ایک مجرم ہو، عادی مجرم ہو جاتا ہے، اس طرح ہماری عادتیں چھوٹتی ہی نہیں۔ اور ان حضرات نے ہر وقت اپنا مقصد زندگی بنایا کہ کیسے ہم ان تمام تعلقات توڑ کر مالک تک پہنچ جائیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پاس فلاں جگہ سے

یہ یہ چیزیں آئیں اور وہ میرا زمانہ زائد چیزوں سے پرہیز کا تھا، یعنی اس وقت حضرت نے چند سال کے لئے اپنے اوپر پابندی لگا رکھی تھی کہ چند لقمے جس سے زندگی باقی رہ سکے اور چند گھونٹ جو پینے کے لئے اس جسم کو پانی دینے کے لئے ضروری ہوں، اس کو چھوڑ کر تمام زوائد کو میں نے ترک کر رکھا تھا۔

اب کتنے برسہا برس تک حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے تمام زوائد کو چھوڑ رکھا تھا۔ ہم تو ان تمام زوائد کے طلب گار اور مشتاق بنے ہوئے ہیں، تو یہ جس طرح حضرت نے تمام زوائد کو چھوڑا، اپنے نفس پر کتنا قابو ان کو رہا ہوگا۔ تب جا کر ان تمام زوائد کو چھوڑا ہوگا۔

گزشتہ کل حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا حال ذکر کیا، جنہوں نے تولیت مانگی تھی دمشق کی مسجد معاویہ کی۔ جب وہاں شہرت ہوگئی، تو وہاں سے بھاگے۔ بھاگ کر بصرہ آئے۔ بصرہ اب تک بھی مرکز ہے کھجوروں کا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس تک بصرہ کی کھجور نہیں چکھی کہ یہاں کی کھجور دنیا بھر میں اس وقت بھی جاتی تھی۔ تو کہتے ہیں تیس برس کے بعد ایک دفعہ مجھے خیال ہوا کہ لوگ دنیا بھر سے آتے ہیں، لے جاتے ہیں، بڑی شہرت ہے، میں ایک کھجور تو چکھ لوں۔

میں نے حق تعالیٰ شانہ سے استخارہ کیا اور پوچھا کہ الٰہی! میں ایک کھجور کھا سکتا ہوں؟ اتنے برس سے تو میں نے تمام چیزیں چھوڑ رکھی ہے، تو اجازت ملی کہ ہاں، تم کھا سکتے ہو۔ ایسا کرو کہ ایک ہفتہ کے لئے روزہ رکھ لو۔ ایک ہفتہ تک صومِ وصال رکھا، مسلسل روزہ بغیر کھائے پیئے، جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی ایام کا روزہ ہوتا تھا، **اِنَّمَا يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيُسْقِيْن،** بیچ میں افطار نہیں فرماتے۔ اور ایک ہفتہ کے بعد پھر تم کھا سکتے ہو۔

اب ایک ہفتہ مسلسل صوم وصال کے بعد کھجور لے کر چلے اور سوچا کہ اب ایک ہفتہ کے بعد کا جو افطار ہے مسجد میں جا کر کرتے ہیں۔ کھجوریں ہاتھ میں ہیں اور عصر کے وقت مسجد میں کھجور لے کر جا رہے ہیں۔ راستہ میں بچوں نے ان کو دیکھا جاتے ہوئے کہ یہ شخص کھجور لے کر جا رہا ہے

عصر کے وقت، دن کے وقت میں، تو انہوں نے شور مچایا، دیکھا کوئی اجنبی آدمی ہے، مسجد میں جا رہا ہے کھجور ہاتھ میں ہے، تو شور کیا محلّہ کے بچوں نے کہ دیکھو، دیکھو، کوئی یہودی آ گیا، مسجد میں جا رہا ہے۔ کچھ لوگ آ گئے۔

آ کر پوچھا۔ انہوں نے اپنا حال بتایا، تب انہوں نے کہا معاف کیجئے ہمارے بچوں کو، یہ آپ کے پاس کھجور دیکھ کر یہودی ہونے کا شبہ اس لئے ہوا کہ ہمارا یہ پورا علاقہ ہمیشہ پورا سال روزہ سے رہتا ہے اور دن کے وقت میں کوئی کھاتا نہیں اور نہ کھانے کی چیز کا کوئی تصور کر سکتا ہے۔ تو اس لئے آپ کے پاس کھجور کی تھیلی دیکھ کر کے انہیں شبہ ہوا کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ کیا زمانہ ہوگا! کیسے مقدس بندے ہوں گے کہ علاقہ کے سب لوگ سال بھر روزہ سے رہتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں اپنے متعلق مالک ابن دینار کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور کہنے لگے کہ الٰہی! میں نے صرف کھجور کی خواہش کی کہ ایک کھجور، ایک کھجور اور اس کے کھانے سے پہلے میں تو یہودی بن گیا۔ اگر میں نے وہ کھجور ان کے سامنے کھا لی ہوتی، تو پھر میں تو کافروں سے بھی بدتر شمار ہوتا۔

دنیا کو طلاق

انہوں نے اس طرح دنیا کو ترک کیا مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب وہاں بصرہ میں بھی شہرت ہوگئی، تو وہاں کے سب سے بڑے بصرہ کے ایک رئیس تھے، ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ وہاں کے امیر لوگوں میں سے تھے، ان کے ورثاء میں صرف ان کی ایک بیٹی تھی۔

وہاں والوں نے سوچا کہ یہ بزرگ مجرد ہیں مالک ابن دینار، تو رئیس بصرہ کی بیٹی کا ان سے نکاح کروا دیتے ہیں۔ اب حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیغام پہنچایا کہ ہم سب کی رائے ہے کہ آپ نکاح کر لیں۔ تو وہ ہنسنے لگے۔ کہنے لگے کہ تم تو بہت بھولے ہو۔ میں نے تو بار ہا کہا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور دنیا میں یہ عورت اور بیوی

بھی شامل ہے، اس کو تو کب کی طلاق ہو چکی ہے۔ کیوں تم اس بیچاری کو ستا رہے ہو؟

انہوں نے یہ جو ٹوپی، چار پیوند والی ٹوپی کہ کھانا بھی چھوڑ دیں، سونا بھی چھوڑ دیں، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، بولنا بھی چھوڑ دیں، اور اختلاط بھی چھوڑ دیں، میل جول، ملنا جلنا۔ اسی لئے یہ صحرا کی راہ لیتے ہیں اور تب جا کر اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب ان کو عطا فرمایا اور یہ کیسے قریب ہوئے؟ کہ خود ہم تو اپنا قرب سمجھ لیتے ہیں کہ نماز پڑھ لی۔ الحمد للہ، ہم روزے رکھ لیتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہمیں قرب نصیب ہو گیا۔ اور یہ حضرات اکابر اپنی نمازوں پر روتے ہیں۔

خود مالک ابن دینار فرماتے ہیں کہ جب میں ہر نماز میں اللہ اکبر کہہ کر **الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمن الرحیم ، مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین** پڑھتے ہوئے جب یہاں میں پہنچتا ہوں، تو بہت مشکل سے میں **ایاک نستعین** میں کہہ پاتا ہوں۔ یہاں آ کر میں اٹک جاتا ہوں **ایاک نعبد** کے بعد اب آگے میں **وایاک نستعین** پڑھوں، اس کے لئے میں اپنے آپ کو تیار کرتا ہوں اور زور لگاتا ہوں اپنی طبیعت پر۔ کتنے اصرار کے بعد میں ان کلمات کو ادا کر پاتا ہوں۔ کیوں؟

اور یہاں تک فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی سورت۔ سورۂ فاتحہ متعین نہ ہوتی، اور کسی دوسری سورت کے انتخاب کا اختیار ہوتا تو میں کبھی یہ سورت سورۂ فاتحہ نماز میں نہ پڑھتا۔ دوسری کوئی سورت میں منتخب کر لیتا۔ لیکن مجبوری ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہی سورت تم ہر نماز میں پڑھا کرو الحمد شریف۔ اور اس میں یہ آیت پڑھنی ضروری ہے اور میں یہ آیت پڑھ نہیں سکتا۔ کیوں نہیں پڑھ سکتا؟

فرماتے ہیں کہ جب میں یہاں پہنچتا ہوں **ایاک نعبد** اور جب آگے قرأت کرنے جاتا ہوں **وایاک نستعین** کہ اللہ میں تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں، تو جب میں اس کو پڑھتا ہوں تو اپنے دل سے کہتا ہوں کہ تو جھوٹ بول رہا ہے کیوں کہ ابھی تو نے فلاں سے پانی مانگا تھا، ابھی تو تو نے فلاں سے یہ چیز مانگی تھی، کھانا لاؤ، پانی لاؤ، ہزاروں سوال میں دن بھر کرتا ہوں، اور

اس آیت میں تو طلب کی ممانعت ہے کہ تیرے سوا کسی سے نہیں مانگیں گے۔کتنا اصرار ہے **ایاک نستعین**، اے اللہ ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ایسی مناجات نصیب فرمائے، ایسا قرب نصیب فرمائے۔

ان کا ہمارا کوئی جوڑ نہیں ہے کہ سہارنپور میں حضرت کے یہاں نماز میرے ذمہ تھی۔تو ایک دفعہ حضرت نے معتکف میں مجھے بلایا جب تمام ضروریات سے فراغت ہوگئی اور ہم لوگ حضرت کو لٹا کر نکل رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ یوسف پیارے، ادھر آ۔فرمایا، تم قاریوں کی بڑی مصیبت کہ ایک لفظ تم پڑھ لو، تو ہٹ کر دوبارہ پھر اسی کو پڑھنا شروع کرو، جیسے کہ قرأت میں کہیں بیچ میں کوئی کلمہ چھوڑ دیا **الا ان یشاء اللّٰہ**، تو **الا ان یشاء اللّٰہ** کے بعد **رب العالمین** کے بجائے **الا ان یشاء اللّٰہ** سے شروع کرتے ہیں، **الا** سے شروع کرتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟

اب میں یہ سن کر چپ رہا۔تب حضرت نے مثال دی، کیسی زبردست مثال، لا جواب، مسکت جواب، کہ اس کا کوئی جواب نہیں ہمارے پاس۔حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے پیارے گفتگو کر رہا ہوں، بات کر رہا ہوں۔اب بات کرتے کرتے اب جہاں میرا سانس ٹوٹے تو وہ آخری جو کلمہ ہے، اس کو پھر دوسرے جملے میں پھر میں اس کو دہراؤں، جیسا کہ میں نے کہا کہ دہراؤں، تو میں یہاں سے شروع کروں، دہراؤں اس جملہ کو، تو اس طرح آخری کلمہ مکرر میں اگر تیرے سامنے دہراتا رہوں گا، تو یہ اچھا لگے گا یا برا لگے گا؟

واقعی ہم اپنی زبان میں کسی سے بات کرتے ہوئے اس جملہ کو مکرر دوبارہ دہرائیں گے، تو کتنا برا لگتا ہے۔تو یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے کلام کی مناجات میں اتنے محو ہو جاتے تھے کہ انہیں یہ قاری کا دوبارہ اس جملہ کو پڑھنا یہ بھی ناگوار گزرتا تھا۔اتنی دیر بھی ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا کہ آگے اللہ تبارک وتعالیٰ جو فرماتے ہیں وہ پڑھو۔تم اس کو کیوں دوبارہ دہرا رہے ہو؟ تو اسی طرح مالک ابن دینار اس کو رو رہے ہیں کہ میں اپنی نماز میں **ایاک نستعین** نہیں

پڑھ سکتا، اس لئے کہ میں اپنے دل سے کہتا ہوں تو تو جھوٹ بول رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا قرب نصیب فرمائے، معرفت نصیب فرمائے۔ ہماری اس دوری کو اللہ تعالیٰ قرب سے بدل دے۔ ہم نے اپنے مالکِ حقیقی کو نہ پہچانا، نہ پہچاننے کی کوشش کی۔ یہ ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے جرم کو معاف فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۲۔ حضرت شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶۹۵ھ

تاریخ وفات: ۵/ذی القعدہ یا۱۳/ربیع الاول ۷۶۵ھ مدفن: پانی پت

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت بار بار بیان کی کہ حضرت ہر وقت استغراق میں اوراوپر ہی رہتے تھے، دنیا اور مافیہا سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ تو انہیں یہ نعمت ملی اپنے پیرومرشد شیخ جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ان کے یہاں بھی یہی حال تھا۔

ہم چونکہ اسی دنیا کو، اسی جہان کو، مخلوق کو جانتے اور پہچانتے ہیں، اسی کی قدر ومنزلت ہمارے دلوں میں ہے، اسی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ والے ہم سے بالکل برعکس، مخلوق کے بجائے خالق کو پہچانتے ہیں، اس سے لو لگائے ہوئے ہیں۔

انہوں نے اس راز کو سمجھ لیا تھا کہ یہ تمام مخلوقات بندوں کی آزمائش کے لئے ہیں۔ ان سے بھاگنا چاہئے۔ اس لئے لاَ اِلٰہَ میں جب وہ گردن پھیر کر اشارہ کرتے ہیں، تو یہی سوچتے ہیں کہ اس کو دل میں سے ماسوا اللہ کو نکال کر پیچھے پھینک دیں، الا اللّٰــــــہ، کہ صرف اللہ کو دل میں بسائیں۔ تو یہ اس راز کو پہچان کر کے ہر وقت اس میں لگے رہتے تھے۔ اسی لئے چوبیس گھنٹے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی گردن جھکی ہوئی ہے، دنیا اور مافیہا کا کچھ پتہ نہیں۔ شیخ عبدالحق کے پیرومرشد تھے شیخ جلال الدین، ان کا بھی یہی حال تھا۔

حضرت ردولوی اور ایک جوگی

یہ حضرات مخلوق سے بھاگتے تھے۔ ہم لوگ تو یہ چاہتے ہیں زیادہ سے زیادہ مہمان آئیں، زیادہ آؤ بھگت کرنے والے ہوں، زیادہ لوگ ہمیں چاہیں، بلائیں، محبت کریں۔ ہم ان سے

فائدہ اٹھائیں، وہ ہمیں اپنا بڑا بنائیں۔ وہ ان چیزوں سے بھاگتے تھے۔ تو وہ بھاگ کر کے دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ وہاں کوئی جوگی گردن جھکائے استغراق میں ہے۔ تو جب ان کا گزر ہوا تو اس نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ اوہ ہو ہو! آ جاؤ۔ یہ پاس گئے، کیا بات ہے؟

کہنے لگا کہ میرے پاس ایک پارس کے پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس چیز سے وہ مس ہو جائے اسے سونا بنا دے۔ یہاں تو کیمیا کو بھی پہچاننے والے نہیں ہیں۔ تو کیمیا مرکب چیزوں سے، تانبے کو، پیتل کو، ان چیزوں کو سونا بنایا جاتا تھا کہ حقیقۃً کوئی سونے میں اور اس میں کوئی فرق نہیں کر سکتا تھا، وہی خواص کیمیا سے اس میں بھی پیدا ہو جاتے تھے۔

اس سارے جھگڑے کے بجائے وہ جو پارس کا پتھر ہوتا تھا، اس کو صرف مس کر دیں تو اس سے وہ حقیقی سونے جیسا بن جاتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ لیجئے، میں نے آج یہ نذر مانی تھی، میں کل سے آنکھیں بند کر کے اپنے استغراق میں تھا، تو میں نے نیت کی تھی دل میں کہ جب میں آنکھ کھولوں گا تو سب سے پہلے میری جس پر نگاہ پڑے گی، اس شخص کو یہ دے دوں گا۔

شیخ نے ہاتھ میں لیا اور اس کو پھینک دیا سمندر میں۔ تو وہ تو کھڑا ہو گیا، چلّانے لگا کہ یہ تم نے کیا حرکت کی؟ یہ اتنی قیمتی چیز اگر تمہیں چاہئے نہیں، تو مجھے واپس کر دیتے۔ آپ نے تو اس کو سمندر میں پھینک دیا۔

شیخ نے ان سے فرمایا، پریشان مت ہو، جاؤ اندر، یہاں سے اترو، دس قدم آگے چلو، گردن جھکاؤ اور دیکھو، تو وہ آپ کے سامنے پارس کا پتھر ہوگا۔ لیکن خبردار! دیکھو، صرف جو آپ والا فلاں رنگ کا تھا وہ پارس کا پتھر صرف وہی اٹھانا، دوسرا نہیں۔ وہ جوگی جب چل کر اندر جاتا ہے عجیب وغریب ان حضرات کے تصرفات کے قصے لکھے ہیں۔ انوار العیون پڑھئے، شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب، ان کی کتابیں لطائفِ قدسیہ پڑھئے۔

وہ جوگی جب اتنے قدم اندر جا کر جب دیکھتا ہے، تو دیکھتا ہے کہ اس نے تو حضرت کو دیا تھا چھوٹا سا ایک ٹکڑا، اور وہاں ہزاروں وہ پارس کے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ تو جب ہاتھ اس نے جو

ڈالا تھا تو سوچا کہ ایک نہیں، ایک سے زیادہ جتنے آ سکے، میں پکڑ لوں۔ تو دو اس کے ہاتھ میں آ ئے۔ تو حضرت نے وہیں سے اس کو فرمایا کہ دیکھ، میں نے تجھ سے کہا تھا کہ صرف تیرا پتھر لینا ہے، تو نے دوسرا کیوں اٹھایا؟

شاہی محل میں اللہ کی یاد

شیخ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتِ خاصہ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو شاہی تخت سے بھی اٹھا کر ان کو فقر کی طرف، فقیری کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے۔ اللہ کرے وہ عنایتِ خاصہ، عنایتِ الٰہیہ ہماری طرف بھی متوجہ ہو جائے کہ ہم دنیا کے کتّے بنے ہوئے ہیں، ہر وقت دنیا کے پیچھے پیچھے، اسی کی محبت میں غرق اور مستغرق، تو وہ اپنے شاہی محل میں آرام سے لیٹے ہوئے یادِ الٰہی میں مصروف ہیں، پڑھ رہے ہیں۔

اتنے میں چھت پر آواز سنی۔ تو انہوں نے سوچا کہ شاہی محل، چاروں طرف پہرہ، بادشاہ کا محل، اور اس میں کون اس طرح یہاں سے وہاں بھاگتا ہے؟ پوچھا، بھائی کون؟ کہا، کوئی نہیں، آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، میں اپنے کام مشغول ہوں۔ کہا کیا؟ کہا کہ میرے اونٹ کھو گئے، تلاش کر رہا ہوں۔ کہا پاگل ہو، شاہی محل میں اونٹ! تو کہا نہیں، شاہی محل میں اونٹ نہیں ہو سکتے؟ کہا شاہی محل میں یہاں کیسے اونٹ آئے گا؟

جواب ملا کہ شاہی تخت پر بیٹھے ہوئے شاہی محل میں رہ کر اللہ کو دل میں کب بسا سکتے ہو؟ جس طرح تمہارے نزدیک یہ محال ہے کہ اونٹ یہاں نہیں آ سکتا، تو وہ محبت الٰہی کا دریا یہاں شاہی تخت پر بیٹھے اور سلطنت کے مزوں کے ساتھ کیسے مل جائیں گے؟ تو اسی وقت لات ماری سلطنت کو اور بادشاہت کو اور نکل پڑے، درویشی اختیار کر لی۔ پھر لوگ تلاش کرنے کے لئے ہر جگہ پہنچ جاتے۔

وہ بھی شیخ جلال الدین کی طرح سے لکھا ہے ان کے حالات میں کہ دریا کے کنارہ اپنی گدڑی

سی رہے تھے پھٹی ہوئی تھی، سوئی دھاگے سے اس میں پیوند لگا رہے ہیں، اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دیکھا کہ ان کے جو وزراء اور حکام تھے تو ان میں سے کچھ لوگ وہاں پہنچ گئے، رونے لگے، پیر پکڑ لئے۔ کہا کہ حضرت آپ ایسا نہ کریں، یہ کام تو آپ وہاں بھی کر سکتے ہیں، اللہ کی یاد تو تخت پر بھی کی جاسکتی ہے۔

جس سوئی دھاگے سے اپنی سلائی میں مصروف تھے، وہ انہوں نے سوئی سمندر میں پھینک دی۔ پھر فرمایا کہ ہماری سوئی لاؤ۔ یہ جملہ کہنا تھا، کہتے ہیں ہزاروں مچھلیاں، ہر مچھلی اپنے منھ میں ایک سوئی لے کر پہنچ گئی۔ جیسے وہ پارس کا پتھر انہوں نے پھینکا اور جوگی سے کہا کہ جا کر دیکھو، دیکھا تو اندر وہ پارس کے پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں، مجھے تو اتنی ساری نہیں چاہئے، مجھے تو صرف میری والی ایک سوئی چاہئے۔ وہ لے لی۔ پھر حکام سے کہنے لگے کہ آپ لوگوں کے اندر رہ کر جو میں بادشاہت کرتا ہوں، کوئی کبھی مانتا ہے، کوئی نہیں مانتا ہے، کوئی دل سے مانتا ہے، کوئی بجبر، مجبوراً طوعاً و کرھاً مانتا ہے، مختلف قسمیں ہیں وہاں ماننے والوں کی۔ تو ان میں حکومت کرنا بہتر ہے یا یہ چرند اور پرند پر حکومت بہتر ہے؟ جس طرح چاہیں ان سے ہم خدمت لے سکتے ہیں، یہ حکومت بہتر ہے۔

شیخ سعدی اور ایک بزرگ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا کہ اس کو شعر میں بھی نظم کیا ہے۔ کہا کہ ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ شیر پر سواری کئے ہوئے ہیں۔ اور یہاں پٹکا باندھتے ہیں کپڑے کا جب سوار سواری پر بیٹھتا ہے، کمر پر ایک ناگ سانپ باندھا ہوا ہے۔ اور کبھی اس کو وہاں سے کھولتے ہیں اور اس طرح وہ چابک کے طور پر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ خونخوار درندہ شیر، اس پر سواری اور یہ آپ نے یہ جو ناگ سانپ کو ایک کوڑے کے طور پر آپ استعمال کر رہے ہیں، تو فرمایا کہ

تو ہم از حکمِ داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ

فرمایا کہ تم نے اس مالک سے منہ موڑ لیا، تو ہر چیز تمہارے خلاف ہوگئی۔ یہاں اِس ملک میں بھی دشمن مار رہا ہے، اُس ملک میں بھی مار رہا ہے، ہر جگہ مار رہا ہے۔ یہاں درندے کا خوف، یہاں سانپ بچھو کا خوف، یہاں پڑوسی کا خوف، یہ کسی دوسرے مذہب والے کا خوف، ہر ایک تمہارا دشمن۔ اگر تم ایک کے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ، از حکمِ تو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم گردن مت پھیرو، کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ، تو پھر کسی مخلوق کی مجال نہیں ہے کہ تمہارے منشا اور خواہش کے خلاف وہ کچھ کر سکے۔

یہاں یہ سمندر میں ہیرا، جواہرات تیار کہ کب ہمیں استعمال کریں، پارس تیار کہ ہمیں کب استعمال کرلیں، مچھلیاں ابراہیم ابن ادہم کے لئے مستعد، تو یہ اس راز کو انہوں نے پہچانا کہ ایک در کو پکڑا، سارے در کی غلامی سے انہیں نجات مل گئی۔ ہم نے اس ایک سے منہ موڑا، تو ہم ہر وقت پریشان۔ کبھی پیسے کے پیچھے، کبھی دولت کے پیچھے، کبھی کس کے پیچھے، ہزاروں ضرورتیں ہمارے ساتھ وابستہ ہوگئیں۔ تو یہ حضرات ہر وقت اسی ایک کی لو دل میں لگائے رہتے تھے۔ جس طرح شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کہ ہر وقت استغراق میں ہیں، کبھی فرصت ہی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ سوچیں گے کہ یہ جو بزرگ ہوتے ہوں گے، تو انہیں کچھ علم، ہنر، پڑھنا، پڑھانا کچھ ہوتا نہیں ہوگا، اور تمام چیزوں سے یہ بے بہرہ۔ تو اور آخر کیا کرتے، تو گردن جھکا لیتے ہوں گے۔

مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتنے عظیم ترین انسان، جنہوں نے علم و دانش کی دنیا بدل دی۔ پورے ایشیا نہیں، ایشیا اور عرب کی، جہالت کا دنیا سے خاتمہ کر دیا۔

جیسا کہ یہاں سے حرمین جانے والے پوچھتے ہیں کہ کیا کریں، تو میں کہتا ہوں کہ بھئی، دیکھو ایک کام کرنا ہے۔ مدینہ شریف جب پہنچو، تو اس کی کوشش کرو کہ ہر وقت جب سے آپ کی آنکھ کھلے، اس وقت سے لے کر دوبارہ سونے تک جاگنے کی حالت میں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک یہاں بھی پڑے ہوں گے۔

یہ مدینہ وہ بستی ہے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال رہے۔ یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہوں گے۔ یہ بقیع شریف جس کا یہ قصہ ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں چھ سال کی عمر میں تشریف لائے تھے، بنی عدی کے محلے میں وہاں قیام رہا تھا، تو ان واقعات کو سوچ کر ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو اپنے دل میں بساؤ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا بسایا، اتنا بسایا کہ جس کو انہوں نے ظاہر کیا اپنی کتابوں میں، ایک کتاب کا نام ہے فیوض الحرمین اور الدر الثمین میں کہ جو فیض اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے قلب اطہر پر وارد ہوا۔ ایک کتاب کا نام جو خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں، جس میں آپ کو بشارتیں دی گئیں ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین'' کہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے جو بشارتیں ملی، تو اس میں سے بھی منتخب، آپ نے چند ایک چالیس کے قریب اس میں بیان کی ہیں۔ تو یہ ہر وقت وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لو لگائے رہتے تھے، ہر وقت تصور، چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہیں۔

''جیسے تیرے ویسے میرے''

کبھی میری طرح سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ بڑھاپے میں اولاد ملی ہے، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، تو میں مر گیا تو کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مراقبہ میں اور فرمایا، کل تم سوچ رہے تھے کہ بچے چھوٹے ہیں، مر گئے تو کیا

ہوگا؟ جیسے تمہارے بچے، ویسے میرے بچے، یعنی وہ میرے ہی ہیں۔

اس پر اتنا وثوق، اتنا اعتماد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ آپ نے انتقال سے پہلے سب کو بلایا، چھوٹے چھوٹے بچے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سب سے بڑے تھے، شاہ رفیع الدین صاحب سب سے چھوٹے تھے، اور شاہ عبدالغنی اور شاہ عبدالقادر چار بیٹے تھے۔ تو ان کو آپ نے بلایا اور جس طرح خلافت دیتے وقت جو عمل کیا جاتا ہے، پگڑی باندھی جاتی ہے، تو اپنی طرف سے بچپن میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ سو اگر خدا نہ خواستہ بڑے ہو کر وہ اپنے باپ اور دادا کے طریق پر نہ رہتے تو کیا ہوتا؟ لیکن پورا اعتماد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے، ''جیسے تیرے ویسے میرے''، تو وہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چاروں بھائیوں سے کتنا عظیم کام لیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی اولاد نصیب فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۲۳۔ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: ردولی شریف

تاریخ وفات: ۱۵/ جمادی الاخری ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ   مدفن: ردولی، ضلع بارہ بنکی

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ خلیفہ ہیں حضرت جلال الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے۔ جیسا کئی دفعہ آپ کا ذکر آیا ہے کہ سب سے بڑی خصوصیت آپ کی یہ تھی کہ سالہا سال استغراق میں رہے، نہ دن کا پتہ، نہ رات کا، نہ ظہر کا، نہ عصر کا۔ نماز کے لئے حق حق کی آواز دے کر ان کو گویا نیچے اتارا جاتا تھا۔ اللہ کا فضل ہے کہ ہم نے ایسے درجنوں افراد کو استغراق میں دیکھا۔

شخوصِ بصر

ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے پاس ہم لوگ ہوتے تھے تو اکثر و بیشتر گئے، تو آواز دے رہے ہیں، رشتہ دار آواز دے رہے ہیں، تو ان کی آنکھیں ایسی ہوتی تھیں کھلی کی کھلی۔ ہم تو تھوڑی دیر گردن بھی اتنی اونچی ایسے نہیں کر سکتے، اور جو پلک ہے ہماری، وہ زیادہ دیر نہیں ٹھہرا سکتے۔ ہم تو ایک منٹ میں کوئی دس دفعہ پلک جھپکتے ہوں گے، آنکھ کھلتی ہے، بند ہوتی ہے۔ مگر ان کی جب اس طرح وہ اوپر کچھ دیکھ رہے ہوتے تھے، تو آنکھ کھلی ہوئی ہے، پلک ہی نہیں جھپکتے تھے۔

اور ہر انسان پر یہ حال آئے گا مرتے وقت۔ دنیا میں اس وقت تو انسان غفلت میں ہے، تو اس لئے ہماری آنکھ بند ہوتی ہے، کھلتی ہے، کوئی فکر نہیں۔ لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کوئی انسان پریشانی میں ہو، دشمن کی طرف سے، کسی کی طرف سے کوئی خوف ہو، تو پوری آنکھ ایسی کھلی ہوتی ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کھلی ہی رہے، تو مرتے وقت جو تَشْخَصُ فِیْہِ

الأبْصَار، شخوصِ بصراس کو کہتے ہیں، مرتے وقت کھلی رہ جاتی ہے، سانس چل رہا ہے۔تو اب تک تو اوروں کی طرح سے اس کی آنکھ کھلتی تھی، بند ہوتی تھی، مگر وہ مرحلہ جب آجاتا ہے تو کسی کا چند منٹ کے لئے، کسی کا چند گھنٹے کے لئے، کسی کا کئی روز کے لئے یہ حال ہوتا ہے۔بس ایسی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، سانس چل رہا ہے، کیوں کہ اوپر کا عالم منکشف ہو جاتا ہے۔تو والد صاحب کا گھنٹوں یہ حال ہوتا کہ گردن اوپر کو ہے، آنکھیں پوری کھلی ہوئی ہیں۔تو پھر ہمارے بعض رشتہ دار والد صاحب کو آواز دیتے ایک دو دفعہ، پھر اس کے بعد بھی جب جواب نہ ملتا، تو کہتے کہ چلو بھئی، ابھی تو کوئی گنجائش نہیں، ابھی تو یہ اس عالم میں نہیں ہیں۔

جیسے والد صاحب کی اسی طرح آنکھ کھلی ہوئی ہے، پتہ نہیں کیا دیکھ رہے ہوتے تھے، تو ہو بہو حضرت کے جو پیرومرشد تھے مکہ معظّمہ میں، تو ان کو دیکھا، وہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے مکہ معظّمہ، رباط میں، رباط آغا الماس میں قیام تھا۔یہ وہی رباط ہے جس میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام رہا تھا، اسی میں قیام ان کا بھی رہا۔

ان کو ہم نے دیکھا کہ سالہا سال ان کو ہجرت کئے ہو گئے تھے، وہ بہار یا بنگال کے تھے اور کوئی رشتہ داری بھی نہیں، مگر ہم نے دیکھا کہ ادھر والد صاحب کو جس حال میں ہم نے دیکھا، جس شکل میں ان کو دیکھا، اسی شکل میں، اسی حال میں ان کے پیر صاحب کو اُدھر مکہ معظّمہ میں دیکھا۔اُن کو بھی نہ دن کا پتہ، نہ رات کا، حالانکہ بہت بڑے علامہ تھے۔ہم نے ان کو بھی دیکھا گھنٹوں اس طرح مراقب گردن جھکائے رہتے تھے۔

یذکر اللّٰہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پیچھے ہم لوگ باب جبرئیل کے اندر اقدام عالیہ کی سیدھ میں بیٹھے رہتے تھے۔حضرت کے آس پاس، الگ الگ، کوئی یہاں، کوئی وہاں، کوئی اپنا قرآن پڑھ رہا ہے، کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے، کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے، کوئی مراقبہ میں ہے، کوئی ذکر میں،

تو ایک صاحب آہستہ آہستہ، اونچی آواز سے تو نہیں، ہلکی آواز سے لا الہ الا اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

اتنے میں کوئی صاحب وہاں سے گزرے، کسی عرب نے گزرتے ہوئے ان کو دیکھ کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ گردن ہلاتے ہوئے دیکھا۔ تو میں نے کہہ دیا، حالانکہ مجھے تو انہوں نے پوچھا نہیں تھا، کیوں کہ مجھ سے نہیں رہا گیا۔

میں نے کہا **یذکر اللہ**، کہ وہ ذکر کر رہا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ دو تین اور بھی گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ؟ تو میں نے کہا کہ **ھو فی المراقبۃ**۔ میری زبان سے اتفاق سے نکل گیا۔

ایسے لوگوں کے سامنے یہ صوفیاء کی اصطلاحات کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے، اس کے نام سے ان کو نفرت، یہ مراقبہ یہ کشف، یہ حال۔ لیکن جلدی میں میں نے کہہ دیا، تو ذرا سی دیر وہ دیکھتے رہے، دو چار کو دیکھا، حضرت کو دیکھا، پھر مجھ سے پوچھتا ہے کہ **انت منھم**؟ میں نے کہا، ہاں۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔

مراقبہ کے معنی

پھر میں نے اس سے کہا کہ دیکھو، یہ جو تم نے پوچھا کہ کیا کر رہا ہے، یہ مراقبہ میں ہے۔ اور مراقبہ کے معنی، آپ نے دیکھا فلاں ہوٹل کے دروازہ پر فلاں جگہ مراقب، پہرے دار کھڑا ہوتا ہے، مراقب، تو میں نے کہا اسی سے یہ مراقبہ ہے۔

اُس مراقب کا کام کیا ہوتا ہے کہ کسی کو اندر نہ جانے دیں بلا اجازت، جو مجاز نہ ہو وہ نہیں جا سکتا۔ تو میں نے کہا اس طرح یہ اپنے قلب کا مراقبہ کر رہا ہے کہ اس میں کوئی غیر داخل نہ ہونے پائے اللہ کے سوا۔ دل میں جس نے اس کو بسا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی محبت، تو اس کی یاد ہی میں دل کو لگائے رکھنا چاہتا ہے اور غیروں سے اس کی حفاظت مقصود ہے اور اس کا نام ہے

مراقبہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا تعارف

پھر اس کے بعد وہ حضرت شیخ کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگے کہ اور وہ؟ تو میں نے ان سے کہا کہ تم نے تو ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ میں نے بہت سوچا کہ اب اس کو کہاں سے شروع کراؤں؟ الف، با کوئی جانتا ہو، تو اس کو تو وہاں سے شروع کرا سکتے ہیں۔ یہ بیچارہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھو، یہاں کے امام کون ہیں، آپ کو معلوم ہے؟ اس وقت دو امام تھے۔ شیخ عبدالعزیز بن صالح، ساٹھ برس سے زیادہ وہ امام رہے، اور جو دوسرے نمبر کے امام تھے، وہ شیخ عبدالمجید۔ اس نے دونوں کا نام لیا۔

میں نے کہا کہ یہ شیخ عبدالمجید جس مدرسہ کے پڑھے ہوئے ہیں، یہ مدرسہ علوم شرعیہ جو باب النساء کے سامنے ہے، یہ (حضرت شیخ) اس مدرسہ کے لئے مالیات کی فراہمی کرنے والوں اور سرپرستوں میں سے ہیں۔ ہندوستان سے ارسالِ زر اور تمویل کے ذریعہ مساعدت فرماتے ہیں۔ جب یہ آپ کے شیخ عبدالمجید اس میں پڑھ رہے ہوں گے اور ان کے جیسے کتنے یہاں بڑے بڑے مناصب پر فائز ہوں گے، جیسا کہ یہ حرم نبوی کے مصلے پر امام ہیں، یہاں کے پڑھے ہوئے ہیں، تو یہ حضرت شیخ اس مدرسہ کے یہ ذمہ داروں میں سے تھے۔ کہا کہ اچھا اچھا۔ میں نے کہا، یہ مکہ کے امام کو جانتے ہیں آپ؟ کہا، ہاں۔

اس وقت دو ہی تھے امام، تیسرے تھے شیخ خیاط، وہ تو بہت معذور ہو چکے تھے، اور خطبہ امامت وغیرہ انجام نہیں دے سکتے تھے، رسمی طور پر شیخ خیاط وہ بھی امام تھے، اور نمبر دو پر تھے شیخ خلیفی، جو بہت روتے تھے عام دنوں میں بھی، مغرب میں کوئی سورت پڑھنی شروع کی **قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْن**، اس پر روتے رہتے، ایک آیت کو بار بار پڑھتے، بڑے رونے دھونے والے آدمی شیخ خلیفی، تو وہ کہنے لگے کہ ہاں شیخ خلیفی امام ہیں اور شیخ محمد بن عبداللہ السبیّل۔ تو میں نے کہا کہ

کبھی آپ کا مکہ مکرمہ جانا ہو، تو ان دونوں سے، شیخ خلیفی سے اور شیخ محمد بن عبداللہ السبیّل سے ملاقات کر کے ان کے مقام اور مرتبہ کو پوچھ لیجئے، کیوں کہ رابطہ اور حرم کے چوٹی کے ذمہ دار حضرت کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے ہیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ ابھی تو سلفیت، سلفیت کا شور ہے دنیا میں۔ مگر ایک وقت وہ بھی تھا کہ مسجدِ حرام کے ائمہ کرام قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارت و ملاقات کے لئے مدرسہ صولتیہ کے دیوان خانہ میں تشریف لاتے تھے۔ ریاسۃ الافتاء والوعظ والارشاد بالحرم المکی کے رئیس شیخ طٰہٰ فجر کی نماز کے بعد مدرسہ صولتیہ کے دیوان خانہ میں تشریف لائے اور زیارت و ملاقات کے بعد ذکر بالجہر کی مجلس ہوئی۔ اس میں بھی آپ مجلسِ ذکر کے اختتام تک شریک رہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ کلیات اسلامیہ، اور کلیات شریعہ میں سب سے بڑا جامعہ عرب میں کونسا ہے؟ تو اس نے کہا، ریاض میں۔ میں نے کہا نہیں، ریاض میں تو سب سے بڑا نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کلیۃ الازہر۔ کہا، ہاں ازہر! تو میں نے کہا کہ جو وہاں کے رئیس ہیں، دکتور عبدالحلیم محمود ابھی گزشتہ دنوں یہاں آئے تھے۔ تو وہ وہاں ایک التیسیر ہوٹل تھا، یہ باب مجیدی کے دائیں طرف، وہاں سرکاری مہمان رہا کرتے تھے، بڑا ہوٹل سمجھا جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ اس میں ان کا قیام رہا، تو ہوٹل پہنچ کر سب سے پہلے مسجدِ نبوی انہوں نے حاضری دی اور نماز اور صلوۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد وہ ان کی، حضرت شیخ زکریا کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ تو کہا، اچھا؟ یہ اتنے معروف انسان ہیں۔

میں نے کہا نہیں، اور سنئے۔ اس وقت میں یہ جو جامعہ اسلامیہ تھا، بہت چھوٹا تھا، چھ سو کل طلبہ ہوتے تھے اس میں، جامعہ اسلامیہ میں، جس طرح ہمارے دارالعلوم ہوتے ہیں۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہاں صحیح بخاری کی کسی نے شرح لکھی ہے، تو وہ سوچ کر کہنے لگے کہ میرے علم میں تو نہیں ہے۔ تو میں نے کہا کہ صحیح بخاری کی انہوں نے شرح کی ہے اور اتنی ضخیم جلدوں میں۔ پھر

میں نے گنوائی، حضرت کی یہ ایک، دو۔ کہا، اچھا، ھُوَ مُحَدِّث؟ میں نے کہا، ہاں۔ بعض دفعہ ایسی مبارک جگہ پر بیٹھ کر ایسی جھک کرنی پڑتی تھی۔

پرانے طرز کا کرتہ پہنو

اس زمانہ میں ثوب، عربی کرتہ بھی ہم نہیں پہنتے تھے۔ پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب مد ظلہ ابھی تشریف لائے، تو ہمارے گھر والوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک جوڑے کے میں پیسے دوں اور پرانے طرز پر اس کو سلوا کر جاؤں اور میرے سامنے وہ پہن کر آئیں، میں ان کو دیکھوں سہارنپور میں جس طرح کا کرتہ اور پائجامہ پہنتے تھے، وہاں کے طرز اور اسٹائل کا۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا دیا ہوا میں پہنتا ہوں، یہ عرب والا ثوب بھی حضرت کا عطیہ تھا۔

ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میں حج میں حضرت کے ساتھ تھا۔ تو وہاں جب مکہ معظّمہ سے احرام باندھ کر حج کے لئے، منیٰ کے لئے روانہ ہوئے، تو ہم تو حضرت کو لے کر اٹھا کر ساتھ چل دیئے۔ پہلا حج تھا، کچھ پتہ نہیں، کیا لینا ہے، کیا کرنا ہے، کوئی چیز ساتھ نہیں۔ صرف پہنا ہوا احرام اور بس۔ اس وقت تو پاسپورٹ اور کسی کاغذات کی بھی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ تو جب منیٰ، پھر عرفات، پھر مزدلفہ، پھر منیٰ واپسی اور طواف زیارت پر جب احرام کھل گیا، تو سب نے تو کپڑے پہن لئے اور میں حضرت کی خدمت میں حضرت کو اٹھانے کے لئے پہنچا، تو فرمایا تو ابھی احرام میں؟

میں نے کہا حضرت، میرے کپڑے صولتیہ میں رہ گئے، مجھے لانا یاد نہیں رہا۔ حضرت نے خدام سے فرمایا یہاں بھی بازار میں کپڑے تو ملتے ہوں گے؟ تو کسی نے کہا کہ ہاں حضرت، ملتے ہیں۔ ریال حضرت نے دیئے کہ جاؤ، یہاں سے خرید لو۔ تو وہ اس طرح حضرت کی دی ہوئی ثوب ہے، حضرت کے پیسوں سے خریدی ہوئی، کئی برس تک میرے پاس تھی۔ تو میں نے کہا کہ

یہ بھی حضرت ہی کا دیا ہوا ہے۔

ہم چوں من دیگرے نیست

میں نے اس عرب سے، وہ جو اعتراض کررہا تھا، اس سے کہا کہ اور آگے میں آپ کو سناؤں؟ یہاں کے میں نے دونوں حرم کے اماموں کا حال سنایا، مکہ مکرمہ کے دونوں اماموں کا سنایا۔ میں نے کہا اوپر تک سن لیجئے۔ میں نے کہا کہ یہ جو ملک عبدالعزیز ہیں، میں نے کہا کہ ان کو تو آپ جانتے ہیں، لیکن ایک قاضی کا نام آپ کو شاید ہی معلوم ہوگا، قاضی بلیہد اس کا نام یا قاضی ابن البلیہد۔ تو یہ یہاں کے جو قضاۃ ہیں، ان سے معلوم کریں کہ یہاں کے قضاۃ میں سے اس نام کا کوئی آدمی رہا ہے کہ نہیں؟

اور یہ تاریخی واقعہ ان کے یہاں بھی لکھا ہوا ہوگا کہ اس زمانہ میں ملک عبدالعزیز نئے نئے حکمراں ہوئے اور مدینہ منورہ آئے، تو حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ مدینہ طیبہ میں تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ بھی وہاں ساتھ تھے، تو اس زمانہ میں بحث چلی کہ یہ جو ہم درود شریف پڑھتے ہیں، **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا،** تو کہتے ہیں یہ بدعت ہے۔ اسی لئے آپ دعائیں سنیں گے، تو **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ** یا **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ** ۔

ایک مرتبہ جب اس کا شہرہ ہوگیا ہے، دیکھئے شرارت اور برائی کتنی پھیلتی ہے کہ یہ ہر ایک کا اپنا ذاتی فعل ہے، کوئی اپنی دعا میں **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا** کہتا ہے، **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد** کہتا ہے، تو دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ کیا ضرورت ایک ایک نکتہ کو اٹھانے کی؟ مگر علم کا اظہار نہیں ہوتا جب تک کسی کو چھیڑیں نہیں، فتنہ نہ پھیلائیں۔ تو یہ بحث اتنی لمبی ہوگئی **سَیِّدُنَا** کی کہ بادشاہ تک پہنچی۔

پھر حضرت سہارنپوری قدس سرہ کو اور قاضی ابن بلیہد کو دونوں کو ملک عبدالعزیز نے اپنے

پاس بلایا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ۔ اور پھر مسئلہ پوچھا، تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث سنائی، دوسری سنائی کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَنَـا سَيِّدُ وُلْدِ آدَم وَلا فَخر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَنا سَیِّدُ وُلْدِ آدَم، میں تمام بنی نوع انسان کا سید اور سردار ہوں، سید الاولین والآخرین ہوں، لیکن ولا فَـخْـر، اس پر میں کوئی فخر نہیں کرتا۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمام بنی نوع انسان کے آپ سَیِّـــد ہیں، تو ہم اگر اپنی دعا میں اسی کا اظہار کریں کہ ہمارے سردار ہیں وہ، ہمیں اپنے ماتحتوں میں شمار فرماتے ہیں اور ہم انہیں اپنے آقا اور سید مانتے ہیں۔

اس طرح کی جب کئی احادیث ملک کی سامنے آئیں، تو بادشاہ نے کہا کہ قاضی ابن بلیہد کی طرف دیکھا سوالیہ نگاہوں سے کہ اس کا کیا جواب؟

میں نے کہا کہ ان کی وہاں سے جان پہچان ہے، آپ کے چھوٹوں بڑوں سب سے پرانی جان پہچان ہے۔ اور میں نے کہا کہ اب یہ تصوف پر آپ لوگوں کو اشکال ہے۔ ہمارے دلوں میں تو ہر وقت دنیا بھری ہوئی ہے، ہر وقت قسم قسم کے تفکرات اور خیالات اور کیا نہ کیا اس میں داخل ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ شخص مراقبہ میں ہے کہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ میرے دل میں سوائے اللہ کی یاد کے کوئی دوسرا تصور آنے نہ پائے۔

یہی حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ ساری عمر اس کو کتنا پکایا ہوگا، بسایا ہوگا کہ وہ اتنا بس گیا کہ اس کے سوا دوسری چیز کا خیال ڈالنا مشکل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی اپنی محبت سے معمور کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دیں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہمیں نصیب فرمائیں، اپنی ذات پاک سے صحیح تعلق نصیب فرمائیں۔

شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان کا استغراق، ہر وقت ادھر اوپر لو لگی رہتی تھی، نیچے آتے ہی نہیں تھے، سالہا سال۔ تو اسی کے ذیل میں وہاں مسجد نبوی کا قصہ میں بیان کر رہا تھا، مگر اس کو پورا کریں تو حضرت شیخ ردولوی کے حالات رہ جاتے ہیں۔ ان کو پھر پورا کریں گے۔

لمبی گھنٹوں گفتگو اس طرح رہا کرتی تھی وہاں کے لوگوں کے ساتھ، جھک کرنی پڑتی تھی۔

شفاف آئینہ

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی پڑھنے کے لئے گئے، تو بالکل ابتدائی تعلیم میں نحو وصرف کی کتابیں جب شروع کی گئیں اور مثال آئی فعل اور فاعل اور مفعول کی، **ضــرب زیـد عمروً،** تو یہاں اٹک گئے۔ کہنے لگے کہ زید نے عمرو کو مارا کیوں؟ تو استاذ نے کہا کہ نہیں، یہ تو مارا نہیں، مثال ہے۔ کہا، اچھا نہیں مارا؟ پھر تو یہ جھوٹ ہے، جھوٹی کہانی، جس کی بسم اللہ ہی جھوٹ سے ہو، اس کو کیسے پڑھیں؟ استاذ سمجھ گئے۔ انہوں نے ان کے گھر والوں سے کہا کہ یہ تو بالکل شفاف آئینہ ہے۔

ہر بچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس کا دل بالکل آئینہ، صاف شفاف، نہ اس میں جھوٹ، نہ بناوٹ، نہ کوئی چیز۔ یہ تو ماحول اس کو بگاڑتا ہے۔ وہ دوسروں کو دیکھتا ہے، اسی سے وہ ہر چیز سیکھتا ہے، جھوٹ بولنا بھی اسی سے سیکھے گا، ہر برائی اس کو دی جاتی ہے۔ ورنہ **كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ،** بالکل سادہ فطرت پر اللہ تبارک وتعالیٰ پیدا فرماتے ہیں، **فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْيُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ،** کہتے ہیں والدین اور ماحول اور گھر، جو اس بچے کو ماحول ملے گا، تو وہ یہودی، نصرانی، مجوسی ماحول ہی اس کو بناتا ہے۔

شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادہ فطرت، تو اٹک گئے **ضـرب زیـد عمرو** پر۔ تو استاذ نے گھر والوں سے کہا کہ یہ تو دوسرے کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پڑھائی ایک طرف موقوف رہ گئی اور اس کے بعد جو اوپر لو لگی ہے اور وہ لو لگانے والے، وہ بھی کیسے۔

لکھا ہے کہ جب بیعت کے لئے یہ پانی پت حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء کے پاس سفر کر کے گئے ہیں، تو یہ بھی گھر کے بہت مشہور خاندان سے تھے اور گویا صاحبزادہ کے طور پر مشہور تھے

کہ ان کے جو دادا تھے حضرت داؤد، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نسبت تھی اور تعلق تھا۔

دہلی کے دو نصیر الدین

وہاں دہلی میں دو نصیرالدین نامی ہستیاں بہت معروف اور مشہور رہی ہیں۔ایک تو جنگِ آزادی کے وقت کے بہت بڑے مولانا نصیرالدین، جنھوں نے زبردست کارنامے انجام دئے مسلمانوں کے خاطر، قربانیاں دیں۔اور یہ اکابر مشائخ میں سے حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔اوران کی بھی داستان بڑی عجیب ہے۔

ان کے دادا حضرت داؤد جو حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے تھے، یہ بلخ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔

یہ جو اس وقت ہم حالات سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں، یہ تو ان حالات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، لاشئی ہیں۔ ہمارے تو ذرا سی بات پر دل دہلنے لگ جاتے ہیں، کانپ جاتے ہیں۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق توڑ بیٹھے ہیں، اشکال ہونے لگتا ہے اپنے عقیدے کے بارے میں، مذہب کے بارے میں، ایمان کے بارے میں، اسلام کے بارے میں کہ اگر یہ سچا ہے، تو کیوں اتنی ذلت؟ مگر تاریخ دیکھیں گے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور اہل حق کے ساتھ کیا کیا بیتی ہے۔اس دن وہ اصحابِ اخدود کا قصہ آپ کو سنایا کہ تاریخی بچہ، تاریخی خاتون کا سورہ بروج میں ذکر ہے۔

ان کے دادا بلخ میں تھے اور وہاں جب تاتاریوں کا فتنہ آیا ہے، یہ دنیا دارالاسباب ہے، کچھ نہ کچھ کوئی بہانہ ہو جاتا ہے، تو ایک معمولی بہانہ ہو گیا، سلطان خوارزم شاہ اپنے زمانہ کا، روئے زمین کا، یوں کہا جائے کہ سب سے بڑا بادشاہ تو کوئی غلط نہیں ہوگا، اس کی پورے ایشیا اور عرب سے لے کر پورے علاقہ پر اس کی حکومت اور زبردست، مستحکم، مضبوط حکومت تھی۔

اس سے شکایت کی گئی علاقہ قراقورم کی۔ ابھی جو شاہراہ ریشم بنائی گئی ہے، پاکستان کو چین کے ساتھ ملانے والی قراقورم، تو شاید اسی علاقہ میں قراقورم کے متعلق ان سے شکایت کی گئی کہ قافلہ آرہا تھا تاتاری قوم کا، تاجروں کا، وہ اپنے متعلق بتاتے ہیں کہ ان کو روکا گیا کہ ہمیں شبہ ہے کہ یہ جاسوسی کے لئے آئے ہیں۔

تاتاری فتنہ

اس کی حقیقت کیا تھی، اللہ ہی جانے۔ مگر بادشاہ نے حالات سن کر تاتاری تاجروں کے بارے میں فیصلہ دے دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ تاتاریوں کا بادشاہ تھا چنگیز خان، جس نے بغداد کو تہہ و بالا کیا ہے، اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، ہلاکو اس کا دادا۔ تو چنگیز خان بادشاہ کو، تاتاریوں کے بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ ہمارا تاجروں کا قافلہ قتل کر دیا گیا، تو اس نے سفارت بھیجی۔

اب دنیا کے کسی مذہب، کسی قوم، کسی حکومت کے نزدیک سفیر کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو کیا منظور تھا کہ جب یہ سفارت پہنچی ہے سلطان خوارزم شاہ کے پاس، تو اس نے اس سفیر کو بھی قتل کیا اور ایک آدھ دو کو ذلیل کر کے ان کی ڈاڑھیاں منڈوا کر کے اطلاع دینے کے لئے واپس بھیجا۔

لکھا ہے کہ چنگیز خان تو سلطان خوارزم شاہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں تھا، لاشئی تھا، ایک جنگلی قوم، جنگل کا ایک گویا بادشاہ۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ ہماری، ہماری قوم کی اس طرح ذلت، تو جیسے ہم لوگ کسی اہم کام کے لئے استخارہ کرتے ہیں، تو اس استخارہ کے خاطر پہاڑ پر چلا گیا تخلیہ میں اور پہاڑ پر جا کر اس نے اپنے اہل حکومت کو بتا دیا کہ میں اللہ سے، وہ تو بُدھسٹ رہے ہوں گے یا اس سے بھی آگے، جنگلی قوم تھی، نہ معلوم ان کا کیا مذہب رہا ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ میں میرے مالک سے اور معبود سے مشورہ لیتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

لکھا ہے کہ کئی گھنٹے یا دن رات ایک پیر پر کھڑا ہو کر وہ استغاثہ اور فریاد کرتا رہا کہ اے مسلمانوں کے خدا! اگر تو اس دنیا کو سچ مچ چلاتا ہے، تو ان کا بھی خدا ہے، تو ساری کائنات کا خدا ہے اور ان سب کو چلانے والا ہے، جس طرح ہمارے آدمیوں کو قتل کیا گیا، ذلیل کیا گیا، تو ہم اس کا انتقام چاہتے ہیں۔

لکھا ہے کہ غیب سے آواز آئی اور جواب ملا کہ جاؤ، تم انتقام لے سکتے ہو۔ کیا انتقام؟ کہتے ہیں کہ یہ بلخ، بخارا، سمرقند، کاشغر، ختن، یہ پورا علاقہ جو مرکز تھا خوارزم شاہ کا اور یہ موجودہ سارا افغانستان، یہ سب اس زمانہ میں خراسان کہا جاتا تھا اور پھر یہاں سے ہوتے ہوئے پورا ایران، پورا عراق، اور اس کا مقصود جنگ نہیں تھا، نہ کوئی مال مقصود تھا، بس ختم کرنا مقصود تھا، انسانیت کو ختم کرنا مقصود تھا۔

کہتے ہیں کہ مجال نہیں تھی کہ کوئی زندہ جانور یا انسان یا بچہ کوئی زندہ بچ کر اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ ہزاروں میل کا علاقہ انسانوں سے بالکل صاف کر دیا۔ یہ یوروپین مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ اتنا زبردست تاتاریوں کا فتنہ تھا کہ اس فتنے کا رعب اور خوف اور اس کی دھاک سویڈن تک پہنچی ہوئی تھی۔

وہاں لوگ اگر گھر میں سے کوئی مچھلی پکڑنے کے لئے نکلتا، تو گھر والے اس کو پکڑ لیتے تھے کہ تاتاری آجائیں گے کہ یہاں تک اس کی ہیبت پہنچ چکی تھی کہ وہ جہاں کہیں بھی جاتے ہیں، انسانوں کا صفایا کر دیتے ہیں۔ اتنی تلخ کڑوی داستان ہے کہ صرف بغداد میں اور اس کے اطراف کے علاقہ میں دو ملین انسانوں کو قتل کیا گیا۔ اور کوئی مرد، عورت، بوڑھا، بچہ ان کے قتل سے بچ نہیں سکتا تھا۔

اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ فلاں مؤرخ نے لکھا ہے کہ ان کا رعب اتنا تھا کہ ایک گلی میں کسی مسلمان کو ان کی کوئی عورت پکڑ لیتی تھی، مسلمانوں کا مجمع ہے اور اس کو پکڑ کر اس کا سر پتھر سے ٹکراتی اور کہتی کہ خبردار! یہاں رہو، میں چھری

لے کر آتی ہوں تمہیں قتل کرنے کے لئے۔ تو نہ کوئی اس کو بچانے والا ہوتا تھا، نہ وہ بھاگ سکتے تھے۔ اور وہ اسی طرح اس کے چھری لانے اور ذبح کرنے تک یہاں وہ سر اپنا پتھر کے اوپر رکھ کر کے سجدہ ریز رہتا تھا۔

یہ تو عام رعایا کا حال تھا۔ معتصم باللہ کو جو مارا ہے وہ اس طرح کہ ایک کہانی بنائی۔ کہانی یہ بنائی کہ انہوں نے کہا چلو، سب کو تو ہم نے قتل کر دیا۔ اور کیسے قتل کیا؟ تو میں نے شروع میں بتایا کہ ابن العلقمی جو شیعہ تھا، تو وہ تاتاریوں کو بلا کر لایا تھا اور پھر اس نے اِدھر مسلمانوں سے اور امیر المؤمنین خلیفہ معتصم باللہ سے اور خلیفہ سے تو یہ کہا کہ ان سے صلح کر لینا اچھا ہے، اور صلح کرنے کے لئے وفود جانے چاہیئے۔

سب سے پہلے اس نے منتخب کیا علماء اور مشائخ کو، جو کئی ہزار تھے، کہ ان کو ان کے پاس بھیجتے ہیں۔ تو ایک راستہ تھا جانے کا یہاں سے، ان کو پہلے بھیجو، یہ جا کر ان سے گفتگو کریں، اور ان کی بات سنائی جائے، پھر اہل حکومت کو، پھر فوجی افسران کو، اس طرح الگ الگ جماعتوں کو اس نے منتخب کیا۔ ان کے منتخب ہزاروں افراد کو ادھر اندر بھیجتے تھے، ادھر وہ قتل کر کے ان کو پھینک دیتے تھے۔ ادھر والوں کو کوئی پتہ نہیں کہ اُدھر کیا ہو رہا ہے۔ یہ ابن العلقمی شیعہ کی حرکت تھی۔

اسی سے اور ابن العلقمی جیسے شیعوں سے پھر اس نے مشورہ کیا کہ یہ ان سب کو تو ہم نے قتل کیا۔ اب جو رہ گیا ان کا امیر المؤمنین اور خلیفہ صاحب، اس کا کیا کریں؟

ایک مذاق بنایا اس کا۔ مذاق یہ بنایا، انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں، بڑا گناہ ہے اور اتنا بڑا گناہ ہے امیر المؤمنین اور خلیفہ کو قتل کرنا کہ اگر اس کو ایک مُکّا بھی مارا گیا اور ایک قطرہ خون کا نکل آیا، تو زمین پر اس کا قطرہ گرتے ہی آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے گا، عذاب الٰہی آجائے گا۔ تو اس لئے اس کے قتل کی تدبیر ایسی کرنی چاہیئے کہ جس سے خون نہ نکلے، یعنی اس کو تکلیف دے دے کر اس کو مارا، لاتوں سے، گھونسوں سے، بوری میں بند کر کے بری طرح مارا۔ تو یہ ہم تو معمولی قصوں پر لرز جاتے ہیں اور یہ زمین اور آسمان لرز اٹھیں، اتنے بڑے بڑے واقعات سے یہ دنیا گزری

ہے۔

اس قصہ کی وجہ سے، جو وہاں سے بلخ سے بھاگے تھے حضرت داؤد، جو حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا اور ردولی میں متوطن ہو گئے تھے، تو ان کی نسل سے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے صاحبزادہ حضرت عارف ردولوی، ان کے صاحبزادہ محمد بن عارف۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے اور تاریخ کے ان عبرت ناک واقعات سے ہمیں سبق لینے کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۲۴۔ حضرت شیخ عارف بن عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۷/صفر ۸۷۲ھ مدفن: ردولی

حضرت شیخ عارف بن عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت شیخ عبد الحق ردولوی کے صاحب زادہ ہیں۔ ان کے صاحب زادہ محمد بن عارف بن عبد الحق ہیں۔ تین پشتوں میں اللہ تعالیٰ نے ولایت عطا فرمائی۔ نہ صرف یہ کہ ولایت، بلکہ پوری دنیا کو ولایت کے نور سے انہوں نے منور کیا۔

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق

یہ شیخ عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال تھے۔ ان کے یہاں بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ ہر وقت کمال درجہ کا استغراق رہتا تھا۔ جیسے ہی بچہ پیدا ہوا، تو حضرت کی توجہات اتنی زبردست ہوتی تھیں کہ ابھی نومولود بچے پر نگاہ پڑی، تو وہ بھی بولنا شروع کرتا حق، حق، حق۔ تین سانس میں تین دفعہ حق، حق، حق، کہہ سکا، مگر وہ اس توجہ کی تاب کہاں لاسکتا ہے؟ چھوٹا سا دل۔ فوراً آنکھیں بند، انتقال کرجاتا تھا۔

ایک گیا بچہ، دوسرا انتقال کرگیا، تو ماں کو تو اولاد چاہئے۔ تو پھر روکر ایک دفعہ اہلیہ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی تو کرامات ہوجاتی ہیں، میرے پاس بچے نہیں ہیں۔ تو اس کے رونے پر حضرت کو ترس آگیا۔ حضرت نے فرمایا اچھی بات ہے، اب کے جو پیدا ہوگا وہ حق نہیں کہے گا، اور وہ ان شاءاللہ زندہ رہے گا، تو یہ ہیں حضرت عارف۔

شیر خوارگی میں کلام کیا

گہوارے میں، رضاعت کی حالت میں جنہوں نے کلام کیا، لمبی فہرست ہے، قَالَ اِنِّی

عَبْـدُ اللّٰه، حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، **وَشَھِـدَشَـاھِـدٌ مِنْ اَھْلِھَا**، حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شاہد گواہی دینے والے بچہ نے جس نے گواہی دی تھی، اصحاب الاخدود والا بچہ۔ اوہوہو! ہمیں فرصت نہیں ہمارے دھندوں سے، ہم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں غیر نافع امور میں ضائع کر رکھا ہے، ورنہ قرآن پاک میں ہزاروں قصے ہیں۔ اب یہ اصحاب الاخدود، **والسَّـمَـآءِ ذَاتِ الْبُـرُوْجِ** کی تفسیر کہیں سے لے کر آپ پڑھیں اور ضرور پڑھئے۔

اصحاب الاخدود

اس میں ایک بچہ کا ذکر ہے، تاریخ کا عظیم ترین انسان وہ بچہ۔ ایک ماں کا ذکر ہے، تاریخ میں ایسی خاتون مشکل سے گزری ہوگی۔ اس میں ایک نوخیز غلام کا ذکر، لڑکے کا، جس نے دنیا بدل دی انسانیت کی اور رہتی دنیا تک کے، قیامت تک کے آنے والے ظالموں کے لئے کھلا عظیم پیغام اس نے دیا۔

لمبا قصہ ہے، آپ نے بار بار سنا بھی ہوگا کہ بادشاہ کا ساحر مرنے لگا۔ اس نے کہا کسی کو میرے پاس سحر سیکھنے کے لئے بھیج دیں، تو اس بچہ کو بھیجا گیا کہ بڑا ہوشیار ہے، اس کو سکھائیں۔ بچہ سیکھنے لگا، تو اس کا گزر ہوتا تھا اہل حق، ایمان والوں کی ایک عبادت گاہ پر۔

وہاں چپکے چپکے اس نے کلمۂ حق سیکھ لیا ''لا الہ الا اللہ''، لیکن جب بادشاہ کو پتہ چلا ایک قصہ کی وجہ سے کہ اس بچہ کے ہاتھوں ایک کرامت ظاہر ہوئی اور وہاں سے ایمان پھیلنا شروع ہوا، تو مختصراً میں عرض کر رہا ہوں کہ اس کو دھمکیاں دی گئیں، مارنے لگے، مار ڈالنے کے لئے لے گئے، کشتی میں لے جا کر ڈبونے کی کوشش کی، تو سب غرق ہو گئے۔ اسی طرح زندہ واپس للکار رہا ہے اہلِ باطل کو۔ پہاڑ پر لے گئے، وہاں سے پھینکا، تو لڑھک کر لے جانے والی فوج ساری گر گئی، یہ اسی طرح سالم واپس آ گیا۔

مؤمن کی فراست

یہ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں ، حق کے لئے کام کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ انہیں زبردست فراست دیتے ہیں، اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤمِن فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰه، ان کی فراست بڑی تیز۔ تو لڑکا ہے، مگراس نے کہا کہ اس طرح تم مجھے نہیں مار سکتے۔ تم یہ کرو کہ ایک سولی کا انتظام کرو مجھے سولی دینے کے لئے تاکہ ساری دنیا دیکھ سکے۔ اس سولی پر مجھے کھڑا کر کے کوئی مجھے تیر مارے۔ اور تیر اس طرح مارتے رہو گے تو میں نہیں مروں گا۔ صرف یہی کہو کہ بِرَبِّ هٰذا الْغُلامَ، اس لڑکے کے رب کے نام سے میں مارتا ہوں۔

اب ساری دنیا جمع ہے، جس طرح فرعون نے سحرۃ، جادوگروں کو اکٹھا کیا تھا، حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا مقابلہ ہو رہا ہے، لاکھوں وہاں مسلمان ہو گئے تھے، وہی انتظام اس لڑکے نے کیا۔ جب سب ساری دنیا اکٹھی ہوگئی، اس کو سولی کے تختہ پر کھڑا کیا گیا اور مارنے والے نے جیسے ہی تیر پھینکا اور کہا کہ بِرَبِّ هٰذا الْغُلام ،اس لڑکے کے رب کے نام سے میں مارتا ہوں، تو اس کو تیر لگا اور جس طرح اس نے مستی میں اور مزے میں اور جو منظر اوپر سے، ملأ اعلیٰ سے، استقبال کے لئے دکھایا گیا ہوگا، ان کو دیکھ کر خوشی میں اس نے جو جان دی ہے، تو اس کی وجہ سے ساری مخلوق جو اکٹھی ہوئی تھی، سب مسلمان ہو گئے اور کہہ اٹھے آمَنَّا بِرَبِّ هٰذا الْغُلام ، کہ ہم بھی سب اس بچہ کے رب پر ایمان لے آئے۔

درباریوں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ تو ایک کو تو نے برداشت نہیں کیا تھا۔ اب دیکھ یہ تو ساری دنیا کی دنیا مسلمان ہوگئی۔ کہا کہ ان کو بھی مارو۔ ایک نشہ ہوتا ہے، میں نے کہا، حکومت کا، طاقت کا ایک نشہ ہوتا ہے۔ تو کھائیاں کھودی گئیں، ہزاروں جلاد، پکڑ پکڑ کر اس میں آگ میں ڈالتے تھے۔ پوچھتے تھے کہ اپنے مذہب کو چھوڑتے ہو یا نہیں؟ لڑکے کے مذہب کو چھوڑو گے یا نہیں؟ وہ انکار کرتے اور آگ کی نذر کر دئے جاتے۔

جس کا میں تذکرہ کر رہا ہوں کہ حق ،حق ،حق بچہ کہتا تھا،تو اس طرح یہاں بھی اصحاب الاخدود کے بچے نے بھی کلام کیا۔تو ایک ماں کو لایا گیا،اس کے گود میں بچہ اور ماں سے کہا گیا کہ تو اس لڑکے کے مذہب کو چھوڑے گی کہ نہیں؟

پھر دوسرے فوجی نے کہا کہ اس کے بچہ کو چھین لو۔ بچہ کو لے لیا اور اس کو اٹھا کر آگ میں پھینکنے لگے اور کہا کہ دیکھ ،اب بھی تو اگر باز نہیں آئی تو تیرے بچہ کو ابھی آگ میں پھینکتے ہیں۔تو ماں تو اولاد کے لئے سب کچھ کر سکتی ہے،تو وہ ماں تھوڑا سا سوچنے لگی۔سوچ رہی تھی کہ الٰہی! میرے بچہ کو بھی آگ میں ڈال دیں گے،کیا کروں؟

اب یہاں بچے نے کلام کیا۔جس طرح وہاں حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ہر بچہ پیدا ہوتا تھا،کہتا تھا حق ،تو یہاں بھی اس بچے نے کلام کیا۔شیر خوار بچہ، دودھ پیتا بچہ،وہ کہنے لگا ”یا امتاہ“، اے میری پیاری ماں، **اِصْبِرِی فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ**، کہ تو ایمان سے ہاتھ نہ دھونا میری محبت کے خاطر،صبر کرنا۔یہ اللہ کے نام پر مر جانا،قتل ہو جانا،جل جانا،یہ بہتر ہے کفر کی آگ میں جلنے سے۔تو اس نے کہا **یَا اُمَّتَاہ اِصْبِرِی فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ**. تو یہ بچہ، یہ اس کی ماں، دونوں نے نارِ دنیا کو نارِ آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی اور کتنا بڑا دنیا کو پیغام دے کر گئے۔

جس طرح اس نے ، بچہ نے ،انتظام کیا کہ ساری دنیا کو حق کی دعوت اور مسلمان کرنے کے لئے سولی کا اس نے انتظام کیا جس طرح کہ منصور حلاّج نے کیا۔کسی دن موقع ہوا تو اس کو بھی بیان کریں گے۔

سترہ برس کی عمر میں ۔۔۔

ہمارے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔اور جو بچہ پیدا ہوتا تو کہتا حق ،حق ،حق ،اور انتقال کر جاتا۔ جب ماں نے یہ شکایت کی اور انہوں نے

فرمایا کہ اچھا، اب آئندہ جو بچہ پیدا ہوگا، تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ حضرت شیخ عارف زندہ رہے۔ اور زندہ کیا رہے، پوری دنیا کو انہوں نے زندہ کر دیا۔

اور کس عمر میں؟ جب ان کے والد محترم کا انتقال ہوا ہے، تو ان کی عمر صرف سترہ برس تھی۔ اور صرف سترہ برس اپنے والد کی صحبت پائی۔ اس میں اتنا کچھ حاصل کیا جس سے ساری دنیا کو سیراب کرتے رہے۔ ہم تو اپنی عمر کا بہترین حصہ یہ سمجھ کر کے کہ ابھی تو بچہ ہے، لڑکا ہے، ضائع کر دیتے ہیں۔

سترہ برس کی عمر میں تمام علوم کے امام

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی جب چودہ برس کی عمر ہوئی تو علوم وفنون پڑھ رہے تھے۔ ایک فن سے، ایک علم سے فارغ ہوئے کہ دوسرا فن شروع کیا۔ اس زمانہ میں جس طرح ہم تمام فنون ساتھ ساتھ چلاتے ہیں کہ ایک کتاب نحو کی، ایک صرف کی، ایک حساب کی، ایک سائنس کی، دس موضوع، سبجیکٹس ساتھ چلتے ہیں، ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک ایک موضوع پڑھایا جاتا تھا، نحو پڑھا دیا، صرف پڑھا دیا، منطق پڑھا دی، فلسفہ پڑھا دیا، فقہ پڑھا دیا، پھر اخیر میں جا کر حدیث، پھر اخیر میں جا کر تفسیر، ایک ایک فن پڑھایا جاتا تھا۔

چودہ برس کی عمر میں جیسے فراغت ہو رہی تھی ان علوم سے، تو والد محترم نے بالکل بیچ میں اعلان کیا کہ چلو، تمہاری شادی کرا دیتے ہیں۔ سب گھر والوں کو بھی حیرت ہوئی کہ ابھی چودہ برس کی تو عمر ہے۔ سوچا کہ چلو نکاح کر دیتے ہیں، رخصتی بعد میں ہوتی رہے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بہت کم سنی میں ہوا۔ تو نکاح ہو گیا۔ نکاح کے چند ماہ کے بعد ان کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب رخصتی کرا دو۔ تو اور زیادہ تعجب ہوا کہ ان کا پڑھنے کا بھی حرج ہوگا اور ابھی جلدی کیا ہے؟ اس عمر میں، پندرہ برس

کی عمر میں، رخصتی بھی۔ لیکن ادھر رخصتی ہوئی اور چند ہفتے گزرے کہ بہو کی نانی کا انتقال ہو گیا، اور فلاں کا انتقال، بڑے بوڑھے جانے لگے۔ تب جا کر سب کو عقل آئی کہ اوہو! یہ تو چونکہ یہ جانے والے تھے، ان کی وجہ نکاح میں اور رخصتی میں عجلت کی گئی۔

مگر جب خود حضرت کا انتقال ہوا، تو اس وقت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر، جب آپ کے والد محترم حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، تو اس وقت ان کی عمر صرف سترہ برس کی تھی۔ اور سترہ برس کے عمر میں تمام علوم کے حامل نہیں، بلکہ امام بن چکے تھے۔ اور تمام علوم کے ساتھ اپنے والد کے زیرِ سایہ انہوں نے اس طریقت اور سلوک اور تصوف کو مکمل طور پر حاصل کیا، یہاں تک کہ اپنے والد صاحب سے انہیں خلافت ملی۔ ہم تو اس عمر میں ابھی سمجھتے ہیں کہ یہ تو بچہ ہے، جب بڑا ہو گا تب کرے گا۔ اور یہ حضرات اس عمر میں سب کچھ حاصل کر لیتے تھے۔ تو حضرت شاہ عارف جو شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر بیٹھے، تو صرف سترہ برس کی عمر تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بچوں کی حفاظت کی توفیق دے اور خاص طور پر اس نوعمری میں ان کو یہاں کے مضر اثرات سے بچانے کی توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۵۔ حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۷؍صفر ۸۹۸ھ نزد اہل عرس مدفن: ردولی

آج کے ہمارے بزرگ ہیں حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی، جو حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں، جن سے حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب بیعت ہوئے تھے۔ یہ اپنے دادا جان کی نسبت پر، جس طرح شیخ عبدالحق ہمہ وقت استغراق میں، چوبیس گھنٹے، سالہا سال، نماز کے وقت بھی حق، حق، کہہ کہہ کر ان کو لے جانا پڑتا تھا، تو یہی حال ان کا بھی تھا۔

اور اسی استغراق کے عالم میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ، جا کر شیخ عبدالقدوس کو لے آؤ۔ چونکہ میں نے بتایا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب نے پینتیس برس ردولی شریف میں گزارے، پینتیس برس شاہ آباد میں۔ تو یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ عبدالقدوس شاہ آباد میں تھے۔ تو وہاں پر آدمی بلانے کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ ان سے کہیں کہ ساتھ حضرت شیخ محمد بن عارف کے بیٹے شیخ بُدّھا، وہ بھی ان کے ساتھ تھے، ان کی تربیت میں، فرمایا کہ ان دونوں کو لے کر آؤ۔ جب یہ دونوں صاحبان یہاں پہنچے، تو حضرت نے آخری جو کلمات ہوتے ہیں وصیت نصیحت کے، وہ باتیں شروع کر دیں۔ اسی لئے ان کو بلانے کے لئے بھیجا تھا۔

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خواہش

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بہت کبار، اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ان کو بیماری کی حالت میں کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کی کوئی خواہش، کوئی تمنّا؟ فرمایا، ہاں ایک ہے۔ تو سب متوجہ ہو گئے کہ کبھی کسی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا اور آج فرما رہے ہیں۔ تو ہمہ تن گوش سب اکٹھے ہو گئے کہ کس چیز کی فرمائش کرتے ہیں؟ کیا تمنا ہے؟ کیا خواہش ہے؟

فرمایا کہ ایک ہی تمنا ہے اور خواہش ہے، وہ یہ کہ کاش کہ مجھے موت سے پہلے موت کی آگاہی ہو جائے، پیشگی اطلاع ہو جائے، تاکہ میں پورے طور پر اپنے طور پر تیار رہوں اور جانے کے لئے میں پورے ہوش اور حواس کے ساتھ تیار رہوں۔

بیمارِ عشق کا علاج :معشوق کا دیدار

اسی لئے اسی بیماری میں جب لایا گیا طبیب، اس نے نبض ٹٹولنی شروع کی۔ تو وہ تو عرب تھے، عربی میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہوگا، مگر فارسی میں اس کا ترجمہ شاعر نے کیا کہ وہ اس وقت طبیب اور ڈاکٹر کو فرما رہے تھے کہ

ازسرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب، ازسرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب

کہ دردمندِ عشق را دارو ئے جز دیدار نیست

کہ اے بے وقوف طبیب، ڈاکٹر، تو میرے سرہانے سے اٹھ جا۔ کہ جو بیمار ہو اور وہ بھی بیمارِ عشق ہو، اس کا علاج دوا کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں اگر اس کا علاج ہے، تو ایک ہی چیز میں ہے۔ وہ یہ کہ اسے معشوق کا دیدار ہو جائے۔ مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔

اسی لئے جب انتقال ہو گیا، اور جب ان کو غسل دے کر کفن میں رکھ کر دیکھتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ یہاں پیشانی پر لکھا ہوا تھا، **هذا حبيب اللّٰه مات بسيف اللّٰه**، کہ اللہ کی تلوار کا شہید ہے۔ اور جب ان کو لے کر چلے، تو جس طرح ہمارا یہ بند صندوق ہوتا ہے، اس طرح نہیں ہوتا تھا، جس طرح کھلی چارپائی ہوتی ہے، اصل جنازہ جس پر لے جاتے ہیں، وہ چارپائی یان والی، چار طرف لکڑی اور بیچ میں یان۔ تو اس کے اوپر میت کو رکھ کر لے جاتے ہیں۔ تو کفن پہنایا ہوا ہے، تو لوگوں نے دیکھا کہ ابھی تو یہاں کفن ایک جیسا ہموار تھا، یہ کیوں کچھ ابھرا ہوا سا معلوم ہوتا ہے؟

کہا کہ جنازہ ذرا نیچے رکھو۔ دیکھا کہ یہ جو جنازہ میں پڑھتے ہیں اشهد ان لا الہ الا اللہ، اشهد

ان لا الہ الا اللہ پڑھا، تو جس طرح التحیات میں اٹھاتے تھے اشہد ان لا الہ الا اللہ، تو انگلی اٹھ گئی ان کی وہیں جنازہ میں۔ سب نے کہا کہ ڈاکٹر کو بلاؤ اور نبض دیکھو۔

اب نبض دیکھتے ہیں تو نبض غائب ہے، زندگی کے کوئی آثار نہیں۔ مگر جو انگلی تھی، وہ اٹھی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے اعضاء جس طرح ہاتھ پیر سیدھے کرتے ہیں اور اس کو اس طرح ہاتھ پھیر کر اس کو موڑنا چاہا، مڑ نہیں سکتی انگلی، بس اٹھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کو دفن کیا۔ تو یہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ بس، مجھے ایک ہی چیز کی تمنا ہے کہ مجھے کاش موت سے پہلے آگاہی اور اطلاع ہو جائے تاکہ میں تیار ہو کر جاؤں۔

ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حاضری کے لئے میں جب بھی لکھتا تھا، بولٹن میں تھا اس وقت بھی، یہاں دار العلوم سے بھی، کہ رجب شعبان میں حضرت کو اطلاع کے لئے کہ ان شاء اللہ میں حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں، دعا فرمائیں، تو حضرت ہمیشہ منع فرماتے کہ وہاں تمہارا رہنا ضروری ہے۔ یہاں دار العلوم کے ابتدائی حالات تھے اور بہت ساری ضروریات وابستہ تھیں، تو حضرت منع فرماتے کہ نہیں، مت آؤ۔

تم ضدی ہو

ایک دفعہ لطیفہ ہوا کہ میں نے حضرت کو لکھا رمضان سے کافی پہلے، دو تین مہینہ پہلے کہ اس دفعہ ان شاء اللہ فلاں ہفتہ میں حاضری کا ارادہ ہے۔ تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں رکھی ہیں، لیکن اس پر نظر نہ لگے اس کے لئے ایک چیز اس کے برخلاف بھی تم میں رکھ دی ہے، ان خوبیوں کی ضد۔ وہ یہ کہ تم ضدّی ہو۔ ہر دفعہ میں منع کرتا ہوں مگر تم ہو کہ۔ پھر آگے حضرت نے وجوہات لکھی کہ تمہارا وہاں رہنا کیوں ضروری ہے۔

میں نے اس کے جواب میں حضرت کو لکھا، اس وقت تک میں ابھی ساؤتھ افریقہ گیا نہیں تھا، کوئی ۷۶ - ۱۹۷۵ء کی بات ہوگی، وہاں پہلی دفعہ میں ۱۹۷۸ء میں ماں کے پاس گیا ہوں، تو میں نے

حضرت کولکھا کہ ہماری والدہ محترمہ اتنے برس سے افریقہ میں ہیں اور میں نے ہمارے بھائی بہنوں میں سے کسی کواب تک دیکھا بھی نہیں، وہ بڑے ہوگئے، جوان ہوگئے، ان کی شادیاں ہو گئیں، اور وہاں جانے کے بجائے میں حضرت کی خدمت میں حاضری کے لئے ہر سال لکھتا ہوں، تو حضرت منع فرماتے ہیں۔

میں نے بچوں کی طرح سے ایک لمبا شکوہ کیا۔ تو جب میں، اس خط کے بعد اس کا جواب آنے سے پہلے، وہاں سہارنپور پہنچ گیا، تو اب تک میرے سامنے وہ منظر ہے کہ جہاں دسترخوان پر حضرت تشریف فرما ہوتے تھے، جب ہم پہنچے، تو حضرت دسترخوان پر تشریف فرما ہیں، دیکھتے ہی فرمایا، آجا! معانقہ کیا۔ حضرت رونے لگے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ تیرا خط آیا، وہ تو میں نے عصر کے بعد کی مجلس میں بھی سنایا، جو اساتذہ، علماء، طلبہ، عوام کے لئے عصر کے بعد کی مجلس، چائے کی مجلس ہوتی تھی، اس میں بھی سنایا اور فرمایا کہ اندر بھی سنایا، باہر بھی سنایا۔ اندر یعنی مستورات میں بھی بھیجا کہ دیکھو یوسف کیا لکھتا ہے۔ تو یہ ہمیشہ حضرت کا معمول رہا کہ میں حاضری کی اجازت مانگتا، منع فرماتے۔

یوسف کب آئے گا؟

لیکن اس کے برعکس میں نے ایک دفعہ ۸۲ھ میں جمادی الاولی کے پہلے ہفتہ میں، مدینہ طیبہ حضرت کے خادم اور معالج ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب میمنی کو حضرت کی خیریت پوچھنے کے لئے فون کیا کہ حضرت کی طبیعت کیسی ہے؟ یہاں سے جب دوسرے سفر کے بعد حضرت تشریف لے گئے تھے، تو اس کے چند ماہ کے بعد کا، ہندوستان سے حضرت کی واپسی کے بعد کا قصہ ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل صاحب کہنے لگے کہ حضرت کی طبیعت تو اچھی ہے، مگر کل ہی حضرت آپ کا تذکرہ فرما رہے تھے اور پوچھتے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟

میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اتنے برسوں میں کبھی حضرت نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ

تم کب آ ؤ گے؟ ہمیشہ میں لکھتا تھا۔ سال میں ایک دو دفعہ حاضری ہوتی تھی، تو میں لکھتا تھا اورحضرت منع فرماتے تھے کہ تم پر قرض ہے،تمہاری ضروریات ہیں، اپنی ذاتی، گھریلو، مدرسہ کی، تمہیں نہیں آنا چاہئے۔ مگر ابھی تو رمضان میں تو کئی مہینے باقی ہیں اور حضرت فرمارہے ہیں کہ یوسف کب آئے گا؟ حضرت کو میری طرف سے عرض کردیں کہ میں ایک دو ہفتہ میں ویزا اور ٹکٹ کا انتظام کرکے ان شاءاللہ میں حاضر ہوتا ہوں۔

جمادی الاولیٰ میں میں نے فون کیا۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ یوسف کب آتا ہے؟ پھر چندروز میں اللہ نے حاضری مقدر فرمادی۔ اب جمادی الثانیہ، رجب اور یکم شعبان کو حضرت کا وصال ہوا ہے۔ پورے ڈھائی مہینے پہلے میں وہاں پہنچا، تو اس وقت تو حضرت ٹھیک ٹھاک تھے۔ اس کے بعد پھر سارے احوال انتقال تک کے میں نے حضرت شیخ اور خلفاء کرام میں لکھے بھی ہیں۔ تو یہ ان حضرات کو پہلے سے آگاہی ہوجاتی ہے، اطلاع ہوجاتی ہے۔ پورا ٹائم ٹیبل ان کو معلوم ہوتا ہے۔

میری نماز قضاء نہ ہو

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی آنکھ کا جب ایک آپریشن ہوا تھا علی گڑھ میں، ڈاکٹر شُکلا، وہاں کے علی گڑھ کے بہت بڑے سرجن تھے، انہوں نے کیا تھا، تو حضرت نے ان سے فرمایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب، ایک بات ہے کہ اگر میری کوئی نماز قضاء ہو تو میں آپریشن نہیں کرواؤں گا۔ مجھے آپریشن کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، کوئی آپ کی نماز قضاء نہیں ہوگی اور اس وقت تو حضرت سجدہ کرسکتے تھے، تو فرمایا کہ آپ سجدہ بھی کرسکیں گے اور نماز بھی وقت پر ادا کرسکیں گے۔

مجھے کوئی مخدِّر دوا نہ دی جائے

اور حضرت نے فرمایا کہ دوسری بات یہ کہ میں نے کبھی بھی زندگی میں کوئی مخدِّر دوا نہیں کھائی، نیند آور دوا استعمال نہیں کی۔ جس طرح ہم لوگ پینیڈول لیتے ہیں، وہ بھی نیند آور ہے۔ حضرت

نے فرمایا کہ میں نے زندگی بھر کبھی کوئی نیند آور گولیاں نہیں کھائی، مجھے کوئی ایسی دوا یا انجکشن نہ دیا جائے جو نیند آور ہو۔ڈاکٹر شکلا نے کہا کہ حضرت، اس کا بھی وعدہ ہے۔آپ کو کوئی ہم ایسی نیند آور دوا نہیں دیں گے جس سے آپ پر نیند طاری ہو۔اس کے بعد جو آپریشن ہوا، بہت کامیاب رہا۔حضرت بہت خوش تھے کہ الحمدللہ انہوں نے وعدہ پورا کیا۔

نماز قضاء ہونے پر حضرت کی ناراضگی

اس کے بالمقابل مدینہ طیبہ میں اسپیشل ڈاکٹر لاہور سے بلائے گئے اور ان سے بھی حضرت نے یہی پورا قصہ دہرایا، ڈاکٹر شُکلا کا، مگر انہوں نے آپریشن کے دوران پتہ نہیں کوئی ضرورت محسوس کی ہوگی ،کوئی انجکشن لگا دیا۔اس لئے جب حضرت کے آپریشن کے بعد ظہر کی نماز، پھر عصر کی نماز، عصر کی نماز کے وقت ہم حضرت کے پاس گئے، کھنکھارنا شروع کیا، ذرا سا حضرت پر ہاتھ پھیرا، تو حضرت کو کچھ پتہ نہیں۔پھر ذرا آہستہ آواز سے ''نماز'' بھی کہا، مگر حضرت کو کوئی پتہ نہیں۔حضرت کی ایک دو نماز بھی قضاء ہو گئیں۔

جب حضرت بیدار ہوئے اور حضرت کو ہم نے بتایا کہ اس طرح نماز قضاء ہو گئی، تو حضرت نے فرمایا ان کو بلاؤ ڈاکٹر کو۔حضرت بہت ناراض ہوئے، حضرت رو رہے تھے، اور رونے سے اور آنکھ کا ابھی آپریشن ہوا ہے، اور حضرت نے فرمایا کہ وہ ایک ہندو ڈاکٹر، اس نے تو میری باتوں کا لحاظ کیا اور تم سے نہیں ہوسکتا تھا۔تو کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ ہم نے تو تمہیں آپریشن کے لئے نہیں بلایا تھا۔

وہاں سے بلاوے کے منتظر

یہ اب ہم لوگ تو ذرا سا سر درد ہوا، فوراً کھا لیتے ہیں، سو جاتے ہیں۔ایک اچھی نیند آ گئی، سر درد چلا گیا۔مگر یہ مشائخ تیار رہتے ہیں ہر وقت کہ جب وہ عالم منکشف ہو اور وہاں سے بلاوا آئے، وہاں والے لینے کے لئے آئیں، تو میں پورے نشاط کے ساتھ ان کے ساتھ جاؤں،

پورے ہوش حواس میرے مکمل طور پر ٹھیک ہوں۔

اس لئے حضرت فرماتے تھے کہ میں نے زندگی بھر کوئی نیندآور دوا کبھی نہیں کھائی۔حضرت بھی ہماری طرح سے تھے،کبھی درد بھی ہوتا ہوگا،ٹانگوں میں ہوتا ہوگا،سر درد ہوتا ہوگا، بخار آتا تھا،نزلہ ہوتا تھا،تمام عوارض تھے،مگرکبھی مخدّ ر دوا کا استعمال نہیں فرمایا۔

اسی طرح یہاں ان کو اطلاع ہوگئی پہلے سے شیخ محمد بن عارف کو۔تو بلایا شیخ عبدالقدوس اوراپنے بیٹے کو کہ ان کو لے کرآؤ اوران کو وصیتیں فرمائی اوراس کے بعد ان سے فرمایا کہ بھئی دیکھو، میرا انتقال ہو جائے تو یہ میری نصیحتیں ہیں اور یہ وصیت ہے۔اور میرے بعد، اپنے بیٹے کے متعلق شیخ عبدالقدوس صاحب کوتاکید فرمائی کہ ان کی تربیت کا خیال رکھنا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا آخری وقت اور خاتمہ بھی بالخیرفرمائے اورحسن خاتمہ کی دولت سے ہمیں سرفراز کرے، ورنہ یہ بڑی کٹھن گھڑی ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۲۶۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۸۶۰ھ

تاریخ وفات: ۲۳/۱۱ جمادی الاخری ۹۴۴ھ یا ۹۲۵ھ یا ۹۴۵ھ یا ۹۴۰ھ

مقام دفن: گنگوہ، سہارنپور

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پینتیس برس ردولی شریف میں گزارے۔ اور پھر وہاں جو مغلیہ دور میں آپس میں رنجشیں رہتی تھی، ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں چپقلش رہتی تھی، جو شاہ زادہ کسی جگہ کا گورنر ہوتا تھا، پڑوسی کے ساتھ اس کی نہیں بنی، تو حکام کی آپس کی لڑائیوں میں ان کو ردولی شریف سے منتقل ہو کر شاہ آباد آنا پڑا۔ وہاں پینتیس برس آپ کا قیام رہا، اور پھر اخیر میں چودہ برس گنگوہ شریف رہے۔

یہ ہمارے سلسلہ کے بہت اونچے اکابرین میں سے ہیں۔ اور وہاں گنگوہ میں ہمارے سلسلہ کے تین اکابر، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ علومِ شریعت اور علومِ ظاہریہ کے تو امام تھے ہی، مگر جب آپ نے اس طرف توجہ فرمائی سلوک وتصوف کی طرف، تو حضرت شاہ عبدالحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا پچاس برس پہلے انتقال ہو چکا ہے، وہ شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت فرمارہے ہیں۔ جیسے میں نے آپ کو بتایا کہ میں فیصل آباد میں اعتکاف میں ہوں اور وہاں کہا جارہا ہے کہ تمہارا حصہ وہاں ردولی شریف مقدر ہے، تو یہ ہی ان کے ساتھ ہوا۔

وصال کے بعد تربیت

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یہ ہوا کہ حضرت شاہ عبدالحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال کے پچاس برس کے بعد میری اس طرح تربیت فرمائی روحانی طور پر جیسی کوئی زندہ پیر بھی نہیں کرسکتا، اور کسی کو مرشد کامل زندگی میں مل جائے، وہ بھی نہیں کرسکتا۔ اور پھر حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے درخواست کی، یہ سب روحانی طور پر تربیت ہو رہی ہے، اسی میں پوچھا کہ مجھے جو طریقہ ہے اور دنیا کا دستور ہے، بیعت اور ارشاد کے سلسلہ کا، تو مجھے کس سے بیعت ہونا چاہئے؟

حضرت نے اپنے پوتے شیخ محمد بن عارف بن شیخ عبدالحق، ان کے متعلق حکم فرمایا کہ اچھا، تم ان سے بیعت ہو جاؤ۔ تو بیعت تو ان سے ہوئے، مگر جو ساری کی ساری آپ کی روحانی طور پر تربیت تھی، وہ شیخ حضرت عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اور ایسی زبردست ہوئی کہ بڑے زبردست صاحب استغراق اور صاحب حال ہوئے۔

ایک طرف صرف مجرد کوئی صوفی ہو، سالک ہو، تصوف کا ہو، اس کے لئے تو یہ آسان ہوتا ہے، لیکن جو اپنے وقت کا اتنا بڑا امام ہو، اس کے لئے مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ اسی لئے جو جو حکومتیں ان کے زمانہ میں رہی ہیں، سب نے بہت چاہا کہ یہ اتنے بڑے اپنے وقت کے امام ہیں، تو حکومت کی کوئی مدد کریں یا کوئی منصب سنبھالیں، یا اپنے آدمی ہمیں دیں، تو حضرت نے اس طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی۔

اسی لئے آپ کے جو خطوط ہیں سکندر لودھی بادشاہ کے نام، پھر اکبر بادشاہ نے کوشش کی تو ان کے نام مکاتیب، وہ بڑے قابل دید ہیں۔ اور آپ کی انوار العیون وغیرہ کافی کتابیں ہیں، لیکن حضرت گنگوہی قدس سرہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے سلوک اور تصوف کے سلسلہ میں کبھی کوئی بات پیش آئی اور دل میں اشکال ہوا، تو میں نے اس

سلسلہ کا ہر جواب حضرت کے مکاتیب میں پایا۔ مجھے سب سے زیادہ رہنمائی اس سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب سے ہوئی، جو حضرت نے اپنے مسترشدین اور مریدین کے نام تحریر فرمائے ہیں۔

اتنے بڑے امام کے لئے یہ دوسری لائن میں رہنا، ضبط کر کے مشکل ہوتا ہے۔ غلبۂ حال اتنا کہ وہاں شیخ جلال الدین نے بھی اپنے طلبہ سے فرمایا تھا کہ اچھا، وہ پیر جو ناچتے ہیں، یعنی حضرت کے یہاں جو سماع ہوتا تھا۔ وہ ایک غذا تھی اس کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے اور سماع میں وجد وحال طاری ہوتا تھا۔

قصیدہ سناؤ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جس سال میں مشکوٰۃ پڑھ رہا تھا، تو اس زمانہ سے لے کر سالہا سال، کیا سہارنپور، کیا مدینہ شریف، عشاء کے بعد حضرت فرماتے جاؤ، لاؤ، قصیدہ سناؤ۔ تو میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا

زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

فارسی کا قصیدہ ہے، تو وہ سنایا کرتا تھا۔ اور یہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ بہاریہ۔ یہ دونوں قصیدے فضائل درود شریف کے اخیر میں ہیں، قصیدہ بہاریہ اردو میں ہے۔ تو حضرت اس کو عشاء کے بعد سنا کرتے تھے۔ پہلے تو جب شروع کیا تھا، اس وقت شبِ جمعہ میں سنتے تھے۔ پھر مدینہ طیبہ میں ایک زمانہ تک ہر رات عشاء کے بعد سنتے تھے۔

سماع ایک غذا

اسی طرح سماع یہ ایک غذا ہوتی تھی حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی۔ لیکن جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ جتنا آدمی بڑا ہوتا ہے، تو پھر ان پر نظر رکھنے والے کثرت سے ہوتے

ہیں۔ نظر اگر کوئی شفقت سے رکھے، اصلاح کے لئے رکھے، تو اچھا ہے۔ لیکن نظر حسد کی بھی ہوتی ہے، تو اس میں عیوب، نقائص دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا چیز قابل اشکال، قابل اعتراض مل جائے، جس سے لوگوں میں انتشار، ہیجان پیدا ہو، نفرت پیدا کر سکیں، اس کو تلاش کرتے ہیں۔ اور ایسے علماءِ سوء کی بھی دنیا میں ابتداء سے لے کر آج تک کمی نہیں رہی۔ اور اس سے ان حضرات کے درجات اور بلند ہوتے ہیں۔

اب ان حضرات کے یہاں جو سماع ہوتا تھا، کہاں یہ اتنا بڑا امام، اتنا بڑا صاحب حال انسان، تو ان کے متعلق کیا کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے کہ کوئی، خلاف شریعت تو بہت دور کی بات ہے، کوئی سنت کے خلاف کوئی امر یا آداب اسلامی کے خلاف بھی کوئی امر پاس پھٹک سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہوسکتا! لیکن وہ پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ کانٹے نکالتے تھے۔ اسی لئے پھر صوفیاء نے خود از خود اپنے اوپر ان چیزوں کی پابندی عائد کی۔ اسی لئے جو حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا تھا اور حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں صاحبزادہ صاحب جب پڑھ کر آئے، تو ان سے کہا گیا کہ دیکھو، یہ سماع اچھا نہیں ہے۔

خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اب چاروں طرف سے دروازے بند ہیں، جو صرف خدام ہیں وہ ہوتے تھے، اور پردے میں، اعتکاف میں حضرت سنتے تھے، تو وہاں بھی یہ صدا پہنچی کہ کہیں بدعت تو نہیں ہوجائے گا۔ پورا حضرت کا بیان، ایک مجلس کے تمام ملفوظات حضرت کے اسی پر ہیں۔

اگر چہ حضرت نے اس وقت اعتکاف کے دوران قصائد کا سننا موقوف فرما دیا، مگر جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں حضرت نے عجیب جملہ فرمایا کہ لاؤ بھئی، قصیدہ سناؤ۔ ہندوستان کے مفتیوں کا فتویٰ یہاں نہیں چلتا۔

اور وہاں تو شب جمعہ کی بھی تخصیص نہیں تھی، اکثر و بیشتر سونے سے قبل قصائد سنتے تھے۔ سنانے والوں میں میرے علاوہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے نواسے مولانا محمد شاہد صاحب

اور دیگر حضرات بھی ہیں۔

جیسا کہ ایک دفعہ مفتی مقبول احمد صاحب گلاسگو والے کی مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور عصر کی مجلس کے بعد انہوں نے مصافحہ کیا، تو صوفی جی نے ان کے متعلق عرض کیا کہ حضرت! ان کی آواز بھی عمدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آج رات قصیدہ ان سے سنیں گے۔

مفتی صاحب نے کبھی حضرت کے سامنے نعت یا قصیدہ پڑھا نہیں تھا، وہ پریشان ہو گئے، دعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے روضہ اقدس پر بھی عرض کیا۔ مفتی صاحب جب کھانے سے فراغت کے بعد حسب تجویز بیٹھے رہے، مگر جب سنانے کا وقت آیا، تو حضرت نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ہم نے قصیدہ سننے کا ارادہ آج موقوف کر دیا۔

باہر نکل کر مفتی صاحب مسرت کے انداز میں صوفی جی سے کہنے لگے کہ حضرت پر میری پریشانی منکشف ہوگئی۔

جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو نشانہ بنایا گیا، وہاں ان کو کوئی اس میں بدعت نظر آئی، بدعت کی بو نظر آئی، انہوں نے سونگھ لی، اسی طرح شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ ہو کر نئے نئے آئے، اور ان سے کہا گیا، تو جیسے ہی انہوں نے شاہ عبدالقدوس صاحب سے عرض کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا، ایسا کہا جاتا ہے ہمارے سماع کے متعلق، تو آج سے بند کر دیتے ہیں سماع۔ جو اشعار سنتے تھے، تو وہ بند کر دئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماعِ اشعار

اب یہ خوب جانتے ہیں، یہ فتوے لگانے والے بھی اور اعتراض کرنے والے بھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں منبر پر بٹھا کر سن رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بستر میں ہیں، محبوبہ کی گود میں سر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عائشہ، وہ سناؤ کچھ۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کونسے سناؤں؟ جو لڑائیوں میں ایک دوسرے پر برتری کے متعلق اشعار کہے گئے وہ سناؤں، یا ان لڑائیوں میں جو مارے گئے، تو مرنے والوں پر جو مراثی اور مرثیے کہے گئے وہ سناؤں، یا عشق ومحبت کی داستانیں ہیں، وہ سناؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ فلاں موضوع کا سناؤ۔ تو ہزاروں اشعار یاد تھے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے۔ کیا منبر، کیا مسجد، کیا حجرہ، کیا خلوت اور کیا سفر، ہر جگہ اشعار سنے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں، ردیف ہیں پیچھے، صحابی ہیں، ان سے پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ امیہ ابن ابی صلت کے کوئی اشعار یاد ہیں؟ نام لے کر کہ فلاں شاعر کے اشعار سناؤ۔ انہوں نے سنانا شروع کیا، تو وہ تھوڑی دیر سنایا، پھر چپ ہو گئے۔ فرمایا، اور۔

بار بار وہ تھوڑی دیر میں چپ ہوتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ھیــہ، اور سناؤ، اور سناؤ۔ مگر وہ جن کی طبیعتوں میں شرارت اور فتنہ انگیزی ہوتی ہے وہ باز نہیں رہ سکتے۔ اب امیہ بن ابی صلت کے بھی اور غیر مسلم شعراء کے اشعار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو یاد تھے ہزاروں اشعار، وہ ہر طرح کے تھے۔

آج سے سماع بند

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ اشکال سنا، تو فرمایا آج سے سماع بند۔ دوسرے دن ابھی تو چند گھنٹے گزرے، دوسرا دن شروع نہیں ہوا کہ دیکھا کہ پورے بدن پر ایک دم ایلرجی سے جس طرح اچانک کچھ نکل آتا ہے، پھوڑے نکل آئے۔ دیکھا یہ کیا؟ حضرت تو اچھے بھلے تھے، سارا جسم دانوں سے بھر گیا۔ پھر علاج شروع کیا، کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور بڑھ گیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو سب عاجز ہو گئے، رونے لگے، حضرت کو یہ کیا ہو گیا؟

تب حضرت نے چپکے سے کسی کے کان میں کہا کہ اصل میں وہ جو ہمارا سماع بند ہوا، تو یہ سب

کچھ سماع کی وجہ سے ہے۔ وہ اشعار سنتے تھے، وہ گرمی نکلتی تھی، جو طبیعت تأثر لیتی تھی اشعار سن کر کے، تو وہ جو اندر کا غبار ہے وہ نکلتا تھا، مگر اب نہ سننے کی وجہ سے وہ سب اندر ہی اندر ہے۔ تب رو کر سب نے ہاتھ جوڑے، حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہ حضرت، معاف کیجئے، ان فتویٰ دینے والوں کو چھوڑیئے، آپ تو معذور ہیں۔ اس لئے یہ علاج کے لئے ان حضرات کے یہاں سماع ہوتا تھا۔

موصول اور صلہ ایک کلمہ کے حکم میں

حالانکہ مسائل کا استحضار اور ان پر عمل اس درجہ تھا کہ ایک دفعہ کسی امام نے نماز پڑھائی، نوخیز لڑکا، ان کو کسی نے آگے کر دیا، **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن. عليهم،** نئے نئے امام نے موصول صلہ کے درمیان میں وقف کر دیا۔ حضرت نے نماز کے بعد فرمایا، بڑوں میں سے کوئی تھا نہیں کہ اس بیچارے کو تکلیف دی، نماز پھر سے پڑھو۔

کتنا آسان بنا دیا اور فرمایا کہ جو موصول اور صلہ ہوتا ہے وہ ایک کلمہ کا حکم رکھتا ہے، اس کو ایک سانس میں ادا کرنا چاہئے۔ ایسے ہی مضاف مضاف الیہ، موصوف صفت۔ کوئی ابھی **قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰه** میں وقف کرے، **قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ** کہے، پھر پڑھے **اللّٰه اٰتَانِیَ الْكِتَابَ،** تو یہ ایک کلمہ ہے، **عبداللّٰه،** اس کو نہیں توڑ سکتے۔ اگر اس کو بیچ میں کہیں سانس ٹوٹ گیا کسی کا، تو پھر **اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰه** سے اس کو شروع کرنا چاہئے، کہ ایک کلمہ کو توڑا نہیں جا سکتا۔ تو یہی حال موصول اور صلہ کا ہے کہ وہ ایک کلمہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

لیکن یہ حضرات صوفیاء کرام، انہوں نے اپنے یہاں شرائط سماع کے لئے خود متعین کر دیں، کہ یہ بھی شرط مان لیتے ہیں، یہ بھی، سننے دو اللہ کے واسطے، ورنہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے صاحب تصرف تھے، تصرف کے بجائے ان کے فتوی کو مان لیا۔ اِس

وقت تو عملیات جاننے والے کوئی نہیں، اس کو دھندے کے طور پر اپنایا ہوا ہے، لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، ان کا سکون، چین چھینتے ہیں، عزتوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، خاندانوں میں تفرقے ڈالتے ہیں۔

یہ جو عملیات کا سلسلہ ہے، اس کے بڑے زبردست ماہر تھے شاہ غوث محمد گوالیری، مشائخ احمد آباد میں بہت تفصیلی حالات میں نے ان کے لکھے ہیں۔ چونکہ وہ اس لائن کے تھے، جنّاتوں پر بھی انہیں تصرف تھا، جس طرح چاہتے تھے ان سے کام لیتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں ہیں، مراقبہ میں ہیں، اپنی عبادت ریاضت میں، اچانک آہٹ ہوئی، آپ نے پوچھا، کون؟ تو کہا کہ ہم تو جنّات ہیں۔ پوچھا، کیوں آئے؟ کہا کہ غوث محمد گوالیری نے ہمیں بھیجا ہے کہ وہ آپ کی زیارت اور ملاقات کے مشتاق ہیں، تو ہم آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں۔ ہم آپ کو کوئی تکلیف نہیں دیں گے، ہم بڑی راحت سے، آرام سے آپ کو لے جاتے ہیں۔ حضرت نے ڈانٹ کر کہا، جلدی ان کو لے کر آؤ!

یہ فرمانا تھا کہ کہاں تو وہ جن شیخ غوث کے تابع اور ان کے بھیجے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ یہ جیسے ہی سنا، جاؤ، ان کو لے کر آؤ۔ اب یہ واپس وہاں پہنچے، اور شیخ غوث سے کہتے ہیں کہ حضرت، معاف کیجئے، انہوں نے تو فرمایا کہ آپ کو لے کر جائیں اور ہمیں تو لے جانا پڑے گا۔ اور یہ کہہ کر جواب سننے سے پہلے ہاں، نا، سے پہلے، اٹھایا اور لے کر پہنچے۔

یہاں پہنچ کر حضرت نے جو ڈانٹ پلائی ان کو کہ یہ بزرگی ہے؟ اس کو تصرف سمجھ رکھا ہے تم نے؟ تھوڑی ڈانٹ پلا کر، اصلاح کر کے ان کو واپس بھیجا۔

مگر جیسے ہی شاہ ابوسعید صاحب نے سماع کے بارے میں فتویٰ بتایا، تو کوئی تصرف نہیں فرمایا، بلکہ کمال عبدیت اور اتباع سنت اور اتباع شریعت کو اپنایا۔ فوراً کہہ دیا کہ بھائی، کوئی نہیں، چھوڑ دیتے ہیں ہمارا سماع، نہیں سنتے۔ مگر وہ تو عشق و محبت کے ضبط، اس کو دبانے کے خاطر سماع سنتے تھے۔

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات فارسی زبان میں بڑے مشہور ہیں۔علاوہ ازیں آپ کی تأ لیفات میں انوارالعیو ن اور تصنیفات میں عوارف المعارف کی شرح حاشیۃ التعر ف اور تعلیقات علی شرح الصحائف بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی روحانیت سے ہمیں مستفیض فرمائے۔

۲۷۔ شاہ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۸۹۴ھ　　　　　　　　　　مولد: بلخ

تاریخ وفات: ۱۴/۲۲/۲۵ ذی الحجہ ۹۸۰ھ یا ۹۸۹ھ یا ۹۶۹ھ　　　　مدفن: تھانیسر

حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری عمری، یہ بلخ میں تھے اور وہاں علوم عربیہ شرعیہ اسلامیہ کی تکمیل فرمائی، بلکہ تکمیل کے بعد پھر باقاعدہ مدرسہ شروع کیا۔ اور مدرسہ میں تدریس اور تعلیم اور طلبہ کی تربیت کے لئے علاقہ میں بہت شہرت حاصل کر لی۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد

یہ ہمہ تن اپنے اسی علومِ شریعہ کی تدریس میں مشغول تھے کہ ایک دفعہ شور اٹھا، سب طلبہ اساتذہ میں ایک ہی موضوع ہے کہ کوئی بزرگ آرہے ہیں، آرہے ہیں، تو انہوں نے پوچھا، کون؟ طلبہ نے کہا کہ وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی آرہے ہیں۔ تو ان کے متعلق شیخ جلال الدین نے سن رکھا تھا کہ وہ کون ہیں؟ کیسے ہیں؟

چونکہ یہ صرف ظاہری علوم کی حد تک ان کی دلچسپی تھی اور دوسری لائنوں سے انہیں کوئی نسبت اور واسطہ نہیں تھا، تو جب انہوں نے سنا کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی آئے جس کے لئے سب شور ہو رہا تھا، تو انہوں نے طلبہ سے کہا کہ کون آئے ہیں، عبدالقدوس گنگوہی، جو ناچتے بھی ہیں؟

طلبہ سے کہا کہ جاؤ اور میرا اسلام بھی کہہ دینا، لیکن طلبہ نے پوری بات پہنچا دی۔ انہوں نے سلام بھی پہنچایا کہ ہمارے استاذ شیخ جلال الدین آپ کو سلام فرما رہے تھے اور ساتھ یہ جملہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ اچھا، وہ شیخ عبدالقدوس، جو ناچتے بھی ہیں۔ تو شیخ عبدالقدوس صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جا کر اپنے استاذ سے میرا وعلیکم السلام کہہ دینا اور یہ بھی کہنا کہ ہاں، وہ ناچتے

بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔

یہ ایک مستقل موضوع ہے، میں اخیر میں اس کو ذکر کروں گا۔ان کے حالات مختصراً عرض کر دوں۔تو یہ حضرت شیخ جلال الدین کو طلبہ نے پیغام پہنچا دیا۔بات آئی گئی ہو کر ختم ہوگئی۔

شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ کا اثر

پھر دوسری مرتبہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اچانک انہیں کے مدرسہ میں پہنچ گئے، شیخ جلال الدین کے مدرسہ میں، اور آمنا سامنا ہوگیا،تو سلام ہوا۔تو چونکہ پہلے ملاقات نہیں تھی،پہلی ہی ملاقات شیخ عبدالقدوس سے ہوئی۔شیخ جلال الدین نے سلام کے بعد پوچھا کہ آپ کون بزرگ؟

حضرت شیخ عبدالقدوس نے فرمایا کہ وہ جن کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ جو ناچتے ہیں اور میں نے کہلوایا کہ نچاتے بھی ہیں۔تو یہ جو جملہ انہوں نے کہا اور وہ جو نگاہ تھی ان کی،بس،تیز نگاہ سے جوان کو دیکھا،تو شیخ جلال الدین کی دنیا بدل گئی۔کہاں تو وہ بالکل اس لائن سے ایک طرح سے متنفر تھے کہ سمجھتے تھے کہ یہ تو بدعتی ہیں اور پتہ نہیں ذہن میں کیا ہوگا،مگر نتیجہ یہ ہوا کہ پھر،جیسے حضرت گنگوہی قدس سرہ وہاں شیخ مولانا محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کے لئے گئے تھے اور وہاں حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور چلّہ بھر کا قیام ہوگیا اور وہاں سے دولتیں لے کر لوٹے،حالانکہ طالب علمی میں سبق ناغہ ہونا برداشت نہ ہوا تھا اور زبان سے نکل گیا تھا،اچھا حاجی آ گیا،ہمارا سبق رہ گیا۔

اسی طرح ان کا بھی کام بن گیا، شیخ جلال الدین کا۔ اور پھر آ گے باقاعدہ بیعت ہوئے،ذکروشغل جاری ہوا اور چند دن میں تو وہاں تک پہنچ گئے جہاں سالہا سال میں لوگ نہیں پہنچا کرتے۔اوران کی،جیسے ہی شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ایک نظر سے اِن کو دیکھا اوران کی دنیا بدل گئی۔

پھر خود شیخ جلال الدین بھی اس مرتبہ پر شیخ بنے۔اس طرح کہ ایک مرتبہ کسی نے ذکر کیا کہ حضرت! بزرگوں کے متعلق سنا ہے کہ کسی پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں اور ان کی دنیا بدل جاتی ہے۔تو حضرت شیخ جلال الدین نے یہ جو پوچھ رہے تھے ان ہی کی کے طرف ذرا سا گھور کر دیکھا۔صرف ایک نگاہ کی وہ تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہما

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ مدینہ طیبہ میں تھے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے، جس میں حضرت کو خلافت ملی ہے۔

حضرت رائے پوری فرمانے لگے کہ میں ایک چیز نوٹ کرتا ہوں، بطور خاص دیکھتا ہوں کہ حضرت سہارنپوری آپ کو کھانے پینے کی کوئی چیز دیتے ہیں، تو پہلے میں دیکھتا ہوں، اس کو گھور کر دیکھتے ہیں، اور اس کے بعد جملہ فرمایا کہ کاش! کہ ہمیں بھی اس طرح کوئی گھور کر کوئی کھلائے۔ یعنی اسی میں وہ پلاتے تھے جو کھانے پینے کی چیزیں ہوتی ہیں، ان پر حضرت سہارنپوری کی نگاہ پڑتی تھی، پہلے غور سے دیکھ کر پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو کھلاتے تھے۔

ایک نگاہ کی تاب نہ لا سکے

حضرت شاہ جلال الدین نے اسی شخص کو ذرا گھور کر دیکھا، تو بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آتا ہی نہیں، ایک دن، دو دن، تین دن۔ تین دن گزرے، اس کا انتقال ہو گیا۔تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی، وہ جواب تو اسی کو دینا تھا کہ ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں، مگر وہ، اس میں سہار ہی نہیں تھی کہ ایک نگاہ کی وہ تاب لا سکے۔ حضرت کی بڑی کرامات مشہور ہیں۔

ہندوؤں کے میلہ میں

اس علاقہ میں ہندوؤں کا، تھانیسر میں، ایک میلہ لگتا تھا۔تو میلہ میں ہر قسم کے کرتب لوگ دکھاتے تھے،کوئی مداری، سانپ لے کر آیا ہے،کوئی بندر، بندریا لے کر آیا ہے،کوئی کیا لے کر آیا ہے،کوئی جادوگر بن کر آیا ہے۔ایک شخص وہاں آتا تھا اور اس کو دیکھنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے۔

وہاں وہ جادوگر یہ کرشمہ دکھاتا تھا کہ سب لوگ کھڑے ہوئے ہیں، بیچ میں زمین خالی ہے، وہ سب سے کہتا کہ دیکھو، یہ سامنے آپ کے بالکل کھلا میدان ہے، اس میں کوئی چیز ہے؟ کوئی چیز نہیں۔کیا ہے؟ کہا چٹان، پتھر، بالکل ہموار زمین ہے، کچھ نہیں ہے۔کہا، پانی تو نہیں؟ کہا نہیں، پانی تو نہیں ہے۔ پھر وہ، جس طرح پانی میں چھلانگ لگاتے ہیں،غوطہ لگاتے ہیں، اندر چلے جاتے ہیں، اس طرح وہ زمین کے اندر چھلانگ لگاتا اور وہ پانی کی طرح ہو جاتی، وہ اندر چلا جاتا۔تھوڑی دیر میں وہاں سے لوگ دیکھتے کہ اس نے سر نکالا، وہاں سے نکلا، پھر وہاں سے کودا، ادھر سے نکلا،تو اس کی سالہا سال سے بڑی شہرت تھی۔

حضرت شیخ جلال الدین فرمانے لگے کہ ہندوؤں کا میلہ ہے،ہمیں بھی وہاں جانا ہے۔تو بڑا تعجب ہوا حضرت کے خدام کو کہ حضرت وہاں کیوں جائیں گے ہندوؤں کے میلہ میں؟ فرمایا کہ وہ جو کوئی جوگی آتا ہے جس کی بڑی شہرت ہے، زمین کے اندر غوطہ لگاتا ہے، ہم بھی اس کو دیکھیں گے۔لوگوں کو تعجب ہوا کہ حضرت اس کو کیا دیکھیں گے؟

حضرت وہاں تشریف لے گئے۔حضرت نے دیکھا کہ اس نے اعلان کیا،سب لوگ اکٹھے ہو گئے، دیکھ رہے ہیں۔اور اس نے یہاں سے زمین کے اندر پانی کی طرح غوطہ لگایا اور وہاں نکلا۔ پھر جب وہاں نکل کر اس نے پھر دوبارہ غوطہ لگایا، تو جہاں سے اس نے سر نکالا تھا، وہاں پر حضرت نے اپنا پیر رکھ دیا۔بس قصہ ختم، پھر وہ نکل ہی نہیں سکا۔ساری مخلوق پریشان، دیکھ رہی

ہے۔تو حضرت نے پیر رکھا، اب وہ نہیں نکل سکتا، ہمیشہ کے لئے اندر رہ گیا۔

حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اشکال ہوا تھا حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہ وہ ناچتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں، جو نچاتے بھی ہیں۔تو یہ دراصل مسئلہ ہے سماع کا، صوفیاء کے یہاں کا، اور خاص طور پر سلسلۂ چشتیہ میں سماع کی بڑی شہرت رہی ہے۔

مجلسِ سماع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی مجلس سماع منعقد ہوتی تھی اور بڑے فتوے لگے، بڑی مخالفت ہوئی، تو حضرت نے پھر خود اپنے آپ کو پابند بنالیا تھا ان علماء کو چپ کرنے کے لئے۔ کیوں کہ باقاعدہ حکومت کی طرف سے دہلی میں جو محتسب مقرر تھے، محتسب کا کام ہوتا ہے احتساب کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شعبہ کو سنبھالنا، تو جہاں کہیں خلاف شرع کوئی چیز دیکھتے، تو وہاں پولیس کے ساتھ جا کر پکڑ دھکڑ ہوتی تھی۔تو اس عہدہ پر اس زمانہ میں قاضی سنامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

قاضی نظام الدین سنامی محتسب تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مجلس سماع ہوتی تھی، جس پر انہیں اشکال تھا، اور وہ اس کو ناجائز اور بدعت کہتے تھے۔تو جب باہم گفتگو ہوئی، تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو، اس کا فیصلہ تو آسان ہے کہ ہم، میں اور آپ خواہ مخواہ لڑتے ہیں، ہمارے درمیان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فیصلہ فرمادیں، تو پھر تمہیں کوئی اشکال ہے؟

انہوں نے کہا، اس سے اچھی کیا بات؟ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں ہیں، مراقبہ کیا، گردن جھکائی اور تھوڑی دیر میں اوپر کا عالم منکشف ہوگیا حضرت قاضی سنامی پر کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، جیسے

اس دن قصہ سنایا تھا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جو محتسب تھے قاضی صاحب، ان سے ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو، ان کو رہنے دو، یہ معذور ہیں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو معذور ہیں، اپنی جگہ، لیکن ہم تو آپ کی ظاہری شریعت کو فولو کرتے ہیں اور ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ظاہری شریعت ہے، اس کے مکلّف ہیں۔ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

یہ جب مکاشفہ سے فارغ ہوئے تو نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن لیا؟ تو قاضی سنامی جو محتسب تھے وہ کہنے لگے میرا جواب بھی آپ نے سن لیا کہ میں تو ظاہرِ شریعت کا مکلّف ہوں، ظاہری شریعت کے مطابق جو چیز میرے نزدیک جائز ہوگی، اسی کی اجازت دی جائے گی۔

اختلاف کے باوجود احترام

یہ سلسلہ پھر بھی اسی طرح چلتا رہا۔ مگر اس کے باوجود ظاہری طور پر اتنی لڑائی کے باوجود دل میں کس قدر احترام تھا کہ جب قاضی سنامی کے متعلق حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں اور آخری وقت ہے، تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور پیغام بھیجا کہ زیارت اور ملاقات کے لئے میں حاضر ہوا ہوں۔

حضرت قاضی سنامی نے فرمایا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میں مرتے وقت بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ صاف صاف! ظاہر شریعت کے کتنے پابند اور کتنا سخت جملہ استعمال فرمایا! کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میں مرتے وقت بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ جا کر کہو کہ ہر گناہ گار کی توبہ قبول ہوتی ہے، تو ان سے کہہ دو کہ بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔ تو جب یہ جملہ جا کر پہنچایا گیا حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا کہ بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے، تو

حضرت قاضی سنامی نے اسی وقت روتے ہوئے فرمایا کہ بھئی، میرا عمامہ لاؤ! فرمایا یہ یہاں سے وہاں تک ان کے چلنے کی جگہ پر ان کے اعزاز میں بچھادو کہ اس پر چل کر آئیں۔ تو دل میں اس قدر اکرام واحترام۔

شرائطِ سماع

یہ چونکہ سلسلہ چل رہا تھا، اس لئے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یہاں خود شرطیں متعین کر دی تھیں کہ سامع کے متعلق یہ شرط، مسموع کے متعلق یہ شرط، سماع کے متعلق یہ شرط۔ کہ جو سننے والا ہو وہ اہلِ شہوت اور اہلِ فتنہ میں سے نہ ہو۔ نمبر ایک، وہ متقی پرہیزگار ہو، اس کے لئے جائز۔ دوسری شرط مُسْمِع کے متعلق، جو سنانے والا ہو اس کے متعلق یہ کہ وہ متشرع ہو اور اس کی ہیئت شریعت کے مطابق ہو۔ اور تیسری مسموع کے متعلق کہ جو چیز سنی جارہی ہے، تو اس میں کوئی فتنہ انگیز موضوع نہ ہو، فتنہ اور شہوت کو ابھارنے والے اشعار اس میں نہ ہوں۔

یہ شرطیں سامع کے متعلق، مُسْمِع کے متعلق اور مسموع کے متعلق اگر پائی جائیں، اسی کو دوسرے الفاظ میں جو مفتیان کرام ہیں وہ اس کو ادا کرتے ہیں زمان، مکان، اور اخوان کی تین شرطیں اگر پائی جائیں، تب ان کے یہاں یہ سماع جائز ہے۔ تو یہ سماع حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوتا تھا۔ اور ان کے یہاں اس کی مجالس ہوتی تھیں۔

ارشاد الطالبین شاہ جلال الدین تھانیسری کی تصنیف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر کی روحانیت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۲۸۔ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۴/۸ رجب ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ یا ۱۰۲۴ھ   مدفن: بلخ

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور داماد بھی تھے۔ خرقہ اجازت بھی انہیں سے ہے۔ شیخ نظام الدین کے والد ماجد، شاہ عبدالشکور بھی حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے۔

شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہریہ و باطنیہ کے جامع تھے۔ علوم معرفت و اسرار و رموز کے علاوہ کیمیا وغیرہ علوم کے بھی حامل تھے۔ اسی وجہ سے حاسدین کو آپ کے ساتھ بغض و عداوت زیادہ تھا۔ اکبر بادشاہ کے یہاں بار بار آپ کی شکایات پہنچنے کی بنا پر دو مرتبہ آپ کو ہندوستان سے باہر بھیج دیا گیا، اولاً حرمین کی طرف اور دوسری دفعہ ماوراء النہر کی طرف۔ وہاں والوں نے جب والیٔ بلخ سے شکایت کی، تو والیٔ بلخ نے بھی شیخ نظام الدین کے اخراج کا ارادہ کیا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں منع فرمایا۔ اس خواب کی بنا پر والیٔ بلخ آپ کا معتقد اس درجہ کا ہو گیا کہ آپ کا مرید بن گیا۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات ہی میں اپنے تمام خلفاء، مریدین کو شیخ نظام الدین کے حوالہ فرما دیا تھا۔ اہل علم نے ولی تراش نام رکھ دیا تھا کہ جس پر بھی آپ نظر فرماتے، ایک ہی وہلہ میں صاحب حضوری اور صاحب مکاشفہ ہو جاتا تھا۔ شیخ نظام الدین کا ایک سانس میں تین سو، چار سو اسم ذات کا معمول تھا۔ تجلیات خاصہ کا ظہور رہتا تھا، حتی کہ ملائکہ بشری صورت میں آ کر نماز میں شریک ہوتے اور آپ انہیں نماز پڑھاتے تھے۔

شیخ نظام الدین صاحب تصانیف بھی تھے۔ شرح سوانح غزالی، لمعات کی دو شرحیں مکی و مدنی، ریاض قدسی، تفسیر نظامی، رسالہ حقیقت، رسالہ بلخیہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔

۲۹۔ حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲؍ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ یا ۱۰۴۱ھ مدفن: گنگوہ، ضلع سہارنپور

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے پیرومرشد ہیں حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہیں اشارۂ غیبی ہوا حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کہ تمہیں باطنی دولت کے حصول کے لئے ہمارے خلیفہ، حضرت نظام الدین بلخی تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے یہاں جانا چاہئے۔ اب گنگوہ کہاں اور بلخ، بخارا کہاں؟ مگر فوراً چل پڑے۔ لمبا سفر، غیر ملک، اور کس طرح وہاں پہنچے ہوں گے؟ مگر اللہ کی شان کہ کسی طرح وہاں حضرت نظام الدین کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی۔

جیسے میں نے کہا تھا کہ یہ ہم نے بہت کچھ کھو دیا، ملک کے ملک کھو دیئے، اور بہت سے علوم ہم سے رخصت ہوگئے، نہ ان علوم کا کوئی پڑھنے والا ہے، نہ جاننے والا ہے۔ تو اب یہ اُس زمانہ میں نہ کوئی موبائل فون تھا، نہ ٹیلی فون تھا، غیر ملک میں سرحدیں عبور کر کے وہاں تک کیسے پہنچے ہوں گے؟ اور وہاں اطلاع ہوگئی کہ آرہے ہیں۔ کیسے؟

جنات کے عمل پر تنبیہ

جیسے ایک دفعہ باٹلی میں کسی پر جن تھا، تو مرحوم ہمارے رشید بھائی، زمزم بیکری والے، اور ایک ساتھی ہیں وہاں ابھی بھی باٹلی میں، وہ مجھے کہنے لگے ان کے یہاں تکلیف ہے۔ تو میں نے جنات کے جلانے کا جو عمل ہے وہ کیا۔ یہ ۶۸/۶۹ء کا قصہ ہوگا۔ اس وقت تو ٹیلی گرام بھی دو تین دن میں پہنچتا تھا، ٹیلی فون کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سہارنپور سے پورے ایک ہفتہ بعد جس دن میں باٹلی گیا ہوں، اس کے پورے ایک ہفتہ بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف سے جو گرامی نامہ، محبت نامہ، پہنچتا تھا، تقریباً ہر ہفتہ یا ہفتہ میں

کبھی دومرتبہ، تو وہ ایک ہفتہ کے بعد جو حضرت کا گرامی نامہ پہنچا، تو اس میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ ایک نہایت ضروری چیز تمہیں لکھوا رہا ہوں۔ وہ یہ کہ بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ جنات کے جلانے کا عمل ہرگز نہ کریں۔ پھر وہ آگے ساری ہدایات تھیں۔

اب میں اس خط کو پڑھتا ہوں، سوچتا ہوں کہ کیسے حضرت کو اطلاع ہوئی ہوگی؟ کیوں کہ اگر کوئی اس واقعہ کو حضرت کے خدمت میں وہاں لکھتا، تو ابھی ایک ہفتہ وہاں خط پہنچنے میں ہوتا اور اِس وقت جتنی آمد ورفت آسان ہے اور کثرت سے لوگ جاتے ہیں، آتے ہیں، اس وقت تو سب ہی آنے ہی والے تھے، سیٹ ہورہے تھے ادھر، بیوی بچوں والے بھی بہت کم تھے۔ تو کیسے حضرت کو اطلاع ہوگئی؟ یا تو جنّاتوں نے شکایت کی ہوگی یا حضرت کو کشف ہوگیا ہوگا۔

حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ہی حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ ہے کہ صاحبزادہ حضرت شاہ ابوسعید آرہے ہیں، تو انہوں نے بڑا اہتمام کیا، پورا اپنا قافلہ ساتھ لیا۔ جب وہاں کے، بلخ کے، حاکم کو اطلاع ہوئی، تو بڑا معتقد تھا حضرت شیخ نظام الدین کا، تو وہ بھی اپنے امراء، وزراء سمیت بلخ سے باہر استقبال کے لئے، اور بڑے شاہی اعزاز کے ساتھ ان کا استقبال ہوا اور لے گئے، بڑی شاہی دعوتیں شروع ہوگئیں۔

اس طرح چند دن گزرے۔ تب شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت، میں اتنی مشقت اٹھا کر کے گنگوہ سے یہاں تک جو پہنچا ہوں، وہ ان دعوتوں کے لئے نہیں آیا۔ میں تو وہ دولت جو آپ ہمارے گنگوہ سے یہاں لے کر آئے ہیں، شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ دولت لینے کے لئے آیا ہوں۔

بس اتنا کہنا تھا کہ سب کچھ بدل گیا۔ اب تک تو یہ تھا کہ یہ ہیں، ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں، اس لئے اعزاز ہی اعزاز۔ لیکن اب فرمایا، اچھا! پھر تو جاؤ، حمام گرم کرو۔ وہ سرد علاقہ ہے۔

توحمام کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں ہر وقت، روز کوئی کرامت ہم دیکھتے تھے۔ایک دفعہ تین چار ہزار کا مجمع ہے، ہمالیہ پر جب برف باری ہوتی تھی اور ہوا چلتی تھی، تو وہ ٹھنڈی ہمالیہ کی ہوائیں، ہمالیہ کے دامن میں ہے شملہ اور پھر یہ سہارنپور کا علاقہ ہے، تو چالیس دن تک وہاں سردی رہتی ہے، جو چلّہ کی سردی مشہور ہے سہارنپور کی، تو اس میں لوگ کمبل لحاف اوڑھ کر چلتے ہیں۔

ابھی تین چار روز سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی روز زیارت ہوتی ہے، شاید ان ہی قصوں کی وجہ سے ہوگی۔تو میں نے کل خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت کے ساتھ میں لحاف اوڑھ کر کے بیٹھا ہوا ہوں۔

حضرت کی ایک پھونک

وہاں ایسی سخت سردی اور ہزاروں کا مجمع اور حضرت کے معتکف میں آ کر کسی نے شکایت کی کہ حضرت، ہم بہت کوشش کر رہے ہیں، پھر بھی حمام میں لکڑیاں نہیں جل رہی۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو لکڑیاں اکٹھی کی گئی تھیں، تو کہیں اس پر پانی بہت زیادہ گرا ہوا ہے، بالکل گیلی ہیں۔تو جب اس کو رکھیں گے آپ حمام میں جلانے کے لئے، تو وہ آگ نہیں پکڑ سکے گی گیلی ہونے کی وجہ سے، کوئی بھی وجہ ہوگی۔

حمام والے نے آ کر شکایت کی۔مستقل دو تین آدمی اس پر متعین ہوتے تھے جو ہر وقت گرم پانی وضوء کے لئے، نہانے کے لئے تیار رکھتے۔ہزاروں کے مجمع کا مسئلہ، حمام سے لوٹے میں پانی لے کر وضو کرتے، بالٹی میں لے کر غسل کرتے تھے۔تو اب حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ بھئی، جاؤ ٹال والے کے پاس، لکڑیاں اور لے کر آؤ۔

حضرت نے فرمایا، جاؤ بھئی، سب جلدی سے جا کر سات سات دفعہ سورہ قل اور تین تین دفعہ

آیۃ الکرسی اور درود شریف پڑھ کر دم کر کے آؤ۔ حمام گرم نہیں ہو رہا، لکڑیاں جل نہیں رہی، تو انہوں نے جا کر کیا پڑھا ہوگا، حضرت کے یہاں سے ایک پھونک چلی گئی۔ ماشاءاللہ، وہ دن اور پھر پورا مہینہ، کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

تکمیل کے لئے امتحان

نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ سے فرمایا کہ جاؤ حمام کی خدمت کرو۔ حمام میں لکڑیاں اکٹھی کرنا، جلانا، پانی گرم کرنا، پانی مہیا کرنا مہمانوں کو، یہ تمہارا کام۔ کئی سال لمبا عرصہ یہ خدمت لینے کے بعد پھر حضرت نے دیکھا کہ ابھی تکمیل ہونے کو ہے، مگر اس کا امتحان ہونا چاہئے۔ تو امتحان کے لئے حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو، ساتھ یہ گھوڑوں کے اصطبل کو بھی دیکھا کرو۔

اور جو بھنگن تھی اصطبل میں لید صاف کرنے والی، اس سے حضرت نے فرمایا کہ دیکھو، جب تم ٹوکرا لے کر گزرو، تو تھوڑی سی، یہ جو مہمان ہیں، خدمت کرتے ہیں اصطبل کی اور حمام کی، تھوڑی سی ان کے اوپر بھی گرا دینا۔ پھر دوسرے دن پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے بھنگن نے آ کر بتایا کہ بہت غصہ سے مجھے دیکھ رہے تھے اور کہا کہ ''نہ ہوا گنگوہ''۔ یعنی اگر گنگوہ ہوتا، تو تمہیں پتہ چلتا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اوہو! ابھی تو صاحبزادگی دماغ میں موجود ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ باطن کی صفائی مقصود تھی، اور یہ امراض جس راستہ سے آتے ہیں اسی راستہ سے وہ جاتے ہیں۔ ویسے بہت نماز پڑھ کر کے، بڑی ریاضات آپ مجاہدے کریں اس سے نہیں جائے گا۔ وہ آتا ہے کہ لوگ جب بہت واہ واہ کرتے ہیں کہ صاحب زادہ ہیں، پیر زادہ ہیں، بزرگ ہیں، بڑے ہیں، بڑے عالم ہیں، بڑے مقرر ہیں، بہت اچھے قاری، تو اس سے جو واہ واہ ہوتی ہے اس سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے برعکس سب سے کہا جائے کہ ایک ایک تھپڑ میرے سر پر مارو، جیسے ایک بزرگ سے خادم نے پوچھا کہ حضرت، آج

آپ نے تکبر پر بیان فرمایا مجھے بھی اپنے بارے میں خطرہ ہے، شبہ ہے کہ میرے اندر بھی یہ چیز ہے۔تو فرمایا، ہاں، ہے تو سہی۔اس کا علاج؟

فرمایا ایک اخروٹ کا ٹوکرا لو اور دروازے پر بیٹھو، یہاں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ اور جتنے لوگ گزریں ان سے کہو کہ جو ایک جوتا میرے سر پر مارے گا اسے ایک اخروٹ ملے گا۔ اس طرح یہ نکلتا ہے۔ جتنا اعزاز ہو، عزت ہو، واہ واہ ہو، اس سے وہ بنتا ہے، تو جتنی تذلیل، توہین ہو، اس سے وہ نکلتا ہے۔

بڑائی خطرناک چیز

اب یہ لید (گوبر)، یہ کب برداشت؟ کہ ناپا کی اور گندگی اور پھر وہ بھی بھنگن سے۔تو فرمایا کہ صاحبزادگی ابھی بھی موجود ہے۔اس کے بعد حضرت نے اور خدمت لی اور کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ اچھا، پھر اس دن کی طرح سے پھر ایسا ہی کیجئے۔ پھر دوسرے دن بھنگن نے آ کر رپورٹ دی کہ حضرت، اس دفعہ بولے تو کچھ نہیں، صرف دیکھا غصہ سے۔فرمایا نہیں، ابھی بھی بو ہے۔
دیکھئے، کتنی خطرناک چیز ہے کہ اس کے لئے کتنی مشقت لی جاتی ہے اور کتنا اس کو قابل اعتناء سمجھا جاتا ہے اس بیماری کو کہ اتنا بھی برداشت نہیں۔ابھی ہے تکبر، بڑائی کی بو ہے۔
پھر کچھ عرصہ خدمت لے کر پھر اس کے بعد فرمایا کہ پھر ایسا کیجئے کہ آج تو سارا ہی گند اس کے اوپر ڈال دینا۔ چنانچہ بھنگن نے آ کر بتایا کہ آج تو جیسا آپ نے فرمایا تھا، میں ان کے پاس پہنچی اور ٹھوکر کھا کر جس طرح گرتے ہیں گر گئی، اور سارا ٹوکرا ان پر گرا۔
اب پہلی دونوں مرتبہ کے برعکس اس مرتبہ میں حیران رہ گئی کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ سے روتے جا رہے ہیں اور میرے ٹوکرے میں کوڑا ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، میں غلط جگہ بیٹھ گیا۔اب تمہیں حرج ہوا اور تم گر گئیں۔تمہیں چوٹ تو نہیں لگی؟
حضرت نے فرمایا کہ ہاں، اب کام بن گیا! اور حضرت نے ان کو بلایا۔اب تک اتنے عرصہ

تک صرف یہ خدمت لی گئی جس سے کوئی سمجھے کہ یہ عالم نہیں ہیں، معمولی کوئی مزدور ہیں۔ اور مزدور بھی کچھ قابلِ اعزاز اور قابلِ تعظیم، قابلِ اکرام ہوتے ہیں، تو یہ ویسے بھی نہیں ہیں۔ ویسے ہی حمام دھونکنے والا اور اصطبل میں لید صاف کرنے والا مزدور ہے۔ تا کہ وہ اچھی طرح صفائی ہو جائے، مکمل گندگی، تکبر وغیرہ ساری نکل جائے۔

عجب وخود پسندی

اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ ہاں، اب کام بنا، تو اب ذکر و شغل ہے۔ مگر یہ ذکر و شغل جتنا آدمی پڑھے گا، پانچ ہزار، دس ہزار درود شرف پڑھتا ہے، تو کوشش ہوگی کہ دوسرے کو پتہ چل جائے۔ قرآن شریف کتنے پارے پڑھے ہیں کہ آج تو سر میں درد ہو گیا، میرے پندرہ پارے آج پورے نہیں ہوئے۔

یہ بہانہ تھا اس کے سامنے پندرہ پارے کے اظہار کا اور کہنے کا تا کہ دوسرے کے دل میں رعب بیٹھے، بڑائی بیٹھے۔ تو یہ حج کا تسلسل، عمروں کا تسلسل، نمازوں، رکعات کی زیادتی، اور پاروں کی اور ختمات کی زیادتی، ایک بہت بڑا کینسر اس سے بھی ڈیویلپ ہوتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔

عجب کا علاج

اس لئے حضرت نے دیکھا کہ اب یہ جو ذکر و شغل سے بہت ترقی ہوئی، کشف بھی ہو رہا ہے، اس سے بھی پھر دل میں عجب پیدا ہوتا ہے، انسان سمجھتا ہے کہ میں ایک اچھا آدمی ہوں، تو یہ بھی پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد ذکر و شغل کے بعد کشف و کرامات کا ظہور ہونے لگے، تو اس کو ختم کرنے کے لئے حضرت نے اور زیادہ ان سے مشقت لینی شروع کی۔ وہ ذکر و شغل تو تھا ہی، ساتھ فرمایا کہ چلو، آج ہم شکار کھیلنے جائیں گے۔ تو یہ جو شکاری کتے رسّی میں بندھے ہوتے ہیں، تو اس کی رسّی جتنی چھوڑی جائے، شکار کی طرف وہ جائے گا۔

چونکہ یہ کتے تو پالنے والے ہوتے ہیں، ان کی آواز پر وہ رکتے ہیں اور جاتے ہیں۔ اور جب

بلائیں، تو واپس آجاتے ہیں۔ مگر یہ تو ان میں سے تھے نہیں۔ تو فرمایا کہ تمہارا کام ان کتوں کو باندھ کر لے جانا اور رسّی پکڑنا۔ شکار کے پیچھے ہم اس کو چھوڑیں گے تو یہ جائیں گے۔ اب وہ شکاری کتے تو بہت توانا، تندرست اور یہ مدتوں کے مجاہدوں سے نہایت کمزور، ضعیف، لاغر۔ چنانچہ جب کتّوں نے رسّی کھینچی تو یہ تو گر پڑے اور کتّے بھاگ رہے ہیں، یہ لہولہان ہو رہے ہیں۔

جب رات کو واپس آئے تو حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا۔ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ نظام الدین! تم تو ان کے پیر و مرشد ہو، تمہیں تو اس سے زیادہ بھی ان سے ریاضت اور مجاہدہ کروانے کا حق تھا، لیکن ہم نے تو آپ سے اتنا مجاہدہ نہیں کروایا تھا۔

آنکھ کھلی تو ان کو بلایا، گلے لگایا اور فرمایا کہ جاؤ، جس مقصد کے لئے آپ آئے تھے کہ وہ دولت میں لینے آیا ہوں جو آپ گنگوہ سے لے کر آئے تھے، وہ دولت عطا فرمائی، خلافت عطا فرمائی اور ان کو گنگوہ بھیجا۔

اللہ تعالیٰ اس دولت، ان خزانوں کی قدردانی کی ہمیں بھی توفیق دیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۰۔ حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولد: صدر پور

تاریخ وفات: ۹/رجب ۱۱۵۸ھ یا ۱۰۵۴ھ یا ۱۰۵۸ھ   مدفن: الہ آباد

حضرت سید محمدی اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، جن کو عالمگیر نے اورنگ آباد میں قید میں رکھا، وہیں وفات ہوئی، ان کے پیر و مرشد حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی ہیں۔

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی نے اپنے یہاں صدر پور میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علوم عربیہ اسلامیہ، علوم شریعت کی تکمیل کی۔ اس سے فراغت پر جیسا کہ ان سب کے یہاں یہی ایک سوچ ہوتی تھی کہ ہم نے ظاہری علوم تو پڑھ لئے، اب دوسری لائن تصوف اور سلوک کی ہے، اس کو بھی حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی اس مقصد کے مشورہ کے لئے حاضر ہوئے دہلی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر۔ مراقبہ کیا، تو حضرت نے ارشاد فرمایا، قبر والوں کو اس ظاہری دنیا سے کہ کون کیا کھاتا ہے اور پیتا ہے اور راحت میں ہے اور تکلیف میں ہے، اس سے زیادہ کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

وہ تو جب فرشتہ نامۂ اعمال لے کر جاتا ہے، تو جن جن کو ارواح جانتی ہیں، کسی کے والدین میں سے جو فوت ہو چکے ہوں، اجداد میں سے ہوں، تو وہ فرشتوں سے درخواست کرتے ہیں، میں یہ اعمال نامہ ذرا دیکھ سکتا ہوں۔ پھر وہ اس میں کیا ڈھونڈتے ہیں؟

وہ یہی ڈھونڈتے ہیں کہ نیک اعمال کا پلڑا جھک رہا ہے، غالب ہو رہا ہے یا گناہوں کا انبار ہے۔ جب نیکیاں دیکھتے ہیں، خوش ہوتے ہیں۔ برائی دیکھتے ہیں تو انہیں رنج اور افسوس ہوتا ہے۔ تو انہیں کہاں کہاں پر کیا ہو رہا ہے اس کا پتہ ہوتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کوئی علم ذاتی تو نہیں،

اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ ان کو اس کی اطلاع ملتی ہے۔

تمہارا حصہ ردولی شریف میں مقدر ہے

میں فیصل آباد میں معتکف تھا۔ تو وہاں ایک دفعہ ہمارے مرحوم دوست مولوی احمد لولات کے ساتھ بزرگوں کا تذکرہ ہوا۔ صبح اٹھ کر میں نے ان سے کہا کہ آج خواب میں مجھ سے کسی نے کہا کہ تم ردولی شریف جاؤ، تمہارا حصہ وہاں مقدر ہے۔ تو ان کی خاص ادا تھی مولوی احمد کی۔ ایسے خوشی کے موقع پر کہتے کہ ہاتھ دو، تالی بجاؤ۔ انہوں نے ہاتھ ایسے دیا۔

مجھے کہنے لگے کہ مٹھائی کھلاؤ۔ دیکھو کتنے بڑے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے حالات میں آتا ہے کہ ہر وقت استغراق میں رہتے تھے، کسی چیز کا پتہ نہیں ہوتا تھا، نماز کے وقت بھی خادم اطلاع دیتا کہ نماز کا وقت ہو گیا، اذان ہو گئی، نماز کے لئے چلیں، کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے۔

جب وہ کہنا شروع کرتے الحق، حق، حق، خادم بولتا، تو وہ آنکھیں کھولتے اور جدھر وہ چلتا رہتا اس کے پیچھے وہ چلتے رہتے۔ صف میں لے جا کر کھڑا کر دیا، نماز شروع ہوئی تو نماز کی نیت باندھی۔ تو وہاں کے متعلق ارشاد ہوا کہ وہاں جاؤ، تمہارا حصہ وہاں مقدر ہے۔

شاید فیصل آباد کے دوستوں میں سے کسی کے نام حضرت کے اعتکاف کے حالات کے ذیل میں اپنا یہ خواب کسی کو لکھا ہوا اور وہ خط بھی شاید اس کے پاس محفوظ ہو۔ جیسا کہ الحاج بھائی محمد انور صاحب کا خط سن کر حضرت نے فرمایا تھا کہ میری طرف سے یہ بھی لکھ دینا۔ حضرت نے ایک پیغام لکھوایا تھا۔

سندھ سے بلاوا

جب کراچی میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہم لوگ حضرت شیخ اور خلفاء کتاب لکھ رہے تھے، تو روز صبح ناشتے پر وہ پہنچ جاتے مولانا یحییٰ صاحب کے

مدرسہ میں۔ کبھی وہ اپنا خواب بیان کرتے، کوئی واقعہ سناتے، کیسے آئے، کیا ہوا۔

ایک دن میں نے کہا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کسی نے مجھ سے کہا پورا نام لے کر، یہ راشدی سلسلہ کے بزرگ ہیں، آپ وہاں جائیں، وہ آپ کو یاد فرماتے ہیں۔

میں نے جب ان کو سنایا، تو حضرت مولانا یوسف صاحب فرمانے لگے کہ آپ تو بہت نازک آدمی ہیں اور وہ سندھ میں اتنے اندران کا مزار ہے کہ وہاں تک سڑکیں بھی ٹھیک نہیں ہیں، آپ وہاں کے سفر کا تحمل نہیں کر پائیں گے۔ خیر، میں نے کوئی زیادہ اصرار نہیں کیا، لیکن لنک دیکھئے کتنی زبردست، وہاں اس وقت تو مولوی احمد علی لیسٹر سے یا ایک دو اور حضرات تھے، وہ لکھتے بھی تھے روز جو اس طرح کی گفتگو ہوتی تھی میری اور ان کی، کوئی خواب وغیرہ، کوئی واقعہ، کوئی حضرت شیخ کا میں سناتا تو وہ نوٹ کر لیتے تھے۔ یہ قصہ کوئی ۸۳ء کا ہے۔

روضۂ اقدس سے بیعت کی اجازت کا حکم

اس کے چند سال بعد میں مدینہ شریف میں حرم میں تھا، رات کو ڈھائی بجے مولانا سیف الرحمٰن صاحب، مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث، مجھے تلاش کرتے ہوئے آئے کہ حضرت درخواستی آج آپ کو تراویح کے بعد یاد فرما رہے تھے۔ لمبا قصہ ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ ان شاءاللہ، کل حاضر ہوں گا۔

میں دوسرے دن حاضر ہوا، تو حافظ حدیث حضرت درخواستی کا لقب تھا، ایک سو آٹھ برس کی عمر انہوں نے پائی تھی، اور یہ سو برس کے بعد ہی کا قصہ ہے جو ایک سو پانچ برس کی اس وقت عمر رہی ہوگی پانچ یا چھ، انتقال سے ایک دو سال پہلے۔ تو جب میں حاضر ہوا، تو پوچھا کون؟

میں نے کہا یوسف، لندن سے۔ فوراً شروع ہو گئے۔ فرمانے لگے کل جب میں روضہ شریف پر سلام کے لئے حاضر ہوا، وہاں سے مجھے حکم ہوا کہ میں ہمارے سلسلہ قادریہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں۔

اس وقت جب انہوں نے فرمایا، یہ بھی مجھے پتہ نہیں تھا کہ ان کا سلسلہ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ راشدیہ ہے۔ بعد میں پھر پتہ چلا کہ اسی کے لئے وہ بزرگ خواب میں بلا رہے تھے۔ خواب میں جو ارشاد فرمایا تھا سندھ میں جن کا مزار ہے، پیر راشدی، ان ہی کا سلسلہ راشدیہ ہے۔ یہ پورا اندرونی طور پر ایک سلسلہ ہے۔

ایک اندرونی سلسلہ

اسی لئے حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی جب وہاں حاضر ہوئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، تو وہاں سے فرمایا کہ اس وقت سلسلہ صابریہ میں شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سلوک اور معرفت کی مجالس بہت گرم ہیں، تم ان کے یہاں جاؤ۔ تو کہاں مجالس ٹھنڈی پڑ گئی ہیں، کہاں بے رونقی ہے، کہاں مجلسیں گرم ہیں، یہ بھی ان کو پتہ ہے۔

صبح وہاں سے مراقبہ سے اٹھے اور فوراً گنگوہ پہنچے۔ شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، اور چند دن کے بعد جیسے بتایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک چلّہ میں، ایک چلّہ سے بھی پہلے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی صاحب نے خلافت دی تھی۔

اس طرح یہ بھی چند روز رہے اور اس کے بعد ایک دن حضرت شاہ ابوسعید نے فرمایا کہ محبّ اللہ! ادھر آؤ، آپ کی تکمیل کئے دیتے ہیں۔ کمرے میں لے گئے، کچھ توجہات دیں اور اس کے بعد ان کو خلافت عطا فرمائی۔ تو کئی خدام جو برسہا برس سے حضرت کی خدمت میں تھے، وہ سوچنے لگے کہ دیکھو، یہ تو ابھی کل کا مہمان، چند دن پہلے آئے تھے یہ صاحب، اور ان کی تکمیل بھی ہوگئی، خلافت بھی پا گئے یہ۔ تو یہ پورا ایک اندرونی سلسلہ ہے۔

سلسلۂ اویسیہ اور خلافت بالاصالۃ

اور روحانی طور پر ایک سلسلہ ہے، اس کو سلسلۂ اویسیہ کہا جاتا ہے۔ یہ جو بیعت اور اجازت اور خلافت ہے، اس کی ایک قسم تو ہے جس کو کہا جاتا ہے بالاصالہ۔ اصالۃً وہ خلافت کہلاتی ہے کہ

جس میں امر الٰہی سے شیخ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے بیعت کی اجازت دے، جیسے کہ حضرت درخواستی نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔تو یہ امر الٰہی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے۔اس لئے امر الٰہی سے کسی کو اجازت ملے اس کو کہا جاتا ہے اصالۃً۔

اللہ کی طرف سے مأمور

دوسری جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہم لوگ تھے ۶۹ء میں۔تو میرے جانے سے چند ماہ پہلے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب وہاں حضرت کے ساتھ تھے حرمین میں، تو ایک دن حضرت نے صوفی اقبال صاحب کو اور بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کو، ان خدام کو بلایا، رمضان میں ابھی چار پانچ مہینے باقی تھے، تو ان کو بلاکر بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب اور صوفی اقبال صاحب سے فرمایا کہ دیکھو، اگر میں مر جاؤں تو میری طرف سے طلحہ کو اور یوسف کو بیعت کی اجازت ہے، یہ ان کو پیام پہنچا دینا۔

یہ مأمور اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔تو سوچتے ہیں کہ یہ امر پورا کرنے سے پہلے کہیں میری موت آ گئی، تو اس ڈر سے وصیت فرمادی۔اس کے بعد جب میں حاضر ہوا وہاں ایک دو مہینہ کے بعد، خود حضرت نے رمضان المبارک میں معتکف میں بلاکر اجازت دی۔

خلافت بالاجازۃ

یہ ایک بیعت کی اجازت ہوتی ہے اصالۃً، دوسری خلافت ہوتی ہے اجازۃً۔کہ جس میں کوئی ایسا حکم نہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کوئی غیبی اشارہ نہ ہو اور کسی روحانی اشارے کے بغیر شیخ اپنی رضا اور خوشی سے کسی کو اپنی طرف سے اجازت دے، اس کو کہا جاتا ہے اجازۃً۔

خلافت بالاجماع

اور تیسری ایک قسم ہے اجماعاً۔اجماعاً یہ کہ شیخ کا انتقال ہو گیا اور مثال کے طور پر اس شیخ کی

اولاد میں سے کوئی اہل تو تھا، مگر شیخ نے اپنی طرف سے ان کو خلافت نہیں دی تھی، تو سب جتنے اہل سلسلہ ہیں، مشورہ کے بعد ان کو ان کا جانشین بنالیں کہ آپ ان کی جگہ بیعت کیا کریں، تو سب کا گویا ایک طرح سے اجماع ہو گیا۔تو یہ بیعت شیخ کی طرف سے نہیں ہوگی، ان کے خُلفاء کی طرف سے یہ بیعت ہوگی، اور ان کی طرف سے اجازت شمار ہوگی۔ تو یہ اصالۃً اجازۃً اور اجماعاً، یہ تین قسمیں ہوئیں۔

خلافت بالوراثۃ

پھر آگے جو گدّی نشین پرانے زمانہ میں ہوتے تھے، تو وہاں وہ باپ کے بعد بیٹا وارث ہے زمین جائیداد کا، تو اس مسند کا بھی وارث، تو وارث کو بٹھا دیتے تھے۔ یہ خلافت صحیح نہیں ہے۔ تو اس کو کہتے ہیں وراثۃً۔

خلافت بالتحکّم

اور تحکماً یہ ہے کہ کوئی گدّی ہے، گذشتہ زمانہ میں سلاطین ہوتے تھے، تو دیکھا کہ شیخ تھے، ان کا انتقال ہو گیا، تو خود بادشاہ اور خلیفہ، امیر المؤمنین، اگر اسلامی خلافت ہے، اور وہ مناسب سمجھے کہ ان کا بیٹا اس کا مستحق ہے، اس کو وہ بادشاہ حکم لکھ دے، تو اس کو کہتے ہیں تحکماً کہ بادشاہ کی طرف سے، امیر المؤمنین کی طرف سے حکم کے طور پر ہے، تو اس کو مسلّم مانا گیا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الأمْرِ مِنْكُمْ، کہ اگر اسلامی خلافت ہے اور اسلامی حکومت ہے، تو اس کو معتبر مانا جائے گا۔

خلافت بالتکلّف

یہ تحکماً ہوئی۔ ایک قسم ہے تکلفاً، کہ جس میں شیخ کو تکلف کرنا پڑے۔ دو چار علماء کی جماعت پہنچ گئی اور انہوں نے جا کر مشورہ دیا کہ حضرت، فلاں کو آپ اجازت دے دیں۔ تو کسی کے

متعلق مشورہ دیا جائے اور اس کے بعد جوان کو اجازت دی جائے، تو اس میں ایک قسم کا تکلف ہوتا ہے، تو اس لئے اس کا نام ہی تکلفاً ہے۔

اور یہ جن کا ذکر کیا میں نے کہ حضرت شیخ محبّ اللہ کو وہاں دہلی سے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا کہ وہاں جاؤ اور وہاں ان کی واقعۃً چندروز میں روحانی طور پر تکمیل ہو گئی، تو اس کو سلسلۂ اویسیہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس روحانیت کے حصول کی ہمیں توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ان روحانی علوم کی قدردانی کی توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۱۳۱۔ سید محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۱۴؍شوال ۱۰۲۱ھ

تاریخ وفات: ۳۰؍رجب ۱۱۷۲ھ یا ۱۱۰۷ھ مدفن: اکبر آباد

حضرت شیخ عضدالدین کے پیرومرشد تھے سید محمدی اکبر آبادی۔ ان کی طرف سے بھی انہیں خلافت ہے اور ان کے ایک صاحبزادے تھے مکی، ان کی طرف سے بھی، باپ بیٹے دونوں کی طرف سے خلافت پائی۔ اور یہ چچا بھتیجے ہوتے ہیں۔ تو چچا جان کی طرف سے بھی انہیں خلافت ملی اور چچازاد بھائی کے طرف سے بھی ملی۔ جیسے حضرت سہارنپوری قدس سرہ جب مکہ معظّمہ پہنچے ہیں، تو حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حالات دیکھے اور اپنی طرف سے انہیں خلافت نامہ تحریری طور پر، لکھ کر عطا فرمایا۔ پھر جب حضرت گنگوہ پہنچے، تو حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں خلافت نامہ پیش کیا، تو حضرت نے اپنی طرف سے بھی اجازت دی، تو اپنے پیر کی طرف سے بھی اور دادا پیر کی طرف سے بھی، دونوں کی طرف سے خلافت ملی۔

یہ بھی بڑے اپنے زمانہ کے اونچے علماء میں سے تھے۔ جب ظاہری علوم سے فراغت حاصل کی، تو اس کے بعد انہوں نے باطنی علوم اور تصوف اور سلوک میں قدم رکھا۔ اور چودہ برس اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ اور بہت اونچے مشائخ میں سے تھے۔

مگر جب کوئی ذرا زیادہ اونچا ہو جاتا ہے، تو پھر مشکلات بھی بڑھ سکتی ہیں۔ تو ان کی شہرت، ان کی بزرگی، ان کا اثر حکومت سے دیکھا نہیں گیا۔ اور حکومت اگر کوئی بے دین ہوتی، کمزور ہوتی، چھوٹی سی ہوتی، تو ہم اس پر محمول کرتے کہ اتنے بڑے آدمی کو وہ برداشت نہیں کر سکے۔ لیکن یہ حکومت اکبر کی نہیں تھی، جہانگیر کی نہیں تھی، اگرچہ دونوں کے یہاں بہت سی چیزیں مشترک بھی ملتی ہیں۔

یہ عالمگیر کی حکومت تھی۔حاسدین کی شکایات کی بنا پر عالمگیر نے انہیں حرمین بھیج دیا تھا، جہاں آپ نے پانچ سال قیام فرمایا۔واپسی پر پھر حاسدین نے دوبارہ شکایات عالمگیر کے دربار میں پہنچائیں۔اس موقع پر عالمگیر نے آپ کو اورنگ آباد کے قید خانہ میں محبوس کر دیا تھا اور اسی قید کی حالت میں آپ اس جہاں سے رخصت ہوئے۔**انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

۳۲۔شاہ محمد مکی جعفری

تاریخ وفات: ۱۱/رجب ۱۱۷۲ھ   مدفن: امروہہ

بعض شجرات میں شاہ محمدی اکبر آبادی اور شاہ عضد الدین کے درمیان شاہ محمد مکی جعفری کا واسطہ بھی ملتا ہے۔ یہ شاہ محمد مکی جعفری شاہ محمدی اکبر آبادی کے بیٹے اور شاہ عضد الدین کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔شاہ محمد مکی نے ارادت اور خلافت اپنے والد ماجد شاہ محمدی اکبر آبادی سے حاصل کی۔

البتہ تاریخ سے ثبوت ملتا ہے کہ شاہ عضد الدین کو خلافت سید محمدی سے بلا واسطہ حاصل ہے، جیسا کہ خود شاہ عضد الدین کی تصنیف مقاصد الصادقین میں درج ہے۔اختلاف کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ احتمال ہے کہ شاہ عضد الدین کو خلافت اگرچہ بلا واسطہ شاہ محمدی اکبر آبادی سے حاصل ہے، لیکن تکمیل فیوضات کچھ اپنے اس چچازاد بھائی شیخ محمد مکی سے بھی ہوئی ہو۔

۳۴۔ حضرت شاہ عضد الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۲۴/رجب ۱۱۰۷ھ   مولد: امروہہ

تاریخ وفات: ۲۷/رجب ۱۱۷۲ھ یا ۱۱۷۰ھ   مدفن: امروہہ ضلع مرادآباد

حضرت شیخ عبدالہادی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت عضد الدین امروہوی ہیں۔ ایک ہی شہر میں مسلسل سلسلہ چشتیہ کے تین بزرگ امروہہ میں مدفون ہیں۔ حضرت شیخ عبدالباری، ان کے پیر حضرت شیخ عبدالہادی، ان کے پیر شیخ عضدالدین۔ ان کا ذکر شیخ عزالدین امروہوی کے نام سے بھی آیا ہے۔ بعضوں نے ان کا تذکرہ کیا ہے عزالدین کے نام سے اور بعضوں نے عضدالدین کے نام سے، یہ ایک ہی بزرگ ہیں۔

یہ علامہ عزالدین، یہ بڑے علامہ تھے علوم ظاہرہ، باطنہ میں نہایت کامل اور مکمَّل اور مکمِّل بھی تھے۔ لیکن جیسا آپ نے ابھی پیچھے سنا کہ ان کے بعد جو ہوئے، حضرت شیخ عبدالہادی، تو علومِ شریعت میں اس مرتبہ کے نہیں تھے۔ حق تعالیٰ شانہ کی مشیت، سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا شروع کیا گیا تھا، مگر ابتدائی کتابوں میں تھے اور وہ بزرگ آگئے اور کچھ کھلایا اور کھالیا اور وہ مجذوب ہوگئے۔

اسی طرح شیخ عبدالباری کے متعلق آپ نے سنا کہ جو شیخ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ پیروں میں سے کہ ان کی اپنی اصلاح ہوئی حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں اور اتباعِ سنت کا غلبہ ہوا، تو وہاں جاکر کے امروہہ والوں کو بتایا، سلسلہ قادریہ میں جن سے پہلے بیعت تھے، تو وہاں جاکر ان کو بھی بتایا کہ دیکھو، ہم لوگ غلطی پر تھے۔ یہ جو عرس کرتے ہیں اور سب بدعات میں مبتلا ہیں، حضرت سید صاحب سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ سب امور خلافِ شریعت ہیں۔

وہاں بھی ظاہرِ شریعت کا غلبہ نہیں تھا، نہ شیخ عبدالہادی کے یہاں، نہ شیخ عبدالباری کے یہاں۔ اور خود حضرت شیخ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ، جب ان کے متعلق شکوہ کیا گیا کہ روحانی

طور پر تو آپ سید احمد بریلوی سے بھی بہت اونچے ہیں پھر آپ ان سے بیعت کیوں ہوئے؟ تو انہوں نے کہا کہ نسبتوں کی ایسی تیسی، ہمیں تو نماز ان کے ذریعہ ملی، روزہ ان کے ذریعہ ملا، ورنہ پتہ نہیں ہم تو کہاں سے کہاں ہوتے۔

یہی اثر ان کے خلیفہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں تھا کہ وہ بھی، ان کا شغل علومِ شریعت کی تدریس اور پڑھنے پڑھانے کا نہیں تھا، وہ مکتب پڑھاتے تھے۔ ان کے خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ صرف کافیہ تک کی تعلیم تھی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ شاہ قلندر صاحب سے مشکوٰۃ پڑھتے تھے۔

یہ جو بیچ میں سلسلہ رہا، چار پانچ پشتوں تک، کہ جن میں شیوخ ایسے نہیں تھے کہ جنہیں باطنی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم اور شریعت پر بھی اتنا ہی مکمل عبور ہو، اس وجہ سے ہمارے طریقہ میں بہت سے قابل اشکال امور پیدا ہو گئے تھے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب فرمایا۔ لیکن یہ کمال ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے مجدد کہ جن سے اتنی پشتوں کی اصلاح ہوئی اور وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ یہ نہیں کہ بعد میں پتہ چلا کہ حاجی صاحب کو علومِ شریعت پر اتنا عبور نہیں ہے، قرآن وسنت پر اتنا عبور نہیں ہے، اس کو وہ سمجھتے تھے، پھر بھی حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے۔

حضرت حاجی صاحب کی پہچان

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی میں پڑھتے تھے، تو ایک دفعہ سبق ہو رہا تھا، اور سبق بھی منطق کا، کوئی اتنا اہم سبق بھی نہیں، منطق فلسفہ کا۔ تو انہوں نے اپنے استاذ سے وقت مانگا۔ تو انہوں نے بہت سوچ کر مدت کے بعد ایک وقت دیا کہ اس وقت پڑھایا کریں گے۔ سبق شروع ہوا، اتنے میں ایک دن مہمان آ گئے۔ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو پہچانتے تک بھی

نہیں تھے، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت کے رفیقِ درس تھے، وہ پہچانتے تھے۔

تمام طلبہ اساتذہ کھڑے ہو گئے کہ حاجی صاحب آ گئے، حاجی صاحب آ گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھی مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اچھا حاجی آ گیا، ہمارا سبق رہ گیا۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں، ایسا مت کہو، یہ تو ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ تو یہ حاجی صاحب کی پہلی زیارت تھی۔

یہ تینوں بزرگ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون میں تینوں رہا کرتے تھے۔ تو ان میں جو شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان سے گفتگو کرنے کے لئے حضرت گنگوہی تھانہ بھون تشریف لے گئے۔

ہوا یہ تھا کہ حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے ہم لوگ حاضری دیتے ہیں مواجہہ شریف پر، تو اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرتے ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں۔ تو یہ جتنا جتنا شیخین میں فاصلہ ہے، اتنا اخیر میں ایک بالشت ذرا سا ہٹ کر کے آپ اگر کھڑے ہوں تو بالکل آپ کے سیدھ میں وہ اندر کی دیوار کا کونہ پڑتا تھا، جہاں ہم نے شروع کے سالوں میں جب حاضری دی ہے مدینہ منورہ، تو میں نے خود دیکھا کہ وہاں جو دیوار کا کونہ تھا تو وہاں غلاف پر تحریر تھی **ھذا موضع قبر سیدنا عیسی علیہ السلام**، کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے لئے یہ جگہ ہے۔

اس پر انھوں نے ایک رسالہ لکھا تھا اور وہ احادیث ذکر کی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں مدفون ہوں گے۔ تو احادیث میں اس کا ذکر ہے، لیکن وہ رسالہ لکھنے کی ان کو ضرورت پیش آئی ہوگی کہ اس زمانہ میں کسی نے انکار کیا ہوگا کہ یہی جگہ ان کے لئے متعین ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے۔ انھوں نے احادیث ذکر کر کے لکھا کہ ان احادیث کا جو انکار

کرے اور کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں دفن نہیں ہوں گے، تو وہ کافر ہے۔ تو یہ مضمون سب صحیح تھا کہ احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں دفن ہوں گے، لیکن ان احادیث کے نتیجہ میں یہ کہنا کہ جو اس کا منکر ہو وہ کافر، جو عیسی علیہ السلام کے دفن کی اس جگہ کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔ اس پر اشکال ہوگا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب وہ رسالہ پڑھا، تو فرمایا کہ یہ مضمون سارا صحیح ہے، لیکن یہ تکفیر صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ جو احادیث ہیں اخبارِ احاد ہیں، اور اخبارِ احاد سے، خبرِ واحد کے ذریعہ صرف ظن ثابت ہوسکتا ہے۔ فرائض کے لئے یا تکفیر کے لئے قطعیات کی ضرورت ہے، وہ نہیں ہے۔ صرف اس سے ظن ثابت ہوتا ہے اور ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی، جو یہاں تدفین کا انکار کریں۔

اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے رد میں رسالہ لکھا۔ حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب وہ رسالہ کوئی صاحب لے گئے کہ انہوں نے رد میں یہ لکھا ہے، تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہی واسطے انہوں نے یہ علم پڑھا تھا؟ اس طرح کے کچھ کلمات حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کا پتہ چلا، تو سوچا کہ جا کر تصفیہ کر لیں، گفتگو ہو جائے۔ اس کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سلسلہ کی اصلاح

بہرحال، یہ جو سلسلہ تھا ہمارا چشتیہ، یہ ظاہرِ شریعت سے کسی زمانہ میں دور ہوتا چلا گیا کہ جو شیوخ تھے یکے بعد دیگرے وہ علوم شریعت کے حامل نہیں تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب کی اصلاح اور کئی پشتوں کی اصلاح کے لئے منتخب فرمایا۔ اب کیسے؟ کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے، مگر اس کے باوجود وہ

انہیں پیر بھی بنائے ہوئے ہیں۔ نہ صرف بیعت، بلکہ ان کی تعلیمات پر بھی عمل کرتے ہیں۔ اور اس دن جو جواب نقل کیا تھا کہ کسی نے کہا کہ حضرت، یہ حاجی صاحب کے یہاں ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے، تو حضرت نے جواب دیا کہ ہم نے تو صرف طریقت میں ان سے بیعت کی ہے، شریعت میں نہیں۔

ہفت مسائل کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

یہ چیزیں حضرت حاجی صاحب کو بھی پہنچتی تھیں، تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہفت مسائل (سات مسائل) پر ایک رسالہ تحریر فرمایا، جس میں ان تمام امور کا ذکر تھا۔ اور جب یہ رسالہ ہندوستان پہنچا، تو ان بزرگوں پر تو اس کا کیا اثر ہوتا، لیکن جو اس سلسلہ میں وابستہ حضرات تھے، انہیں پریشانی ضرور تھی کہ ایک قسم کا خلفشار، انتشار، آپس میں اختلاف ہو رہا ہے۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بھی بہت پریشان تھا اس زمانہ میں اور اسی پریشانی کی عالم میں ایک مرتبہ میں نے خواب یا مکاشفہ میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں گفتگو کر رہا ہوں کہ حضرت، یہ جو رسالہ آپ نے ہفت مسئلہ تصنیف فرمایا ہے اور اس میں ان مسائل پر آپ نے بحث کی ہے، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ ہمارے علماء تو اس کے خلاف ہیں اور وہ اس کے حق میں نہیں ہیں۔

گفتگو ہوتی رہی، تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت، یہ تو سب سے اچھا ہے۔ پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، تم تیار ہو جاؤ۔ تو کہتے ہیں ایک بہت بڑا امکان تھا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحب بالکل تیار ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے دیکھو،

دیکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام کی بڑی جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹتے ہوئے، ہٹتے ہوئے، مجمع تھا، اس لئے ایک کونہ کی طرف کھڑے ہو گئے۔ میں نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب اس کونہ میں کھڑے ہو گئے، تو میں نے دوسرا ایک کونہ لے لیا، میں وہاں کھڑا ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلتے، چلتے، چلتے، جہاں میں کھڑا ہوا تھا، تو وہاں حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں میں کھڑا ہوا تھا اس کونہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس تشریف لا کر میرے کندھے پر، گردن پر، تھپکی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب! یہ لڑکا ٹھیک کہتا ہے۔ یعنی ہفت مسائل کے بارے میں جو ان کی رائے ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی اور ان علماء کی، تو یہ ٹھیک کہتا ہے۔

جب حضرت حاجی صاحب نے یہ سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ٹھیک کہتا ہے، تو حضرت حاجی صاحب نے جھکنا شروع کیا، جھکتے جاتے اور کہتے جاتے، بجا و درست کہ بجا ارشاد فرمایا اور درست ارشاد فرمایا۔ تو یہ بجا و درست فرماتے فرماتے، نیچے ہوتے ہوتے، زمین تک سر ان کا پہنچ جاتا تھا۔

خواب میں تو سب کچھ ہو سکتا ہے، بیداری میں کوئی کرنا چاہے، تو جو ورزش وغیرہ کرتے ہیں، ان کے سوا ہم لوگ تو نہیں کر سکتے۔ تو کہتے ہیں کہ پیر تک سر پہنچ جاتا حاجی صاحب کا، پھر اس کے بعد کھڑے ہوتے، پھر دوسری مرتبہ شروع کرتے بجا و درست۔ تو سات مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے اس کا اقرار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا ارشاد فرمایا اور درست ارشاد فرمایا۔

حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر وہ خواب یا مکاشفہ لکھ کر حضرت حاجی صاحب کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو، یہ تبرک جو انہوں نے بھیجا ہے۔ حضرت پر بڑا اثر ہوا۔ اس کو پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کو قبر میں میرے ساتھ میرے کفن میں رکھ دینا۔

ہمارے سلسلہ میں مسلسل کئی پشتوں میں حاملین علوم شریعت مشائخ نہ ہونے کی وجہ سے یہ خلاء پیدا ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے جو رسوم پیدا ہو چکی تھیں، تو اس کے خاتمہ کے لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے منتخب فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد جن کا آج میں نے ذکر کیا حضرت عضد الدین، تو وہ شریعت کے علوم کے کامل، مکمَّل اور مکمِّل تھے، اور ظاہری باطنی، دونوں علوم کے حامل تھے۔ اور ان کی خصوصیات میں سے ایک زبردست چیز یہ تھی کہ وہ تعبیر کے زبردست ماہر۔ تو کسی نے پوچھا کہ حضرت، یہ تعبیر جو آپ دیتے ہیں، بالکل تیر بہدف، ایسا کیوں؟ یہ علم مجھے حاصل کرنا ہے۔ مرید نے حضرت سے درخواست کی۔

فن تعبیر

مولانا ہاشم صاحب ایک مرتبہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ نے فلاں تعبیر دی، فلاں تعبیر۔ تو یہ تعبیر کا علم، یہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے بھی نہیں معلوم۔ میں نے کہا کہ یہ تو ایک وجدانی اور ذوقی چیز ہے۔

ابھی ایک اپنے خاندان کے بڑے میرے پاس دو مہینے، تین مہینے پہلے آئے اور انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ اتنا گندا خواب دیکھا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا نہیں، خواب ہے، بیان کرنے میں کیا حرج؟ انہوں نے بیان کرنا شروع کیا۔ ابھی وہ اپنے جملے مکمل نہیں کر پائے کہ فوراً میں نے کہا اس میں تو بہت بڑی بشارت ہے۔ وہ کہنے لگے اچھا؟ میں نے کہا کہ آپ کے خاندان میں کئی بیٹے آنے والے ہیں، بیٹے کے بعد بیٹا آ رہا ہے۔ پھر انہوں نے فون

کیا کہ آپ کی تعبیر تو بالکل درست نکلی۔شاید سکان والوں نے بتا دیا ہوگا۔

شیخ عضدالدین سے کسی نے پوچھا کہ حضرت، یہ تعبیر جو دیتے ہیں، یہ علم تعبیر کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ حضرت نے ارشادفرمایا کہ نہیں، یہ حاصل کیا نہیں جاتا، کوشش کرنے سے نہیں ملتا۔ اس لئے کہ اس کا زیادہ تر مدار جو ہے وہ علم کشف سے ہے۔جنہیں علم کشف حاصل ہوتا ہے، کہتے ہیں کشف اس کے لئے ضروری ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہوب چیز ہے۔

شیخ عضدالدین کا علمِ عقائد وسلوک میں ایک رسالہ مقاصد العارفین ہے، جو ایک بہترین رسالہ ہے۔افسوس کہ یہ رسالہ طبع نہ ہوسکا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سلسلوں کو بدعات سے اور نقائص سے پاک رکھے اور اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔جس طرح کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوشش کی،تو ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے اللہ تعالیٰ محبت دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۳۴۔حضرت شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت:۱۴رجب ۱۰۸۴ھ　　　مولد:امروہہ محلّہ قریشیان

تاریخ وفات:۴؍رمضان ۱۱۹۰ھ　　　مدفن:امروہہ ضلع مرادآباد

امروہہ کے تین بزرگ

حضرت شیخ عبدالباری کے پیرومرشد حضرت شیخ عبدالہادی، ان کے شیخ عضدالدین۔ یہ ہمارے سلسلہ کے یہ تین بزرگ ہیں، اور تینوں کی قبریں ایک ہی جگہ امروہہ، یوپی میں ہیں۔

ابتدائی تعلیم اور ایک فقیر کا قصہ

حضرت شیخ عبدالہادی کو والدین نے ابتدائی تعلیم شروع کرائی۔ ابھی کچھ نحو، صرف وغیرہ عربی شروع کی تھی کہ اسی دوران بچوں کے ساتھ، طلبہ کے ساتھ وہ پڑھ رہے تھے، اتنے میں کوئی مجذوب صفت، فقیرانہ ہیئت، جس طرح سائل ہوتے ہیں، ایسی ہیئت میں ایک بزرگ وہاں پہنچے۔

مولانا فضل حق صاحب نے لنکاسٹر میں جو جگہ خریدی، مجھے کوئی علم نہیں تھا کہ کسی جگہ کی خریداری کی بات چل رہی ہے، میں نے صوفی صاحب کو خواب سنایا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے ہندوستان میں محلے ہوتے ہیں، اسٹریٹ، تو ہمارے محلّہ میں کوئی فقیر صدا دے رہے ہیں، سائلانہ ہیئت ہے۔

میں باہر آیا، دیکھا، تو حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری! فقیرانہ لباس ہے، جس طرح مانگنے والے صدا لگاتے ہیں، بلند آواز سے وہ نعرہ لگاتے ہیں، دارالعلوم لاجپور!

صوفی صاحب نے خواب سنا۔ کچھ جواب تو نہیں دیا، مگر اسی دن پھر مولانا فضل حق صاحب کا

فون آیا ایک جگہ ہم خرید رہے ہیں تو وہ آپ کو بتانی ہے۔ تو چونکہ ان کا وطن بھی لاجپور ہے اور پھر ساری دنیا میں پھر مولانا فضل حق صاحب کو صدا لگانی پڑی، دار العلوم لاجپور کے لئے چندہ دو۔

اس طرح فقیرانہ ہیئت میں کوئی سائل آئے، اور یہ طلبہ پڑھ رہے تھے، تو ان کو دیکھ کر طلبہ بھاگنے لگے۔ اور جب انہوں نے کوئی چیز پیش کی کہ یہ لو، کھالو، تو ان کی ہیئت وغیرہ دیکھ کر بچے بھاگنے لگے اور شیخ عبدالہادی بیٹھے رہے۔ مجذوب نے وہ چیز ان کو دی، انہوں نے کھالی۔

ایک مجذوب کا قصہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم لوگ، طلبہ جا رہے تھے، تو راستہ میں کوئی مجذوب تھے، ان کے ہاتھ میں سیب تھا۔ تو انہوں نے کہا لو، یہ کھالو! حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، مجھے نہیں چاہئے، مجھے آپ کے جیسا نہیں بننا۔ تو ان کے ساتھ کوئی طالب علم تھا، اس نے کھالیا۔ چند روز نہیں گزرے کہ وہ بھی انہی کے طرح ہو گئے، مجذوب، نہ دن کا خیال، نہ آسمان کی خبر، نہ زمین کی، نہ دن کی، نہ رات کی۔

یہی حال ان کا، شیخ عبدالہادی کا ہوا۔ جو دیا مجذوب نے انہوں نے کھالیا، اور کھاتے ہی ان کا حال بدل گیا۔ سب پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر جنگل میں نکل گئے۔ سب تلاش کر رہے ہیں۔

بزرگوں کی چار قسمیں

یہ چار قسمیں ہیں بزرگوں کی۔ ایک سالکین، جو معمولات ہوتے ہیں بزرگوں کے بتائے ہوئے ان کے مطابق عمل کر کے چلتے رہنا۔ رستے پر چلنے کو کہتے ہیں سلوک۔ تو یہ سالکین کہلاتے ہیں جو معمولات کی پورے طور پر پابندی کر کے اس کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں۔

دوسری قسم ہوتی ہے مجذوبین۔ تو ایک سالک ہوئے، یہ مجذوب ہوئے۔ مجذوب، جذب کے معنیٰ کھینچ لینا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ تو جب اوپر سے کسی کو کھینچ لیا جائے، تو یہ جہان اور یہ دنیا اور یہ چیزیں اور یہ جسم اور اس کی ضرورتیں اور بھوک اور پیاس، کوئی چیز نہیں

رہتی، ان کو اس جہان سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

اسی لئے بارہا میں نے بتایا کہ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سولہ برس پہلے جو کپڑا بدن پر رہا ہوگا، وہی ہم نے اس وقت دیکھا۔ اور نہ بستر ہے، صرف پتھر پر ایسے ہی پڑے رہتے۔ گھر کا دروازہ بھی آگے سے، پیچھے سے بند، نہ پانی، نہ کھانا۔ اور تھے اسی طرح گورے، چٹّے، جسم بھی مائل بجسامت، اس میں کوئی تھوڑی بہت عمر کے اعتبار سے کوئی کمی آئی ہوگی۔ یہ تو اپنے گھر میں، گاؤں میں ہوتے تھے، وہاں سے سفر کے لئے بس لینی ہو، تو پیدل جانا پڑتا تھا دو تین میل، اور بارش ہو تو اس راستہ پر بھی جا نہیں سکتے تھے۔ مگر لوگ ان کو دیکھتے تھے کہیں احمد آباد میں، کہیں دوسری جگہوں پر ہیں، کبھی ریل میں ہیں۔

یہ ہوتے ہیں مجذوب کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کھینچ لیتے ہیں۔ اور تیسرے ہوتے ہیں مجذوب سالک۔ تو یہ شیخ عبدالہادی مجذوب سالک تھے۔ چوتھی قسم ہے سالک مجذوب کہ جو چل رہا ہے اپنے معمولات پر، تو اس کے نتیجہ کے طور پر اس کو اوپر سے کھینچ لیا جاتا ہے ذاتِ الٰہی کی طرف، وہ سالک مجذوب ہے۔

شیخ عبدالہادی کا تو سلوک بھی شروع نہیں ہوا تھا، ابھی تو بچے ہیں، پڑھ رہے تھے، ابتدائی طالبِ علم تھے، مگر مجذوب بزرگ کی نظر پڑ گئی، ان کا جھوٹا کھایا اور کھاتے ہی صحرانوردی شروع کر دی۔

مرحوم اسحاق بھائی اچھا

آج میں نے خواب میں دیکھا ہمارے اسحاق بھائی اچھا کو۔ جو میں نے گھر والوں کو سنایا کہ وہ ان پڑھ آدمی تھے بالکل، کوئی چیز، نہ قرآن شریف، انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے تھے، مگر ان سے بہتر پلمبر آج کل بھی کوئی نہیں ہوگا۔ باقاعدہ سالہا سال جنہوں نے کورس کئے ہوں، وہ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی نئی چیز لے کر آتے تھے اور اس کو لگانا پہلے ہی شروع کر دیا۔

آدھا کام کر کے کسی کو کہتے تھے کہ ذرا اس کو پڑھو، اس میں کیا لکھا ہے۔ صرف انگریزی بول سکتے تھے فیکٹری میں کام کرنے کی وجہ سے۔ تو کلمہ، نماز کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی۔

جمعہ بھی ہوتا تھا، مگر وہ بیچارے اپنے دھندھے میں لگے رہتے تھے۔ یہاں دارالعلوم میں رہتے ہوئے بھی، دوسری کئی مسجدوں میں کام کیا ہوگا، پچاسوں مسجدوں میں، تو جمعہ کے وقت میں بھی اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ مگر اللہ کی شان کے جب وہ اس کام کے نہیں رہے اور پھر کام نہیں کر سکتے تھے، بیمار ہو گئے، تو پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسجد دے دی۔ پھر تو گھر اور مسجد میں ہر وقت رہتے۔

کبھی کبھی میں ان کو دیکھنے کے لئے جایا کرتا تھا، تو زکریا مسجد کے سامنے گبن اسٹریٹ ہے، وہاں کہیں ان کا مکان تھا۔ تو ان کو دیکھنے کے لئے میں گیا، تو احمد آڈیا، وہ ان کے خاص مددگاروں میں سے تھے، قاری یعقوب صاحب آڈیا کے چچازاد بھائی احمد آڈیا، جن کو کسی نے، کوئی ذہنی بیمار تھا، اس نے کسی شاپ میں چاقو مار دیا تھا، شہید ہو گئے تھے۔ تو وہ ان کو دارالعلوم میں ضرورت ہوتی مدد کی، تو ان کو لے آتے تھے۔ تندرست آدمی تھے، مضبوط تھے۔

جب میں اسحاق بھائی کو دیکھنے کے لئے گیا، تو احمد بھائی ان کو یاد دلانے لگے، اسحاق بھائی، وہ آپ بتایئے مولوی صاحب کو بتاؤ کہ وہ کیا آپ کہہ رہے تھے کل؟ تو زور سے قہقہہ لگانے لگے اسحاق بھائی۔ کہنے لگے کہ میں ان سے کہتا ہوں کہ میرے پاس ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تھے اور فلاں آئے تھے۔ اور کہا کہ یہ میں دیکھتا ہوں کہ دیکھو، یہ کعبہ شریف سامنے۔ تو اسحاق بھائی کہنے لگے، یہ لوگ ہنستے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ بھی خود بھی ہنسنے لگے۔ تو پھر احمد بھائی سے میں نے کہا کہ نہیں، نہیں، یہ سچ مچ ایسا ہوتا ہے۔ ورنہ یہ ساری عمر جب یہ اس بیماری میں نہیں تھے، عمر بھر میں کبھی انہوں نے ایک کلمہ جھوٹ کبھی نہیں بولا، انتہائی بالکل سادہ لوح انسان، تو پھر میں نے ان سے پوچھا، کیا کیا دیکھا؟ وہ بتاتے چلے گئے۔

یہ تھے مجذوب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف اوپر کھینچ لیتے ہیں۔تو جیسے ہی شیخ عبدالہادی نے کھایا کہ اللہ نے اوپر کھینچ لیا۔اس کے بعد وہ اسی حال میں کچھ عرصہ تک رہے۔چشتی سلسلہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے ان کو اس حال میں دیکھا، تو انہوں نے کہا کہ آؤ، ہمارے ساتھ رہو۔زبردستی ان کو اپنے پاس رکھا۔تو آہستہ، آہستہ، آہستہ، ان کو نیچے لانا شروع کیا، اس لئے کہ وہ حالت جذب میں تھے، ان کو آہستہ نیچے لانا پڑتا ہے۔

جیسے میں نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق سنایا تھا کہ حضرت کے معتکف کے باہر ذاکرین کی ذکر کی مجلس ہورہی ہے، حضرت بھی اپنے مراقبہ میں ہیں، تو میں اپنے ذکر سے فارغ ہو کر قرآن شریف لے کر بیٹھا ہوا ہوں، معتکف کی چادر پڑی ہوئی ہے، حضرت نے نگاہ اٹھائی، اوپر دیکھا، پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف۔ پوچھا، یہ کیا؟ میں نے کہا، قرآن شریف۔ پوچھا، کون سا قرآن شریف؟

تب میں نے سوچا کہ حضرت تو یہاں نہیں ہیں۔اب ان سے ذرا اور کوئی بات کی جائے تا کہ بات کے تسلسل کی وجہ سے آہستہ آہستہ نیچے آئیں گے۔تو پھر میں نے یہ نہیں کیا کہ سکوت کرلوں، بلکہ میں نے کہا کہ حضرت، یہ قرآن شریف ہے۔جب پوچھا، کونسا قرآن شریف؟ تب میں نے کہا یہ بغیر ترجمہ کا قرآن شریف ہے۔اتنے میں پھر وہ نیچے آچکے تھے۔فرمایا، اچھا اچھا۔تو یہ قرآن شریف سے مراد کیا، اس کو بھی نہیں سمجھ پا رہے تھے، اپنے ذکر اور مراقبہ سے سر اٹھایا مگر اوپر ہی تھے۔

تم سے تو کام لینا ہے

یہ بزرگ بھی ان کو اپنے ساتھ لے گئے شیخ الہادی کو اور اپنے پاس رکھا۔آہستہ آہستہ ان کو نیچے لائے اور پھر دوبارہ ان کو سلوک پر ڈالا۔تو پہلے یہ مجذوب ہوئے، پھر اس کے بعد ہوئے سالک اور ان کو سلوک طے کرایا۔

جب یہ بے خبری کے عالم میں تھے، انہیں کچھ پتہ نہیں تھا، اور پھر ان بزرگ سے جب ملاقات ہوئی، تو ان کے سمجھانے پر بھی ان کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ تو ایک دن خواب دیکھا۔ صبح اٹھ کر ان بزرگ سے بیان کرتے ہیں کہ آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس طرح ضائع نہیں ہونے دوں گا، تم سے تو کام لینا ہے۔

ہمارے حضرت مولانا ہاشم صاحب پر بھی کچھ عرصہ ایسی حالت طاری رہی تھی جس کے دوران خواب یا بیداری میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو انہوں نے دیکھا تھا اور اسی کے قریب جملہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا۔ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ذکر اتنا کرو، اتنا کرو کہ **حتیٰ یقال مجنون** کہ کہا جائے پاگل۔ تو لوگ تو سمجھتے ہیں مجنون ہے، پاگل ہے۔ اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے رہے ہیں کہ نہیں، میں تمہیں ضائع نہیں ہونے دوں گا اور تم سے تو کام لینا ہے۔

بیعت اور خلافت

چنانچہ پھر باقاعدہ طور پر حضرت شیخ عبدالہادی حضرت شیخ عضدالدین سے بیعت ہوئے اور ان کی طرف سے خلافت پائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عظیم کام لیا۔

جس زمانہ میں یہ سلوک اور جذب چل رہا تھا، تو طریق میں تھوڑی سی آمیزش ہوگئی تھی دوسری چیزوں کی، علم کی کمی کی وجہ سے، مدارس کے انحطاط کی وجہ سے، مدارس کے ختم ہوجانے کی وجہ سے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ سلسلہ چلانا تھا، تو اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو باقی رکھا۔

پھر بعد میں اللہ تعالی نے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان حضرات کے ذریعہ دوبارہ طریقِ سنت کو زندہ کیا۔

اس لئے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جب آپ دہلی سے چل کر پھولت پہنچے ہیں، جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت گاہ تھی پھولت، تو وہاں سے جب گزرے، تو وہاں ایک بڑے علامہ تھے، حضرت مولانا عبدالحی صاحب پھولتی رحمۃ اللہ علیہ۔ تو ساری دنیا حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہی تھی، تو انہوں نے بھی ان کے ساتھ سفر کی تمنا ظاہر کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ مگر والدین نے سوچا کہ ہمارا بیٹا ساری عمر کی تمنائیں تو اسی سے وابستہ ہیں، یہی چلا جائے گا، تو ہمارا کون؟ اس لئے منع کیا۔

سب سے بڑا جہاد والدین کی اطاعت

حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیکھ رہے تھے کہ والد منع کر رہے ہیں، یہ ضد کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے فیصلہ فرمایا۔ فرمایا کہ اب دیکھو، جہاد میں جانا بھی دین ہے، مگر دین ہی کا ایک اعلیٰ ترین فرض ہے ماں باپ کی اطاعت اور ان کی فرمابرداری۔ اور تمہارے والد تیار نہیں ہیں، اس لئے تم سفر نہ کرو۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا، عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے آپ کے ساتھ جہاد میں چلنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **أحيٌّ والداک؟** تمہارے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ **نعم، یا رسول اللّٰہ،** جی ہاں۔ ارشاد فرمایا **ففیھما فجاھد،** جاؤ، انہیں کے ساتھ رہو، یہی تمہارا جہاد ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو فرمایا کہ نہیں، تمہارے والدین منع کرتے ہیں، تو تم یہیں رہو۔ اب قافلہ چلا گیا۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد حضرت شیخ عبدالحی ادھر اپنے یہاں نہ کھانے کے، نہ پینے کے، رات دن رونا، دھونا، ایک مصیبت ہوگئی۔ تو والدین نے جب ان کا حال دیکھا، تو کہا کہ بھائی، اس طرح تو تم مر جاؤ گے۔

اس سے بہتر یہ ہے کہ تم چلے جاؤ۔

چونکہ بہت بڑے علامہ تھے، تو پورے قافلہ کے سب سے بڑے مفتی، سب سے بڑے قاضی بن گئے۔ ان کے اس سفر کے جو قضاء کے فیصلے ہیں، جو مقدمے ان کے سامنے پیش ہوتے تھے، جس میں یہ فیصلے کرتے تھے، فتویٰ دیتے تھے، سب منقول ہیں۔

مجھے تو صرف یہ سنانا تھا کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب علامہ عبدالحی پھولتی کو یہ منصب دیا کہ تم اس پورے ہمارے نظام کے، نہ صرف قاضی اور مفتی ہو، بلکہ جہاں کہیں بھی کسی کو بھیجنا ہے اور کسی کو کوئی منصب سپرد کرنا ہے، وہ بھی تمہارے ذمہ۔ اور ایک چیز تمہارے ذمہ یہ کہ ہمارے اس نظام میں اور خود میری ذات میں جب تم کوئی چیز دیکھو کہ خلاف سنت ہے، تو فوراً ٹوک سکتے ہو۔

اب باوجودیکہ وہ مرید ہیں، لیکن پیر صاحب سے جب یہ جملہ سنا، تو کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اگر خلافِ سنت کوئی چیز ہم دیکھیں گے، تو آپ کے ساتھ رہ کیسے سکیں گے؟ ہم رہ ہی نہیں سکتے۔

اب چونکہ ساری دنیا حضرت سید صاحب پر فدا تھی۔ تو وہ وہاں پٹنہ میں، جس طرح احمد آباد مشہور تھا کپڑے کی صنعت میں، تو اس زمانہ میں پٹنہ، بہار کا شہر ہے، وہ بہت مشہور تھا، وہاں کپڑے بڑے شاندار بنتے تھے۔ تو وہاں کے ایک بڑے تاجر تھے، تین سو ساٹھ جوڑے ہر سال سید صاحب کے پاس یکم محرم کو بھیج دیتے تھے، کئی صندوق بھر کر، روز کے لئے ایک نیا جوڑا کہ ہماری چاہت یہ ہے کہ آپ ہمارے کپڑوں میں سے روز ایک نیا جوڑا پہنیں۔ حضرت سید صاحب روز ایک نیا جوڑا بدلتے تھے اور وہ جو ایک دن پہنا، وہ کسی کو ہدیہ کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قبولیت اس قدر عطا فرمائی تھی۔

ایک جگہ سفر میں حضرت کا نکاح ہوا، تو ایک دن ذرا سی تاخیر ہوئی نماز میں، انتظار کرنا پڑا سید صاحب کی وجہ سے، دوسرے دن انتظار کرنا پڑا، تو تیسرے دن حضرت مولانا عبدالحی صاحب

نے اپنے پیرومرشد سے کہا، جو اتنے بڑے جلیل القدر امام ہیں، فرمایا کہ یا تو عبادتِ الٰہی ہوگی یا شادیوں کی عشرت ہوگی۔ مجمع میں سب کے سامنے کہا۔ اس طرح انہوں نے طریقِ سنت کو دوبارہ زندہ کیا ہے، جو ختم ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔ جس طرح شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے کام لینا ہے کاش کہ اللہ تعالی ہم سے بھی کام لے، ہماری اولاد سے، ہمارے خاندان سے، نسلوں سے کام لے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۵۔ حضرت شیخ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۸/۶ محرم یا ۱۱/شعبان ۱۲۲۶ھ مدفن: امروہہ، ضلع مرادآباد

سلسلہ کے مشائخ کے لئے ایصال ثواب

ہمارے جو آج کے بزرگ ہیں ان کا تھوڑا تذکرہ کر لیتے ہیں کہ انہیں انتظار بھی ہوگا کیوں کہ ہم لوگ جو اس سلسلہ میں بیعت ہیں، تو معمولات کے پرچے میں لکھا ہے کہ روزانہ سلسلہ کے مشائخ کے لئے ایک مرتبہ یٰسین کم از کم پڑھی جائے۔ تو اگر آپ پڑھتے ہوں گے، تو آپ کو بھی جانتے ہوں گے، یاد بھی کرتے ہوں گے اور پابندی سے پڑھنے والوں کو تو اور بھی زیادہ یاد کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

ہمارے کمرے کے ایک ساتھی تھے سہارنپور میں مولوی فرقان بارہ بنکوی۔ ان کے ماموں تبلیغی دوستوں میں مشہور ہیں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بھائی خالد علی گڑھی، مولوی فرقان ان کے بھانجے تھے۔ ایک دفعہ مولوی فرقان بیمار ہو گئے، شدید بخار ہو گیا، کھانا نہیں کھایا۔

میں رات کو دیر سے جب کتاب کے مطالعہ سے فارغ ہوا، تو ان کے پاس گیا کچھ چائے وغیرہ لے کر، کچھ پینے کی چیز لے کر۔ تو اٹھ کر بیٹھے اور رونا شروع کیا۔ تو میں سمجھا کہ بیمار ہیں، کمزور ہیں، اس لئے رونا آ گیا۔ میں نے تسلّی دی۔

تھوڑی دیر بعد تسلی ہوئی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ میرا روز سونے سے پہلے معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنی مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں۔ بہت تھوڑی تعداد بتائی، غالبًا پچیس مرتبہ۔ کہنے لگے کہ آج بخار کی وجہ سے سکت نہیں تھی، میں نہیں پڑھ سکا، تو میری آنکھ لگ گئی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں ابھی زیارت ہوئی۔ میں نے کہا کہ اس میں رونے کی کیا بات؟ یہ تو خوشی کی بات ہے، آپ تو رو رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یاد فرمایا۔ روز آپ بھیجتے ہیں، آج نہیں بھیج سکے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے۔

مدرسہ اوپر والوں کا تارہ

یہ تلاوت وغیرہ ہم جو پہنچاتے ہیں، تو وہ پہنچانے والوں کو پہچانتے بھی ہیں اور جو نہ جانتے ہوں، نہ پہچانتے ہوں اپنی زندگی میں، پھر بھی اس جگہ کو بھی اوپر والے پہچانتے ہیں۔

ہمارے یہاں دارالعلوم میں چھٹیوں میں ایک طالب علم رہا کرتے تھے مولوی ابدال میاں، لندن میں ہیں۔ وہ ایک دفعہ کہنے لگے کہ آج خواب میں میری مرحوم پھوپھی صاحبہ کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے کہنے لگی کہ مجھے تمہارا دارالعلوم معلوم ہے۔ مولوی ابدال میاں کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم؟ آپ تو بنگلہ دیش میں انتقال کر گئی تھیں۔ آپ ہمارے دارالعلوم کو کیسے جانتی ہیں؟

کہنے لگی کہ جیسے تم لوگ یہ ستاروں کو نہیں دیکھتے کہ یہ فلاں ستارہ، یہ فلاں ستارہ، تو ستاروں کو تم دیکھتے ہو چمکتے ہوئے تمہیں نظر آتے ہیں، تم اسے پہچان بھی لیتے ہو کہ یہ فلاں ستارہ ہے۔ تو اسی طرح یہ جو نور کی جگہیں ہیں، تو ان میں سے ایک دارالعلوم بھی ہے، تو اوپر سے ان کو اس طرح چمکتا ہوا روشن ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ تم لوگ ستاروں کو دیکھتے ہو۔

حضرت شیخ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے آج کے بزرگ منتظر بھی ہوں گے ہمارے شیخ عبدالباری امروہوی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے، جن کے بارے میں بتایا تھا کہ پہلے قادریہ سلسلہ میں شیخ رحم علی ساڈھوری رحمۃ اللہ علیہ سے وہ بیعت ہوئے۔

ان کے انتقال کے بعد پھر حضرت شاہ عبدالباری سے بیعت ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد پھر جب سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہوا، اس طرف کا دورہ ہوا، تب سید صاحب کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی اور بیعت کے بعد کا، وہ ان کے خادم کا قصہ سنایا تھا۔

شیخ عبدالباری کے ایک خادم

میں نے نام غلام رسول بتایا تھا۔ ان کا نام عبداللہ خان ہے۔ عبداللہ خان کا اشکال بتایا تھا کہ آپ اتنے بڑے بزرگ، مجھے تو بتائی گئی اللہ کی طرف سے آپ کی نسبت بھی، ان کی نسبت بھی، آپ کی نسبت کا عصا تو بہت روشن تھا ان کے مقابلہ میں، تو آپ کیوں ان سے بیعت ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نسبت کی تو ایسی تیسی، ہمیں تو نماز ہی ان سے ملی۔

تصوف کے سلاسل

کیونکہ وہ سنت سے دور ہوتے ہوتے تصوف کے جو سلاسل تھے وہ اتنے دور ہو گئے کہ ان میں سے وہ سنت کا رنگ نکل گیا تھا۔ اسی لئے جب حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، تو اس کے بعد مستقل پھر سفر کر کے دوبارہ واپس اپنے پہلے ٹھکانے پر گئے، پنجلا سہ، شیخ رحم علی ساڈھوری رحمۃ اللہ علیہ کا جہاں مزار تھا، تو وہاں گئے اور وہاں تمام لوگوں کو اکٹھا کیا، ان کے جانے کی وجہ سے سب لوگ ویسے بھی اکٹھے ہو گئے۔

پھر انہوں نے اعلان کیا اور کہا کہ بھئی، دیکھو، یہ ہمارے پیر و مرشد کا ہم لوگ عرس مناتے تھے اور میرے آنے سے پہلے بھی یہ عرس ہوتا تھا، مگر میں نے آنے کے بعد اس کے لئے کوششیں کی اور اس کو خوب پھیلایا۔ مگر اب حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تو بدعت ہے۔ اس لئے ہمیں اس کو چھوڑنا چاہئے کیوں کہ یہ ناجائز ہے، بدعت ہے۔ تو سب لوگ اٹھ کر بھاگے، کہنے لگے کہ یہ تو حاجی نہیں، پاجی ہے۔

تصورِ شیخ

اورشاید وہاں امروہہ میں بھی یہ حال رہا ہوگا، تو یہ تصوف کے سلاسل کو صرف صاف نہیں کیا، بلکہ یہاں تک اتباع سنت کا اہتمام تھا کہ ذرا بھی کوئی چیز سنت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے کہ جب یہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ہیں اور ذکر و شغل کر رہے تھے، تو ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم تصورِ شیخ کر لیا کرو۔ تو حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تصورِ شیخ؟ اگر سلوک اور طریقت اس پر موقوف ہے، تو آج سے چھٹی، کیوں کہ یہ تو شرک کی طرف لے جائے گا۔ صاف اپنے شیخ سے بات کر رہے ہیں۔

تصورِ شیخ یہ ہے کہ آپ اپنے دل میں اپنے شیخ کا تصور کریں، تو یہ تصورِ شیخ بطور علاج کے بتایا جاتا ہے۔ جیسے کسی کا دل کہیں پھنسا ہوا ہے، اس کو وہاں سے نکالنا ہے، کسی معشوق میں اس کا دل پھنسا ہوا ہے، اس سے نکالنے کے لئے یہ تصورِ شیخ بطور علاج کے بتایا جاتا ہے اور اس سے فائدہ ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ تو وہاں ارادی طور پر یہ کرایا جاتا ہے، لیکن اس کے سوا اور بھی علاج ہو سکتے ہیں، صرف تصورِ شیخ ہی اس کا علاج نہیں ہے۔

لیکن ایک دوسرا تصورِ شیخ ہے جو لانے سے نہیں، بلکہ اپنے آپ آتا ہے۔ مولانا شبیر صاحب بریلوی ہمارے مظاہر العلوم کے ساتھی تھے مشکوٰۃ اور دورہ کے۔ یہ احمد آباد میں کارخانہ میں کام کرتے تھے، بیوی بچوں والے تھے۔ تو وہاں ایک پٹھان مولانا تھے ان سے وہ پڑھتے رہے، اس کے بعد پھر جب مشکوٰۃ میں پہنچے، تو مظاہر العلوم میں انہوں نے داخلہ لیا۔

اگر مجھے دیر ہو جاتی، تو میری ٹپائی وغیرہ کا وہ خیال رکھتے تھے، کاپی کتابیں سنبھالتے تھے۔ یہ مولوی شبیر احمد بانس بریلی کے تھے، تو ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ میں بہت پریشان ہوں ایک چیز کی وجہ سے کہ میں یہ گذشتہ کئی دنوں سے جب بھی اللہ اکبر کہا، میں نے نماز کی نیت باندھ لی کہ فوراً میں سامنے حضرت شیخ کو دیکھتا ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ قرأت کے معنیٰ میں غور کروں،

تلاوت میں کررہا ہوں، قرآن کے معنیٰ پر غور کر کے اس کو پڑھوں، لیکن وہی تصور رہتا ہے۔

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بغیر لائے جو تصور آئے جیسے خود حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک قصہ ہوا۔ حضرت کے مریدین میں سے ایک پر حضرت نے توجہ ڈالی۔ جب حجرے میں سے باہر نکلے، تو وہ اپنے مرشد کو دائیں دیکھ رہے ہیں، بائیں دیکھ رہے ہیں، سامنے دیکھ رہے ہیں اور بولے، میرے پیر و مرشد۔ پوچھا گیا، کیا ہوا؟

کہنے لگے میرے چاروں طرف میرے پیر و مرشد حضرت سید احمد بریلوی موجود ہیں۔ ادھر بھی دیکھتا ہوں، ادھر بھی دیکھتا ہوں۔ تو یہ اپنے آپ تصور کئے بغیر وہ ان پر ایک حال غالب ہو گیا تصور شیخ کا۔ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا عظیم جملہ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کتّے کا تصور! اس جملہ کے ساتھ ان کا وہ تصور ختم ہو گیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ کئی دفعہ آپ لوگوں کو سنایا تھا کہ میں حضرت کی وہیل چیر تیز تیز بھگاتے ہوئے وہاں دار الطلبہ ''قدیم'' سے کچے گھر آتا تھا، تو بہت تیز بھاگنے کی وجہ سے سب مجمع پیچھے بھاگ رہا ہے اور بچے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہیں، تو محلے کے کتے بھونکتے ہوئے پیچھے ہو جاتے۔ کوئی بھاگتا ہے تو کتّے پیچھے دوڑتے ہیں۔ تو کتے بھونکتے اور قریب آ جاتے، تو حضرت ان کو خطاب کر کے کتے کو فرماتے ابے! تیرا بھائی میں تنہا یہاں کافی ہوں، تو کیوں تکلیف کرے۔ تو جا اپنے گھر۔ یہ روز کا مسئلہ ہوتا تھا۔

اسی طرح سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں اپنے مرید سے کہ مجھ کتّے کے تصور کو چھوڑ۔ بس یہ جملہ حضرت نے پتہ نہیں کس حال میں فرمایا کہ اسی وقت وہ صاحب حال ٹھیک ہو گیا، سید صاحب کا تصور جاتا رہا۔

حضرت سید صاحب کے اس سفر کے بارے میں جیسا کہ پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ چالیس

ہزار سے زیادہ ہندو مسلمان ہوئے اور تین ملین مسلمان حضرت سے بیعت ہوئے۔اور لکھا ہے کہ کئی ملین مسلمانوں کی اصلاح ہوئی، علاقے کے علاقے جو شیعوں کے تھے، حضرت کے اس سفر میں سب سنّی ہو گئے۔

شیعیت سے توبہ

اور کیسے ہوتے تھے کہ حضرت وہاں جامع مسجد میں، مسجدِ اکبری میں، دہلی میں، بیان فرما رہے ہیں خلفائے اربعہ کے فضائل۔تو تین کٹّر شیعے مجلس میں موجود تھے، وہ سنتے رہے۔اور حضرت نے فضیلت بیان فرماتے ہوئے کچھ ارشاد فرمایا، تو وہ کھڑے ہو گئے قہقہہ لگاتے ہوئے۔سب مجمع بیٹھا ہوا ہے ہزاروں کا، اور وہ تینوں کھڑے ہو گئے قہقہہ لگاتے ہوئے کہ یہ فضیلت بیان فرما رہے ہیں ابوبکر صدیق کی اور عمر فاروق کی۔ان کا کھڑا ہونا تھا کہ حضرت نے زور سے فرمایا اِلاَّ اللّٰہ ۔صرف الاَّ اللّٰہ حضرت نے فرمایا۔تین میں سے ایک وہاں گرا جس طرح کہ کوئی بندوق مارے، گولی لگے اور گرے۔دوسرا تھوڑا سا بھاگا اور حوض کے پاس جا کر گرا اور تیسرا سیڑھیوں کے پاس جا کر گرِا۔

حضرت نے فرمایا ان کو اٹھا کر لاؤ، تیمارداری کرو، تو تینوں بیہوش۔اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ وہ ہوش میں آئیں، تو ان سے کہو کہ عشاء پڑھ کر جاؤ، عشاء کی نماز ہمارے ساتھ پڑھو۔اب عشاء کی نماز کیا پڑھی، نماز کے بعد حضرت کے پیر پکڑ لئے، رو رہے ہیں اور اپنے شیعیت سے توبہ کر رہے ہیں۔تو اس طرح روزانہ کرامات ظاہر ہوتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے علاقے کے علاقے شیعوں کے ان کے ذریعہ صاف کرائے۔

تبلیغی جماعت کی ابتداء

جیسا کہ تبلیغی کام سے کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔یہ جماعت کی ابتداء کیسے ہوئی؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دادا تھے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔جہاں تبلیغی مرکز ہے،

بنگلہ والی مسجد، وہاں وہ رہتے تھے۔تو مسجد کے باہر چار پائی پر ہوتے، ساتھ ہی راستہ تھا، گزرگاہ تھی میواتیوں کے شہر میں آنے کی، مزدوری کے لئے شہر میں وہ لوگ آتے تھے۔حضرت مولانا اسماعیل صاحب آنے والوں سے پوچھتے، کہاں جاتے ہو؟ شہر میں کام ڈھونڈھنے جارہے ہو۔تو بس کام میں تمہیں کیا ملے گا؟ روٹی ملے گی؟ چلو میں روٹی دے دوں گا۔ یہاں مسجد میں بیٹھ کر پڑھو۔تو روز ان کو بلاتے، کھلاتے، دین سکھاتے۔تو یہ ابتداء تھی ان کے بلانے کی، یہ تبلیغ کی بنیاد ہے۔

نماز کے لئے بلانے والی جماعت

پھر جب حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے کام شروع کیا، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے صحیح بخاری کتاب الاذان میں فرمایا تھا کہ نقّارہ بجایا جائے، ناقوس بجایا جائے، یا آگ جلائی جائے، کس طرح اطلاع دی جائے؟ مشورہ ہورہا تھا۔تو اس جگہ حضرت نے فرمایا تھا کہ جب چچا جان نے تبلیغی کام کی ابتداء کی، تو اصل میں یہ جماعت نماز کے لئے بلانے والی جماعت تھی، نماز کے لئے بلایا جاتا تھا۔تو چچا جان کو ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ جب جماعت جایا کرے تو ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہونا چاہئے تاکہ پتہ چلے کہ یہ لوگ نماز کے لئے بلانے آئے ہیں۔تو حضرت نے میرے نظام الدین جانے پر، اس پر فیصلہ کو موقوف رکھا تھا۔

جب میں گیا، حضرت نے یہ مسئلہ میرے سامنے پیش کیا، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جھنڈا پہلے ہی نماز کے لئے مسترد ہو چکا ہے۔آگ جلائی جائے، ناقوس، نقارہ، تو ان میں سے ایک جھنڈا بھی تھا کہ جب نماز کا وقت ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، مشورہ میں یہ بات بھی پیش کی گئی تھی کہ ایک جھنڈا اونچا کر دیا جائے تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ جائیں کہ نماز کا وقت ہو گیا۔

یہ تو پہلے ہی نماز کی اطلاع کے لئے مسترد ہو چکا ہے۔ جو چیز مسترد ہو گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، اس کو نماز کی دعوت کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔تو نماز کے لئے بلاتے تھے

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی صاحب مسجد میں لے آتے، پھر نماز سکھائی جاتی تھی۔
مگران کا کلمہ درست نہیں تھا۔اس لئے پہلا اصول کلمہ ٹھہرا۔تو کلمہ، پھر نماز تھی۔پھر جو حضرت کے خادم تھے مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، تو انہوں نے بڑا وقت گزارا حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، تو انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی، ''مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج''۔ ابھی یہ رسالہ فضائل اعمال کے اخیر میں چھپا ہوا بھی ہے۔

تیسرا اصول: قرآن

تو اس میں جو اصول لکھے گئے ہیں، تو اس میں ایک تیسرا اصول کلمہ، نماز کے بعد تھا، قرآن۔ یہ مستقل اصول تھا کہ قرآن کی تلاوت کا اہتمام ہونا چاہیے، قرآن سیکھنا چاہیے، تجوید کے ساتھ صحیح پڑھنے کی مشق کرنی چاہیے۔

ساتواں اصول: لایعنی سے بچنا

یہ اصول ہوتے تھے۔تو یہ اصول تبلیغ کے بانیوں نے نہ ایک بنائے، نہ سات، نہ چھ، مگر جس پر زوران کے یہاں ہوتا رہا، وہ اصول میں سے گنا گیا، یہاں تک کہ بعد میں باقاعدہ اصول جب بتائے جانے لگے، کلمہ، نماز، علم، ذکر، اکرام مسلم، اور تبلیغ۔اور اس کے ساتھ پھر ساتواں نمبر بھی تھا ''لایعنی'' سے بچنا کہ ہمارے اس دائرے کو چھوڑ کر اور کسی طرف مت جاؤ، صرف ان چھ چیزوں کے لئے تم کسی کو بلاؤ۔

اللہ تعالیٰ ان اکابر کی طرح ہم سے بھی دین کا کام لے اور ان اکابر کی روحانیت سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۶۔حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فاطمی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۷/ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ   مدفن: پنجتار ملک ولایت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد تھے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فاطمی، جو افغانستان کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے تصوف کا علم اور روحانیت کے حصول کے لئے ہندوستان کا سفر فرمایا۔

پنجاب میں پنجلاسہ میں ایک بزرگ تھے، شاہ رحم علی ساڈھوری، ان سے آپ نے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اور ان کی تعلیمات کے ذریعہ سلوک کی تکمیل کی۔ جب ان کا انتقال ہوگیا، تو پھر آپ تشریف لے گئے امروہہ۔ وہاں حضرت شاہ عبدالباری چشتیہ سلسلہ کے بڑے اونچے مشائخ میں سے تھے، ان کی خدمت میں رہے اور سلوک کی ان کے سلسلہ کے مطابق بھی تکمیل کی۔ جب ان کا بھی انتقال ہوگیا، تو پھر آپ نے اپنے یہاں آکر لوہاری میں اور اس علاقہ میں یوپی میں کام شروع کیا۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

جب اس علاقہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا دورہ ہوا کہ سہارنپور اور تھانہ بھون اور تمام علاقوں میں آپ تشریف لے گئے۔ وہ ایک زبردست انقلاب تھا، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وہ دورہ۔ کیسا زبردست دورہ کہ صدیوں بعد حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرف کی یاد تازہ ہوگئی۔ ان کے اس دورہ میں ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہوگئے، اور جو بیعت ہوئے مسلمان، ان کی تعداد ملینوں میں ہے۔

یہ علاقہ یوپی، اور پھر پنجاب اور وہاں صوبہ سرحد تک تمام علاقوں میں، تمام صوبوں میں، آپ

کا دورہ ہوا۔صرف بیعت اور ارشاد اور تلقین نہیں ہوتی تھی بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اصلاحات پر بڑا زور ہوتا تھا۔

جب شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ نے خود سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا، جو گھوڑے کو پانی پلا رہے تھے اور ان پر حال طاری ہو گیا، تو یہ دونوں پیر اور مرید دونوں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں شامل ہوئے، حالانکہ خود حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے بزرگوں میں سے تھے۔

ان سے کسی نے پوچھا کہ ان کے مریدین میں سے خواص میں سے تھے، عبداللہ خان۔ بڑے مجاہدے اور ریاضات کر کے انہیں بھی بڑا تصرف حاصل تھا۔تو کوئی آتا کہ حضرت، تعویذ دے دیں، اولاد نہیں ہے۔تو حضرت تعویذ لکھ کر دیتے اور اس کے ساتھ ہی فرما دیتے جاؤ، تمہارے یہاں بیٹی ہوگی، جاؤ تمہارے یہاں بیٹا ہوگا۔اللہ کا ان کے ساتھ خصوصی معاملہ تھا، جو فرمایا اسی طرح ہوتا۔ان کی اور بھی بڑی کرامتیں مشہور ہیں۔

انہوں نے ایک دفعہ اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے) کہ مجھے ایک بات پر تعجب ہے کہ آپ اور حضرت سید احمد شہید دونوں کی نسبتیں مجھے اللہ کے طرف سے دکھائی گئیں۔میں دیکھ رہا ہوں کہ دو عصا ہیں، ایک عصا دکھایا گیا جو آپ کی نسبت سے تعلق رکھتا ہے، ایک عصا جو حضرت سید احمد شہید کی نسبت کے لئے مجھے بتایا گیا۔

دونوں کو جب میں نے دیکھا، تو دونوں میں سب سے زیادہ انتہائی درجہ کا مجلیٰ، نورانی، منور عصا تو آپ کا تھا۔اور اس کے مقابل جو حضرت سید احمد شہید صاحب کی نسبت تھی وہ کچھ تھوڑی اس سے دھندلی سی تھی۔تو آپ ان سے نسبت قوی رکھتے تھے، پھر آپ نے ان سے بیعت کیوں کی؟ اور نہ صرف یہ کہ بیعت کی اور آپ تو ان کے عام خدام کی طرح اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔اس کی کیا وجہ؟

حضرت نے فرمایا کہ نسبت کی ایسی تیسی، اصل میں ہم لوگ جو وہاں رہے پنجلا سہ، پہلے پیر صاحب کے یہاں، جس طرح ہم نے ان سے علم حاصل کیا، تو اس پر ہم گامزن تھے، اس کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ لیکن جب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، انہوں نے بتایا کہ یہ بھی بدعت، یہ بھی بدعت ہے۔ اور واقعی جو انہوں نے صحیح اصلاح فرمائی، ان کے ساتھ تو بڑے بڑے علماء تھے، روئے زمین کے اس وقت کے نامور علماء ان کے ساتھ تھے۔ ہزاروں کا قافلہ ہوتا تھا اور ہر بات کتاب وسنت سے مدلل ہوتی تھی۔

کہتے ہیں تب ہمیں پتہ چلا کہ اوہو ہو! ہماری تو نماز بھی غلط تھی، روزہ بھی غلط تھا۔ تو یہ نماز اور روزے کے الفاظ استعمال کیے۔ فرمایا کہ نسبت کی ایسی تیسی، اس کو چھوڑو۔ اِن سے تو ہمیں صحیح نماز ملی، ان سے تو ہمیں صحیح روزہ ملا۔

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو قیام تھا، میلاد تھا، تو وہ ایک سلسلہ جو پہلے تھا، جس کی اصلاح یہاں حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ میں حاجی صاحب کے سامنے ہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اسی لئے کسی نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت، آپ کا عمل تو یہ ہے، حضرت حاجی صاحب کے یہاں تو یہ ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے جو ان سے بیعت کی ہے سلوک اور تصوف میں بیعت کی ہے، شریعت میں نہیں کی۔

اسی لئے ہفت مسئلہ، سات مسائل، پر ایک رسالہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا تھا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ اب پیر اور مرید کا تعلق اسی طرح قائم ہے، لیکن اختلاف اپنی جگہ ہے۔

اسی لئے حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری نماز حضرت سید صاحب سے درست ہوئی، روزہ ان سے درست ہوا۔ چنانچہ ساتھ ہو لئے، قافلہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ بالاکوٹ پہنچے اور وہاں جا کر شہید ہوئے۔

اکابر کا وجود سدِّ سکندری ہے

صرف ہندوستان نہیں، بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں پر احسان ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور جو اکابر ہوتے ہیں ان کا وجود سدِّ سکندری ہوتا ہے۔ جس طرح سدِّ سکندری ہے، سکندر نے جو دیوار بنائی، یاجوج ماجوج کا فتنہ رُکا ہوا ہے، تو ان کا وجود اکابر کا، مشائخ کا سدِّ سکندری ہوتا ہے۔ بہت سارے فتنے دبے رہتے ہیں۔ جب وہ اس دنیا سے جاتے ہیں اور فتنے امنڈ کر آتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ اوہو! ان کی ذات کی برکت سے کتنے سارے فتنے دبے ہوئے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر انتقال ہوا اور صرف تین سال نہیں گزرے کہ بنارس، بہار، بنگال، اڑیسہ، غازی پور، انگلینڈ سے بڑے یہ سب صوبے تھے، تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے صرف تین سال کے بعد یہ اعلان ہوا کہ یہ ملک سارے کے سارے، ایک ایک صوبہ بڑا ملک تھا، کہتے ہیں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو تحفے کے طور پر بطور انعام کے دے دئے گئے۔

لکھا ہے تاریخ میں نہ کوئی لڑائی، نہ کوئی خریداری، نہ خرید وفروخت۔ اس طرح جب شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فوراً بعد ان کے خاندان نے دیکھا کہ اوہو! یہ تو سب ملک کے ملک جا رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر رہتے، رہتے، رہتے، حال اخیر میں یہاں تک ہو گیا کہ اتنا بڑا مغل ایمپایر تھا، وہ صرف دہلی کی حدود میں سمٹ کر رہ گیا۔ اور وہ بھی ایک ایسٹ انڈیا کمپنی کے خادم کی حیثیت بہادر شاہ ظفر کی رہ گئی۔ بڑے نیک آدمی تھے، مگر بیچارے کیا کر سکتے تھے، صرف اپنا شکوہ کر سکتے تھے۔

انہوں نے کہا کہ

ظفر اس وقت ہے تو کیوں خاموش غنچہ کے مانند
کہ تجھے یاد آئے یہ اشعار چند

وہ اپنا شکوہ اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں کہ

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہ شروع تو ہوا تھا جنگ پلاسی سے اور اسی پر ختم ہو گیا تھا۔ یہ جہادِ شاملی، میں نے بتایا تھا یہ ۱۸۵۷ء میں ہوا۔ اس سے پورے سو سال پہلے ۱۷۵۷ء میں جنگِ پلاسی ہوئی تھی۔ سراج الدولہ کو شکست ہوئی تھی انگریزوں کے مقابلہ میں۔ پھر اس کے بعد، چند سال کے بعد ٹیپو سلطان کو جب شکست ہوئی، تو وہاں جنرل تھا حریث یا حارث، اس نے اعلان کیا ٹیپو سلطان کے جاتے ہی، اس نے کہا کہ بس، اب ہندوستان پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ حالانکہ سارا ملک ابھی تو مغلوں کے ہاتھ میں تھا، مگر جنگ پلاسی اصل فیصلہ کن تھی۔ اس کے بعد پھر یہ تمام علاقے ایسٹ انڈیا کے قبضے میں جاتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ اوہو! یہ تو اتنا بڑا ایمپائر ہم نے کھو دیا اور یہ حکومتیں ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں اور جو موجود ہیں وہ تحفے کے طور پر طشت میں ان کو دی جا رہی ہیں، جیسا کہ میں نے بتایا انعام کے طور پر دیا بنگال، بہار، اڑیسہ، تو پھر انہوں نے اپنے خدام کو تیار کیا۔

ان سے بیعت ہونے والوں میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ۔ انہوں نے پھر یہ تحریک چلائی اور اس کے نتیجہ میں پھر دینی اصلاحات بھی ہوئیں اور آگے نتیجہ تو اللہ کے ہاتھ میں، مگر جو انہوں نے کارنامے انجام دیئے، تو وہ تو پا گئے اللہ کے یہاں بالاکوٹ میں شہید ہو کر۔ وہ بھی شہید ہوئے، ان کے ساتھ یہ جن کا ذکر ہو رہا ہے شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی فاطمی رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی شہید ہوئے۔ ان کا کام تو صرف ایک اپنا فریضہ ادا کرنا تھا، نتائج تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

نتیجہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ نہیں تھا، نتیجہ تو مالک کے ہاتھ میں ہے۔ تو اسی طرح یہاں بھی بالاکوٹ میں شہید ہوئے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بھی اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۷۔ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۱۲۰۱ھ　　　　مولد: جھنجھانہ

تاریخ وفات: ۴/رمضان ۱۲۵۹ھ یا ۱۳۰۹ھ　　　　مدفن: جھنجھانہ

آپ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔آپ اپنے اخفاءِ حال کے لئے اور اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ کون ہیں، تھوڑی مدت کے لئے نہیں، بلکہ ساری عمر کے لئے انہوں نے ایک مشغلہ اپنے لئے تجویز کر رکھا تھا۔وہ یہ کہ چھوٹے بچوں کا مکتب پڑھاتے تھے،اور حال یہ تھا کہ۔۔۔

ایک لمحہ کی توجہ کا اثر

ایک دفعہ مکتب پڑھا رہے تھے۔مریدین پہنچ گئے۔تو حضرت ان کو تلقین کے لئے، ذکر، شغل وغیرہ بتانے کے لئے اس کمرے میں سے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے۔تو جو بچے تھے، تھوڑا دروازہ کھلا ہوگا، تو اس میں سے دیکھ رہے ہیں، کیا ہو رہا ہے۔تو ادھر انہوں نے دیکھا کہ حضرت گردن نیچی کئے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں اور سامنے جو مہمان ہیں مریدین، وہ بھی آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔حضرت توجہ دے رہے ہیں۔تو ایک طالب علم بچوں میں سے، وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ چلو، تم بھی اسی طرح بیٹھ جاؤ، تو اس نے بٹھا دیا۔بچے بھی اسی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔

اتنے میں حضرت کمرہ سے فارغ ہو کر پہنچ گئے، تو دیکھا کہ یہ کوئی پیر بنا ہوا ہے اور وہ دوسرے طلبہ کو توجہ دے رہا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ آؤ، ادھر آؤ، بیٹھو اسی طرح۔تھوڑی دیر حضرت نے اس کو بٹھایا، اس پر تو حال طاری ہو گیا، بچہ چلانے لگا۔

تھوڑی دیر کی توجہ کا اثر اس پر یہ ہوا کہ وہ شخص کہتا تھا کہ اس ایک لمحے کی حضرت کی توجہ کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے جسم میں آگ لگ گئی اور حضرت اگر مجھے وہاں سے نہ اٹھا دیتے، تو نہ معلوم کیا ہوتا، لیکن اس کے بعد سے میرا حال یہ ہے کہ جب بھی میں اپنے بستر پر کالی رات میں سوتا ہوں، سردی کی رات میں لحاف اپنے سر اور چہرے پر تانے ہوئے ہوتا ہوں، دور محلّہ میں جو فلاں نیم کا درخت ہے اس کی ڈالی اور اس کے پتے کس طرف، ہوا کے رخ کی وجہ سے کس طرح ہل رہے ہیں، میں یہاں لحاف میں سے اس کو دیکھتا رہتا ہوں۔ یعنی قلب اتنا مجلّی ہو گیا کہ دور دور تک کا کشف ان کے لئے ایک عادی چیز ہو گئی۔

ایک دفعہ کہیں آگ لگی بہت بڑی۔ تو کسی نے آکر گھبراتے ہوئے کہا کہ حضرت، بہت بڑی آگ لگی ہے، تو حضرت جھنجھانوی نے ٹوپی نکال کر کے دی۔ جاؤ، اس ٹوپی کو اس پر پھینک دو۔ یہ ٹوپی آگ پر پھینکی، فوراً آگ بجھ گئی۔

حضرت کی کرامت

کوئی آئے کہ حضرت، ہم دور سے آئے ہیں فلاں علاقے سے اور ہمارے یہاں یہ اتنا عرصہ ہو گیا بارش نہیں ہوئی اور کھیتیاں ختم ہو رہی ہیں اور بہت پریشان ہیں۔ حضرت اس وقت گنّا کھا رہے تھے، تو جو گنّا کھاتے ہوئے گنّا کو چبا کر پھینک دیا جاتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ یہ چبا سکتے ہو؟ جو حضرت نے چبا کر پھینکا تھا، تو یہ تبرک تو اس نے ادھر اس کو منہ میں ڈالا اور اس کو چبانا شروع کیا کہ ادھر ان کے یہاں بارش شروع ہوئی۔

بہت عجیب وغریب ان کے حالات تھے۔ اور یہ بیعت تھے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور یہ تو چشتی سلسلہ تھا کہ حضرت ولایتی صاحبِ ارشاد بزرگ اور ان کے خلیفہ، ان کے مرید، حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مگر جب اس علاقہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جب دورہ ہوا ہے اور اس علاقہ کا حضرت نے دورہ فرمایا ہے،

اس کے بعد بالاکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔

جب اس دورہ میں سہارنپور کے علاقہ میں پہنچے، تو حضرت کے پیر صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ انہوں نے خود بیعت کی اور اِن کو بلانے کے لئے بھیجا کہ جاؤ نور محمد کو بلا کر لاؤ، تاکہ وہ بھی بیعت کر لے۔

چند میل کے فاصلہ پر اپنے گاؤں میں تھے اور گھوڑے پر سوار اور گھوڑے کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں، گھوڑے کو پانی پلا رہے ہیں۔ کنارہ پر سے کھڑے ہو کر قاصد نے جو بلانے کے لئے آیا تھا، اس نے وہاں سے آواز دی اور کہا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں کہ حضرت سید احمد شہید تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر ہم نے بھی بیعت کی ہے اور چلو، تم بھی آ کر ان سے بیعت ہو جاؤ۔ وہ بیعتِ جہاد لیتے تھے۔

یہ ایک صرف پیغام تھا، الفاظ تھے، مگر اس پیغام کی وجہ سے ان پر حال طاری ہو گیا، بیہوش ہو گئے۔ وہ جو قاصد تھے انہوں نے کافی دیر انتظار کیا۔ جب کچھ ہوش حواس ٹھیک ہوئے، تب اپنے ساتھ ان کو لے کر گئے اور وہاں حضرت جھنجھانوی نے بھی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کیا کی؟

یعنی اچانک بلایا تھا۔ یہ تو اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے گئے ہوئے تھے اور قاصد آیا اور ان کے ساتھ چلے گئے۔ بیعت ہو کر ساتھ ہو لئے لشکر میں، ان کے ساتھ۔ یہاں سے (یو پی سے) لے کر وہاں بالاکوٹ تک، صوبہ سرحد تک یہ سفر طے ہوا۔ وہاں پہنچے، مگر کسی کام کی وجہ سے پھر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جھنجھانوی کو واپس بھیج دیا تھا۔ تو یہ اتنے بڑے صاحبِ نسبت بزرگ، مگر اپنے آپ کو انہوں نے ایک مکتب میں چھپا رکھا تھا کہ میں تو مکتب پڑھاتا ہوں۔

اتباع سنت کا حال

اتباع سنت کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے ایک شخص کے متعلق بتایا کہ حضرت، ان سے آپ نعت سنیں گے، تو لطف آ جائے گا، بہت اچھی نعت پڑھتے ہیں، ان کی آواز بڑی اچھی ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھئی، نہیں سنتے۔ عرض کیا کیوں؟ بہت اچھی پڑھتے ہیں۔

فرمایا کہ بات یہ ہے کہ سماع کے مسئلہ میں اختلاف ہے اور بغیر آلات کے سماع ہو، اس میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی نہ سنے کہ یہ تھوڑی دیر اچھا لگتا ہے، پھر آدمی اس کی پروا نہیں کرے گا کہ کہیں کوئی آلات کے ساتھ گا رہا ہے، تو وہاں بھی سر ہلائے گا کہ مزہ آ رہا ہے۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھئی، یہ نہیں سنتے۔ اور وجہ بھی بیان فرمادی۔

یہ ہمارے یہاں کے آج کل کے اماموں کے لئے بڑی عبرت کی چیز ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ کبھی کبھی لوگ مجھے امام بھی بنا دیتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک اختلافی مسئلہ، اتنا اختلافی مسئلہ، کسی سے نعت سن لینا کہ اکثر مفتیانِ کرام بلکہ اکثر کے یہاں اجازت ہے، کچھ ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے سدِّ باب کے لئے کہ اس سے بھی دروازہ کھلتا ہے، اس سے منع کیا ہوگا۔

مگر یہاں محتاط قول پر عمل کیا اور سننا چھوڑ دیا کہ دوسروں کی نماز میں خراب کرنے والا نہ بنوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور امام کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے اس کی امامت پر حرف آئے کہ اس نے ایسا کام کیا کہ جس میں اختلاف تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں سنتے، اس لئے کہ مزامیر کے بغیر بھی جو سماع ہو، اس میں بھی اختلاف ہے۔

ایک مکتب میں بیٹھ کر ساری عمر پڑھاتے رہے، اپنے آپ کو اس طرح چھپایا۔ آپ کے خلفاء میں حضرت حاجی صاحب اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ، بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے۔

قبر شریف سے خوشبو

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت ایک دفعہ ہم نے بھی کی۔ہم لوگ ایک دفعہ سہارنپور سے گئے تھے تھانہ بھون۔حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک شب قیام کیا، پھر وہاں سے جھنجھانہ پیدل گئے۔تو وہاں جانے سے پہلے بہت سنتے تھے کہ برس ہا برس گزر گئے حضرت کو دفن کئے ہوئے، مگر اب تک وہاں خوشبو ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفاء میں سے خواص کو خاص طور پر وہاں پر بھیجتے تھے کہ جا کر ان کی قبر کے ساتھ جو ان کی مسجد ہے قبر کے متصل، اس میں چلّہ کرو۔خود حضرت نے بھی وہاں چلّہ کیا تھا، چالیس دن کا اس مسجد میں اعتکاف کیا تھا۔تو چلّہ کشی کے لئے ان کی وہ مسجد مشہور ہے۔

اس کی خصوصیت یہ سنی تھی کہ وہاں ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جس کو ہر کوئی محسوس کر سکتا ہے۔ ہم لوگ وہاں اچانک پہنچے رات کے وقت عشاء کی نماز کے قریب، بالکل اندھیرا، وہاں بجلی نہیں تھی۔ہم پہنچے تو کوئی بتانے کے لئے چراغ جلا کر لے آیا اور چراغ لے کر کے دروازہ کھولا اور پھر اندر لے گئے۔پھر ہم نے دیکھا قبر شریف، اور وہ خوشبو، عجیب زبردست خوشبو تھی۔اب بھی جتنے لوگ جاتے ہیں بتاتے ہیں وہ ہی خوشبو آج تک بھی ہے ان کی قبر سے برابر آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو بھی معطر کرے، مرنے کے بعد ہمارے لاشوں کو بھی معطر کرے، ہم سے ایسے اعمال سرزد ہوں کہ جو دنیا اور اس دنیا سے جانے کے بعد آخرت میں خوشبوؤں کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو ذریعہ اور وسیلہ بنائے۔

۳۸۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ مولد: نانوتہ

تاریخ وفات: ۱۲/۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ مدفن: جنت المعلی، مکہ مکرمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی پیدائش نانوتہ میں ہے۔ ایک نام خاندان والے رکھتے ہیں، وہ تو رکھا گیا امداد حسین۔ پھر جو علماء تاریخ داں ہوتے تھے، جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد بنتے ہیں ۷۸۶، اسی طرح بارہ سو تینتیس ۱۲۳۳ھ میں ان کی پیدائش ہے، تو تاریخی نام ظفر احمد ہے۔ مگر استاذ کے یہاں جب پہنچے تو امداد حسین انہیں پسند نہیں آیا ہوگا، تو انہوں نے کہنا شروع کیا امداد الٰہی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تینوں ناموں کے بجائے چوتھے نام امداد اللہ کو شہرت بخشی، امداد الٰہی کے بدلہ میں امداد اللہ سے شہرت ہوئی۔ وہی نام اس وقت سے لے کر آج تک مشہور رہے۔

اپنے یہاں ابتدائی تعلیم پائی، متوسط تعلیم۔ بعضوں نے لکھا ہے کافیہ تک حضرت کی کل تعلیم تھی، مگر شاید صحیح نہ ہو کیوں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حضرت حاجی صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا شاہ قلندر صاحب سے پڑھتے تھے۔

حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ

یہاں تک پڑھنے کے بعد اس ظاہری علم کے مقابلہ میں باطنی اور روحانی علم نے غلبہ کیا اور اس کی طلب میں اس ظاہری علم سے تھوڑا سا بُعد ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ بالکلیہ پھر اسی روحانی علم میں مشغول ہوگئے۔ حکمت الٰہیہ بھی اسی کی مقتضی تھی کہ اشارۂ غیبی بھی اسی طرف ہوا۔

کہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت کے جدِّ امجد تھے شاہ بلاقی۔ ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجلس میں موجود ہیں، اور سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے ہیں، تو آپ کے جدِّ امجد نے حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کے ایک اور بزرگ حضرت میاں جی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ، نور محمد جھنجھانوی، ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ لیکن حضرت حاجی صاحب نے ان کو دیکھا نہیں تھا، پہچانتے نہیں تھے، صرف نام سن رکھا تھا۔ تو انہیں نہیں پتہ کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ کیوں کہ خواب میں شکل دیکھی، نام معلوم نہیں۔

حضرت مولانا قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صبح اپنے استاذ مولانا قلندر صاحب سے خواب ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں میرے جدِّ امجد، دادا جان نے میرا ہاتھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بزرگ کی طرف جو وہاں موجود تھے ان کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔ اب پتہ نہیں کون بزرگ تھے، ایسی ایسی شکل وصورت تھی۔ تو ان کے استاذ بھی کتنے تیز، فطین، ذہین، ذکی کہ فوراً خواب سنتے ہی فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ تم لوہاری چلے جاؤ، شاید تمہارا مقصد پورا ہو۔ لوہاری فوراً روانہ ہوئے۔

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر نظر پڑی، تو دل میں کہتے ہیں کہ یہی تو چہرہ تھا کہ جن کے ہاتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑوایا تھا۔ قبل اس کے کہ ابھی حضرت حاجی صاحب کچھ عرض کریں اور کچھ کہیں، ادھر سے حضرت میاں جی جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھا، خواب پر آپ کو استعجاب اور حیرت ہو رہی ہے؟ یعنی ان کو بھی پتہ ہے کہ یہ کیوں آئے ہیں۔

ایک خواب

جیسے یہاں حضرت حاجی صاحب نے ان کو دیکھا نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تک پہنچایا اور بیداری کے بعد اس خواب کی تصدیق ہوئی، تو ہو بہو حضرت حاجی صاحب کے ایک مسترشد اور مرید کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوا کہ وہ خود ہندوستان میں ہیں اور حضرت حاجی صاحب مکہ شریف میں ہیں۔ نام سنتے تھے کہ حاجی صاحب بڑے بزرگ ہیں، بڑے بڑے علماء ان سے بیعت ہیں۔ اب انہوں نے سوچا کہ میں اُدھر کیسے جا سکتا ہوں؟ اور ان سے بیعت کیسے ہو سکتا ہوں؟ کسی نے کہا کہ نہیں، کوشش کرو۔ اس زمانہ میں حج اور بحری جہاز کا سفر خطرہ سے خالی نہیں تھا، تو بالآخر انہوں نے تیاری شروع کر دی۔

انوکھی صدری

اور ضروری تیاری تو کی ہوگی، مگر ایک خاص قسم کی چیز انہوں نے تیار کی۔ کتنی محبت ہوگی کہ وہ بکریاں پالتے تھے تو جو بکری کا بچہ پیدا ہوتا تھا، جس طرح ہمارے یہاں بچے پیدا ہوتے ہیں، ان کا سر مونڈا جاتا ہے، عقیقہ اور حلق ساتویں دن سنت ہے۔ بکری کا بچہ پیدا ہوا، تو اس کا اون کاٹ کر رکھ لیتے تھے اور اس کو اکٹھا کرتے تھے۔ کس کے لئے؟

انہوں نے سوچا کہ ایک صدری حضرت حاجی صاحب کے لئے میں یہاں سے بنا کر لے جاؤں۔ لیکن یہ بازار کا اون شاید ذرا پسند نہیں آئے گا، سخت ہوگا، کھردرا ہوگا، پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے نوزائیدہ، جو نیا نیا بچہ پیدا ہوا ہو، اس کا اون جمع کر کے اس کا کپڑا بنوایا۔ اور کتنا ملائم ہوگا؟ جو دنیا میں کہیں دستیاب نہیں، خود ان کی اپنی محبت کی ایجاد۔ اور پھر اس کی ایک صدری حضرت کے لئے تیار کی اور سفر شروع ہوا۔

جس جہاز میں سفر کر رہے تھے، چند دن کے بعد جہاز طوفان میں پھنس گیا۔ میں نے عرض کیا کہ بہت کم، آدھے آدھے، نصفا نصف کا مسئلہ ہوتا تھا۔ آدھے جہاز پہنچتے تھے، آدھے طوفان کے

نذر ہو جاتے تھے، ڈوب جاتے تھے یا کسی دوسرے ساحل پر پہنچ جاتے۔ ایسا زبردست طوفان کہ سو فیصد تمام جہاز والوں کو یقین کہ اب ڈوبتے ہیں، تب ڈوبتے ہیں۔ حاجی صاحب کے مرید فرماتے ہیں میں بھی کوئی چیز تھامے ہوئے تھا کہ میں یہ موجیں دیکھ نہ سکوں اور طوفانی موجوں پر نظر نہ پڑے۔ کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو چمٹا لیا۔

کہتے ہیں کہ اسی حال میں جس طرح خواب میں کوئی دیکھتا ہے اس طرح میں نے دیکھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی بزرگ آئے اور مجھے تسلی دی، کیوں گھبراتے ہو؟ میں نے کہا کہ دیکھئے، یہ طوفان زبردست ہے، بچنے کی کوئی امید نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، نہیں، تمہارا جہاز ڈوبتا نہیں ہے، ڈرو نہیں، اطمینان رکھو۔ اور وہ ہماری صدری کدھر ہے؟ لاؤ!

حضرت حاجی صاحب کو انہوں نے دیکھا نہیں تھا کبھی بھی زندگی میں، خواب میں ابھی دیکھا، اور فرمایا کہ ہماری صدری لاؤ۔ صدری تو انہیں کے لئے بنائی تھی۔ سمجھ گئے کہ حاجی صاحب خواب میں آئے اور بشارت دے گئے۔ کہتے ہیں کہ میں نے جلدی پٹیاں کھولی، لوگوں سے کہا کہ اطمینان رکھو، جہاز ڈوبتا نہیں۔ کہنے لگے کیسے نہیں ڈوبتا؟ یہ تو سکینڈ گنے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا خواب سنایا۔ تھوڑی ہی دیر میں سچ مچ طوفان ختم ہو گیا، کشتی معمول کے مطابق چلنے لگی اور جدّہ پہنچے۔

وہاں سے مکہ مکرمہ جب پہنچے، تو انہوں نے اپنے قافلہ والوں سے کہا کہ دیکھو، جب وہاں مکہ مکرمہ ہم پہنچیں گے، تو میری تم لوگوں سے درخواست ہے۔ وہ یہ کہ کوئی مجھے اشارہ سے بھی، دور سے بھی، قریب سے بھی، ہرگز نہ بتائے کہ حاجی صاحب یہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس طرح خواب میں میں نے دیکھا ہے، تو میں خود پہچان لوں گا کہ حاجی صاحب کون سے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہمارا قافلہ پہنچا اور ہم نے نماز پڑھی۔ تو جو مالکی مصلیٰ تھا، وہاں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، چار مصلے تھے، تو مالکیہ کے مصلیٰ کے قریب جب میری نگاہ پڑی تو دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے جا کر سلام کیا، دست بوسی کی۔ تو یہاں بھی انہوں نے خواب میں دیکھا تھا اور حضرت حاجی صاحب کو پہچان لیا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جس

طرح خواب میں دیکھا تھا،اب بیداری میں دیکھا کہ وہی نورانی چہرہ ہے، بیعت ہوئے، ذکر وشغل شروع کیا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جاوہ جا، یہ منزل وہ منزل، کہاں سے کہاں تک ان کو پہنچایا۔

دُکّانِ معرفت

جس طرح عرض کیا تھا کہ پھر وہ تھانہ بھون میں ایک مسجد میں بیک وقت تین بزرگ، حاجی صاحب، مولانا شیخ محمد صاحب اور حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔اس مسجد کو علماء دُکّانِ معرفت کہا کرتے تھے۔مگر جو ایک طوفان آیا ہندوستان پر، مصیبت آئی، قیامت آئی، تو جب دہلی اس کی نذر ہوا، تو تھانہ بھون اس کی نذر ہوا۔اور اپنے گھر کو جلتا ہوا کون دیکھ سکتا ہے؟

اب یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔ کہتے ہیں ڈیڑھ برس حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقامات اور ٹھہرنے کی جگہیں روز بدلتے رہے۔رہے پنجاب اور یوپی کے ہی علاقے میں، مگر آج یہاں، کل وہاں، اور بڑی کرامات مشہور ہوئیں۔اور جب یہاں سے ہجرت فرما کر سفر شروع کیا، تو اب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو خصوصی خدّام میں سے تھے، کیسے چھوڑ سکتے تھے؟ جہاں کہیں حضرت کا شب میں قیام ہوتا، رات کو ملنے کے لئے پہنچ جاتے۔اور چاروں طرف سے پولیس برابر تلاش میں لگی ہوئی تھی۔

ایک جگہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرے ہوئے تھے، تو کسی نے اطلاع کر دی کہ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ میزبان زمین دار تھے، تو وہاں رات کے وقت پولیس کی بھاری نفری نے چاروں طرف سے علاقہ کو گھیر لیا۔ حضرت بہت نحیف وکمزور تھے اور وہاں کی چارپائیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر آپ اس میں سوئیں، تو تھوڑی سی نیچے چلی جاتی ہیں، بان/ربان کی چارپائی بھی، حضرت اس پر لیٹے ہوئے تھے اور لحاف اوڑھا ہوا تھا۔

جب پولیس آئی، تو میزبان نے لحاف سر کے طرف سے برابر کر دیا تھا، تو ایسا لگتا تھا جس

طرح چار پائی بچھی ہوئی ہے، اس کے اوپر لحاف پڑا ہوا ہے، تو پولیس تلاش کرتی ہوئی وہاں سے گزر گئی کہ چار پائی تو خالی ہے۔ جب پولیس وہاں سے چلی گئی، تو جلدی سے ساتھیوں نے حضرت کو اٹھایا اور جنگل میں لے کر چلے گئے۔

دوسری جگہ ایک جگہ مخبری کی گئی، تو وہاں تو سچ مچ حضرت موجود تھے۔ انہوں نے جیسے ہی اصطبل کا دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ چار پائی ہے، لوٹا ہے، مصلیٰ ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا؟ جو صاحب مکان تھے انہوں نے کہا میں کبھی اصطبل میں گھوڑوں کے پاس آتا ہوں نماز کا وقت ہو جاتا ہے، یہاں نماز پڑھ لیتا ہوں، حالانکہ وہ حاجی صاحب کا کمرہ تھا۔ اب جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو اطلاع غلط نکلی، پولیس وہاں سے نکلی اور رخصت ہوئی۔ میزبان نے دیکھا تو اسی کمرے میں موجود تھے، اپنی نماز میں مصروف تھے۔ اس طرح بہت سے واقعات اللہ کی طرف سے حفاظت کے پیش آئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصانیف یہ ہیں:

۱۔ حاشیہ مثنوی مولانا روم	۲۔ غذائے روح
۳۔ جہاد اکبر	۴۔ مثنوی تحفۃ العشاق
۵۔ رسالہ درد غمناک	۶۔ ارشاد مرشد
۷۔ ضیاء القلوب	۸۔ وحدۃ الوجود
۹۔ فیصلہ ہفت مسئلہ	۱۰۔ گلزار معرفت

اللہ تعالیٰ اس وقت بھی جہاں جہاں قیامتیں ہیں، اسلام کی، تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۳۹۔ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: ۶ ذی القعدہ ۱۲۴۴ھ   مولد: گنگوہ

تاریخ وفات: ۹/۸ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ   مدفن: گنگوہ، ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے پیرومرشد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے یہاں مقامی طور پر ابتدائی تعلیم حاصل کر کے عربی تعلیم کے خاطر دہلی تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں دہلی کی اپنی شان وشوکت تو ختم ہو چکی تھی، پھر بھی کچھ نہ کچھ مدارس کہیں کہیں کام کر رہے تھے۔ وہاں جب تعلیم کے لئے پہنچے، تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم درس تھے۔ وہاں سے جب فارغ ہو کر اپنے یہاں پہنچے، تو اس کے بعد سوچا کہ ظاہری علم کی تکمیل تو ہوگئی، ابھی اصلاحِ باطن کی طرف بھی توجہ کرنا چاہئے۔ اسی پریشانی اور سوچ میں تھے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مسئلہ کے خاطر تھانہ بھون تشریف لے گئے۔

اکابرِ ثلاثہ

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اس زمانہ میں تھانہ بھون میں ایک مسجد تھی کہ جس میں بیک وقت تین بزرگ رہا کرتے تھے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک کونہ میں، دوسرے کونہ میں حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسجد کے دروازے پر چارپائی پر حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

جب کوئی آتا، سلام کرتا، تو حضرت مولانا ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں مذاق اور دل لگی تھی، تو از راہ دل لگی اس سے پوچھتے کہ بتاؤ، آنے کا مقصد؟ پھر خود فرماتے کہ دیکھو، اگر مسئلہ پوچھنا ہو، تو مولانا شیخ محمد تھانوی کے کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ مولانا صاحب بیٹھے ہیں، ان سے مسئلہ پوچھو۔ اور اگر بیعت ہونے کے لئے آئے ہو، تو حاجی صاحب کے کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ بزرگ بیٹھے ہیں حاجی صاحب، ان سے بیعت ہو جاؤ۔ اور اگر حقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ۔

حضرت حقہ پیتے ہوں گے اور کھانا، پینا، مجلس تینوں بزرگوں کی ساتھ ہوتی تھی۔ وہاں ایک برتن میں کشمش وغیرہ ڈرائی فروٹ پڑا رہتا، اُسے کبھی لے کر بیٹھتے تو جس طرح آپ لوگ دوستوں کے ساتھ ہنسی دل لگی میں چھینا جھپٹی کرتے ہیں، یہ اس سے لے لیتا ہے اور وہ اس سے لے لیتے ہیں، تو اس طرح بے تکلفی کے ساتھ ان کی کھانے پینے کی مجلس ہوتی تھی۔

بیعت

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب پہنچے، تو وہاں مسئلہ کے متعلق گفتگو کرنی تھی حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر حضرت حاجی صاحب نے منع فرمایا کہ اس طرح بزرگوں سے، بڑوں سے ایسے مسائل میں گفتگو نہیں کیا کرتے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ تو بیعت کا تھا ہی، وہیں پر جب قریب سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور گفتگو کا موقع ملا، گئے تو تھے کسی اور کام کے خاطر، مگر اب ارادہ بدل گیا، اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت، میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا، مسجد میں جا کر وضو کر کے دوگانہ پڑھ کر استخارہ کر لو۔ پھر اس کے بعد آ کر بتاؤ۔ اس کے بعد پھر حضرت نے بیعت فرمالیا۔ پھر بیعت کے بعد حضرت نے سوچا کہ چند روز رہ کر حضرت کے ساتھ چند دن گزار کر ذکر و شغل حضرت سے سیکھنا چاہئے۔ چنانچہ عملی طور

پر ذکر و شغل حضرت کی خدمت میں رہ کر شروع کیا۔

ایک دن، دو دن، چسکا بڑھتا گیا، پورے چالیس دن قیام رہا، ایک چلّہ پورا کیا۔ غیر ارادی طور پر سفر تھا، ایک مسئلہ کے خاطر آئے تھے اور دیکھئے، اللہ تعالیٰ کی حکمت کیسے کام کرتی ہے کہ ایک چلّہ پورا ہوا اور جب گنگوہ واپس لوٹنے لگے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ الوداع کے خاطر تھوڑی دور تک گنگوہ کے راستہ پر ساتھ چلتے رہے، اور حضرت حاجی صاحب نے اپنی طرف سے بیعت کی اجازت بھی حضرت کو عطا فرمائی۔

جہادِ شاملی

مگر اس اجازت کے بعد اور خلافت کے بعد ابھی کوئی کام شروع نہیں ہوا تھا کہ اٹھارہ سو ستاون (۱۸۵۷ء) شاملی کا جہاد ہوگیا۔ جب دہلی مسلمانوں کے ہاتھ سے چلی گئی، تو پھر اطراف کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے چاروں طرف لوٹ مار، قتل و غارت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

حضرت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

شاملی میں حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں بائیں نوجوان حضرت مولانا قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب تھے۔ اور حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کو آکر گولی لگی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا پیر کو اٹھایا، اٹھا کر کے قریب کی ایک مسجد میں لائے۔ پھر اس کے بعد جب وصال ہوگیا، تو وہاں تھانہ بھون میں آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے قصے ہیں۔

ایک دفعہ کوئی صاحب کشف بزرگ اس قبرستان میں پہنچے، حضرت ضامن شہید کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں، اس کے بعد وہ کہنے لگے اپنے ساتھی سے کہ یہ کوئی بڑے عجیب بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں جاکر جیسے ہی کھڑا ہوا اور میں نے پڑھنا شروع کیا، تو فرمانے لگے جاؤ، جاؤ، مُردوں پر جاکر فاتحہ پڑھو، یہاں زندوں پر آکر کیا فاتحہ پڑھ رہے ہو؟ تب انہوں نے کہا کہ

آپ کو نہیں معلوم کہ یہ تو سچ مچ شہید ہوئے ہیں اور شہداء **الاحیاء فی قبورھم**، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اسی جہاد شاملی میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر، ان کی اہلیہ محترمہ کے والد، وہ بھی شہید کیئے جا چکے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں مہینوں پولیس گھومتی رہی، جگہ جگہ چھاپہ مارتی رہی، بالآخر گرفتار ہوکر سہارنپور جیل لائے گئے اور جیل میں لمبا مقدمہ چلا۔ جب ان سب سے فارغ ہوئے، تب حضرت نے دیکھا کہ دہلی کے جو ساڑھے تین ہزار سے زیادہ مدرسے تھے وہ نیست و نابود کر دیئے گئے۔

اس زمانہ میں وہاں کے اس انقلاب سے پہلے سارے کے سارے لوگ اور ساری دنیا تعلیم یافتہ تھی اور تعلیم کا ذریعہ صرف مدارس تھے۔ اس زمانہ میں وہاں کی علمی زبان فارسی تھی، فارسی لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ دہلی کی طرح ایک ایک شہر میں ہزاروں مدارس تھے اور مدارس ایسے تھے کہ جس میں ہندو مسلم سب پڑھ سکتے تھے۔ سب کے لئے اس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

جب یہ مدارس ختم کیئے گئے، تو آج تک وہ نظام پڑھائی کا اس علاقہ میں دوبارہ منظّم نہیں ہوسکا۔ اس کا متبادل اگر وہ بناتے کہ جتنے ہزار مدارس انہوں نے دہلی میں ختم کیئے، اتنے ہزار اسکول بنائے ہوتے، تب تو ہم کہتے کہ چلو، اس کا متبادل یہ انتظام کیا کہ لکھنا پڑھنا یہاں آکر سیکھو۔ لیکن ابھی بھی وہاں آپ دیکھتے ہیں کہ تعلیم کی کمی ہے ہندوستان میں یا پاکستان میں، اس کا بنیادی سبب یہ ہے۔ کلکتہ میں دہلی سے بھی زیادہ مدارس بیان کیئے جاتے ہیں، وہ سب ختم کر دیئے گئے، جہاں بنیادی طور پر لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔

مدرسۂ گنگوہ

چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر پر مدرسہ شروع کیا۔ دیکھا کہ اب قرآن و حدیث کی حفاظت کا ذمہ علماء کے سر ہے، ساری دنیا سے طلبہ آپ کے پاس دورۂ حدیث پڑھنے

کے لئے جاتے تھے۔ حضرت نے برس ہا برس اپنے خرچہ سے، اپنے گھر پر، اپنے یہاں یہ مدرسہ شروع کیا جب کہ ابھی دارالعلوم دیوبند وغیرہ کوئی مدرسہ شروع نہیں ہوا تھا۔

جب یہ مدرسہ کامیاب ہوا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا گنگوہ میں، تب جاکر حضرت کے ساتھی حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی نے حضرت ہی کے مشورہ سے دیوبند میں مدرسہ عالیہ شروع کیا اور پھر چھ ماہ بعد مظاہر العلوم کی بنیاد پڑی۔ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گنگوہ میں عرب سے لے کر ادھر انڈونیشیا اور ملیشیا تک کے علماء آتے تھے اور بہت بڑی تعداد میں علماء فارغ ہوئے۔

حضرت تنِ تنہا صحاحِ ستہ کی کتابیں ایک سال میں پڑھایا کرتے تھے۔ ختم بخاری شریف کے جلسہ میں میں نے بتایا تھا کہ اس زمانہ کا درس کیا ہوتا ہوگا کہ جب بخاری شریف کی جلد اول اور جلد ثانی ایک ایک چلہ میں ہوئی اور اس کو جو حضرت کے والد صاحب نے ضبط کیا، اس کی کئی جلدیں تیار ہو گئیں، لامع الدراری کے نام سے۔

اور یہ تو بڑھاپے میں جب حضرت معذور ہو چکے تھے، سبق بند ہو چکا تھا، اس کے بعد کا یہ حال ہے۔ تو جس زمانہ میں حضرت کا شباب ہوگا اور حضرت نے پڑھانا شروع کیا تھا، اس زمانہ میں کیا حال رہا ہوگا؟

اسی لئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے وہ فقہی اجتہاد و استنباط کی قوت عطا فرمائی تھی کہ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدون کیا ہوا فقہ دنیا سے ختم ہو گیا ہوتا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اسی طرح مدون کر دیتے جس طرح امام صاحب نے مرتب کیا تھا۔

حضرت کی شان فقاہت

قرآن پاک میں ایک آیت ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کہ انسان کو وہی ملتا

ہے جوخوداس نے سعی کی۔تو اشکال ہوتا ہے کہ پھر جو ہم ایصال ثواب کرتے ہیں، بدنی ثواب، بدنی، مالی عبادت کے ذریعہ دوسروں کوثواب پہنچاتے ہیں، پہنچے گا یانہیں؟ کہ بظاہر اس آیت سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے۔اس کے جواب میں بڑی تقاریر اس کی تفسیر میں کی گئیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد واستنباط دیکھئے،صرف ایک کلمہ میں جواب دے رہے ہیں۔کسی نے پوچھا کہ حضرت اس کا کیا جواب ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد سعیِ ایمانی ہے۔اللہ اکبر! فرمایا کہ انسان کو اپنا ہی ایمان نفع دے سکتا ہے۔اگر ساری دنیا مل کر اس آدمی کو جہنم سے بچانا چاہے جوخود ایمان نہیں لایا تو نہیں بچاسکتی، **اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی** کہ خود ہی ایمان لاکر اپنے کو وہ بچاسکتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کے نام یہ ہیں:

۱۔تصفیۃ القلوب	۲۔امدادالسلوک	۳۔ہدایۃ الشیعہ
۴۔زبدۃ المناسک	۵۔لطائفِ رشیدیہ	۶۔فتاوی میلا دوعرس وغیرہ
۷۔رسالہ تراویح	۸۔قطوف دانیہ	۹۔جمعہ فی القریٰ
۱۰۔ ردالطغیان	۱۱۔احتیاط الظہر	۱۲۔ہدایۃ المعتدی ۱۳۔سبیل الرشاد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۴۰۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: اواخر صفر ۱۲۶۹ھ   مولد: انبہٹہ

تاریخ وفات: ۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ   مدفن: جنت البقیع مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پیر ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ثم السہارنپوری ثم المدنی۔ حضرت کی ولادت میری ولادت سے کم وبیش ایک سو برس پہلے ہوئی، دو تین سال کا فرق ہوگا۔ اور ایسے حالات میں کہ جس وقت ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

پیروں کا خاندان

حضرت کا خاندان انبہٹہ میں پیروں کا خاندان کہلاتا تھا۔ شاہ ابوالمعالی بہت بڑے بزرگ، وہاں کے شاہ بھیکن کے قصے بڑے مشہور ہیں۔ ان کے مرید انبالہ سے آتے تھے۔ وہاں پیروں کا قصبہ اس لئے مشہور تھا کہ ہندوستان کے آخری بادشاہ ظفر کے پیرومرشد سید حسن عسکری وہیں انبہٹہ کے پیروں کے خاندان سے تھے۔

سنا ہے کہ جب بادشاہ ظفر کو گرفتار کر کے رنگون لے جایا گیا، جب ان کو جلاوطن کیا گیا، تو ان کے جو پیرومرشد تھے سید حسن عسکری انبہٹہ میں، تو وہ کچھ دن تو روپوش رہے، پھر ان کی وجہ سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے والد ماجد، چچا، پورے خاندان کو گرفتار کیا گیا کہ بتاؤ، وہ کہاں ہیں؟ اس لئے کہ پیر صاحب سید حسن عسکری حضرت سہارنپوری کے چچا کے سمدھی لگتے تھے، قریبی رشتہ تھا، اس لئے سارے خاندان کو قید کر دیا گیا۔

شاہ حسن عسکری سے یہ ظلم دیکھا نہیں گیا کہ میری وجہ سے ساری مخلوق پریشان ہے، تو خود ہی چپکے سے گھر سے نکل گئے اور جا کر پولیس کو بتا دیا کہ میں حسن عسکری ہوں۔ چنانچہ سید حسن عسکری کو پھانسی دی گئی تھی۔ اور دہلی کے قریب جنگل میں ایک درخت مشہور تھا کہ گولی مارنے کے لئے گولی کیوں ضائع کی جائے، تو ہندوستانیوں کو درختوں پر پھانسی دی جاتی تھی۔

کہتے ہیں کہ چھپن ہزار علماء کو پھانسیاں دی گئیں اور کئی روز تک کے لئے دہلی میں حکم تھا کہ جس کی ڈاڑھی دیکھو اس کو قتل کر دو۔

سلسلۂ تعلیم

یہ آشوب زمانہ تھا جس میں حضرت اس جہان میں تشریف لائے جب مغل حکومت جا رہی تھی۔ کچھ انبہٹہ میں پڑھا، اس طرح کہ چونکہ شاہی خاندان سے قریبی تعلق تھا، حکومتوں سے تعلق کا اثر خاندانوں پر ہوتا ہے، اس لئے حضرت کو بچپن میں انگلش اسکول میں داخل کیا گیا۔

کچھ عرصہ تک حضرت نے وہاں انگلش پڑھی۔ اس کے بعد اللہ نے طبیعت میں سلامتی رکھی تھی، دین کا کام لینا تھا، علم اور حدیث کا کام لینا تھا، تو خود ہی طبیعت کو اس علم سے نفرت ہوگئی، اور اس کو چھوڑ کر کے حضرت نے دینی علم کی طرف توجہ فرمائی۔

حضرت کے ماموں مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دیوبند میں صدر مدرس تھے جو دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس ہیں۔ بانی تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مگر اس کے صدر مدرس سب سے پہلے شاہ یعقوب صاحب۔ تو یہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں ہوتے تھے۔ اور ادھر سہارنپور میں چھ مہینہ کے بعد مظاہر کی بنیاد پڑی۔ مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ کے نام سے مدرسہ مظاہر علوم کی مولانا مظہر صاحب نے بنیاد رکھی تھی۔

مولانا مظہر صاحب بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں لگتے تھے۔ ایک ماموں دیوبند کے صدر مدرس تھے اور ایک ماموں مدرسہ مظاہر علوم کے بانی۔ اس لئے

حضرت نے کچھ عرصہ شروع کے چند سال دیوبند میں پڑھا ایک ماموں کے یہاں اور آخری ادھر سہارنپور میں درجہ علیا کی کتابیں، بقیہ اوپر کے درجات سب یہاں سہارنپور میں پڑھے۔

تدریسی خدمت کا آغاز اور بیعت

فارغ ہونے کے بعد بھی چھ برس تک دیوبند میں حضرت مدرس رہے اور اس کے بعد پھر ساری عمر یہاں سہارنپور میں پڑھاتے رہے۔ سہارنپور منتقل ہونے سے پہلے ہی حضرت کو داعیہ پیدا ہوا کہ انگلش چھوڑ کر کے میں نے عربی تعلیم تو شروع کی، مگر اب سلوک اور تصوف کے شعبہ میں بھی قدم رکھنا چاہئے۔

اس کے متعلق حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم سے عرض کیا کہ حضرت، مجھے بیعت ہونا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کس سے بیعت ہوں۔ میرے ذہن میں ایک تو آپ ہیں، دوسرے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں، اور دو بزرگوں کے اور بھی نام لئے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی تقریر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دیکھئے، اس وقت تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ تمہیں ان سے بیعت ہونا چاہئے۔ حضرت نے عرض کیا کہ میری اس سلسلہ میں ذرا سفارش فرما دیں۔

جب حضرت نانوتوی کا گنگوہ کا سفر ہوا، اس موقع پر حضرت سہارنپوری بھی وہاں انبہٹہ سے گنگوہ پہنچ گئے اور یاد دلایا کہ حضرت آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سفارش کی کہ انہیں بیعت فرمالیں۔ اس طرح حضرت سے بیعت ہوئے۔

پورا حرم انوار سے بھر گیا

اور اللہ تعالیٰ نے پھر وہ ترقی عطا فرمائی کہ ایک مرتبہ حج میں تشریف لے گئے تھے، تو شاہ محبّ

اللہ صاحب وہاں اس وقت کے مکی بزرگوں میں سے تھے، جوحرم میں دلائل الخیرات پڑھ رہے تھے، ان کی نظر نیچی اور دلائل الخیرات پڑھ رہے ہیں، ان کے پاس حضرت مولانا شیخ الاسلام پاکستان، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک اپنی مصروفیت چھوڑ کر کے مولانا محبّ اللہ صاحب فرمانے لگے، ارے یہ کیا ہوگیا؟ پورا حرم انوار سے بھر گیا۔ پڑھتے پڑھتے اچانک فرمارہے ہیں۔

ایک دفعہ ہمارے بھائی یوسف صاحب، پھوپھی زاد بھائی ہیں کراچی میں، ان کے ساتھ مولانا فقیر محمد صاحب، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، بڑے بکّاء، ہر وقت روتے رہتے تھے، کعبۃ اللہ پر جو انوارات اترتے ہیں، اتنے طواف کرنے والوں کے لئے، اتنے مصلیوں کے لئے، تو وہ فرماتے تھے کہ میں الگ الگ ان کو مشاہدہ کرسکتا ہوں، دیکھتے رہتے، ہر وقت کعبہ پر نگاہ اور آنکھوں سے آنسو جاری، توانہوں نے بھی اسی طرح کے کلمات ایک دفعہ ارشاد فرمائے، مولانا فقیر محمد صاحب نے، جب یوسف بھائی وراچھیا کے ساتھ حضرت کی عیادت کے لئے ہسپتال جانا ہوا۔

حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب دلائل الخیرات پڑھتے پڑھتے اچانک فرمانے لگے یہ کیا ہو گیا؟ پورا حرم انوار سے بھر گیا، تو مولانا ظفر احمد صاحب بھی حیران کہ کیا ہوا؟ کچھ دیکھا ہوگا۔

اتنے میں دیکھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری تشریف لا رہے ہیں۔ پتہ نہیں تھا انہیں کہ ہندوستان سے آئے ہوئے ہیں۔ ملتے ہی فرمایا کہ ان سے پوچھئے، ابھی میں ان سے کیا کہہ رہا تھا؟ میں تو مشغول تھا اور میں نے دیکھا کہ پورا حرم انوار سے منور ہوگیا۔

اسی سفر میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملی۔ بیعت تو ہوئے تھے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، تو حضرت نے اپنی طرف سے بیعت کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شعبہ کے لئے حضرت کو منتخب فرمایا تھا۔ کیا جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا شعبہ، کیا

سیاست کا شعبہ، کیا رد باطل۔ فرقِ باطلہ پر سب سے بہترین بنیادی اور سب سے اچھی کتابیں حضرت کی ہیں "مطرقة الكرامة على مذهب الامامة"، شیعوں اور تمام فرقِ باطلہ کے خلاف حضرت کی تصانیف ہیں، فتاویٰ ہیں۔

رد فرق باطلہ

جن لوگوں نے یہاں حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے، تو یہ مزاج وہاں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے چلا ہے، فرقِ باطلہ کی تردید کا مزاج۔

اسی لئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا ہے، تو ادھر دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو رہا ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ امروہہ میں شیعوں کے ساتھ مناظرے میں ہیں۔ وہاں حضرت کو وصال کی اطلاع کی گئی تھی۔

تین دعائیں

جب حضرت سہارنپوری کی ولادت ہوئی ہے، اس وقت ہندوستان مسلمانوں کے قبضہ سے جا رہا تھا اور پھر اس کے بعد جب آخر عمر میں ہجرت کی نیت سے وہاں حرمین شریفین تشریف لے گئے، تو وہاں دیکھا کہ مکہ اور مدینہ جا رہا ہے۔ اور اس وقت کئی سال تک حال یہ تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا راستہ مأمون نہیں تھا۔ جتنے قافلے جاتے تھے سب لوٹ لئے جاتے تھے۔ کوئی ایک قافلہ پرامن طریقہ سے منزل پر پہنچ پاتا، ورنہ قتل کر دئے جاتے، لوٹ لئے جاتے تھے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا ملتزم پر، تو میں نے وہاں تین دعائیں کی کہ الٰہی! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہاں پر جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے، تو میں تجھ سے تین دعائیں مانگتا ہوں۔

حضرت اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ جل شانہ کے طرف سے مجھے تین چیزوں کی

پیش کش کی گئی تھی، کہ آیا تمہیں شہرت چاہئے یا اولاد چاہئے؟

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ الٰہی! مجھے اولاد چاہئے۔ تو جب میں نے خود بھی اپنے متعلق دوسرے نکاح کا فیصلہ کیا، تو میں نے سوچا کہ میرا فیصلہ درست تھا کہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حق تعالیٰ شانہ کو یہی جواب دیا تھا۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین چیزوں کی دعا وہاں ملتزم پر کی تھی۔

ایک یہ کہ اے اللہ! یہ مکہ اور مدینہ تیرا حرم ہے اور یہ محفوظ اور مامون نہیں ہے۔ یہاں ایسی حکومت قائم فرما جو مثالی امن وامان قائم فرمائے۔ چنانچہ حضرت کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مثالی امن قائم فرمایا، یہ سعودی خاندان کامیاب ہوا اور مثالی امن اب تک ہے۔ اور اللہ کرے قیامت تک یہی حال رہے۔

اور دوسری دعا کہ حضرت کی بینائی جا چکی تھی اور کتاب بذل المجہود ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی، دعا کی کہ یا اللہ! میری زندگی میں میرے ہاتھوں یہ کتاب بذل المجہود، ابوداؤد کی شرح یہ مکمل ہو جائے۔

تیسری دعا بقیع میں جگہ کے لئے تھی کہ اے اللہ! مدینہ منورہ میں موت دے اور بقیع میں جگہ دے۔ تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے صدقہ ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کے نام یہ ہیں:

۱۔ قاموس کا اردو ترجمہ
۲۔ ہدایۃ الرشید الی افحام العنید
۳۔ البراہین القاطعۃ علی ظلام الانوار الساطعۃ
۴۔ مطرقۃ الکرامۃ علی مذہب الامامۃ
۵۔ المہند علی المفند، معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات
۶۔ تنشیط الاذہان فی تحقیق محل الاذان
۷۔ اتمام النعم
۸۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد

۴۱۔قطب الاقطاب سیدی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

تاریخ ولادت: ۱۱رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ　　مولد: کاندھلہ

تاریخ وفات: ۱رشعبان ۱۴۰۲ھ بروز پیر بوقت عصر　　مدفن: جنت البقیع، مدینہ منورہ

Demise: 3.40pm, 24 May, 1982

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

سب سے پہلے تو دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام کو ہمارے لئے بھی بابرکت فرمائے، ہمارے لئے رحمت کا ذریعہ بنائے، مغفرت کا ذریعہ بنائے، دوزخ سے نجات کا ذریعہ بنائے، اس کی قدر پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ راتیں چونکہ بہت چھوٹی ہیں، اس لئے بہت مختصر وقت میں میں نے سوچا کہ مختلف شہروں سے آپ حضرات یہاں جو مشقت اٹھا کر تشریف لاتے ہیں، تو کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے یا تعلیم اور علم کے خاطر نہیں۔ وہ تو چھٹیاں ہو چکیں، صرف یہ سوچ کر ہم سب آتے ہیں کہ ہماری ایک

روحانی درس گاہ ہے، اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور ہمارے اکابر سے ہمارا سلسلہ ہے، تو اس سلسلہ کی برکات سے مستفیض ہونے کے لئے اور روحانیت سے مستفیض ہونے کے لئے میں بھی حاضری دیتا ہوں، اتنی مشقت اٹھا کر یہاں آپ بھی آتے ہیں۔

اس پر میں نے سوچا کہ ہمارا جو روحانی سلسلہ ہے تو روز ہمارے اکابر میں سے ایک کے حالات بیان کئے جائیں، اللہ تعالیٰ ان کی روحانیت سے ہمیں مستفیض فرمائے۔

ولادت باسعادت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اس دنیا میں آمد اور آپ کی ولادت باسعادت بھی اسی ماہِ مبارک رمضان میں ہوئی۔ رات گیارہ بجے شب میں ہوتی ہے جو ماہِ مبارک کی گیارہویں شب تھی، کاندھلہ میں ولادت ہوئی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک تحریر خود اپنے متعلق، سب سے پہلی، کسی ضرورت سے لکھی تھی۔ اس میں اخیر میں حضرت نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے ''گنہگار بندہ محمد زکریا کاندھلوی ثم الگنگوہی ثم السہارنپوری''۔ حضرت کی کاندھلہ میں ولادت ہوئی، اور وہیں پر حضرت کی ابتدائی نشو ونما ہے۔

اس کے بعد ڈھائی برس کی عمر میں والدین کے ساتھ گنگوہ آمد ہوئی اور جب حضرت شیخ قدس سرہ کی عمر سات برس تھی، تب حفظ قرآن شروع کیا اور تکمیل حفظ کے بعد حضرت شیخ کی عمر جب آٹھ برس تھی، اس وقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ پھر والد صاحب کے ساتھ سہارنپور منتقل ہوکر عربی کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ بچپن سے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ قیام کے دوران حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں کھڑے ہوجانا اور حضرت کے ساتھ کھیلنا اب تک مجھے یاد ہے۔

جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں سہارنپور تشریف لائے، تو اب حضرت شیخ کاندھلوی کے بعد گنگوہی اور اب سہارنپوری بنے۔

سہارنپور پہنچنے کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی، اپنے والد صاحب سے بھی پڑھتے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم پائی اور مختلف فنون وغیرہ پڑھے۔
اس زمانہ میں منطق اور فلسفہ کا بڑا زور تھا۔حضرت نے اخیر تک تمام فنون پڑھ لئے تھے مگر منطق اور فلسفہ نہیں پڑھا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے حضرت کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب سے پوچھا کہ مولوی زکریا نے اب تک منطق اور فلسفہ شاید نہیں پڑھا، کیوں؟
انہوں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت! وہ اب پڑھ لے گا۔اس کے بعد حضرت سہارنپوری نے خود جب ارشاد فرمایا تو یہ بھی جو منطق اور فلسفہ رہ گیا تھا، اس کی کتابیں بھی جلدی جلدی سب نکل گئیں۔

دو مرتبہ بخاری شریف

حضرت نے بخاری شریف اور دورہ کی بعض کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں، خاص طور پر بخاری شریف حضرت نے دو دفعہ پڑھی۔ حضرت نے ایک خواب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا کہ حضرت، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تم بخاری شریف مجھ سے پڑھو۔
یہ خواب حضرت سہارنپوری سے جب ذکر کیا، تو چونکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہر کام میں حضرت سہارنپوری قدس سرہ ان کے رفیق اور معاون رہے، اور ان کی غیبت میں ان کے جانشین ہوتے تھے، اس لئے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہند تو وہاں مالٹا جیل میں ہیں، تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم مجھ سے بخاری شریف پڑھو۔اس لئے حضرت نے پھر دوبارہ بخاری شریف پڑھی۔

تعلیم حدیث کا آغاز

اور احادیث کا ادب زمانۂ طالب علمی میں اس قدر ملحوظ رکھا کہ اس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثالی کام لیا، جو صدیوں میں کسی سے لیا جاتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میری حدیث کی جب بسم اللہ ہوئی تھی، مشکوٰۃ والد صاحب نے شروع کرائی، تو غسل کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد جب بسم اللہ کرائی، تو بہت دیر تک لمبی دعا کرتے رہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ والد صاحب نے کیا دعا کی، مگر میں اپنے دل میں یہ دعا کر رہا تھا کہ الٰہی! یہ حدیث پاک کا جو مشغلہ بہت دیر میں شروع ہوا ہے، تو اب تجھ سے اس کی التجا ہے اور یہ مانگتا ہوں کہ یہ مرتے دم تک نہ چھوٹے۔

چنانچہ ہم نے اس دعا کا اثر وہاں حضرت کے وصال سے تین دن پہلے دیکھا کہ تین دن پہلے حضرت نے مولانا عاقل صاحب مدظلہ العالی سے مسوّدہ منگوایا کہ فلاں مسودہ لاؤ، سناؤ۔

حدیث کا ادب

اور یہ ادب سبق کی حاضری میں اس قدر ملحوظ تھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا عہد کیا تھا کہ کوئی سبق میرا حدیث کا بلا وضو نہ ہو۔ اگر کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے استنجاء وغیرہ کی حاجت ہوتی، تو میں اپنے ساتھی کو کہنی مار دیتا اور میں وضو کے لئے چلا جاتا۔ وہاں تک وہ اس کی کوشش کرتے کہ اپنے استاذ کو کسی نہ کسی طرح مشغول رکھیں تا کہ کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ اس ادب کی برکت سے اور اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سے وہ حدیث پاک کا کام لیا کہ شاید کسی کی فہمِ حدیث ایسی نہیں ہوگی جیسی حضرت کی تھی۔

ایک شامی بزرگ

اس کو وہ حضرات سمجھتے ہیں جنہوں نے حضرت کی کتابیں لامع الدراری، اوجز المسالک،

کوکب وغیرہ دیکھی ہیں۔ دمشق سے ایک شامی بزرگ مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ میں آئے تھے، وہاں صولتیہ میں حضرت سے ملے اور حضرت کو چومتے رہے، پھر رونا شروع کیا۔ روتے رہے اور کہنے لگے کہ بخاری شریف کی جو آپ نے شرح لکھی ہے، اس کی ایک جلد ہمارے یہاں آئی تھی، لامع الدراری کی، تیرہ برس پہلے دیکھی تھی۔ اس وقت سے میں دعا کر رہا تھا کہ الٰہی! اس کے مصنف سے تو میری زندگی میں، اس دنیا میں ملاقات کروادے۔ الحمدللہ! آج میری دعا قبول ہوئی۔

اب اتنے بڑے عرب عالم اور شام کا، جو علم کا، روحانیت کا مرکز ہے، اب تک بھی بڑے بڑے علماء وہاں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں تیرہ سال تک دعا کرتا رہا، میری کوئی نماز ایسی نہیں تھی کہ جس کے بعد میں نے یہ دعا نہ کی ہو کہ الٰہی! اس کتاب کے مصنف سے میری ملاقات کرادے۔ تو وہ روتے ہوئے کہتے ہیں کہ الحمد اللہ! میری سالہا سال کی دعائیں آج قبول ہوئیں۔

حضرت نے ایک سو دس سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور حضرت کی ایک ایک کتاب ایسی ہے، مثلاً اوجز المسالک، اس میں سے اس کے اجزاء الگ الگ کرنا چاہیں، تو ایک طہارت کے اوپر ایک رسالہ، طلاق پر ایک رسالہ، نکاح پر ایک رسالہ، عقیدہ پر ایک رسالہ، تو تمام مضامین کو الگ کریں، تو میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی کئی سو کتابیں، چھوٹی بڑی، یا رسالے اس سے مرتب کر سکتے ہیں، صرف اسی ایک کتاب سے۔ یہ ایسی عظیم الشان، مفصل کتاب ہے۔

نرالا انداز

آپ سنتے ہیں فضائل کی اردو کی کتابیں، ان میں آپ دیکھتے ہیں اس طرح کہ زرقانی یہ فرماتے ہیں اور عینی یہ فرماتے ہیں اور حافظ ابن حجر یہ فرماتے ہیں۔ حضرت کا طریقہ ہی، رنگ ہی الگ تھا۔ جس طرح میں بولتا جا رہا ہوں، اپنی طرف سے تشریح کر رہا ہوں، حضرت کے یہاں ایسا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کا انداز اس طرح تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔اس حدیث کی شرح میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ،ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ، یہ صحابی یہ فرماتے ہیں۔اس کی شرح میں فلاں شارح ، ابن حجر یہ فرماتے ہیں،عینی یہ فرماتے ہیں۔تو اب اتنے سارے اقوال کے لئے آپ سوچیں کہ کتابوں میں سے ان مقامات کی تلاش میں کتنی محنت صرف ہوئی ہوگی اور کتنا وقت صرف ہوا ہوگا؟

حالانکہ اردو کی یہ کتابیں ہیں،ان میں بھی ایک صفحہ میں ایک درجن سے زیادہ شراح حدیث کے نام آپ کو ملیں گے،تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ یہ دوسطریں جو حضرت نے لکھی ہیں اس کے لئے حضرت نے یہ کتاب اٹھائی،اس کے بعد دوسطر کے بعد پھر مضمون شروع ہوا کہ فلاں نے یہ لکھا،تو دوسری کتاب لی۔اب اس میں تلاش کرنے میں کتنا وقت لگا ہوگا؟

اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ ایک دفعہ ایک حدیث کی تلاش تھی اَلْبَلاءُ مُوَکَّلٌ بالْمَوْلُوْدِمَا لَمْ یُعَقَّ عَنْہُ کہ بچہ کا عقیقہ نہ کیا جائے تو اس پر بلا مسلّط رہتی ہے، جب تک اس کی طرف سے عقیقہ نہ ہو۔تو اس حدیث کی تلاش میں حضرت نے فرمایا، وہ کتاب لاؤ۔

پہلے تو حضرت خود ہی سب کچھ کرتے تھے،خود ہی لکھتے تھے۔اخیر سالوں میں خدام سے یہ کام لیتے تھے۔چار پانچ آدمی ،جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب،حضرت مولانا عاقل صاحب اور ہمارے بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب وغیرہ، وہ تلاش کررہے ہیں، پورے تین دن اسی حدیث کی تلاش میں لگے رہے، اَلْبَلاءُ مُوَکَّلٌ بالْمَوْلُوْدِمَا لَمْ یُعَقَّ عَنْہ ۔تو اب اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت نے کتنی مشقت سے یہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔اللہ تعالیٰ حضرت کی روحانیت سے ہمیں مستفیض فرمائے۔

حضرت نے تو فرمایا اپنے متعلق کہ کاندھلوی ثم الگنگوہی ثم السہارنپوری ، اوراب اخیر میں ثم المدنی،جیسا میں نے عرض کیا کہ وصال سے تین دن پہلے حضرت نے کتاب کا مسودہ منگوایا اور مولانا عاقل صاحب سے سنا۔

پھر وہاں ہی، مدینہ منورہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو قبول فرمایا اور بقیع میں مدفون ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر سے اوپر کی طرف گنتے جائیں، تو وہاں سے چھٹی قبر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے علوم اور فنون سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے۔ ہمیں اللہ تعالی نے ہمارے اکابر کے سلسلوں سے وابستہ کیا ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل ہیں، ورنہ کتنی آزاد مخلوق دنیا میں پھر رہی ہے۔ اللہ تعالی اس آزادی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

قبر کی مٹی کی خوشبو

حضرت شیخ قدس سرہ کی بقیع میں تدفین کے بعد جب ہم لوگ واپس مدرسہ شرعیہ میں قیام گاہ میں پہنچے، تو پیر صاحب، جانشینِ حضرت، خلف الرشید حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہ العالی خدام اور تعزیت گذاروں کے درمیان تشریف فرما تھے، اور حضرت پیر صاحب کے کپڑے مٹی میں بھرے ہوئے تھے، جو قبر میں اترنے اور تدفین کے دوران آپ کے جسم اور کپڑوں میں لگی ہوئی تھی۔

اس وقت کمرہ ایک عجیب وغریب اپنی نوعیت میں منفرد قسم کی خوشبو سے مہک رہا تھا، مگر ساتھ ہی خیال یہ بھی ہو رہا تھا کہ تعزیت کے لئے آنے والے حضرات میں سے کسی نے کوئی خوشبو لگائی ہوگی۔ مگر اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب کہ حضرت پیر صاحب کپڑے بدلنے کے ارادہ سے نکلے، وہ خوشبو بھی ختم ہوگئی۔

حضرت پیر صاحب جب اوپر کی منزل میں والدہ محترمہ اور گھر والوں کے پاس پہنچے تو وہاں بھی یہ خوشبو محسوس کی گئی اور بطور خاص کپڑوں میں لگی ہوئی مٹی کو سونگھا گیا، تو اس مٹی میں وہ خوشبو بسی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ جوڑا اسی طرح مٹی آلود تبرکاً محفوظ کر لیا گیا۔

اس کے چند روز بعد احقر اپنے دوست استاذ محمد یعقوب الدھلوی کے مکان پر گیا، اور وہاں

غالباً یہی تذکرہ آیا۔ یہ سن کر وہ جلدی سے اٹھے، اور اپنے بھائی عبداللہ الدھلوی کی ثوب (عربی کرتہ) لے کر آئے اور کہا کہ اسے سونگھیئے۔تو میں نے محسوس کیا کہ بعینہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے جسم اور کپڑوں کی خوشبو ہے۔

(یہ خوشبو ایسی ہوتی تھی جیسی ملتزم اور حجر اسود پر آتی ہے۔ یہ خوشبو حضرت کے جسم اور کپڑوں میں دائمی تھی اور حضرت کے جسم سے الگ ہوئے کپڑوں میں تیس برس کے بعد بھی اب تک یہی خوشبو ان کپڑوں میں ہے۔ چند ماہ پیشتر مدرسۃ الامام محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پریسٹن کے طلبہ و طالبات نے ''یوم الشیخ محمد زکریا نور اللہ مرقدہ'' منایا تھا، تو میری بیٹی عزیزہ خدیجہ سلمہا ایک جوڑی حضرت کے کپڑے لے گئی تھی۔تو سونگھنے والے حیران تھے کہ ایسی خوشبو غلافِ کعبہ، ملتزم و حجر اسود میں پاتے ہیں۔)

بعینہ یہی خوشبو حضرت پیر صاحب کے ان کپڑوں میں تھی، جن کو پہن کر دفن میں اور حضرت کو قبر میں اتارنے میں شریک ہوئے تھے۔

تب دکتور محمد یعقوب صاحب نے قصہ سنایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی تدفین میں مٹی دینے میں ہمارے بھائی عبداللہ بھی مولانا طلحہ کے ساتھ ہی تھے۔ وہ تدفین سے فراغت کے بعد جب گھر پہنچے تو سارا گھر خوشبو سے مہک گیا۔ سب کو تعجب تھا کہ یہ خوشبو کس چیز کی ہے۔ بالآخر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس ثوب (عربی کرتہ) کی مٹی میں یہ خوشبو ہے۔اس وقت سے ہم نے تبرکاً اسی طرح رکھا ہے اور اب تک بھی اس میں وہی خوشبو ہے۔

خلاف معمول ہوائی جہاز کا اترنا

حضرت نے انگلستان کا پہلی مرتبہ جب سفر فرمایا تو برٹش ایئرویز کا جو جہاز جدہ سے لندن بلا توقف چھ گھنٹے میں پہنچاتا تھا، اس میں سفر کیا گیا تھا۔ حضرت نے حسبِ معمول پہلے ہی کھانا پینا ترک کر دیا تھا کہ مبادا جہاز میں استنجاء کی نوبت آئے، مگر دو تین گھنٹہ میں ہی حضرت کو استنجاء کا

تقاضا ہوا۔ پوچھا لندن پہنچنے میں کیا دیر ہے؟ عرض کیا گیا تقریباً تین گھنٹے۔ چلتے جہاز میں استنجاء کے لئے جانے میں حضرت کو سر چکرانے کا ڈر ہوا، ہمیں بھی فکر ہوا کہ کیا کریں۔

اتنے میں کیپٹن نے اچانک اعلان کیا۔ حضرت نے پوچھا، یہ کیا کہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اعلان ہو رہا ہے کہ جہاز کو بلا توقف سیدھا لندن جانا تھا، مگر ہمیں روم کے مطار سے پیغام ملا ہے کہ ہڑتال کی وجہ سے جو مسافر مطار پر پڑے ہوئے ہیں، انہیں لے کر جاؤ۔ چنانچہ اضطراری طور پر ہمیں اترنا پڑ رہا ہے۔ سن کر حضرت مسکرائے اور مطار پر جہاز کے اتر جانے کے بعد حضرت آرام سے استنجاء سے فارغ ہوئے، تب دوبارہ جہاز منزل کی طرف بڑھا۔

فجر کی نماز کے لئے جہاز کا اترنا

اسی طرح دوسرے سفر انگلستان کے موقع پر جہاز کو سیدھا زامبیا سے لندن جانا تھا اور رات عشاء کے وقت آٹھ بجے زامبیا سے چل کر صبح سات بجے لندن اترنا تھا۔ نظام الأوقات سن کر حضرت نے شروع ہی سے فرمانا شروع کیا تھا کہ جہاز میں اتنے گھنٹے تک مسلسل وضوء رکھنا، جب کہ رات کا وقت بھی ہے، مشکل ہے اور جہاز میں استنجاء، وضوء مشکل ہے۔

اللہ کی قدرت کہ رات ۴ بجے کے قریب حضرت نے پوچھا، صبح صادق ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا ہونے والی ہے۔ پوچھا استنجاء، وضوء، نماز کا کیا بنے گا؟

گفتگو جاری تھی کہ اعلان ہوا کہ لندن کے مطار پر جہازوں کی ٹریفک زیادہ ہونے کی بناء پر کچھ دیر ہمیں لندن کی فضاء میں چکر لگانے پڑیں گے۔ جتنا پٹرول ہم نے لیا تھا صرف سیدھا لندن اترنے تک کے لئے کافی تھا، تھوڑی دیر فضاء میں رہنے کے لئے ہمیں مزید پٹرول کی ضرورت ہے، اس لئے پٹرول لینے کے لئے تیونس کے ہوائی اڈہ پر اتر رہے ہیں۔

حضرت نے پوچھا، کیا کہے؟ اس پر اعلان کی تفصیل عرض کی گئی۔ سن کر حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا، الحمد للہ، اللہ نے ہماری نماز کا انتظام فرمادیا۔ چنانچہ جہاز اترنے کے بعد اطمینان

سے حضرت کو استنجاء، وضوء کرا کے نماز پڑھوادی اور بقیہ رفقاء نے نیچے اتر کر باجماعت نماز ادا کی۔

دس منٹ میں ایک ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ

مولانا عبدالمنان صاحب میواتی ثم الدھلوی فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی، تو حضرت نے فرمایا کہ تم حضرت شیخ سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ سہارنپور حاضر ہوا تو حضرت کتب خانہ میں مجھے اوپر لے گئے۔ میں نے بیعت سے پہلے صفائی سے عرض کر دیا کہ مجھ سے ذکر واذکار تو ہوں گے نہیں۔

حضرت نے بیعت فرمالیا اور اس کے بعد ہزار دانوں والی تسبیح کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اسے اٹھاؤ۔ میں اٹھا کر لایا۔ فرمایا گھڑی دیکھ لو۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہر دانہ پر لا الہ الا اللہ پڑھتے رہو۔ حضرت خود بھی پڑھتے رہے، میں بھی پڑھتا رہا۔ تسبیح ختم کر کے فرمایا، اب گھڑی دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ دس منٹ کا وقت بھی خرچ نہ ہوا تھا۔ یہ میں نے حضرت کی سب سے پہلی کرامت دیکھی۔

انگلستان کے واقعہ کی ہندوستان میں فوراً اطلاع

۶۸، ۶۹ء میں راقم الحروف ایک مرتبہ باٹلی گیا، وہاں کسی مریض پر جن تھا۔ میں نے جنات کے جلانے کے تعویذات لکھ دئے۔ بحمد اللہ، اسے آرام ہو گیا، مگر گھر پہنچتے ہی چھ سات دن بعد ہی حضرت کا گرامی نامہ موصول ہوا، جس میں تاکیدی حکم تحریر تھا کہ جناتوں کو نکالنے، جلانے کے عملیات سے گریز کریں کہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور پھر حضرت نے اپنے تعویذات کی مکرر اجازت مرحمت فرمائی کہ صرف یہی تعویذ لکھا کریں۔

میری اس حرکت کے فوراً بعد حضرت کا گرامی نامہ یا تو حضرت کے کشف کے نتیجہ میں آیا یا جناتوں نے شکایت کی ہوگی۔ اس لئے کہ حضرت کے درس میں، مجلس میں، بکثرت جنات آیا

کرتے تھے۔

بیلجیم میں تبلیغی جماعت کو تسلی دینا

غالبًا ؁ء میں بنگلہ دیش کی ایک جماعت کو لے کر مولانا لطف الرحمٰن صاحب سلہٹی روم وغیرہ ہوتے ہوئے بیلجیم پہنچے۔ وہاں امیگریشن والوں نے جماعت والوں کو روک لیا اور ساتھی ویزا کے بارے میں پریشان و متفکر تھے۔

مولانا لطف الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ سب ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ذرا سی آنکھ بند کی تو حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھا اور حضرت نے فرمایا، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ چند ہی لمحات ابھی گذرے تھے کہ افسران نے آکر ہمیں ویزا جاری کر دیا۔

تشویش پر اطلاع

مفتی مقبول احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اتفاق سے انہیں دنوں میں حضرت نے صوفی محمد اقبال صاحب سے دریافت فرمایا کہ کوئی اچھی آواز سے نعت پڑھنے والے ہیں؟ صوفی جی نے میرا نام لیا۔

حضرت نے فرمایا کہ اس سے کہہ دینا کہ رات عشاء کے بعد سنیں گے۔ صوفی جی نے جب مجھے بتایا تو میری حالت خراب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ میں حضرت کے سامنے نہیں پڑھ سکوں گا۔ صوفی جی نے فرمایا کہ اب تو حضرت عشاء کے بعد سننے کو فرما چکے ہیں۔ مفتی مقبول صاحب فرماتے ہیں کہ میں دعائیں کرنے لگا، یا اللہ! کسی طرح مجھے حضرت کے سامنے نہ پڑھنا پڑے۔ چنانچہ عشاء کے بعد حسبِ ارشاد میں حاضر خدمت تو ہو گیا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا، ہم نے سننے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اسی طرح مفتی مقبول احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حاضری کے موقع پر حضرت سے

سلام، مصافحہ تو ہوگیا، مگر حضرت نے خصوصیت کے ساتھ مجھے پوچھا نہیں۔ اس پر دل پریشان رہنے لگا یہاں تک کہ دو تین دن گذرنے پر روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! حضرت شیخ اگر مجھے بھول گئے اور حضرت شیخ کے ہاں سے اس طرح تعارف ختم ہوگیا، تو میرا کیا ہوگا۔

اس کے بعد معمول کے مطابق عصر کی نماز کے بعد مجلس میں حاضر ہوا اور مجلس کے اختتام پر حاضرین کے ساتھ میں نے بھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، تو حضرت نے قوت سے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا، میں تمہیں بھولا نہیں ہوں۔

کشف و کرامات اور اتباع سنت

مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کے لئے الٰہی قانون ہے کہ جب یہ حضرات اپنے قول و فعل، حرکت وسکون، سکوت وتکلم، ملاحظہ ومراقبہ، غرضیکہ عام احوال میں رضاءِ الٰہی کے متلاشی بن جاتے ہیں اور رضاء باری تعالی کو اپنا مقصود ومحور بنا لیتے ہیں، تو اللہ تعالی خرق عادت اور اسباب سے بالاتر اموران کے ہاتھ پر صادر فرما کر ان کا اعزاز واکرام فرماتے ہیں، جسے کرامت کہا جاتا ہے۔

مذکورہ واقعات صرف ''مشتے نمونہ از خروارے'' کی قبیل سے ہیں، ورنہ وہاں تو ہر وقت کے حاضر باشوں کی زبان پر ڈر کے مارے یہ دعا رہا کرتی ہے، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِی۔ اس لئے کہ خدام میں سے جب کوئی حاضر ہوا اور اس کا دل کہیں اور گھوم رہا ہے، تو حضرت فوراً ترنم سے یہ شعر پڑھتے:

بولو نسیم بولو، بولو نسیم بولو
نگاہیں تو ملالیں، دل کہاں ہے

مگر اہل حق کا شیوہ اور شعار رہا ہے کہ وہ بجائے ان کشف وکرامات کے، ان امور کے جویا اور متلاشی ہوتے ہیں، جن پر ان اللہ والوں کو اللہ تعالی کی طرف سے اعزاز واکرام ملا اور پھر حتی

المقدوران امور کے اتباع کی کوشش کرتے ہیں، مگران کشف وکرامات کے لئےنہیں۔

چنانچہ حضرت قطب الأ قطاب حضرت شیخ قدس سرہ کی عملی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو وہاں زہد وقناعت، ریاضت ومجاہدہ، ایثار وہمدردی، جفاکشی ووفا شعاری کی ایسی داستانیں نظر آتی ہیں کہ قرب قیامت کے اس انحطاط پذیر دور میں پڑھنے والوں کے ظرف شاید اس کے متحمل نہ ہوں، اور اسے معتقدین ومسترشدین کی مبالغہ آرائی پر محمول کریں۔ پھر بھی سادہ فطرت انسانوں کے فائدہ کے لئے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

طلب علم کے لئے یکسوئی

نوعمری کے ایام بظاہر غیر شعوری اور کھیل کود کے ہوتے ہیں، مگر مستقبل کی تابنا کی اور تاریکی کا مدار عمر کا یہی حصہ ہے۔ حضرت شیخ نے اپنا یہ دور سہارنپور میں اس قدر یکسوئی اور تنہائی، علمی انہماک، بلکہ طلب علم کے لئے قیدِ تنہائی میں گذارا۔

کہ فرماتے ہیں کہ انہی دنوں میرا قیام والد صاحب کے ساتھ مدرسہ قدیم میں تھا۔ ایک مرتبہ میرے جوتے گم یا چوری ہوگئے، تو چھ ماہ تک دوسرے جوتے خریدنے کی نوبت نہیں آئی، اس لئے کہ بیت الخلاء کے لئے کھڑاؤں یا کسی کے پرانے جوتے پڑے رہتے تھےاور چھ ماہ تک مجھے مدرسہ قدیم کے دروازہ سے باہر جانے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مدرسہ قدیم کسی وسیع احاطہ کا نام نہیں، بلکہ ایک چھوٹی سی مسجد، کتب خانہ، اور پانچ سات حجروں پر مشتمل ایک صحن کا نام ہے۔

حدیث کا ادب

دورۂ حدیث میں کتابیں پڑھتے وقت حضرت کی عمر سترہ، اٹھارہ سال ہوگی۔ اس وقت بھی حدیث پاک کے ادب کا یہ عالم کہ حضرت شیخ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ یہ طے کررکھا تھا کہ کوئی حدیث بلا وضوء کے نہیں پڑھیں گے اور کوئی حدیث بھی استاد کے سامنے پڑھنے سے نہ

رہیں گے۔ اساتذہ کے سامنے اس تقدس کا اظہار بھی فَلَا تُزَکُّوْا أَنْفُسَکُمْ کے منافی تھا، اس لئے دونوں ساتھیوں میں سے کسی کا وضوء ٹوٹ گیا، تو ساتھی کی واپسی تک درس میں موجود ساتھی استاد سے سوال و جواب، اشکال و اعتراض کرتا رہتا، یہاں تک کہ ساتھی وضوء کر کے آتا، تب سبق آگے چلتا۔

تاریخ مشائخ چشت

ابتداء ہی سے علمی انہماک اور تصنیف و تألیف، تدریس و افادہ میں مشغولی کے باوجود یہ ظاہری علم حضرت کے لئے 'باطن کی دولت' سے سد راہ نہیں بنا، بلکہ دورہ سے فراغت کے فوراً بعد انیس سال کی عمر میں سب سے پہلے تاریخ و تصوف و سلوک کے موضوع پر حضرت کے قلم سے جو کتاب نکلی، وہ (تاریخ مشائخِ چشت) ہے۔ اس قدر جامع، مختصر، صحیح کتاب ان بزرگوں کے احوال میں شاید دوسری اور کوئی نہیں ہے۔ غرضیکہ علم شریعت و طریقت کا تصنیفی اعتبار سے حضرت نے یہیں سے امتزاج رکھا ہے، جو امتزاج اصل علم اور اصل تصوف کے لئے ہر دو حلقہ میں حضرت کے امتزاج کا بالآخر باعث بنا۔

دنیا سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ دورہ سے فراغت کے ساتھ ہی میدانِ تدریس میں حضرت نے قدم رکھا تو والد ماجد مرحوم کے بارِ قرض کی بنا پر بعض بزرگوں کے اصرار پر مدرسہ سے تنخواہ لینا شروع کیا، مگر اس کے بعد جلد ہی نہ صرف تنخواہ لینا موقوف کر دیا، بلکہ ماضی کی لی ہوئی تنخواہ بھی واپس کر دی۔

حضرت شیخ اور رائلٹی

تصنیف و تالیف کا سلسلہ حضرت صرف چودہ سال کی عمر میں زمانہ طالب علمی ہی سے شروع فرما چکے تھے جو وصال سے دو تین دن پہلے تک جاری رہا۔ تصانیف کی کل تعداد ایک سو سے متجاوز ہے، جن میں بعض تصانیف ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، جیسا کہ اوجز

المسالک۔

اس کے باوجود حضرت نے اپنی اس قدر مقبول کثیر الاشاعت ،کثیر العدد کتب کے حق اشاعت کو عام کر دیا، اور اپنے لئے حقوق طبع کو محفوظ کرانے کی بجائے عام اجازت کا اعلان فرما دیا۔یہی نہیں بلکہ جو بھی حضرت کی کتب طبع کرواتا،حضرت اس کی حوصلہ افزائی اس طرح فرماتے کہ چند ایک ہزار اپنی طرف سے لاگت ادا کر کے چھپواتے ،اور اسی کی معرفت تقسیم کرواتے۔ اس طرح بلا مبالغہ کروڑوں روپے کی کتب مفت تقسیم کروائی ہوں گی۔

سفر کی شرائط

افریقہ اور انگلینڈ کے جو آخری سفر ہوئے اس میں حضرت کی اہم شرط یہ ہوتی تھی کہ ٹکٹ اپنا اور اپنے رفقاء کا میں خود ادا کروں گا، اور وہاں کسی سے کوئی ہدیہ وغیرہ نہیں لوں گا۔ چنانچہ دونوں سفروں میں حضرت نے کسی سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول نہیں فرمایا۔

جود وسخا

جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ پچاسوں خاندانوں کے گویا حضرت ہی کفیل تھے۔اس کے علاوہ متعارف علماء اور اہل شہر میں سے کسی کے ہاں شادی ،غمی کا کوئی موقعہ ہو،تو بعضوں کے کل اخراجات حضرت اپنی طرف سے ادا فرماتے ،اور بعضوں کی گرانقدر نقد رقوم سے مدد فرماتے۔

رمضان المبارک میں اتباعِ سنت میں یہ جود وسخا موسلا دھار بارش کی طرح برستی اور آنے والے مہمانوں میں سے جن کو بھی حضرت نام سے جانتے تھے،ان کے حصہ کا لفافہ ضرور بنتا،اور اس قدر چپکے چپکے یہ کام ہوتا کہ کسی کو ہوا بھی نہ لگتی،حتی کہ برابر والے معتکف کو بھی یہ پتہ نہ چلتا کہ میرے ساتھی کے پاس کیا عطیہ آیا۔ اگر کسی کو ہدیہ دیتے وقت کوئی تیسرا شخص پہنچ بھی جاتا،تو حضرت فرماتے کہ لفافہ تم رکھو،اس کا مد میں بعد میں بتاؤں گا۔ایک مرتبہ رمضان المبارک کے ابتدائی تین دن کی سخاوت کی مقدار ایک لاکھ روپے نقد تھی۔

دنیا کی نعمتوں سے زہد کا حال

ایک مرتبہ عید کے موقع پر بچی نے نئی چپل کی فرمائش کی، تو نئے چپل کی بجائے پرانے پر تیل لگا کر بچی کو تسلی دی کہ دیکھو، اب یہ نئے ہو گئے۔

حضرت کا ایک کرتہ تھا جو سردیوں میں چھ ماہ تک مسلسل حضرت کے جسم پر رہتا، جو حضرت نے سترہ سال استعمال فرمایا ہے۔ ایک پائجامہ کے متعلق فرمایا کہ دس سال سے میرے استعمال میں ہے۔

حضرت کے کمرہ کا فرش ایک چٹائی تھی، جو ۳۵ سال سے بچھی ہوئی تھی۔ ایک مہمان نے جرأت کر کے دوسری چٹائی اس کی جگہ بچھا کر اسے ہٹا دیا۔ جب حضرت تشریف لائے، دیکھا تو شدید ناراض ہوئے اور پرانی کو دوبارہ بچھوایا۔

حکیم صاحب کے متعلق حضرت فرماتے ہیں، جو حضرت کے ہم عمر اور دوستوں میں سے تھے، بعد میں ان سے عزیز داری قائم ہوئی، کہ وہ اپنی پرانی لنگیاں مجھے دے دیتے تھے، میں انہیں عمامہ کے لئے استعمال کرتا۔ جب وہ بالکل پھٹ جاتیں، تب اس کے الگ الگ چیتھڑے بنا لیتا اور میرے کتب خانہ میں رکھے رہتے اور پسینہ پوچھنے کے کام آتے۔ جتنی اچھی عمدہ چیزیں ہوتیں، وہ دوسروں کو عنایت فرما دیتے۔

صوفی عبد الأحد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آم آئے۔ حضرت نے فرمایا اچھے الگ کر دو اور اساتذہ کے ہاں اور گھر والوں میں پہنچا دو اور جو چلے ہوئے ہوں، وہ ہمارے لئے کاٹ لو۔ صوفی جی کو کچھ تردد ہوا، تو فرمایا کہ اچھا کھایا ہوا گل سڑ جاتا ہے، دوسروں کو دیا ہوا باقی رہتا ہے۔

مفتی محمود صاحب گنگوہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے صرف پوچھا کہ بٹیر کہاں ملتے ہیں؟ اس کے فوراً بعد ہی پنجاب اور دور دور سے پنجرے بھر بھر کے بٹیر اور پرندے آنے شروع ہو

گئے (حالانکہ وہاں تک کسی نے اطلاع بھی نہیں کی تھی)۔ دیکھ کر حضرت رونے لگے، اور زبان پکڑ کر کے عرض کیا، ''یا الٰہی! تو معاف فرمادے۔ اس سے نہ معلوم کیا کیا نکلتا ہے اور یہ کیا کیا بولتی رہتی ہے۔'' تب جا کر پرندوں کا آنا موقوف ہوا۔

یہاں برطانیہ دار العلوم میں قیام کے دوران، میں کھانا طباق میں لے کر گیا۔ تو حضرت نے فرمایا، ایک آدھ نوع کا کھانا ہو، تو کھایا جاتا ہے۔ کئی انواع دیکھ کر پھر اشتہاء ختم ہو جاتی ہے، اس لئے ایک ہی نوع کا کھانا لایا کرو۔

نماز و تلاوت

تلاوت و نماز کا حال یہ تھا کہ رمضان المبارک میں آخری سالوں میں تہجد میں دو گھنٹے، چاشت میں تین گھنٹے، اوابین میں ایک گھنٹہ، یعنی نوافل میں چھ گھنٹے خرچ ہوتے تھے۔

تلاوت کا حال یہ تھا کہ غیر رمضان میں روزانہ کا معمول سارے دینی کاموں کے ساتھ تقریباً دس پاروں کا تھا، ہر تیسرے دن ختم قرآن۔ ہر روز نامچہ میں اس کا کبھی تو اندراج ہوتا ''ختمہ''، اور کبھی کسی کے انتقال کی اطلاع ملتی، تو یہ لکھواتے ''ختمہ لفلان''۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم تین ساتھیوں نے ایک مرتبہ سوچا کہ امام اعظم ابو حنیفہ ماہ مبارک میں روزانہ ایک ختم قرآن دن کو، ایک رات کو فرماتے تھے۔ تو ہمیں ایک رمضان ایسا گذارنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس رمضان میں ۵۶ قرآن شریف پڑھے تھے۔

روزے

روزوں کا حال یہ تھا کہ بڑھاپے میں کافی طویل عرصہ کے بعد طویل قیام کے لئے حرمین میں حاضری ہوئی تو مئی جون کی سخت گرمیوں میں مسلسل بلا ناغہ روزے رکھنے شروع کئے، اور ساتھ افطار اور سحر میں بھی کھانا برائے نام تھا۔ خدام و خواص کی طرف سے درخواست و اصرار کے باوجود کہ نقاہت ہو جائے گی، پورا سال حضرت نے روزے رکھے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ تو حضرت پر کبھی فرض نہیں ہوئی، جیسا کہ صوفی محمد اقبال صاحب نے حضرت کی زبانی نقل کیا ہے۔ کیوں کہ جو کچھ بھی آتا، اُسے آگے چلتا کردیتے تھے، جمع کر کے نہیں رکھتے تھے، جیسا کہ صدقات وخیرات کا اجمالی حال معلوم ہو چکا۔

آخری حج

ویسے تو حضرت نے متعدد حج فرمائے، مگر وصال کا وقت من جانب اللہ معلوم ہو گیا ہوگا، اس لئے اتباعِ سنت میں آخری سال بالخصوص آپ نے حج فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے بعد چند ماہ میں اس عالم سے تشریف لے گئے تھے۔ حالانکہ حج کے ایام میں حضرت کی نقاہت کو دیکھ کر سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ حضرت حج کر سکتے ہیں، مگر اتباعِ سنت کے جذبہ نے ناممکن کو حقیقت بنا دیا۔ حضرت نے آخری حج ادا فرمایا۔

اتباعِ سنت

ہمارے مشائخ کے ہاں سب سے بڑی کرامت اتباعِ شریعت و اتباعِ سنت ہے۔ حضرت کی زندگی کا یہ باب اتنا وسیع ہے کہ اس پر سینکڑوں الفاظ لکھے جا سکتے ہیں۔ صوفی محمد اقبال صاحب نے حضرت ہی کی حیات میں ''حضرت شیخ و اتباعِ سنت'' کے نام سے ایک تصنیفی سلسلہ شروع کیا تھا، جس کا ایک جُز طبع ہوا ہے۔

غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے بے چینی

غالباً ۹ے ء کی مدینہ طیبہ حاضری کے دوران ایک روز احقر حضرت کی قیامگاہ کے برابر خدام والے حجرہ میں تھا کہ حضرت کے خادم محمد اعجاز چمپارنی آئے اور فرمایا، حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ احقر حاضر ہوا تو حضرت نے زار و قطار روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سن، یہ کیا کہہ رہا ہے۔

بھائی اعجاز صاحب نے کہا، میں نے حضرت سے پوچھا کہ وہ غیر مسلم حضرات جنہوں نے اسلام کا نام بھی نہیں سنا اور جنہیں اسلام کی کوئی تبلیغ بھی نہیں کی گئی، کیا انہیں عذاب ہوگا؟ اور ان میں اسلام کی تبلیغ نہ کرنے کا ہم سے سوال ہوگا؟ یہ سن کر حضرت نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا، اس پر ضرور کام ہونا چاہئیے، اور اس موضوع پر اسلام کے محاسن پر کتابیں ہونی چاہئیں۔

میں نے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کے نام گنوائے، جن میں بطورِ خاص حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب اسلام کیا ہے؟ کا بھی ذکر کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا، انگریزی میں بھی ایسی کتابیں ہونی چاہئیں۔

میں نے عرض کیا کہ اس کام کے لئے مولانا ابراہیم صاحب ڈیسائی زیادہ موزوں ہیں، جو ہمارے دار العلوم کے استاذ حدیث ہیں اور یہ کام ان کے ذوق کے موافق ہے۔ حضرت نے فرمایا ان سے ضرور لکھواؤ اور میں اسے طبع کرادوں گا۔

چنانچہ چند روز بعد ہی جب حضرت کا انگلینڈ کا سفر ہوا تب وہاں دار العلوم میں ایک دن میں مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے تعارف کے بعد عرض کیا کہ مولانا یہ کام شروع کر رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ کس نوعیت کی کتاب لکھی جائے؟

حضرت نے فرمایا کہ خوب وضاحت کے ساتھ اسلام کی خوبیاں بیان کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اس کام کے لئے حضرت نے انہیں بہت دعائیں دیں۔ اور اس کے بعد فوراً ہی مولانا موصوف نے یہ کام شروع کر دیا، مگر مقدر کہ اس کے چند ماہ بعد ہی دار العلوم کے اساتذہ کی کار کے حادثہ کا عظیم سانحہ پیش آیا، جس میں چار اساتذہ اور دار العلوم کے ایک مخلص خادم شہید ہوئے۔ اور مولانا کی شہادت کے بعد موصوف کے علمی ذخیرہ میں بیسیوں اوراق ہیں، جن پر محاسن اسلام کا عنوان تھا۔

کاش کہ یہ ذخیرہ مرتب ہو جاتا کہ یہ کام حضرت کے حکم اور حضرت کی دعاؤں سے شروع کیا

گیا تھا۔

تواضع وانکساری

ان کے باوصف فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى پر عمل کا یہ عالم تھا کہ دار العلوم میں حضرت کے قیام کے دوران سالانہ جلسہ دستار بندی ہو رہا تھا، بیانات ہو رہے تھے، حضرت کے حجرہ تک بھی آواز پہنچ رہی تھی کہ ''یہ سب حضرت ہی کی دعا اور توجہات کا ثمرہ ہے''، تو سن کر حضرت نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''تو نے حدیث میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی فاسق وفاجر سے بھی اپنی دین کی مدد لے لیتے ہیں''۔

سہارنپور میں راستہ گذرتے ہوئے کتے کو بھونکتا ہوا دیکھتے تو اسے خطاب کر کے فرماتے، ''ارے بھائی، جا! میں ہی تیرا بھائی یہاں کافی ہوں''۔

بیداری میں ملک الموت کی زیارت

آخری ایام میں تہجد کے وقت جب میں وضو کرانے لگا، پوچھا ''کون؟'' میں نے عرض کیا، یوسف۔ فرمایا، ''آج پھر ملک الموت آئے تھے''۔

میں نے پوچھا، حضرت نے کوئی خواب دیکھا؟ فرمایا، ''نہیں، میں لیٹا ہوا تھا، بیدار ہی تھا کہ تشریف لے آئے اور مسکراتے ہوئے بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے''۔

ملک الموت کی بیداری میں یہ دوسری زیارت تھی۔ پچیس تیس سال پہلے کی زیارت کا قصہ مفتی مقبول احمد صاحب حضرت سے سنا ہوا بیان فرماتے ہیں کہ:

''مجھے پیشانی پر ایک بڑا دُنبَل نکلا۔ حکیمی علاج جاری تھا۔ اس سلسلہ میں ایک علاج کے متعلق یہ بتایا گیا کہ اس دوا سے سارا مواد تحلیل ہو جائیگا۔ رمضان کی راتیں تھیں اور سحری کھانے میں ابھی کافی دیر تھی۔ تکلیف مجھے اتنی شدید ہوگئی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔ گھر والوں سے باصرار میں نے سحری کھانے کو کہا، یہ سوچ کر کہ اگر میں مر گیا تو یہ سب سحری کھانے

سے رہ جائیں گے۔اسی تکلیف کی شدت میں میں کبھی آنکھیں کھول رہا تھا،کبھی بند کررہا تھا کہ اب ملک الموت آنے والے ہوں گے،مگر وہ تکلیف ورم کے تحلیل ہونے کی تھی۔

آہستہ آہستہ مجھے افاقہ ہوگیا اور حسبِ معمول صبح جب میں اوپر کتب خانہ میں تھا، نیچے سے سیڑھی کا دروازہ بند تھا،مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک خوبصورت آدمی میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون؟ کہنے لگے وہی جن کا تم رات انتظار کررہے تھے۔میں نے کہا کہ ملک الموت؟تو فرمانے لگے جی! میں نے کہا کہ پھر، اب لے چلئے۔فرمانے لگے، ابھی نہیں،آپ سے ابھی اور کام لینا ہے۔"

خواب میں ملک الموت کی زیارت

برطانیہ کے دوسرے سفر میں شدت ضعف کی بناء پر جب حضرت ہسپتال داخل کئے گئے، داخلہ کے دوسرے دن ہمیں حالت تشویشناک معلوم ہوئی، اس قدر کہ لندن سے مدینہ طیبہ تک کے خصوصی طیارہ کے لئے بھی بات چیت کر لی گئی۔ جب حضرت صحت مند ہوکر دارالعلوم واپس تشریف لائے اوراس کا تذکرہ آیا،تو حضرت نے فرمایا کہ "میرے مرنے کا فکر نہ کرو، میں ابھی مرتا نہیں ہوں، مجھ سے وعدہ ہے"۔

اس کے بعد فرمایا کہ "ملک الموت کی زیارت والا خواب تو تم نے سنا ہوگا کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیمار ہوا۔اسی دوران میں نے خواب دیکھا۔دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان میرے پاس آئے۔ میں نے پوچھا،کون؟ کہنے لگے، ملک الموت۔ میں نے کہا، پھر لے چلئے۔فرمانے لگے، یہاں نہیں، جب آپ مدینہ طیبہ پہنچیں گے میں وہاں آؤں گا۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ سے جب میں مدینہ طیبہ آ گیا تو خواب میں دیکھا کہ وہ خوبصورت نوجوان کی شکل میں جا رہے ہیں۔ میں نے کہا ارے،تم نے کہا تھا کہ جب مدینہ طیبہ پہنچ جاؤ گے تو میں آؤں گا،اب میں پہنچ گیا ہوں،تو ہنس کر فرمانے لگے، ابھی تم سے کچھ اور کام لینا ہے"۔

انتقال سے تقریباً تین دن قبل حضرت نے کونے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''دیکھو! وہ شیطان کھڑا ہے تمہیں نظر آرہا ہے؟'' (حسبِ نظام پہنچ تو گیا جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی ہے، مگر آگے بڑھنے کی جرأت کہاں سے لائے؟)

تین چار روز قبل ہی مولوی نجیب اللہ صاحب حضرت کو استنجاء کرا رہے تھے، میں برابر والے کمرہ میں تھا، رات بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا، باہر کوئی زور سے دو مرتبہ چیخا، نجیب اللہ، نجیب اللہ۔ میں بھاگا ہوا فوراً گیا تو وہاں نہ کوئی آدم تھا، نہ آدم زاد۔

بالکل اسی طرح امّاں جی کے ساتھ بھی یہی قصہ پیش آیا کہ وہ قرآن ختم کر کے مرحومین میں سے کسی کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہتی تھیں، بڑے زور سے ان کا نام لے کر انہیں کسی نے پکارا، حالانکہ گھر کے دو تین افراد کے سوا ان کا نام بھی جاننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

یقیناً یہ ہاتفِ غیبی کی طرف سے پکار تھی، مقصد اللہ ہی کو معلوم۔

ذیل میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی بعض تصنیفات و تالیفات درج ہیں:

۱۔ الابواب والتراجم للبخاری
۲۔ الاعتدال فی مراتب الرجال
۳۔ آپ بیتی
۴۔ اختلاف الائمۃ
۵۔ اصول حدیث علی مذہب الحنفیۃ
۶۔ اضافہ بر اشکال اقلیدس
۷۔ اکابر علمائے دیوبند
۸۔ اکابر کا رمضان
۹۔ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ
۱۰۔ تاریخ مشایخ چشت
۱۱۔ تاریخ مظاہر العلوم
۱۲۔ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات
۱۳۔ تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن
۱۴۔ تقریر بخاری شریف
۱۵۔ تقریر نسائی شریف
۱۶۔ تقریر مشکوۃ شریف
۱۷۔ تلخیص البذل

۱۸۔ تلخیص المؤلفات والمؤلفین
۱۹۔ تین مکتوبات مع اضافات
۲۰۔ جامع اختلافات الصلوۃ
۲۱۔ جزء اختلافات الصلوۃ
۲۲۔ جزء الاعمال بالنیات
۲۳۔ جزء افضل الاعمال
۲۴۔ جزء امراء المدینہ
۲۵۔ جزء انکحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶۔ جزء الجہاد
۲۷۔ جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۸۔ جزء رفع الیدین
۲۹۔ جزء روایات الاستحاضۃ
۳۰۔ جزء صلوۃ الاستسقاء
۳۱۔ جزء صلوۃ الخوف
۳۲۔ جزء صلوۃ الکسوف
۳۳۔ جزء طرق المدینہ
۳۴۔ جزء المناط
۳۵۔ جزء المبہمات فی الاسانید والروایات
۳۶۔ جزء المعراج
۳۷۔ جزء مکفرات الذنوب
۳۸۔ جزء ملتقط المرقاۃ
۳۹۔ جزء وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۴۰۔ جزء اولیات القیامۃ
۴۱۔ جزء تخریج حدیث عائشۃ فی بریرۃ
۴۲۔ حکایات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
۴۳۔ حواشی الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ
۴۴۔ حواشی اصول الشاشی
۴۵۔ حواشی بذل المجہود
۴۶۔ حواشی کلام پاک
۴۷۔ حواشی مسلسلات
۴۸۔ حواشی الہدایہ
۴۹۔ خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
۵۰۔ ڈاڑھی کا وجوب
۵۱۔ رسالہ التقدیر
۵۲۔ رسالہ اسٹرائک
۵۳۔ رسالہ دراحوال قراء سبعہ (البدور السبعہ مع نجومہم الاربعۃ العشر)
۵۴۔ رسالہ فرائد حسینی
۵۵۔ رسالہ مجدّد دین ملت

۵۶۔رسالہ معمولات برائے طالبین
۵۷۔رسالہ نسبت واجازت
۵۸۔رسالہ نصائح حج ومکتوب گرامی
۵۹۔سیرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۰۔شذرات الحدیث
۶۱۔ شرح الفیہ
۶۲۔ شرح جزری
۶۳۔شرح سلم العلوم
۶۴۔ضمیمہ خوان خلیل
۶۵۔فتنۂ مودودیت
۶۶۔فضائل تبلیغ
۶۷۔فضائل تجارت
۶۸۔فضائل حج
۶۹۔فضائل درود شریف
۷۰۔فضائل ذکر
۷۱۔فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
۷۲۔فضائل صدقات
۷۳۔فضائل عربی زبان
۷۴۔ فضائل قرآن
۷۵۔فضائل نماز
۷۶۔قرآن مجید اور جبریہ تعلیم
۷۷۔کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
۷۸۔الکوکب الدری علی جامع الترمذی
۷۹۔لامع الدراری علی صحیح البخاری
۸۰۔المؤلفون والمؤلفات
۸۱۔مختصات المشکوۃ
۸۲۔مشائخِ تصوف
۸۳۔مشرقی کا اسلام
۸۴۔معارف الشیخ (مکتوبات مشتمل بر مضامین اربعہ)
۸۵۔معجم رجال تذکرۃ الحفاظ للذہبی
۸۶۔معجم الصحابۃ التی اخرج عنہم ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ
۸۷۔معجم المسند الامام احمد
۸۸۔ مقدمہ ابن ماجہ شریف
۸۹۔مقدمہ ارشاد الملوک
۹۰۔مقدمہ اکمال الشیم
۹۱۔مقدمہ بخاری شریف
۹۲۔مقدمہ بذل المجہود

۹۳۔مقدمہ ترمذی
۹۴۔مقدمہ شمائل ترمذی
۹۵۔مقدمہ طحاوی شریف
۹۶۔مقدمہ علم حدیث
۹۷۔مکتوبات بنام اکابر
۹۸۔مکتوبات تصوف
۹۹۔مکتوبات علمیہ
۱۰۰۔موت کی یاد
۱۰۱۔میری محسن کتابیں
۱۰۲۔نظام مظاہر علوم
۱۰۳۔الوقائع والدہور

یہاں تک مذکورہ تصانیف تو سب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہی کی اپنی تحریر کردہ تالیفات و تصنیفات تھیں۔

اب جو کتابیں درج کی جارہی ہیں، یہ ایسی ہیں جن کی تصنیف وتالیف یا ترتیب کا حکم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، اور پھر تکمیل کے بعد انہیں بالاستیعاب حضرت نے بذات خود سن کر پسند فرمایا۔ اگرچہ ان کی نسبت براہِ راست حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف بھی ہوسکتی تھی، حضرت نے ان تالیفات کے بارے میں یہ پسند فرمایا کہ حضرات مرتبین ہی کے نام سے ان کو موسوم کیا جائے اور ساتھ اس طرح عبارت لکھ دی جائے ''یہ تالیف حسبِ ارشاد حضرت شیخ ہوئی ہے''۔

۱۔الحل المفہم۔حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہ العالی
۲۔انعام الباری۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ
۳۔حقوق الوالدین۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ
۴۔تکملۃ الاعتدال۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ
۵۔فضائل صحابہ۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ابتدائی اذکار واشغال برائے متوسلین حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۷۔فیض شیخ۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۸۔مجموعہ رسائل ثلاثہ (یہ تین رسالوں کا مجموعہ ہے: دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت، اعتکاف کی اہمیت کے بارے میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اہم گرامی نامہ، ایک نصیحت آموز ترغیبی خط)۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔اکابر کا سلوک واحسان۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔مجموعہ وصایا امام اعظم۔حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ام الامراض۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔اکابر کا تقوی۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔صقالۃ القلوب۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔شجرہ نقشبندیہ امدادیہ خلیلیہ مع طریقہ ذکر برائے متوسلین حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مہد سے لحد تک

۱۱رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ	کاندھلہ کی خاندانی مسجد میں خاندان کے شرفاء و بزرگ اور اہل محلّہ تراویح سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے کہ مستقبل کے شیخ الحدیث کی ولادت باسعادت کی خبر ملی۔
۱۸رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ	ولادت کے ساتویں روز بچے کے بال منڈواکر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی، عقیقہ مسنونہ کیا گیا، اور بچہ کے دو نام رکھے گئے، محمد موسیٰ، محمد زکریّا۔ اسی دوسرے نام نے شہرت پائی، اور آپ اسی سے مشہور و مقبول عوام و خواص ہوئے۔
عمر مبارک کے ڈھائی سال	آپ اپنی والدہ کے ساتھ گنگوہ منتقل ہوگئے۔
عمر مبارک کے سات سال	آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا، اور آپ نے حفظ قرآن کے سلسلہ میں بغدادی قاعدہ کا آغاز فرمایا۔
۲۳رجمادی الاولی ۱۳۲۳ھ	آپ کے دادا پیر یعنی آپ کے والد ماجد کے پیر و مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ رحلت فرما گئے۔
۱۳۲۵ھ	حفظ قرآن کے بعد حضرت شیخ نے ابتدائی اُردو اور فارسی تعلیم کا آغاز کیا۔

رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ	حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عربی تعلیم کا باقاعدہ آغاز مظاہر العلوم سہارنپور میں کیا۔
۲۸ھ تا ۳۴ھ تک کا عرصہ	حضرت شیخ کی طالب علمی کا ہے، جس میں آپ نے درسِ نظامی میں شامل تمام کتب پڑھیں۔
۲۸/شعبان ۱۳۲۹ھ	الفیہ ابن مالک کی اُردو شرح کی تصنیف کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔
۷/محرم الحرام ۱۳۳۲ھ	حدیث کے آغاز کے سلسلہ میں مشکوٰۃ شریف اپنے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع کی۔
۱۳۳۲ھ	سلم العلوم (فن منطق و معقولات میں) کی اُردو شرح کی ابتداء فرمائی اور زمانۂ طالبِ علمی میں ہی اس کی تکمیل فرمائی۔ اضافہ براشکال اقلیدس مرتّب فرمائی۔
شوال ۱۳۳۳ھ	دورۂ حدیث کی ابتداء ہوئی، ابن ماجہ کے علاوہ دیگر کتب حدیثِ صحاحِ ستّہ اپنے والد ماجد سے شروع کیں۔
شوال ۱۳۳۳ھ	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔
۱۰/ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ	آپ کے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ اس وقت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ۱۹ سال تھی۔
۱۳۳۴ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنا شروع کی۔

یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ	حضرت شیخ کا مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بحیثیت مدرّس تقرّر ہوا۔
۲۹ صفر ۱۳۳۵ھ	حضرت شیخ کی شادی خانہ آبادی مولانا رؤوف الحسن صاحب کی صاحبزادی بی بی امۃ المتین صاحبہ سے ہوئی۔
۳ یا ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود کی تالیف کے سلسلہ میں تعاون شروع کیا۔
۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ	حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔
شوال ۱۳۳۵ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابوداؤد پڑھنا شروع کی۔
۱۳۳۵ھ	''مشائخ چشتیہ'' کی تصنیف فرمائی، جس میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مشائخ چشتیہ کے احوال تحریر کئے۔ تاریخ مظاہر العلوم سہارنپور کی تالیف شروع فرمائی، جس میں مظاہر العلوم سہارنپور کے ۵۰ سالہ حالات تحریر فرمائے۔
شوال ۱۳۳۶ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف اور سنن نسائی پڑھنا شروع کی۔
۴ شعبان ۱۳۳۷ھ	حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادی کی ولادت ہوئی۔ بچی کا نام ذکیّہ رکھا گیا۔ یہ حضرت شیخ کی سب سے پہلی صاحبزادی تھیں۔

۲؍شعبان ۱۳۳۸ھ	حضرت شیخ اپنے سب سے پہلے سفر حجاز اور حج کے لئے سہارنپور سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔
۲۷؍۲۸؍شعبان ۱۳۳۸ھ	بحری جہاز کے ذریعہ بمبئی سے حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے۔
رمضان ۱۳۳۸ھ	اس سال کے ماہ مبارک سے روزانہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا معمول شروع ہوا، جو ۱۳۸۰ھ تک برقرار رہا۔
۱۰؍رمضان ۱۳۳۸ھ	حضرت شیخ اپنے سب سے پہلے سفر حج کے سلسلہ میں جدّہ پہنچے۔
۲۰؍شوال ۱۳۳۸ھ	مدینہ طیّبہ میں حضرت شیخ کی سب سے پہلی حاضری ہوئی۔
۴؍ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ	فریضۂ حج کی ادائیگی کی نیّت سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ پہنچے۔
۴؍ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی۔ بچی کا نام ذاکرہ رکھا گیا۔
وسط محرم الحرام ۱۳۳۹ھ	حجاز مقدس سے پہلا فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف واپسی ہوئی۔
۸؍صفر ۱۳۳۹ھ	پہلا حج ادا کرنے کے بعد سہارنپور پہنچے۔
۲۲؍ربیع الاول ۱۳۴۱ھ	رسالہ ''حجۃ الوداع'' کی تالیف کا آغاز فرمایا۔
۲۴؍ربیع الاول ۱۳۴۱ھ	رسالہ ''حجۃ الوداع'' کو حیرت انگیز طور پر محض ایک دن اور ڈیڑھ رات میں مکمل فرمالیا۔
۴؍ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ	''سنن نسائی'' کی تقریر لکھنے کی ابتداء فرمائی۔
جمادی الثانیۃ ۱۳۴۱ھ	''تقریر سنن نسائی'' کی تکمیل فرمائی۔

رجب ۱۳۴۱ھ	حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بخاری شریف کے تین پارے پڑھائے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ آپ نے حدیث پڑھائی۔
شوال ۱۳۴۱ھ	باقاعدہ حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، مشکوٰۃ شریف آپ کے زیرِ درس رہی۔
شوال ۱۳۴۱ھ	مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح ''تقریر مشکوٰۃ'' لکھنا شروع کی۔ یہ آپ کی تدریس حدیث کا پہلا سال تھا، اور اسی تدریسی سال کے دوران اس شرح کو مکمل فرمالیا۔
۲۵؍محرم الحرام ۱۳۴۲ھ	''الوقائع والدھور'' کے عنوان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، اور اس کے بعد کے سلاطین بنی امیّہ وغیرہم کے حالات پر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا، جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔
۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ	''اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ'' کے عنوان سے مسلک حنفیہ پر اصول حدیث کے متن کا آغاز فرمایا۔
۱۰؍جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ	''اصول حدیث علی مذہب الحنفیہ'' کی تالیف کو مکمل فرمایا۔
رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ	حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادہ کی ولادت ہوئی۔ بچے کا نام محمد موسیٰ رکھا گیا۔ یہ حضرت شیخ کے سب سے پہلے صاحبزادے تھے۔ خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی کی تالیف کا آغاز فرمایا۔

۹ر ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ	حضرت شیخ کے صاحبزادے محمد موسیٰ ۷،۸ ماہ حیات رہ کر بستی نظام الدین میں انتقال کر گئے۔
۸ر جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ	خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شرح شمائل ترمذی کی تالیف سے فراغت حاصل ہوئی۔
۲۴ر شوّال ۱۳۴۴ھ	دوسرے سفرِ حجاز اور حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔
۷ر ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ	بمبئی سے حج کے لئے جدّہ نامی بحری جہاز پر حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوئے۔
۲۱ر ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ	جدّہ پہنچے۔
۲۵ر ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ	مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی۔
۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ	حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیّبہ روانگی ہوئی۔
۸ر محرم الحرام ۱۳۴۵ھ	دوسرا حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیّبہ میں حاضری نصیب ہوئی۔
صفر ۱۳۴۵ھ	حضرت شیخ کے یہاں تیسری صاحبزادی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام شاکرہ رکھا گیا۔
یکم ربیع الاول ۱۳۴۵ھ	مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے پاس قدمین مبارک کی رُخ پر بیٹھ کر مؤطا امام مالک کی شرح ''اوجز المسالک'' کی ابتداء کی۔
۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ	استاذ الاساتذۃ قاری حسن شاعر کی عربی کتاب ''تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن'' کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ یہ ترجمہ بعد میں تحفۃ الاخوان کے نام سے طبع ہوا۔

۲۱؍شعبان ۱۳۴۵ھ	’’بذل المجہود‘‘ شرح ابی داؤد شریف جس کی تصنیف کے سلسلہ میں آپ حضرت سہارنپوری کے ساتھ مکمل تعاون فرما رہے تھے، پایۂ تکمیل کو پہنچی۔
۲۳؍شعبان ۱۳۴۵ھ	’’بذل المجہود‘‘ کی تکمیل کے سلسلہ میں مدرسہ شرعیّہ میں بعد نماز جمعہ علماءِ مدینہ کی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔
۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ	مدینہ طیّبہ سے حج کی ادائیگی کے لئے روانگی ہوئی۔
۱۳۴۶ھ	سہارنپور تشریف لاکر تدریس، تصنیف اور علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔
۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ	آپ کے شیخ ومربی روحانی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ رحلت فرما گئے۔
۱؍جمادی الثانیۃ ۱۳۴۷ھ	’’المؤلفات والمؤلفین‘‘ کے عنوان سے کتب حدیث وفقہ کے معروف مصنفین کے حالات پر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا، جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک چلتا رہا۔
۱۳۴۷ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچّی کا نام راشدہ رکھا گیا۔
اوائل ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ	’’فضائل قرآن‘‘ کی تالیف کا آغاز فرمایا۔
۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ	’’فضائل قرآن‘‘ کی تصنیف کو مکمل فرمایا۔ یہ فضائل کا سب سے پہلا رسالہ ہے، جو حضرت شیخ نے تصنیف فرمایا، اور اس وقت ’’تبلیغی نصاب؍فضائل اعمال‘‘ کا نہایت اہم حصہ ہے۔

رجب ۱۳۴۹ھ	حضرت شیخ کے یہاں صاحبزادہ کی ولادت ہوئی، بچے کا نام محمد ہارون رکھا گیا، بچہ کا مختصر عمر میں ہی انتقال ہوگیا۔
۲۷/رمضان ۱۳۴۹ھ	’’فضائل رمضان‘‘ کی تالیف سے فارغ ہوئے جو کہ تبلیغی نصاب/فضائل اعمال‘‘ کا اہم حصہ ہے۔
۱۳/محرم ۱۳۵۰ھ	’’قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم‘‘ کے عنوان سے ایک خط لکھ کر ممبران اسمبلی اور دیگر سربرآوردہ مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا جو کہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔
۵/صفر ۱۳۵۰ھ	’’فضائل تبلیغ‘‘ کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا جو کہ ’’تبلیغی نصاب/فضائل اعمال‘‘ کا اہم اور لازمی حصّہ ہے۔
۲۸/ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام خالدہ رکھا گیا۔
وسط ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ	’’الکوکب الدری‘‘ کی جلد اوّل پر حواشی کی تکمیل فرمائی۔
۹/ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام شاہدہ رکھا گیا۔
۱۶/رجب ۱۳۵۳ھ	’’الکوکب الدری‘‘ کی جلد ثانی پر حواشی کی تکمیل سے فراغت ہوئی۔
۲۴/ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، بچی کا نام صفیہ رکھا گیا۔ یہ حضرت شیخ کی پہلی اہلیہ سے سب سے آخری اولاد تھیں۔

۵/ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ	آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی امۃ المتین صاحبہ کا انتقال ہوا۔ حضرت شیخ کے قلب پر ان کے انتقال کا طبعی اثر تھا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔
۲۱/محرم الحرام ۱۳۵۶ھ	حضرت شیخ کی صاحبزادی صفیہ کا تقریباً دو ماہ کی عمر میں انتقال ہو گیا۔
۸/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ	آپ کا عقد ثانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی عطیہ صاحبہ سے نظام الدین دہلی میں بعد نمازِ جمعہ ہوا۔ نکاح حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔
۲۹/شعبان ۱۳۵۷ھ	''الاعتدال فی مراتب الرجال'' کے عنوان سے چند سوالوں کا جواب تحریر کیا، جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔
۱۲/شوّال ۱۳۵۷ھ	''حکایاتِ صحابہؓ'' کی تالیف سے فراغت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب ''تبلیغی نصاب/فضائل اعمال'' کا اہم اور بنیادی حصّہ ہے۔
۷/محرم الحرام ۱۳۵۸ھ	''فضائل نماز'' کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا۔ یہ رسالہ تبلیغی نصاب/فضائل اعمال کا ایک اہم اور کثرت سے پڑھا جانے والا حصہ ہے۔
۱۸/ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ	حضرت شیخ کے یہاں دوسری اہلیہ محترمہ سے صاحبزادہ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ بچہ کا نام عبدالحئی رکھا گیا اور یہ دوسری اہلیہ محترمہ سے سب سے پہلی اولاد تھی۔

۲۱؍جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ	حضرت شیخ کے صاحبزادہ عبدالحئی کا انتقال ایک ماہ کی عمر میں ہوگیا۔
۲۶؍شوّال ۱۳۵۸ھ	’’فضائل ذکر‘‘ کے عنوان سے رسالہ تحریر کیا۔ یہ رسالہ تبلیغی نصاب؍فضائل اعمال کا ایک اہم اور کثرت سے پڑھا جانے والا حصّہ ہے۔
۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ	حضرت شیخ کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی، بچے کا نام طلحہ رکھا گیا۔
۱۶؍رجب ۱۳۶۲ھ	آپ کے اکابر میں سے ایک اہم بزرگ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نوراللہ مرقدہ انتقال فرماگئے۔
۲۱؍رجب ۱۳۶۳ھ	آپ کے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا عظیم سانحہ پیش آیا۔
۲۹؍شعبان ۱۳۶۶ھ	رمضان گزارنے کے لئے نظام الدین دہلی پہنچے، اور ایک ماہ کے اعتکاف کی نیت سے مقیم ہوگئے، اور پورا ماہ رمضان المبارک وہیں پر گزارا۔
۳؍شوّال ۱۳۶۶ھ	’’فضائل حج‘‘ کے عنوان سے رسالہ لکھنے کی ابتداء فرمائی۔
۲۹؍شوّال ۱۳۶۶ھ	آپ کی صاحبزادی ذکیّہ زوجہ مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال مغرب کی نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں ہوا۔

۱۱؍محرم الحرام ۱۳۶۷ھ	سہارنپور میں مغرب کی نماز کے بعد وہ تاریخ ساز مشورہ ہوا، جس کے نتیجہ میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ صاحب رحمہم اللہ اجمعین، نے ہندوستان ہی میں قیام کا فیصلہ فرمایا۔
۱۴؍جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ	''فضائل حج'' کی تالیف سے فارغ ہوئے اور جب کہ یہ رسالہ زیرِ طبع تھا، ایک متقی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مصروف ہیں، جس سے یہ تعبیر اخذ کی گئی کہ یہ رسالہ ''فضائل حج'' کعبۃ اللہ کی تعمیر روحانی اور حجاج کرام کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔
۲۲؍صفر ۱۳۶۸ھ	''فضائل صدقات'' کی تالیف کو مکمل فرمایا۔ بعد میں ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے شائع ہوا۔ تبلیغی جماعت کی تعلیم کے حلقہ میں اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔
۱۲؍رجب ۱۳۶۹ھ	حضرت شیخ کی صاحبزادی شاکرہ کا انتقال سورۃ یٰسٓ کی تلاوت سنتے ہوئے ہوا۔
۲۸؍ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ	مؤطا امام مالک کی شرح ''اوجز المسالک'' پایۂ تکمیل کو پہنچی۔
۷؍محرم الحرام ۱۳۷۶ھ	''لامع الدّراری'' کی تصنیف کا آغاز فرمایا۔
۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ	آپ کے اکابر میں سے ایک اہم بزرگ حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اس دارِفانی سے کوچ فرماگئے۔

۱۳؍ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ	آپ کے اکابر میں سے ایک اور اہم بزرگ مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ، انتقال فرما گئے۔
۶؍ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ	حضرت شیخ تیسرے سفرحجاز اور چوتھے حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔
۲۷؍ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ	حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیّبہ کے لئے روانہ ہوئے۔
۲۸؍ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ	مدینہ طیّبہ میں حاضری ہوئی۔
یکم؍صفر ۱۳۸۴ھ	مدینہ طیّبہ سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ پہنچے۔
۱۳؍صفر ۱۳۸۴ھ	حجاز مقدس سے کراچی تشریف لائے۔
ربیع الاوّل ۱۳۸۴ھ	پاکستان کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے سہارنپور واپس تشریف لے آئے۔
۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ	’’فضائل دُرود شریف‘‘ کا آغاز فرمایا۔
۲۹؍ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ	آپ کے قوت بازو، اور آپ کے محبوب بھائی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا عظیم سانحہ پیش آیا۔
۶؍ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ	’’فضائل درود شریف‘‘ کو مکمل فرمایا۔ یہ رسالہ بھی تبلیغی نصاب؍فضائل اعمال کا ایک اہم حصّہ ہے اور اس رسالہ سے حضرت شیخ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور عکاسی و ترجمانی ہوتی ہے۔

۱۰؍ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ	حضرت شیخ نے اپنے چوتھے سفر حجاز اور پانچویں حج کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔
۱۲؍ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ	جدّہ سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی اور عمرہ ادا فرمایا۔
۲۴؍ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ	حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔
۱۱؍محرم الحرام ۱۳۸۷ھ	مدینہ طیّبہ سے واپسی کے وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے احرام باندھا اور رات مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے مربی ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عمرہ ادا کیا۔
محرم الحرام ۱۳۸۷ھ	سفر حج سے واپسی پر کراچی تشریف لائے۔
۱۰؍ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ	’’لامع الدراری‘‘ کی تصنیف کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔
۱۲؍ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ	مدارس عربیہ میں ہڑتال، اسٹرائک کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے متعلق ایک رسالہ ’’اسٹرائک‘‘ کے عنوان سے تحریر فرمایا۔
۱۷؍ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ	’’لامع الدراری‘‘ کی تکمیل کی خوشی میں، حضرت شیخ کی طرف سے دعوت کا اہتمام کیا گیا۔
۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ	’’آپ بیتی‘‘ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا۔ یہ رسالہ ’’آپ بیتی‘‘ کے سات نمبرات میں سے سب سے پہلا نمبر ہے۔
۲۵؍شوّال ۱۳۸۸ھ	سہارنپور میں دارالطلبہ جدید کے دارالحدیث کا افتتاح فرمایا اور اسی روز بخاری شریف کے سبق کا آغاز فرمایا۔

صفر ۱۳۸۹ھ	حضرت شیخ پانچویں سفرِ حجاز پر روانہ ہوئے۔ اس سفرِ حجاز میں حضرت شیخ نے حج ادا نہیں فرمایا، بلکہ حج سے پہلے ہی واپس آ گئے تھے۔
۱۴؍رجب ۱۳۸۹ھ	حضرت شیخ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اقدس سہارنپوری کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا۔
رمضان ۱۳۸۹ھ	اس سال کا ماہ مبارک حرمین شریفین میں گزارا۔ ابتدائی ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں اور آخری ۱۵ دن مدینہ طیّبہ میں گزارے۔
شوّال ۱۳۸۹ھ	حضرت شیخ نے حجازِ مقدس سے واپسی پر کراچی میں قیام فرمایا۔
ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ	سفرِ حجاز سے واپس سہارنپور پہنچے۔
۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ	رسالہ ''عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تالیف کا آغاز فرمایا۔
۱۵؍رجب ۱۳۹۰ھ	''عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تصنیف کو مکمل فرمایا۔
۱۵؍ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ	حضرت شیخ اپنے چھٹے سفرِ حجاز اور چھٹے حج کے لئے سہارنپور سے روانہ ہوئے۔
۱۳۹۱ھ	حج کے بعد سہارنپور واپسی ہوئی۔
ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	حضرت شیخ نے اپنے صاحبزادہ مولوی محمد طلحہ کو بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔
۱۸؍ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	سہارنپور سے حجاز کے لئے اس نیّت سے سفر فرمایا کہ اب مستقل قیام حجاز مقدس میں ہی کرنا ہے، گویا حضرت شیخ نے ہجرت ہی کی نیّت فرمائی۔

تاریخ	واقعہ
۲۶/ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	بمبئی سے حجاز کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز روانگی ہوئی۔
۲۷/ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ	مکہ معظّمہ پہنچے اور عمرہ ادا فرمایا۔
۱۶/۱۵/ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ	مستقل قیام کی نیّت سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔
۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ	حضرت شیخ کو حجازِ مقدس میں مستقل قیام کے لئے، اقامہ بننے کی اطلاع دی گئی۔
۲۳/جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ	اقامہ کی باقاعدہ مدّت کی ابتداء ہوئی۔ حضرت شیخ کا اقامہ سعودی عرب کے فرماں روا شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ نے براہِ راست منظور کیا تھا، اور اس میں شیخ صالح قزاز اور شیخ محمد علوی مالکی کی کوششوں کو بہت دخل تھا۔
۳/۲/جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ	حضرت شیخ حجاز مقدس سے کراچی تشریف لائے۔
۲۵/۲۴/جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ	کراچی سے دہلی روانہ ہوئے۔
۲۷/۲۶/جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ	سہارنپور پہنچ گئے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ	سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں ماہِ مبارک کا قیام ہوا۔اس سال معتقدین کا بہت ہجوم رہا۔
۱۵/ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ	سہارنپور سے سفر حجاز کے لئے روانگی ہوئی۔
۲۲/ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ	مکہ معظّمہ پہنچے۔
۱۶/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ	حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیّبہ پہنچ گئے۔
۲۸/رجب ۱۳۹۵ھ	رمضان المبارک ہندوستان میں گزارنے کے ارادہ سے مکہ معظّمہ سے روانگی ہوئی۔
یکم/شعبان ۱۳۹۵ھ	نظام الدین دہلی پہنچے۔
۳/شعبان ۱۳۹۵ھ	بخاری شریف کا ختم فرمایا۔
رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ	اپنے معمول کے مطابق سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں پورے ماہ کے قیام کی نیّت سے معتکف ہوگئے۔
۱۴/جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ	ہندوستان کے سفر کے سلسلہ میں مدینہ طیّبہ سے روانگی ہوئی۔
۹/رجب ۱۳۹۶ھ	سہارنپور پہنچے۔
رمضان ۱۳۹۶ھ	حسب سابق ماہ مبارک سہارنپور میں دار جدید کی مسجد میں گزارا۔
۲۲/ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ	حجاز مقدس کے لئے سہارنپور سے روانگی۔
ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ	اس سال حضرت شیخ نے امراض کی وجہ سے حج نہیں فرمایا۔

۲۴/جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ	ایک صالح آدمی کے مکاشفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہندوستان کے سفر کا اشارہ ملنے پر مدینہ طیّبہ سے روانہ ہوئے۔
۵/رجب ۱۳۹۷ھ	مکہ معظّمہ میں حضرت شیخ کو حجاز مقدس میں مستقل رہائش کے سلسلہ میں تابعیہ مل گیا۔
رجب ۱۳۹۷ھ	پاکستان تشریف لائے، اور وہاں سے چند روز بعد ہندوستان تشریف لے گئے۔
۲۸/شعبان ۱۳۹۷ھ	ماہ مبارک کے اعتکاف کے سلسلہ میں دار جدید میں منتقل ہو گئے۔
ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ	سہارنپور سے روانہ ہوئے اور پاکستان سے ہوتے ہوئے اسی ماہ حجاز مقدس پہنچ گئے۔
رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ	اس سال کا ماہ مبارک بھی سہارنپور کے دارالطلبہ جدید کی مسجد میں گزشتہ سالوں کی طرح ہوا۔
رجب ۱۳۹۹ھ	انگلستان کے پہلے سفر پر مولانا یوسف متالا صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ یہ حضرت شیخ کا انگلستان کا سب سے پہلا سفر تھا۔
رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ	ماہ مبارک سہارنپور دارالطلبہ جدید میں گزارا۔
رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ	اس سال کا ماہ مبارک مفتی زین العابدین صاحب کی کوششوں سے پاکستان کے شہر فیصل آباد میں گزارا۔ حضرت شیخ کا قیام دارالعلوم فیصل آباد کی مسجد میں رہا۔

۴رشعبان ۱۴۰۱ھ	بہت سے مبشّرات اور پاکیزہ خوابوں کے اشارات کی بناء پر حضرت شیخ اسٹینگر (STANGER) ساؤتھ افریقہ میں ماہ رمضان المبارک گزارنے کی نیّت سے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔
۱۴رشعبان ۱۴۰۱ھ	جدّہ سے ری یونین (REUNION) کے لئے روانہ ہوئے۔
۲۹رشعبان ۱۴۰۱ھ	حضرت شیخ اپنے تمام مہمانوں کے ساتھ اسٹینگر کی جامع مسجد میں منتقل ہوگئے اور پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کی نیّت کرلی۔
۳رشوال ۱۴۰۱ھ	بعد نماز ظہر الوداعی دعا کرائی گئی۔
۳۔۲۴رشوّال ۱۴۰۱ھ	ان ایّام میں حضرت شیخ نے جنوبی افریقہ کے مندرجہ ذیل مقامات، سلورگلین (SILVERGLEN)، رچمنڈ (RICHMOND)، میرح برگ (MARTIZBURG)، اسپنگو بیچ (ISPINGO BEACH)، وائٹ ریور (WHITERIVER)، جوہانس برگ (JOHANNESBURG)، کیپ ٹاؤن (CAPE TOWN)، لے نیشیا (LENASIA)، زامبیا (ZAMBIA)، چپاٹا (CHIPATA)، لوساکا (LUSAKA)، کا تربیتی سفر فرمایا اور مختلف مقامات پر ذکر کے حلقے، دینی مجلسیں، مساجد، اور مدارس کے افتتاح ہوئے، اور ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں میں دینی جذبہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔
۲۴رشوّال ۱۴۰۱ھ	انگلستان کے سفر کے لئے لوساکا سے لندن روانہ ہوئے۔ یہ حضرت شیخ کا انگلستان کا دوسرا سفر تھا۔

۲۹؍شوّال ۱۴۰۱ھ	یورپ کے تبلیغی مرکز ڈیوزبری (DEWSBURY) تشریف لے گئے۔
۱۶؍ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ	حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوگئے۔
۱۵؍محرم ۱۴۰۲ھ	مدینہ طیبہ سے ہندوستان تشریف لائے، مرض کی شدّت کے پیش نظر ۲۰ روز دہلی میں قیام فرمایا، اور وہاں کے ہولی فیملی ہسپتال میں داخل ہوئے۔
۴؍صفر ۱۴۰۲ھ	دہلی سے سہارنپور تشریف لے گئے۔
۱۸؍ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ	حجاز مقدس کے لئے روانہ ہوگئے۔
۲۰؍ربیع الاول ۱۴۰۲ھ	کراچی پہنچے۔
۲۱؍ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ	رات کو کراچی سے جدّہ روانہ ہوئے۔
۶؍ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ	مکہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے۔
یکم؍شعبان ۱۴۰۲ھ	مغرب سے قبل اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ عشاء کے بعد جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

لوحِ سعید با تاریخ

۱۴۰۲ھ

بسم اللّٰہ المُہَیْمن التَّواب الرَّحمٰن الرَّحیْم　　نحمَدُ الحقَّ العَظیمَ ونُصلّی عَلی النبیِّ الکریْم

۱۴۰۲ھ　　۱۹۸۲ء

آہ لکھ دو ہوا گل چراغ وطن

۱۴۰۲ھ

محدث جلیل عالم عابد مولانا محمد زکریا صاحب　　ادب آموز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

۱۴۰۲ھ　　۱۹۸۲ء

برد مضجعہ الولی القدوس　　نور مرقدہ العزیز العظیم القدوس

۱۴۰۲ھ　　۱۹۸۲ء

ان اللہ الجلیل العزیز یرفع العلم برفع العلماء　　موتُ عالِم اھلِ الفنِّ موتُ العالَم

۱۴۰۲ھ　　۱۴۰۲ھ

اَسأ کان قیس ھلکہ ھلک واحد　　ولکنہ جدران قوم تھدما

۱۴۰۲ھ

آہ راہ حق کا محسن رہنما جاتا رہا　　روے گل سیر ندیدند و بہار آخر شدہ

۱۴۰۲ھ　　۱۹۸۲ء

قطعۂ تواریخ

۱۴۰۲ھ

حضرتِ شیخِ زکریا ہادیِ راہِ خدا	مرجعِ علماء و صلحاء اولیاء واتقیاء
ہادیِ بر حق حکیمِ بے عدیل ومقتدا	واقفِ سرّ طریقت، مرشدِ حق آشنا
صاحبِ تصنیف اور شارحِ حدیثِ مصطفیٰ	شیخِ وقت وکامل الایمان رأسِ اصفیا
مشغلہ تھا درسِ قال اللہ اور قال الرسول	سارے عالم میں رواں ہے آپ سے یہ سلسلہ
دعوت و تبلیغِ دین کے سرپرست و رہنما	دینِ حق کا آپ سے عالم میں ہے ڈنکا بجا
موتِ عالِم موت عالَم کا سماں ہے رونما	سارا عالَم رنجِ فرقت میں تیرے ڈوبا ہوا
عاصیِ عثمان نے تاریخِ رحلت یوں کہا	آپ عجب شانِ چمن ہے، آپ فخرِ اتقیا

۱۹۸۲ء

ہاتفِ غیبی بگوشِ من رسانید ایں ندا	بمدینہ قبر در جنت کلید آرامگاہ

۱۴۰۲ھ

بکلک محمد عثمان عاصی معروفی

۱۴۰۲ھ